اردو ترجمہ

دُرِّ مختار

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد سوم

ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل پاکستان چوک کراچی

نام کتاب ـــــــــ غایۃ الاوطار

جلد ـــــــــ سوم

مترجم ـــــــــ مولانا خرم علی و مولانا احسن صدیقی

طابع ـــــــــ حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع ـــــــــ ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت ـــــــــ ۵۷۲ صفحات

تعداد ـــــــــ چھ سو

سنہ طباعت ـــــــــ ۱۳۹۹ھ

قیمت ـــــــــ /-[illegible] روپے

ـــــــ ناشر ـــــــ

ایچ۔ ایم سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک

کراچی

فہرست مضامین درمختار ترجمہ اُردو جلد سوم

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ البُیُوعِ

❋❋❋❋❋❋

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جب کہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات او عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہے بحرالرائق میں ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جس میں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جس میں دونوں حق مختلف ہیں مگر حق العبد غالب ہے سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوۃ اور زکوۃ اور صیام اور حج اس واسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اس کے بعد معاملات شروع ہوئے ان میں ابتدا نکاح سے ہوئی اس واسطے کہ اس میں معنی عبادات کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بحرالرائق کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ ابتداء معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے ومناسبتہ للوقف ازالۃ الملک لکن لاالی مالک فھو منا الیہ فکانا کبسیط ومرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالۂ ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالۂ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع نہیں ہے اور یہاں یعنی بیع میں مالک کی طرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالۂ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہوئے مترجم کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب پر لہذا تعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اس واسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اس واسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہو سکتی وجمع لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیع مطلق ومرابحۃ تولیۃ وضیعۃ مساومۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ مترجم کہتا ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مفید ملک ہے فی الحال وہ نافذ ہے یا مفید ملک عند الاجازۃ ہے وہ موقوف ہے یا مفید ملک عند القبض ہے وہ فاسد ہے یا مفید ملک اصلاً نہیں وہ باطل ہے اور مبیع یا عین ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے وہ صرف ہے اور مراد دین سے یہاں نقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین بالدین ہے وہ بیع مطلق ہے اور یہی قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اس کو بیع مطلق کہا اور یہاں دین سے وہ مراد ہے جو نقد اور نسیہ دونوں کو شامل ہے

اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہے تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہے یا بیع اس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوگیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجیے تو اب مبیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکور کرنا صحیح ہوگا ہو لغۃ مقابلۃ شیئ بشیئ مالا اولا بدلیل وشروہ بثمن بخس بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے م کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا ان پر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی اسی طرح ہے اور اسی طرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کیلئے مخصوص ہے انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ۲۲ یا ۲۲ درم کو بیچا تھا اور جس نے خرید کیا تھا اس نے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وہو من الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہے یعنی خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شرا کے لفظ کے مانند ویستعمل متعدیا وبمن للتاکید وباللام یقال بعتک الشیئ وبعتہ لک فہی زائدۃ قالہ ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے عرب بولتے ہیں (بعتک الشیئ وبعتہ لک) تو لام زائد ہے ایسا کچھ کہا ہے ابن قطاع نے وباع علیہ القاضی اے بلارضاہ اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اس کا مال بدون اس کی رضامندی کے بیچ لیا م کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علیٰ بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علیٰ کے لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عام اختیار ہے وشرعا مبادلۃ شیئ مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم اور شرع میں بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون م کہتا ہے یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اس واسطے کہ ان میں بھی مبادلہ ہے مرغوب سے اور وہ دونوں وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتیں اس واسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے رہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی) یعنی مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین یہ حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کیواسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے تمول سے یا بعض آدمیوں کے تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعاً اس کی اباحت انتفاع ہے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے فائدہ لینا مباح نہ ہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جب کہ دونوں امر یعنی تمول اور اباحت نہ ہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہ ہوگا چنانچہ خون کہ نہ اس کو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں علیٰ وجہ مقید مخصوص اے بایجاب او تعاط مبادلۂ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مقید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی م کہتا ہے طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ فقط ایجاب اس میں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا م کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلہ میں داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا

اور ہبہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ میں داخل نہ تھا والھبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے م کہتا ہے
کہ ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہیں لیکن بنظر انتہا کے بیع ہے وخرج بمقید مالا یفید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃ
اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہیں لیکن بیع درم کی درم سے جو کہ وزن اور صفت میں برابر ہیں م کہتا ہے اور ایک درم کا وزن دوسرے
سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے بسبب بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہے چنانچہ ایک
سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہر اً بیع جائز ہے بسبب فائدے کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الآخر م اور
صحیح نہیں بدلنا اور مجرا کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیۃ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہیں اور دونوں کے
حصے برابر ہیں سو ان کا مبادلہ صحیح نہیں اس واسطے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں ولا اجارۃ السکنٰی بالسکنٰی اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے
گھر کے سکنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیئے ہوئی اور وہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وہما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے
اور یہ دونوں بیع کے رکن ہیں م کہتا ہے فتح القدیر میں ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہیں جو تبادل پر دلالت کرتے ہوں یا جو چیز کہ قائم مقام
ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل وشرطہ اہلیۃ المتعاقدین اور
شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی م کہتا ہے شرط بیع کی عاقد میں تمیز اور وہ ولدیت ہے جو ثابت ہے ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت
یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہیں اور جو بیع اور اس کے اثر کو سمجھتا ہو تو اس کی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی تعدد
متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونوں کا وکیل ہو اس کی بیع منعقد نہ ہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین
میں کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہیں اور تمام اہل مجلس نے اس کو سنا تو اس کی تصدیق
نہ ہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بحر الرائق میں چھہتر شمار کیے ہیں جس کا جی چاہے اس کو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے
م کہتا ہے بیع میں شرط یہ ہے کہ مال متقوم شرعاً مقدور التسلیم ہو فی الحال یا فی المآل تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا
مسلم کے حق میں اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا کہ بیع میں یہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے وقت
اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلاء علی المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اس کا یعنے یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت
ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہو گی م کہتا ہے ثبوت ملک بیع
کا حکم اصلی ہے اور اس کا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اس کی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر مبیع زمین
ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا م کہتا ہے
انسان حاجتمند ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا جوتنا پھر اس میں بیج بونا پھر اس کا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر
کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہ ہو سکتا وعلی ہذا القیاس
تحصیل لباس اور مکان ہیں اس کو بذات خود قدرت نہیں تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات روا ہوں اس طرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے، تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک
بدلین نہ ہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شے مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا صبر کر کے مر جاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا
کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء مکلفین محتاجین ہے اور دفع حاجات ہے بطریق انتظام معقول کے کذا فی الفتح وصفتہ مباح مکروہ حرام واجب اور بیع

کی صفت یہ ہے کہ بعض بیع مباح ہے اور بعض مکروہ اور بعض حرام اور بعض واجب م کہتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اس کا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا خود اس کے مال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے م کہتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا (واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ) یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے مستغنی یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اس واسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب ھو ماذکر اولا من کلام احد المتعاقدین فالقبول ما ذکر ثانیا من الآخر سواء کان بعت او اشتریت سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اس کا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا م کہتا ہے اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہے کہ لغت میں ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقا اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضائے اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تاکہ اثبات اول سے ممتاز ہو جائے الدال علی التراضی قید بہ اقتداء بالآیۃ وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکرہ وان انعقد ولم ینعقد بالھزل لعدم الرضا بحکمہ معہ یہ ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے ولہذا مکرہ[1] کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اس واسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اس کو دریافت کرے م کہتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اس واسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں کی جانب رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے (ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی) اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمائی (الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) شارح کا کلام اس کا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اس کی شرح میں مصرح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ویرد علی التعریفین ما فی التاتارخانیۃ لو خرجا معا لم یصح البیع اور ایجاب اور قبول دونوں کی تعریفوں پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں مسلم نہ رہیں لکن فی القہستانی لو کانا معا لم ینعقد کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہو گی چنانچہ فقہاء نے سلام میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اس کا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب ادا نہ ہو گا اعادہ اس کا لازم ہے یہ شارح نے استدراک کر کے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وعلی الاول ما فی الاشباہ تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی عتق وطلاق علی مال وسیجئ فی الصلح اور تعریف اول یعنی ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر عتق اور طلاق بعوض مال میں مبطل نہیں اور اس کا ذکر کتاب الصلح میں

[1] جس پر زبردستی کی جائے ۱۲

آوے گا تکرار ایجاب کی صورت بیع میں صاحبین کے نزدیک یوں ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے اس کو ہزار درم کو بیچا پھر بولا کہ میں نے اس کو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولیٰ نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر بولا کہ تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس پر دونوں مال لازم ہوں گے اور صلح میں تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہاں گفتگو ہے تکرار ایجاب میں اور اسی طرح نظم آیندہ میں خلاصہ اعتراض مذکور یہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہوا اگرچہ نسبت بغیر قبول ثانی ہو یا یوں کہیے کہ جب اول باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی المنظومة المحبیة

وکل عقد بعد عقد جددا فابطل الثانی لانه سدی

فالصلح بعد الصلح اضحی باطلا کذا النکاح ما عدی مسائلا

منها الشراء بعد الشراء صححوا کذا الکفالة علی ما صرحوا

اذا المراد صاح فی المحقق منها اذا زیادة التوثق

اور منظومہ محبیہ میں ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اس واسطے کہ وہ مہمل اور بے فائدہ ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے مہر مسمی لازم نہیں آتا مگر چند مسائل میں عقد ثانی باطل نہیں ہوتا از انجملہ خرید بعد خرید کو علما نے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہیں بموجب تصریح علماء کرام کے اس واسطے کہ عقد محقق میں اس وقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہیں وهما عبارة عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتملیک ماضیین کبعت واشتریت او حالیین کمضارعین لم یقرنا بسوف والسین کابیعک فیقول اشتریه او احدهما ماض والآخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہے اُن دو لفظوں سے جو تملیک کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کریں خواہ دونوں لفظیں ماضی کی ہوں چنانچہ بعت و اشتریت یعنی میں نے بیچا اور میں نے مول لیا یا دونوں لفظیں حال کی ہوں جیسے لغت عرب میں دو لفظ مضارع کے جنسے سوف اور سین متصل نہیں چنانچہ ابیعک یعنی میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو مشتری کہے اشتریه یعنی میں اس کو لیتا ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطانیت ایجاب فی الحال کے کذا فی المنح م شرح زیلعی میں ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ میں نے بیچا اور خرید کیا یا میں راضی ہوا یا اس کو لیا بعوض اتنے کے اور برہان میں ہے یا بائع نے کہا کہ کھالے اس کھانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اس کا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ گھر یا یہ غلام تجھ کو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور حاشیہ سری الدین میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجھ کو اس کی قیمت دے تو میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس میں قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا وہ تیرے واسطے ہے اگر تجھ کو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجھ کو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحرالرائق میں ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہیں بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہوں گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ ان میں معنی معتبر نہیں ان میں تو وہ الفاظ معتبر ہیں جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحۃ یا کنایۃ موضوع ہیں اور جب کہ بائع نے ایجاب میں مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول میں خطاب کرنا شرط نہیں اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا میں نے قبول کیا اور یوں نہ کہا کہ میں نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولکن لایحتاج الاول الی نیة بخلاف الثانی فان نوی به الایجاب للحال صح علی الاصح والا لا

الا اذا استعملوہ للحال کاہل خوارزم فکا لماضی کابیعک الآن فتمخضہ للحال ولیکن اول یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بہ لفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سواگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے۔ بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور ابیعک الآن کے مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ھ قول اصح کے مخالف ہے وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں ہے کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذافی الطحطاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جس کو مضارع کہتے ہیں لہٰذا اس کے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچوں گا اور مول لوں گا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں واما المتمحض للاستقبال فکالامر لایصح اصلا الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا فقال اخذت او رضیت صح بطریق الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہے یعنی جس پر سوف اور سین ہے تو وہ امر کے مانند ہے اس سے بیع اصلاً صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اس کو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضاء کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ھ شرنبلالیہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہو گی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اس کو تیرے ہاتھ بیچوں گا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا استدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعائے ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعاء خذہ کا بطریق اقتضاء کے انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے بعتک فخذہ یعنی اس کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اس کو لے کذافی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اس کو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تاکہ ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دے گا اور مشتری بائع کو قیمت دے گا تو البتہ بیع تمام ہو گی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وتصح اضافتہ الی عضو یصح اضافتہ العتق الیہ کوجہ وفرج والا لا کظہر وبطن اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جس کی طرف اضافت عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہیں اس کی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے کہ اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہے گا کہ اس کا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وکل ما دل علی معنی بعت واشتریت نحو قد فعلت ونعم وہات الثمن وہو لک او عبدک او فداک او خذہ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کے معنی پر مانند اس قول کے کہ مقرر میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اس کو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ھ فتاوی عالمگیری میں جو ابراہیم اغلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دی تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور ذخیرہ کدری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی

لکن فی الولوالجیۃ ان بدأ البائع فقبل المشتری نعم لم ینعقد لانہ لیس بتحقیق ولعکسہ صح لانہ جواب لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اس کے یعنی اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہہ کر تو صحیح ہے اس واسطے کہ وہ جواب ہے وفی القنیۃ نعم بعد الاستفہام کھل بعت منی بکذا بیع ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز فلیحفظ اور قنیہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ کو بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دے اس واسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا سوائے فلانے اس کو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اس کو خبر کر دی تو جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شطر العقد فیہ اے البیع علی قبول غائب فلو قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہا اور موقوف الصحۃ نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی بلا کتابت و رسالت اور اس نے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اس کو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں م بکذا فی الھدایۃ وصدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلہ الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین نہایۃ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح میں درصورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اس واسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ ان میں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے باتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایۃ م طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اس واسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے واما الفعل فالتعاطی وہو التناول قاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے (ایجاب کرنے والا ۱۲) وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کرخی کے یعنی ان کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی میں ۔ عمدہ کی م نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جس کی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہے کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس ناطفی میں ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہے اس نے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اس نے اتنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہو گئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اس نے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہو گئی یہاں تک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کرے گا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلاوے گا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احد الجانبین علی الاصح فتح و یکفی قبض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الفیض م فتح القدیر میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اس واسطے کہ امام محمدؒ نے تصریح کی ہے کہ بیع التعاطی قبض احد البدلین سے ثابت ہوتی ہے اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہے انتہی طحطاوی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع

کی رضامندی سے بیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جائے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہو گی
بقول صحیح اذا لم یصرح معہ مع التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد
ہوتی ہے جب کہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دیئے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں
ان کو اس قیمت پر نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہو گی کما لو کان بعد عقد فاسد خلاصۃ وبزازیۃ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد
لا ینعقد بہما البیع قبل متارکۃ الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولی وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ
عقد فاسد کے بعد ہو کذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور بحر الرائق میں تصریح کی ہے کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ
فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولیٰ بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہ ہو گی اور بنا بر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا میں ہے وہ
اسی پر محمول ہے م یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یوں نقل کیا ہے
کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضروری ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہو گی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہو گی اس واسطے کہ بیع
سابق پر اس کی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ میں موجود ہے تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہے اور حموی کی طرح نہر الفائق
میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے وتمامہ فی الاشباہ من الفوائد اذا ابطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع
التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہو گا
اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جس کی بنا فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہو گی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل
یا فاسد ہو گا وقیل لا بد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی
الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال وقد علمت المفتی بہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع التعاطی میں اعطاء جانبین یعنی بائع اور
مشتری دونوں کا دینا ضروری ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہیں اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہے اور اس کا حلوانی نے فتویٰ دیا ہے
اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اس میں منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو م قول اول یہ ہے کہ ایک
کا دینا کافی ہے خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہے کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضروری ہے اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ
فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہے اور منشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعض جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا
تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضے مقام میں اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے
اور بعضے مکان میں تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی
الطحطاوی وحررنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہم نے تحریر کی ہے شرح ملتقی میں صحت اقالہ اور اجارہ
اور صرف کی تعاطی سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں خاص نہیں م شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی
سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ الانسان
من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزیں آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جب کہ بائع اس سے
ان چیزوں کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد ان کے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہے م بحر الرائق میں ہے کہ معقود علیہ
کی شرائط سے یہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہو گی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنیٰ ہے جو قنیہ میں ہے کہ جن چیزوں کی بقال

سے بدوں بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الفرج یعنی بطور اُچاپٹ کے چنانچہ مسورا ور نمک اور تیل اگر ان کو خریدکرے بعد منعدم ہونے کے تو
صحیح ہے انتہی تو یہاں معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذافی الطحطاوی بیع البرآت التی یکتبھا الدیوان علی العمال لایصح بخلاف بیع حظوظ الائمۃ
لان مال الوقف قائم ثمہ ولاکذلک ھنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر وتعقبہ فی النہر
بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیوں کا جن کو متصدیان دفتر عاملوں پر لکھ دیتے ہیں صحیح بخلاف آئمہ مساجد کے حقوق کے کہ ان کی بیع صحیح ہے اس
واسطے کہ وقف کا مال وہاں قائم اور موجود ہے اور ویسا نہیں ہے یہاں یعنے عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہیں
بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذافی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اس کے کہ تقسیم
کرنے والے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذافی البحر اور نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے
م نہر الفائق میں کہا کہ ظاہراً قنیہ کی روایت ضعیف ہے اس واسطے کہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک
کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اس کی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اس کو یاد رکھنا جو ابن وہبان نے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ
قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے ہے التفات کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اس کی تائید نہ ہو انتہی ملخصا وافتی المصنف
ببطلان بیع الجامکیۃ لما فی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من المدیون اور فتوی دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اس واسطے کہ
اشباہ میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر مدیون سے جائز ہے م جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اس کو واسطے
بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی چڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہیں
اس واسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہیں اور مدیون سے بیچنے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا
بعوض غلام کے سوا ایک نے غلام پر قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا چند دراہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہے
اور اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ بیع ہے منقول کی اس کے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذافی حاشیۃ المدنی
وفیھا وفی الاشباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ھذا لایجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف
اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں
عوض لینا اوقاف کے وظائف کا م وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور مؤذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے
عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اس واسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیھا فی آخر بحث تعارض العرف
مع اللغۃ المذھب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال اور اشباہ کے تعارض عرف اور
لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علما نے عرف خاص کے اعتبار کرنے کا فتوی دیا ہے
تو بموجب اس کے فتوی دیا جاتا ہے وظائف اوقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے م یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ اعتیاض
حقوق مجردہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ قول سابق اس پر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایۃ میں اور یہ قول متفرع ہے قول مفتی بہ پر
کہ عرف خاص معتبر ہے بنائے احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور
ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہا میں خلاصہ یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے

ف از بقال بطور اچاپٹ گرفتن جائز است ف قول قنیہ غیر ملتفت الیہ است در صورت مخالفت قواعد وعدم تقویت بنقل غیرہ ۱۲

مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتویٰ دیا ہے حلبی نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتمد نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اس پر چلتے ہیں اور بعضے علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسنؓ نے معاویہؓ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اس قدر مال پر جو ہر سال ان کو کافی ہوا اور حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبلزوم خلو الحوانیت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا لغیرہ ولو وقفا انتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتویٰ ہے خلو دکاکین کے لزوم پر تو دوکانوں کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کر دینا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اس کے سوا کو اگرچہ دوکانیں وقف ہوں انتہی ما فی الاشباہ ف حقیقت خلو یہ ہے کہ دافع دراہم اس منفعت کا مالک ہو جس کے مقابلے میں اس نے دراہم دیے خواہ یہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف میں مکانات قریب الانہدام ہوں تو واقف یا ناظر وقف اس شخص کو بکرایہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کرے گا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہو اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جائے تو صاحب خلو دو تہائی میں واقف کا شریک ہوگا بعد اس کے سوا اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے مقدسی حنفی اور اجہوری مالکی اس کو باطل کہتے ہیں اور صاحب اشباہ وغیرہ اس کے جواز اور لزوم کے قایل ہیں اس واسطے کہ اوقاف ناصحی میں ہے کہ دکاکین بازار کی اراضی جب کہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہو جنھوں نے دوکانوں کو بنایا ہے تو وقف جائز ہے اس واسطے کہ ہم نے ان دوکانوں کو ان کے تصرف میں دیکھا کہ ان کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان کو بمیراث لیتے ہیں سلطان ان سے مزاحمت نہیں کرتا ان لوگوں پر تو فقط غلہ اور محصول ہے جو دیا کرتے ہیں یہی عادت جاری ہے متاخرین کی مدتہائے دراز سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا صاحب دوکان کو اس کا خارج کرنا اور غیر شخص کو اس کا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دوکان اصل میں وقف ہو انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صحت خلو کی شرط یہ ہے کہ دراہم مبذولہ جہت وقف میں صرف ہوں سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور دافع دراہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہیں تو یہ خلو صحیح نہیں اور فائدہ خلو کا یہ ہے کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہے تو اس پر ملک کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادائے دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہوں تو اس میں حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ سموی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اس واسطے کہ اس پر بکثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام ممالک میں خصوصا دیار مصر میں تو اس کی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بارتکاب اخف الضررین اس واسطے کہ حکم بطلان سے تضییع اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہے علی الخصوص جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اس کے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصرا وفی معین المفتی للمصنف معزیا للولوالجیۃ عمارۃ فی ارض بیعت فان بناء او اشجارا جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے ولوالجیۃ کی طرف نسبت کر کے زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت بنائے مکان ہے یا درخت ہیں تو بیع جائز ہے ھم یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین میں ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں اور ثمن مشتری پر لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان کراباً او کری انہارا ونحوہ مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنی المال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کھودی جوتی زمین ہے یا نہروں کا کھودنا اور صاف کرنا ہے مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اس کے اس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو بیع اس کی

ف حقیقت خلو ۱۲

جائز نہیں انتہی مافی الولوالجیۃ م جوتنے اور صاف کرنے کی مانند زمین ہموار کرنا ہے اونچ نیچ سے اور لامعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہے بطریق خلو کے کذافی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لایجوز وکذا رھنہا ولذا اجعلوہ الآن فراغا کالوظائف فلیحرر انتہی وسنذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی میں کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ بیع مسکہ جائز نہیں اور اسی طرح اس کا رہن جائز نہیں اور اسی واسطے اب علما نے اس کو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو مسمی بفراغ کیا ہے مثل اور متعلقات وقف کے تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنی چاہیے انتہی مافی معین المفتی اور قریب ہے کہ ہم اس کو بیع الوفا میں ذکر کریں گے م درمختار کے محشیوں کا کلام اس مقام میں مختلف ہے لفظاً و معنیً طحطاوی نے بیع السکہ ضبط کیا ہے بحذف میم اور شرح اس کی یوں کی ہے کہ بیع سکہ یعنی کوچہ غیر نافذہ کے حق مرور کی بیع جائز نہیں اور شیخ ابوالطیب اور شیخ عابد سندھی مدنی نے مسکہ باضافت میم ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ درالمختار کے اسی کے موافق ہیں پھر مسکہ کی مراد میں اختلاف ہے شیخ ابوالطیب نے کہا کہ ظاہراً مسکہ بالضم سے کنوئیں کا کھودنا سخت مکان میں مراد ہے کذافی القاموس تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کے مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسئلہ مسکہ اور مسئلہ حفر بیر کے لیے فراغ لفظ مناسب نہیں اس واسطے کہ فراغ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرا دے کچھ عوض لے کر تو کنوئیں کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجھ کو بے معنی معلوم ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گھر موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لے کر تو اس کو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہے کیونکہ قاموس میں منجملہ معنی مسکہ یہ بھی مذکور ہے کہ المسکۃ ما یتمسک بہ اور مفتی ابوالسعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکہ متعلق بوقف ہے نہ متعلق بحکم بر انتہی واللہ اعلم **وینعقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ بوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین** وتمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہے ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع میں اور باپ کے بیچنے میں اپنے طفل سے اس واسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اس کی عبارت دو عبارتوں کے برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اس کا درر میں ہے م یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اس طرح کہ کہے کہ میں نے اس کی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہیں کذافی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے مول لے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وصی اس کی چیز آپ خرید کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذافی البزازیہ یعنی دس درم کی قیمت والے کو پندرہ درم دے کر خرید کرے لیکن باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل سے منفعت طفل مشروط نہیں وفور شفقت کے سبب سے **فاذا اوجب واحد قبل الآخر بائعاً کان او مشتریاً فی المجلس لان خیار القبول مقید بہ** پھر جب کہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اس کو قبول کرے مجلس میں اس واسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مقید بمجلس ہے م یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کرے گا تو ایجاب باطل ہوگا کذافی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے مراد ہے جس میں وہ قول اور فعل نہ پایا جائے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذافی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائے گی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائے گا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے **متعیناً کل المبیع بکل الثمن او ترک لئلا یلزم تفریق الصفقۃ** مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تاکہ تفریق صفقہ لازم نہ آوے م صفقہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور اب اصطلاح فقہ میں صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنی غیر کیلی اور وزنی چیز میں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اس میں بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا

جائز نہیں تاکہ تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہوگیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جب کہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اورضی الآخر وکان الثمن منقسما علی المبیع بالاجزاء کمکیل وموزون یا راضی ہو جائے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو بیع کے اجزا پر چنانچہ مکیل اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے م مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خرید کیے اور بائع اس پر راضی ہوگیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہوگئی اور ایجاب اول باطل ہوگیا والا وان رضی الآخر لعدم جواز البیع بالحصۃ ابتداء کما حررہ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر بالقبول راضی ہو جائے اس واسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حررہ الوانی المحشی للدرم اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہ ہو بلکہ انقسام بالقیمت ہو یعنی مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جائے اس واسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اس کے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ بیع بالحصہ انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحطاوی او بین ثمن کل کقولہ بعتہما کل واحد بمائۃ وان لم یکرر لفظ بعت عند ابی یوسفؒ ومحمدؒ وہو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہوگیا ہو چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو بیچا ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے م صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلاشرط تکرار لفظ چنانچہ اس کی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظمؒ کے نزدیک تعدد صفقہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اس طرح پر کہ (بعتک ہذین العبدین بعتک ہذا بخمسمائۃ وبعتک ہذا بخمسمائۃ) یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور فتح القدیر میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اس واسطے کہ ظاہراً بائع کی غرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بک جائے اور اگر دونوں کو یکبار کی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بے فائدہ تھا ومالم یقبل بطل الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول اوقام احدہما وان لم یذہب عن مجلسہ علی الراجح نہر وابن الکمال فانہ کمجلس خیار المخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یوں بولا کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خرید کرتا یا دونوں میں سے کوئی کھڑا ہوگیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر وبہذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ[1] کی مجلس کے مانند ہے کہ بمجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح م نہر الفائق میں ہے اختلاف مجلس اس عمل کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا

---

[1] مخیرہ وہ عورت ہے کہ شوہر اس کو اختیار دیوے کہ تو چاہے اپنے نفس کو اختیار کر لے چاہے تجھ کو پسند رکھ ۱۲

اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ میں تھا ایجاب کے وقت اور سو جانا درصورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑھتا تھا سو اس نے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز میں دوسری رکعت پڑھ کر قبول کرے گا تو بھی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دے گا اور چار پڑھ کر قبول کرے گا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقاً ظاہر الروایۃ میں اختلاف مجلس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں اور طحطاوی وغیرہ کا یہ مختار ہے کہ اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت میں تو جائز ہے اور محیط میں اس کی تصحیح ہے اور خلاصہ میں ہے کہ ایک دو قدم چلنے میں جائز ہے مجمع التفاریق میں کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور مجتبیٰ میں ہے کہ مجلس متحدہ وہ ہے کہ جس میں احد المتعاقدین بجز گفتگوئے ایجاب اور قبول کے اور کام میں مشغول نہ ہوں یا وہ اشتغال نہ کریں جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گھر کے مانند ہے تو مجلس منقطع نہ ہوگی اس کے چلنے سے اس واسطے کہ بائع اور مشتری اس کے ٹھہرانے پر قادر نہیں انتہی اور فتح القدیر میں سوائے خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحطاوی واذا وجد لزم البیع بلا اختیار الا لعیب او رؤیۃ خلافا للشافعی اور جب کہ ایجاب اور قبول پائے گئے تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوائے خیار العیب اور خیار الرؤیۃ کے بخلاف مذہب شافعی کے م یعنی جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوئے تو اب کسی کو نقض بیع میں اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی ہے قول امام مالک کا اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو بقائے مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ المتبایعان بالخیار مالم یفترقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جب تک جدا نہیں ہوگئے شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں مذکور کیا وحدیثہ محمول علی تفرق الاقوال اذ الاحوال ثلثۃ قبل قولہما وبعدہ وبعد احدہما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقۃ فحمل علیہ اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اس واسطے کہ یہاں تین حالات محتمل ہیں قبلِ قول عاقدین کے یا بعدِ قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت میں مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجہ گذشتہ کے اور تیسری صورت میں حقیقت ہے تو اسی پر محمول ہوگا م حدیث ممدوح میں تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یوں کہنا کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اس واسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے ان کو متبائع بولنا بھی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا، لتشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا بھی حقیقت ٹھہرا اور متشاغل اس وقت صادق آتا ہے جب کہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نہ کرے لہٰذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہ تقریر ہے ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہیں دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہیں اس واسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا

لہ عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المتبایعین بالخیار مالم یفترقا او یقول احدہما للآخر اختر وربما قال او یکون بیع خیار اخرجہ الستۃ وفی روایۃ مالم یتفرقا وعن حکیم ابن حزامؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البیعان بالخیار مالم یتفرقا فان صدقا وبینا بورک لہما فی بیعہما وان کتما وکذبا محقت برکۃ بیعہما اخرجہ الخمسۃ وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البیعان بالخیار مالم یتفرقا الا ان تکون صفقۃ خیار فلا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیۃ ان یستقیلہ اخرجہ اصحاب السنن کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ۱۲ منہ

تو ایک ہی بیع ثابت ہے نہ متبایعین اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اول مواضع سے ہے یہاں حقیقت بعض لفظ کہ معنی سے صادق آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقت معنی صادق نہیں مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہیں بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہاں بعض حروف کے بولنے سے مخبر کہنا اس کو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف صریحًا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکے گا اس کا جواب یہ ہے کہ شرع اور عرف میں تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ (وما تفرق الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ) یعنی متفرق نہیں ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر مفترق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقوں پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث میں افتراق رجال سے صریحًا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ ہیں اور قیاس قال اللہ تعالیٰ (یاایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود) یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہے قبل تخییر کے وقال اللہ تعالیٰ (لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود ہا بطریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت برضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو اس آیت میں حق تعالیٰ نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالیٰ (واشہدوا اذا تبایعتم) یعنی گواہ کر لو جب کہ باہم بیع کرو اس آیت میں توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تاکہ انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہ ہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تاکہ قرآن اور حدیث کے مطلب میں اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک ان میں سے عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس بمجرد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر بتصرف وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے مشروط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت م مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور ان کا ذکر کرنا شرط نہیں سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہیں تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر میں ہے منجملہ جلید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے اپنا مال جو اس کوٹھڑی یا اس صندوق یا اس خرجی میں ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اس کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ جہالت مافی البیت کمتر ہے جہالت مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہے صحت کی اور رواج جہالت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکیں فرات کے پانی کی مثلاً خرید کرے گا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہے اور قیاس میں جائز نہیں اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہے اور ظاہر ظہیریہ جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اس صورت میں شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہیں چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اس کو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اس کی مقدار کو نہ جانتے ہوں اور اسی طرح بیع صحیح نہیں اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اس کی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنے راس المال کے یا بیچا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہاں تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس میں علم حاصل ہو گا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خرید کی سونے کی بوزن اس پتھر کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہیں اور اگر اس کا وزن معلوم ہو گا تو بیع مع الخیار صحیح ہو گی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونوں کو شامل رہی اس واسطے بزازیہ میں کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو

بعوض دس کے خرید کیا اور اس شہر میں دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ میں سے کوئی چیز ذکر نہ
کی تو گھڑی کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے کی پیسوں پر منعقد ہوگی اور اگر ان کے سوا کوئی اور چیز سے خرید فروخت کا رواج ہوگا
تو اس پر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو متعدد متعین ہو جائے گا مبیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس
سے اور اگر مناسبت میں شک پڑے گا تو بیع تمام نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح ملخصا و وصف ثمن کمصری او دمشقی اور صحت
بیع کے واسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درم کا مصری ہونا یا دمشقی م مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے معرفت
وصف ثمن کو شرط کیا ہے اس واسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کرے گا کہ ناقص دے اور بائع چاہے گا
کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہیں اور بدائع
میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع
جس کو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہوشی میں تو موجب ہو اس شے کے حسن یا قبح کا کذا فی
صدر الشریعۃ چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لایشترط ذلک فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار
اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہے اور اس میں شرط نہیں جس کی طرف اشارہ ہوا بسبب دور ہونے نادانستگی کے اشارے سے م معرفت
مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اس واسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی
نزاع باہمی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہ ہو سکے گا اور جس کی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اس میں معرفت مقدار اور وصف
بسبب عدم نزاع کے شرط نہیں سو اگر بائع کہے کہ میں نے اس گیہوں کے ڈھیر کو ان درموں سے جو تیرے ہاتھ میں ہیں بیچا اور حالانکہ دراہم
مذکورہ نظر آتے ہیں پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم
کی مانع نہیں کذا فی النہر مالم یکن ربویا قوبل بجنسہ او سلما اتفاقا او راس مال سلم لو مکیلا او موزونا خلافا لہما کما سیجیٔ تا وقتیکہ مشار الیہ ایسا
مال ربا نہ ہو جس کا مقابلہ ہوا اپنے ہم جنس سے یا سلم نہ ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہ ہو اگر وہ مکیل اور موزون ہو
بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آوے گا م یہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ میں معرفت مقدار شرط نہیں اس صورت میں ہے جبکہ بیاج
والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہ ہو چنانچہ گیہوں کے ڈھیر کو دوسرے گیہوں کے ڈھیر سے اشارہ کر کے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہیں
بسبب احتمال بیاج کے کہ شائد ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم
میں اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ
اس میں کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان میں کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول (او سلما اتفاقا) کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اس کے مابعد
کا قول مغنی ہے اس واسطے کہ کلام ہے راس المال میں نہ مسلم فیہ میں اسواسطے کہ مسلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت موجود نہیں کیونکہ وہ
مؤجل ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لوکان الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر ویسمی خیار الکمیۃ لاخیار الرؤیۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن
تھیلی میں ہو اور جو دراہم اس میں ہیں باہر سے معلوم نہ ہوتے ہوں تو بائع کو اس میں اختیار ہے اور اس کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرؤیۃ اس
واسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود میں ثابت نہیں کذا فی الفتح م طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق میں عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر
کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا میں اس کو خرید کرتا ہوں بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پھر بائع نے

اس میں وہ دراہم پائے جو اس شہر میں رائج نہیں تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اس واسطے کہ مطلق دراہم بیع میں نقد بلد کی طرف منصرف ہوتے
ہیں اور اگر اس میں نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہیں بخلاف اس کے اگر اس نے کہا کہ میں نے خرید کیا بعوض اس کے جو اس خم میں ہے
پھر ان درموں کو دیکھا جو اس میں ہیں تو اس کو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اس واسطے کہ جو ہتھیلی میں ہے اس کی مقدار خارج سے معلوم
ہو جاتی ہے اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اس کو اختیار ہوگا اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرویۃ اس واسطے
کہ نقود میں خیار الرویۃ ثابت نہیں وصح بثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلا مدت سے اور یہی اصل ہے م حال تشدید لام مشتق ہے
حلول سے دین حال خلاف مؤجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ حلول مقتضائے عقد ہے اور اجل
یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے ومؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن مؤجل سے جس کی مدت معلوم
اور مقرر ہو تاکہ نزاع کی نوبت نہ پہنچے م یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہیں جس کی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہے اور وجہ نزاع یہ ہے کہ بائع
مدت قریب میں تقاضا کرے گا اور مشتری اس کا انکار کرے گا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلا صرف لشہر بہ یفتی اور اگر بیع مؤجل کی
تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی اسی پر فتوی ہے کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لنا فیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور
مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اس کا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا م اختلاف مدت کی اس
صورت میں کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت پر بیع واقع ہوئی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ بیع میں
عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت کا قول اس واسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا اس واسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہیں
ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ مدت تو کمتر مدت کے
مدعی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار مدت میں
مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونوں
مختلف ہوں مدت کے گذر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول
ہوگی ویبطل الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے م مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کر کے ثمن ادا کرے
منفعت سے پھر جب مدت مقرر کرنے والا مر گیا تو اس کا متروکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہوگا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے فروع مسائل
ملحقہ شارح کے باع بحال ثم اجلہ اجلا معلوما او مجہولا کنوروز وحصاد صار مؤجلا منیۃ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اس کی مدت مقرر
کر دی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نوروز یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع مؤجل ہو جاوے گی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخے میں منیہ کی جگہ قنیہ ہے
نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہے اور امام صاحب کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من
ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل بزازیۃ بائع کے ہزار درم ہیں مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے میں سو درم دیا کر تو یہ مدت
معین کرنا نہیں ہے کذا فی البزازیۃ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وہی
کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہیں جن کی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یوں کہہ کر اگر کسی قسط میں خلل ڈالے تو باقی دین
بلا مدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے م حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا
بتقدیر قول کے قلت ومما یکثر وقوعہ مالو اشتری بقطع رائجۃ فکسدت بضرب جدیدۃ یجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا عیزاذ لا یمکن للحکام الحکم

بمثلها لمنع السلطان منها ولا يدفع قيمتها من الفضة الجديدة لانها مالم يغلب غشها فجيدها ورديها سواء اجماعا اما ما غلب غشه ففيه الخلاف كما سيجئ في فصل القرض فتنبه وبه اجاب سعدی افندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائلِ کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیوں سے خرید کیا پھر ان کا رواج موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہو گی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہو گی نہ سوائے اس کے اس واسطے کہ سکہ قدیم کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکموں کیلئے ممکن نہیں بسبب منع کر دینے سلطان حال کے ان کے رواج سے اور ان کی قیمت فضہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے اس واسطے کہ جب تک چاندی کی ملونی غالب نہ ہو گی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امامؒ اور صاحبینؒ کے اور جس چاندی میں ملونی غالب ہو گی اس میں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اس کی تفصیل قرض کی فصل میں آوے گی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے اس مسئلہ کا سعدی افندی نے م طحطاوی نے کہا غلبۂ غش باب الصرف میں مذکور ہے نہ قرض میں اور قرض میں رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبۂ غش وہذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ یعنی صحت بیع ثمن مؤجل اس وقت ہے جب کہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین موجل بیع ہو گی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح م ثمن دین سے ثمن نقد بقرینۂ مقابلۂ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور اس کے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اس کے دینے میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے وبخلاف جنسه ولم يجمعهما قدر لما فيه من ربوا النسيئة كما سيجئ في بابه اور جب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل نہ ہو اس واسطے کہ اس میں تاخیر کا بیاج ہے چنانچہ اس کی تفصیل باب الربوا میں آوے گی م خلاصہ یہ ہے کہ بیع بثمن موجل درست ہے دو شرط سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ عیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہ ہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کر کے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہوں کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کر کے صحیح نہیں کہ بیاج ہے والاجل ابتداؤه من وقت التسليم ولو فيه خيار فمذ سقوط الخيار عنده خانية اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہے اور اگر بیع بشرط اختیار ہو گی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہو گا اسوقت سے مدت شروع ہو گی امام علیہ الرحمۃ کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد سے ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے وللمشتري بثمن مؤجل الى سنة منكرة الاجل سنة ثانية مذ تسليم لمنع البائع السلعة عن المشتري سنة الاجل المنكرة تحصيلا لفائدة التاجيل اور اس مشتری کے لیے جس نے سال غیر معین کے ثمن موجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہے تسلیم مبیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تا کہ تقرر مدت کا فائدہ حاصل ہو م خلاصہ یہ ہے کہ مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اس کی مدت مذکورہ شروع ہو گی تا مشتری مبیع میں تصرف کر کے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول ہے امام صاحبؒ کا خلافا للصاحبين فلو معينة او لم يمنع البائع من التسليم لا اتفاقا لان التقصير منه تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہو گی اس واسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے م اگر مشتری نے کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کر دوں گا اور اسی طرح ہر معین مدت پر چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کروں گا اور بائع نے سال بھر یا رجب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہ ہو گی کذا فی الطحطاوی عن الدرر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ محلِ اختلافِ امام اور صاحبین درصورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتدائے مدت عقد کے وقت سے ہے بالاجماع والثمن المسمى قدره لا وصفه ينصرف مطلقه الى غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوى لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار

مذکور ہوئی نہ اس کا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب ارواج
مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اس واسطے کہ جس کا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے م یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید
وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جس میں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اس واسطے کہ
نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اسی طرف پھرے گا اگرچہ اس شہر میں اور دراہم بھی موجود ہوں جن سے معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل
چنانچہ اس کا اشارہ فتح القدیر میں ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان میں
بعوض اتنے دنانیر کے سو اس نے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اس پر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا
انتہی وان اختلف النقود مالیۃ کذہب شریفی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس لزوال الجہالۃ
اور اگر نقود شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہے ان کے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اسوقت
فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کر دے ایک نقد کو اسی مجلس میں بسبب دور ہو جانے جہالت کے م بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے جو باعث
نزاع ہے اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں باعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے
اس واسطے کہ جہالت رفع ہوگئی قبل اس کے تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج میں برابر
ہیں تو بیع صحیح ہے مشتری کو اختیار ہے جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقود مالیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں یا مالیت میں برابر ہوں
رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہے کذا فی النہر وصح بیع الطعام ہو فی عرف
المتقدمین اسم للحنطۃ ودقیقہا کیلا وجزافا مثلث الجیم معرب کذا فی المجازفۃ اور صحیح ہے بیع طعام کے پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین
اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف میں گیہوں اور اس کے آٹے کا نام ہے اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہے یعنی مجازفت
م کہتا ہے علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہے حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت بیع میں عبارت ہے مساہلہ
سے الحاصل مصنف کے کلام میں طعام سے جمیع حبوب مراد ہیں نہ فقط گیہوں اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے حبوب کی بیع اٹکل سے جائز
ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ مکی میں عینی سے منقول ہے کہ اٹکل کی بیع میں شرط یہ ہے کہ ممیز اور
مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسہ ولم یکن راس مال سلم لشرطیۃ معرفتہ کما سیجیء او کان بجنسہ وہو دون نصف صاع
اذ لا ربوا فیہ کما سیجیء بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہے جبکہ بیع اس کی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہوں کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال
نہ ہو اس واسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہے چنانچہ باب السلم میں آوے گا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع
سے کمتر ہے اس واسطے کہ نصف صاع سے کمتر میں بیاج نہیں چنانچہ باب الربوا میں آوے گا ومن المجازفۃ البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ
قید فیہما وللمشتری الخیار فیہما نہر اور منجملہ تخمین ہے بیچنا برتن اور پتھر کا جن کی مقدار معلوم نہیں اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہے کذا فی النہر
م کہتا ہے نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز ہے کہ جہالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازفت پر اس کو اس واسطے عطف
کیا کہ یہ بصورت کیل ہے اور حقیقت میں کیل نہیں ہے شرط صحت یہ ہے کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہ ہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر
مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر پانی کی مشکوں میں بسبب رواج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن
جمع النوازل میں ثبوت خیار پر تصریح ہے اس صورت میں کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یوں ہے کہ غیر معلوم المقدار

برتن میں بھی اختیار ثابت ہو انتہی وہذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملهما لم یجز کبیعہ قدر مایملأ ہذا البیت ولو قدر مایملأ ہذا الطست لجاز سراج اور یہ یعنی برتن کی پری اور پتھر کے وزن سے بیع اس وقت جائز ہے جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہ ہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہ ہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہیں جس میں یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طشت کو بھر دے تو جائز ہے کذا فی السراج وصح فی ماسمی صاع فی بیع صبرة کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقة علیہ ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہے بیع ہر مسمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہے اناج کے ڈھیر کی بیع میں اس طرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اس کو خیار التکشف کہتے ہیں ہم کہتا ہے ایک ڈھیر ہے گیہوں یا جو کا اس کے مالک نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اس کی نہ ذکر کی کہ اتنی صاع یا اتنے سیر ہے تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس قدر بیع اور ثمن معلوم المقدار ہے اور بیع فی نفسہ متفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کے صاع یا کے سیر کا ہے اور درم یا آنے کتنے ہیں طحطاوی نے کہا خیار التکشف اس واسطے کہتے ہیں کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہے کہ ایک صاع میں بیع لازم ہے بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہے واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقررہ او سمی جملة قفزانها بلا خیار لو عند العقد وبہ لو بعدہ فی المجلس او بعدہ عندہما وبہ یفتی اور صحیح ہے بیع سب ڈھیر میں اگر اس کا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس میں بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اس کے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضائے مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قفیز بیان کر دیئے تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس میں ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی پر فتوی ہے ہم کہتا ہے قفیز ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اسی نظر سے تاکہ خلق اللہ پر آسانی ہو فان رضی ہل یلزم البیع بلا رضی البائع الظاہر نعم نہر پھر درصورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اس کا فسخ معتبر نہ ہوگا اور مشتری سب ڈھیر کو لے گا کذا فی النہر ایضا وفسد فی الکل فی بیع ثلثة بفتح فتشدید قطیع الغنم وثوب کل شاة وذراع لف ونشر بکذا اور تمام میں بیع فاسد ہے بھیڑ بکری کے ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہے اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلثة بفتح ثائے مثلثہ و تشدید لام عبارت ہے گلۂ غنم سے اور شاة اور ذراع میں لف نشر مرتب ہے ہم کہتا ہے یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس میں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپے کو ہے یا کپڑے کے تھان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز اس کا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک اس واسطے کہ افراد یہاں مختلف ہیں تو قیمت سب پر برابر منقسم نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین میں بائع چاہے گا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کرے گا بخلاف گیہوں کے ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اس کے دانوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہے مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر میں مضرت تبعیض کی قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اس میں بیع مذکورہ صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گز دو گز اتارنا موجب نقصان نہ ہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اس میں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنح عن غایة البیان وان علم عدد الغنم فی المجلس لم ینقلب صحیحا عندہ علی الاصح اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بر صحت نہ ہوگی امام صاحب کے نزدیک بنا بر قول اصح کے

م کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح نہ ہوگی ولو رضیا انعقد بالتعاطی ونظیرہ البیع بالرقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہوجائیں
بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اس کے بیع بالرقم ہے کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہوجاتی ہے کذافی السراج م رقم کے معنی نقش
کے ہیں جس کو ہندی میں آنک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع بالرقم یہ کہ بائع کہے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اس کی رقم کے یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکھا ہے
اور مشتری کو وہ معلوم نہیں سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھے گا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھے گا اور بیع کو پسند رکھے گا تو بیع صحیح ہوگی
اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد مؤکد ہوجائے گا اور بعد اس کے منقلب بجواز نہ ہوگا انتہی کذافی حاشیۃ للمدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بالرقم
فاسد ہے اس واسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب عقد میں متمکن ہوگئی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہے اور صاحبین نے اس کو
جائز کہا ہے اگر مجلس میں ثمن معلوم ہوجائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہا کے کلام کے اس واسطے کہ
سابق مذکور ہوچکا کہ بیع التعاطی میں یہ ضروری ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ
پر محمول کیجیے **وکذا الحکم فی کل معدود متفاوت کابل وعبید وبطیخ وکذا کل ما فی تبعیضہ ضرر کمصوغ اوان** بدائع اور اسی طرح غنم اور ثوب کا
حکم ہے ہر معدود مختلف میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذافی البدائع
ولو سمی عدد الغنم والذراع او جملۃ الثمن صح اتفاقا اور اگر بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑوں کے گزوں کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کردیا تو بالکل
بیع صحیح ہوجائے گی باتفاق امام اور صاحبین کے م کہتا ہے یہ تسمیہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم
کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہ رہا کذافی الطحطاوی عن ابی السعود والضابطۃ
لکلمۃ کل ان الافراد ان لم تعلم نہایتہا فان لم تود للجہالۃ فللاستغراق کیمین وتعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو
اگر عدم علم جہالت کا باعث نہ ہو تو وہاں لفظ کل استغراق کے واسطے ہے یعنی جمیع افراد مراد ہوں گے یمین اور تعلیق میں م کہتا ہے طحطاوی نے
کہا جہالت سے وہ جہالت مراد ہے جو موجب نزاع نہ ہو شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ بجائے یمین لفظ امر کا لاتا اس واسطے کہ تعلیق خود ہی یمین ہے
تعلیق کی یہ مثال ہے کہ (کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق) یعنی جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے (وکلما اکلت اللحم فعلی درہم) اور ہر بار کہ میں
گوشت کھاؤں تو مجھ پر ایک درم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے مامور سے کہا کہ
میری طرف سے ہر مہینے میں ایک درم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیئے تو آمر پر وہ لازم ہوں گے **والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد**
اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہے تو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو تو وہاں لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا
باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار میں م کہتا ہے اجارے کی مثال یہ ہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عوض
اتنے کے ہے تو اس پر ایک مہینہ لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اس پر ایک مہینے
یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام صاحب کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیرے مجھ پر کل درم ہیں تو ایک درم
لازم ہوگا کذافی الطحطاوی **والا فان تفاوتت الافراد کالغنم لم یصح فی شیء عندہ** اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت میں متفاوت ہوں چنانچہ غنم
تو کسی چیز میں امام کے نزدیک بیع صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سب افراد میں **والاصح فی واحد عندہ کالصبرۃ** اور اگر افراد میں تفاوت نہ ہو تو ایک صاع
یا ایک سیر میں امام صاحب کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گیہوں اور جو کے ڈھیر میں **وصحاہ فیہما فی الکل بحر** اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونوں میں یعنی سب
غنم اور سب ڈھیر میں کذافی البحر م کہتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ مبیع معلوم ہوچکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار

کرنے غم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفی النھر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان والقھستانی عن المحیط وغیرہ وبقولھما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق میں عیون سے اور شرنبلالیہ میں برہان سے اور قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے کہ اس میں صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انھا مائۃ قفیز بمائۃ درھم وھی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل او موزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہے سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اس کے حصے کے موافق قیمت دے کر اگر چاہے یعنی اگر مثلاً ساٹھ قفیز گیہوں ہوں تو ساٹھ درم کو لیا چاہیے یا بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر اس کیلی یا وزنی چیز میں جس کے پارہ پارہ ہونے میں ضرر نہیں ہم کہتا ہے ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہے پھر وہ وزن میں مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اس کا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اس واسطے کہ وزن اس چیز میں جس کو تبعیض مضر ہے وصف ہے جیسے ذراع کپڑے میں وصف ہے کذا فی الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوگی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہیں تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلاً اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاھدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرور نھر واخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلاً سو گز ہے سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اس کو دیکھ لیا تو اس کو ترک بیع میں اختیار نہ رہے گا بسبب منتفی ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لے گا بلا اختیار بائع کے اس واسطے کہ ذرع یعنے گز وصف ہے بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہیں اور وصف کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں پڑتا م کہتا ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنے ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لے گا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اس میں کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملے گا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اس واسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور کیل اور موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہر الفائق میں ہے کہ اصطلاح فقہ میں وصف شے اس سے عبارت ہے جو تابع ہو شے کا اور منفصل نہ ہو اس سے جب اس میں حاصل ہو تو اس کی خوبی کو زیادہ کر دے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے میں اس واسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اس میں سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ رہے گا یعنی اس واسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز کافی ہے لہذا بعضوں نے وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے مانند ہے جس کی مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا جیسا کہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصوداً بالتناول کما افادہ بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرھم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلا بافرادہ بذکر الثمن او ترک لتفریق الصفقۃ مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اس کے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اس کو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ

ہر گز بعوض درم کے ہے تو مشتری کمتر کو اس کے حصے کے موافق لے اس واسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہو گیا بسبب اس کے علٰحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے م کہتا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم میں بیچا اس طرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اس واسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اس کا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا **وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرہم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد** اسی طرح اگر سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا چاہے فسخ بیع کرے تاکہ التزام زائد کا ضرر دفع ہو م کہتا ہے چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے میں مشتری کو اختیار رہا تا التزام مالا یلزم لازم نہ آوے **وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار او حمام وصححاہ وان لم یسم جملتہا علی الصحیح لان ازالتہا بیدہما** اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گزوں میں سے اور صاحبین نے اس کو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اس واسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے م کہتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہے کہ ذراع حقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اس واسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہے گا کہ میں دس گز فلانی طرف سے دوں گا مشتری کہے گا نہیں میں فلانی طرف سے لوں گا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اس کا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اس کی جہالت باعث نزاع نہیں اس واسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا ناپ کر بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کیے تاکہ قول آئندہ صحیح ہو اس واسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی **لا یفسد بیع عشرۃ اسہم من مائۃ سہم اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع** فاسد نہیں بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا **بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم ارہ وینبغی انقلابہ صحیحا لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی نہر** باقی ہے یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں میں نے اس کو کتب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہو گی کذا فی النہر **اشتری عددا من قیمی ثیابا او غنما جوہرۃ علی انہ کذا فنقص او زاد فسد للجہالۃ** خرید کیے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرۃ اس شرط پر خرید ہوئے کہ اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے م کہتا ہے مثلاً دس تھان کی گٹھڑی خرید کی بیس روپے کو پھر جو گٹھڑی کھولی تو نو یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اس واسطے کہ نقصان کی صورت میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزا، قیمت مجہول والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جس کو بیس روپوں سے کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول[1] ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور در صورت زیادتی کے مبیع مجہول ہو گا اس واسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے کی حاجت ہو گی تو اس میں نزاع واقع ہو گا مشتری نکمے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہو گا ولو اشتری

---

[1] یعنی گلے پڑنا اسی چیز کا جو اس کیلئے ضروری نہیں ۱۲

ارضا علی ان فیہا کذا نخلا مثمرا فاذا واحدۃ فیہا لا تثمر فسد بحر اور اگر ایک زمین خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کھجور کے درخت پھل دینے والے ہیں سو ان میں
ایک غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں درصورت کمی وجہ اس کی مذکور ہو چکی کما لو باع
عدلا من الثیاب او غنما و استثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ چنانچہ کپڑوں کی گٹھڑی یا چند بکریاں بیچیں اور ان میں سے
ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعیین نہ بیچی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنیٰ کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت
استثناء غیر معین کے بیع فاسد ہے جہالت کے سبب سے مشتری ادنیٰ کے دینے کا ارادہ کرے گا اور بائع اعلیٰ لینے کا قصد رکھے گا اور درصورت تعیین یہ
جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمی بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت
والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا یعنی اس طرح کہا کہ اس گٹھڑی میں سے ہر تھان کی یہ قیمت ہے اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے
بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے م کہتا ہے مسئلہ سابقہ میں مجموع مبیع کا مجموع ثمن
مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھان کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت نہ ہوئی مثلاً دس تھان بیچے بیس روپے کو اس طرح
کہ ہر تھان کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلیں گے تو ان کا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کے دو روپے کم ہو جائیں گے وان
زاد ثوب فسد بجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً تھان کی شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت مزید کے م کہتا ہے درصورت
زیادتی جہالت ثمن بلکہ جہالت مبیع ہے یعنی دس تھان مبیع کی تعیین میں نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو عشرۂ مبیعہ میں
مشتری داخل کرے گا اور بائع برعکس اس کے ولو رد الزائد او عزلہ ہل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اس کو جدا رکھ دیا تو کیا باقی اس کو
حلال ہیں اس میں اختلاف ہے م کہتا ہے بزازیہ میں ہے کہ گٹھڑی خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کپڑے ہیں پھر اس کو زائد پایا اور بائع غائب ہے تو زائد کو
جدا کر دے اور باقی کو استعمال میں لاوے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک ہو گیا انتہی اور گویا یہ استحسان ہے ورنہ بیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ
اور قنیہ میں مصرح ہے کہ محمد کا یہ استحسان ہے کہ اس میں سے ایک کپڑا جدا کر کے باقی استعمال میں لاوے اور اس میں قبل اس کے یہ ہے کہ ایک شے خرید کی سو اس
کو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی حلال ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیز میں حلال نہیں تاوقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جب کہ زیادتی ایسی
چیز کی ہو جس میں بخل جاری نہ ہو تو اس وقت میں اس کو جدا کر رکھے انتہی ما فی البحر اور نہر الفائق میں ہے کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے
مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور خانیہ میں ہے کہ گٹھڑی خرید کی جس میں بیس تھان ہیں ہر تھان عوض اتنے کے پھر اس کو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس
اگر بائع غائب ہو تو علماء نے کہا ہے کہ مشتری اس میں سے ایک تھان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان ہے محمد کا بنظر مشتری کے انتہی ما فی النہر
اور ظاہر اگرچہ ترجیح ہے کل علماء کے نزدیک جدا کر دینے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں اور جب کہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو حلت ما بقی ظاہر تر ہے
کذا فی الطحطاوی اشتری ثوبا بتفاوت جوانبہ فلو لم تتفاوت ککرباس لم تحل لہ الزیادۃ ان لم یضرہ القطع وجاز بیع ذراع منہ نہر خرید کیا کپڑا جس کے جوانب متفاوت
ہیں تو اگر جوانب اس کے متفاوت نہ ہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا حلال نہیں اگر اس کو پھاڑ لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع
ایک گز کی اس میں سے جائز ہے کذا فی النہر م کہتا ہے زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یعنی حلت زیادت کم از ذراع ایک کپڑے
میں ہے جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہے چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور مانند اس کے اور اگر کرباس یعنی تھان ہو جس کو قطع مضر نہیں اور مشتری نے خرید کیا
بشرط دس گز ہونے کے پھر اس کو گیارہ گز پایا تو زیادتی اس کے لیے مسلم نہیں بلکہ اس کو بائع کو پھیرے چنانچہ مکیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہے انتہی
شلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو جائز ہے مانند بیع قفیز کے ڈھیر سے اس واسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہیں کذا فی الطحطاوی

علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرہم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ وزیادۃ نصف بلا خیار لانہ انفع واخذہ بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیار لتفرق الصفقۃ وقال محمد یاخذہ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ ونصف بہ وہو اعدل الاقوال بحر واقرہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنی مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے ہر گز عوض درم کے تو مشتری اس کو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار اس واسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہوتا اس کو نافع تر ہے اور اس کو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کم ہونے میں اور چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اس کو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے م امام کی دلیل یہ ہے کہ ذراع وصف ہے اصل میں اور حکم اصل کا اس وقت لیتا ہے جب شرط پائی جائے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جزء کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اس واسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرور اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ بعضے شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہے اور ذخیرے میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہے اس واسطے کہ گاہے فتوی قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہے آسانی کے واسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہے اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب

فصل فی ما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل یہ فصل ہے اس میں جو بیع یعنی مبیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ہذا الفصل مبنیۃ علی قاعدتین احدہما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء ویعنی کل ما ہو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدوں پر ہے ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز گھر میں ہے از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہے عرف میں وہ مبیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے م شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدۂ ثانیہ میں شارح تعمیم کی طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہے جیسے گھر کو عمارت شامل ہے وہ بدون ذکر کے مبیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اس واسطے کہ گھر عبارت ہے زمین اور عمارت سے وذکر الثانیۃ بقولہ او متصلا بہ تبعا لہا دخل فی بیعہا یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وہو ما وضع لا لان یفصلہ البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدۂ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جو اس واسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اس کو اکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جس کا ایک سرا زمین میں گڑا نہ ہو وما لم یکن من القسمین فانہ من حقوقہ ومرافقہ دخل بذکرہا والا لا اور جو دونوں قسموں میں یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی م شارح نے منجملہ قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرتا اس طرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفاً وہ مبیع میں بلا ذکر صریح داخل ہے دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہے مبیع کا اور اس کی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں قسموں میں ہو اگر حقوق اور مرافق مبیع میں ہے تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہیں کذا فی الطحطاوی فیدخل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا کضبۃ وکیلون ولو من فضۃ لا القفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ

لاالدلو والحبل مالم یقل بمرافقہا فی بیعہا اے الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گا ہے جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اس کی کنجی داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جما ہے اور چکی اگر اس کا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا اور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسی داخل نہیں جب تک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے م اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی میں کلیداں اور بند در کہتے ہیں یعنی آلہ حدید جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے یعنی اہل ہند اس کو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اس کو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین میں گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوں وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن دیار مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جماتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہ ہوگی اور کنوئیں گھر کا اور اس کی گھرنی داخل بیع ہے وہ ڈول اور رسی جو اس پر معلق ہے انتہی اور فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اس کی دیوار گر پڑی سو اس میں رانگا اور لکڑیاں نکلیں تو اگر وہ منجملہ عمارت ہیں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مجوسے تو ان کا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بائع ان کا مالک ہے اور وجیز کردری میں ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہ ہوگا مگر بذکر مرافق انتہی وکذا البستان او راسیط کے گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے م فتح القدیر میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابوسلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اس کا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ اگر دروازہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اس کا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہی اما البئر الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجیٔ فی باب الاستحقاق اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں آوے گا ویدخل فی بیع الحمام القدور لاالقطاع اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کاسے م دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالوں کے تغار اور تیلیوں کے مٹھور اور مشکے اور دھوبیوں کا پٹرا جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو میں کہتا ہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی تو اشیائے مذکورہ داخل ہونگی کذا فی فتح القدیر و فی البحار اکاف ان شراہ من المزارعین و اہل القری لامن الحماریین اور گدھے کی بیع میں اس کا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہو اور گدھے والوں سے جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں ان سے مول لے گا تو پالان داخل بیع نہ ہوگا طحطاوی نے کہا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سوداگروں کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں وتدخل قلادتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے م جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اس کا رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اس کا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بکے اور اس پر زین ہو بعضوں نے کہا کہ زین داخل نہیں بلا تنصیص یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع و فی الاتان لارضیعا اولا بہ یفتی اور گائے کا دودھ پیتا بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اس کا بچہ داخل نہیں خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی پر فتویٰ ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اس کے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے

اوران امور کا مدار عرف پر ہے ویدخل ثیاب عبدہ وجاریتہ اے کسوۃ مثلہا تعطیہا ہذا اور غیرہا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے ان کی بیع میں داخل ہیں یعنی وہ
لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہیں بائع کو اختیار ہے کہ ان کو وہی لباس دے جو اُن کے بدن پر ہے یا سوائے اس کے م اگر لونڈی غلام عمدہ لباس
پہنے ہوں تو داخل بیع نہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریہ لا حلیہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں
مگر اس طرح کہ بائع اس کو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اس پر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اس کا صیرفیہ میں ہے
ویدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر قید فی المسئلتین فبالذکر اولی مثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علی شرف القطع فتح اور داخل
ہیں درخت زمین کے بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہوں یا نہ ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اس واسطے
کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونوں مسئلوں
میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر
ہو گیا تو بطریق اولی داخل ہوں گے اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع میں اس وقت داخل ہیں جب کہ وہ زمین میں موضوع
ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا صغار تقلع زمن الربیع ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ
اور اگر زمین مبیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل ربیع میں اکھاڑے جاتے ہوں سو اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی
داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اس کا بیان شرح وہبانیہ میں ہے م علامہ عبد البر کی شرح
وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور نیشکر داخل نہیں کہ بجائے زراعت ہے اور گلاب اور آس
اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کہ بجائے اثمار کے ہیں اور ان کے اصول داخل ہیں اس واسطے کہ ان کی قطع کی نہایت نہیں اور روئی اور کسم بجائے اثمار
داخل نہیں اور ان کی جڑوں میں دخول اور عدم دخول کے دو قول ہیں اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور سرخسی نے کہا کہ
بیگن کے اصول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہے وہ داخل نہیں اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور
اگر رسیدہ نہیں تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہیں اور اسی کے اصول میں محمد سے دو روایتیں ہیں اور حبوب اور کتان اور جوار باجرہ کھیت کے
مانند ہیں انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ شری کرما دخل الوثائل المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان
الکرم المسماۃ بارض الخلیل برکائز الکرم اور قنیہ میں ہے خرید کیا انگور کے درختوں کو تو وہ رسیاں جو زمین پر گڑی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور
اسی طرح وہ تھونیاں جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں جن کا نام ارض خلیل میں رکائز الکرم[1] ہے م وثائل جمع ہے
وثل بفتحتین کی یعنی ریشہ خرما کی رسی اور بعضے نسخوں میں بجائے وثائل وتائر ہے جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے ٹانگنے کو جن کو
بعضے اہل ہند الگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں وفی النہر کلما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف وذکرہ للمصنف
فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہر الفائق میں ہے کہ جو چیزیں مبیع میں بالتبع داخل ہیں ان کے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا اس واسطے کہ تابع وصف کے
مانند ہے اور مصنف نے اس کو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے م نہر الفائق میں کہا ولہذا قنیہ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اس کی
عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی اس واسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر میں ہے جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بلا تسمیہ بالتبع
اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہیں چنانچہ قریات کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتے ہیں خلاصہ میں ہے قریہ بیچا

[1] از رکاز یعنے مال مدفون در زمین ۱۲

جس میں مسجد ہے اور اس کو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیا من کا حکم ہے اور قبرستان میں ذکر حدود ضروری ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہو انتہی مافی الفتح **ولا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ** الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح المجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے زراعت کے مگر جب کہ کھیت جا ہو اور اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہو گی قول اصح میں کذا فی شرح المجمع م زراعت اس واسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہیں بلکہ اس کا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنی آدمی نے اس کو بہ نیت قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اگنے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اس واسطے کہ جب تک بیج نہیں جما تو اس کا تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جملہ ہے اور بے قیمت ہے تو صواب یہ ہے کہ داخل ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کی جاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کی جائے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہو گی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سو درم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہے **ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط** عبر ہنا بالشرط وثمہ بالتسمیۃ لیفید ان لا فرق بینہما وان ہذا الشرط غیر مفسد وخصہ بالثمر اتباعا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع میں اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع میں بدون شرط کیے یعنے مشتری کے مصنف نے یہاں یعنی دخول ثمر میں شرط کر تعبیر کی اور وہاں یعنی دخول زراعت میں تسمیہ کے تعبیر کی تاکہ معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ میں کچھ فرق نہیں اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرتے ہوئے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اس کو شرط کرے م مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کے غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اس میں ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ (من اشتری ارضا فیہا نخل فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع) یعنی جو ایسی زمین خرید کرے جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے یہ حدیث مطلق ہے اس میں تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہیں تو مشتری مالک ہے اس واسطے کہ صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ (من باع نخلا موبرۃ فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع) کہ جس نے کھجور کا وہ درخت بیچا جس کی تابیر ہو چکی ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم **ویؤمر البائع بقطعہما** الزرع والثمر **وتسلیم المبیع** الارض والشجر عند وجوب تسلیمہا فلو لم ینقد الثمن لم یؤمر بہ خانیۃ اور بائع کو حکم کیا جاوے گا دونوں کے قطع کر لینے یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہو گا جب کہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دے گا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہو گا کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہیں م معلوم کرنا چاہیے کہ درخت خرید کرنا تین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اس کے کھود لینے کا حکم ہو گا اور اس کو اختیار ہے کہ جڑوں سمیت کھود لے کیونکہ جڑ بھی بیع میں داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ جڑ کے باریک باریک ریشوں تک کھودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع

میں بائع کی مضرت ہو اس طرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کی ملک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخیں نکلیں گی ان کا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہے گا تو مشتری کو قلع کا حکم نہ ہوگا اور اگر کھود لے گا تو اس کو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہاں جما دے تیسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو امام ابویوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور امام محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہے صدر شہید نے کہا فتویٰ اس پر ہے کہ زمین داخل ہے جیسا کہ محیط میں ہے بحر الرائق میں کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اس کے نیچے کی زمین داخل بیع نہ ہوگی چنانچہ نہر الفائق میں ہے اور اگر درخت قرار و ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور جہاں زمین ماتحت الشجر داخل ہے تو اتنی داخل ہے جتنا وہ درخت موٹا ہے بیع کے وقت یہاں تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اس قدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اتنا چھیل ڈالے اور جہاں تک شجر کی عروق اور شاخیں پہنچی ہیں وہ داخل بیع نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے محیط میں کذا فی العالمگیریہ **وان لم یظھر صلاحہ لان ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغا** بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ اس کی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائے گا تسلیم مبیع پر جدا کر کے **کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ بسر حیث یجبر الورثۃ علی قطع البسر ھو المختار من الروایۃ ولوالجیۃ وفی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فھو للبائع باجر مثلھا محمول علی ما اذا رضی المشتری نھر** چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہیں تو وارثوں پر زبردستی کی جائے گی گدر پھل کے قطع کرنے میں یہی روایت مختار ہے کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اجرت مثل دیگا اس پر محمول ہے جب کہ مشتری اجارۂ زمین پر راضی ہو جاوے ہکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہے **ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظھور فلا یصح اتفاقا ظھر صلاحھا او لا صح فی الاصح** اور جس نے نمودار پھل کو بیچا خواہ اس کی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو صحیح ہے اصح قول میں اور قبل نمودار ہونے پھل کے بیچا تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں م بیع ثمار میں چند صورتیں ہیں ایک میں خلاف ہے اور باقی میں اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے جو لائق انتفاع ہے تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اس میں شیخین اور محمد میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ میں وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جائے اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ ان میں پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر تبصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں انس رض سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحھا وعن بیع النخل حتی تزھو قیل ما تزھو قال تحمار او تصفا) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع سے یہاں تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہاں تک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری میں عبد اللہ ابن عمر رض سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر رض نے بیان کیا کہ اس کی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس رض سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث ہے

جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی یعنی جس نے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط کر لے تو حدیث میں پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقاً ثابت ہوا اس واسطے کہ اس حدیث میں اشتراط مشتری میں ظہور صلاح کی قید نہیں ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اسواسطے کہ ان کے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہوں گے [illegible] ہے جو نسائی وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے تو کس طرح اپنے بھائی کا مال تجھ کو حلال ہو گا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہو گا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اس میں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث نہی اس کو شامل نہ ہوئی اور جب کہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہیں کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف ولو برز بعضها دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہیں اور کچھ نہیں تو ظاہر مذہب میں یہ بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اس کو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہوں کذا فی شرح الزیلعی [illegible] میں شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتویٰ کل ثمار میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فضلی کا اس واسطے کہ موجود بوقت عقد اصل بیع اور جو اس کے بعد پیدا ہو گا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الطحطاوی ویقطعها المشتری فی الحال جبر علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کر لے مشتری پر جبر کیا جائے گا قطع ثمار میں مع قطع بعد البیع اس واسطے لازم ہے تاکہ ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے وان شرط ترکها علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع حاوی اور اگر مشتری نے پھلوں کو قائم رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہو گی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناہت الثمرۃ للتعارف فکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات الاصح قولهما الفتوی فتنبہ اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہے جس کو عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتویٰ ہے تو خبردار رہنا امام شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتویٰ دینے میں مخیر ہے محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں بے تاملی واقع ہوئی اس واسطے کہ قہستانی میں شیخین کے قول کا فتویٰ نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتویٰ مضمرات سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقا وترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع میں اشتراط ترک [illegible] اس واسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے مول لیا مطلقاً یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جس قدر پھلوں میں زیادتی ہو گی وہ مشتری کو حلال ہے اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جس قدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اس کو تصدق کرے فقیروں پر م زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جس قدر تفاوت ہو گا مابین میں وہی زیادتی ہے کذا فی العینی مثلاً تیس روپے قیمت ہے بیع کے دن اور چالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے۔

تصدق اس واسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدوں اس کے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی، وان اثمرتا ثابت لم یتصدق بشیٔ اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ خیرات نہ کرے یعنی اس واسطے کہ ثمار کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی

وان استاجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت لجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر اثمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لے پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہم نے اس کی تحریر کی ہے ملتقی کی شرح میں ہم وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارۂ باطلہ میں اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اس واسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہیں اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہیں رکھتا بخلاف اجارۂ فاسدہ کے اس واسطے کہ فاسد وہ ہے جس کا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہے تو جب متضمن بالکسر فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءا من الف جزء اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں سے ہم معاملہ اور مساقات یہ ہے کہ اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچھ پھل مقرر کرکے شرح ملتقی میں ہے کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دے کر کہے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لیے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار میرے حصے ہیں انتہی لیکن اس میں یہ خلل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دے کر لیے سو ان کو بطور معاملہ کیونکر لے گا ہاں مگر یوں کہے کہ ثمن بطریق استحسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وان اشتری اصول الرطبۃ کالباذنجان واشجار البطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے میں مشتری کا یہ حیلہ ہے کہ اصول رطبہ خرید کرے مانند بیگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کی ملک ہوں ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ بڑھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میری ملک ہوں تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو ان کے درختوں سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک بقائے اشجار کا اپنی زمین میں اذن دے یا مدت معلوم تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش لیشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس قدر موجود ہے اس کو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت معین تک جس میں کھیت کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روپے کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپے کو کھیت مول لے اور دس روپے اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجود ویحل لہ البائع مالم یوجد اور ثمار اشجار کے مول لینے میں یہ حیلہ ہے کہ موجودہ پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کر دے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی اباحت کے بعد اس کا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذا فی الطحطاوی فان خاف ان یرجع یقول علی انی متی رجعت فی الاذن تکون ماذونا فی الترک ثمنی ملخصا پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دے کر پلٹ جائے اور کہے کہ اب بقائے ثمار وغیرہا کا اذن نہیں دیتا تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کروں تو تُو ماذون ہے ترک میں یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہے کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث۔ ماجاز ایراد العقد علیہ بانفرادہ صح استثناؤہ منہ الا الوصیۃ بالخدمۃ یصح افرادہا دون استثنائہا اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہے مثلاً اس کا نکال لینا مبیع سے صحیح ہے مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبۂ جاریہ نہ اس کا نکال لینا یعنی رقبۂ جاریہ کی وصیت کرنا

بلا خدمت کذا فی الاشباہ اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہیں ہو سکتا جیسا حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اس کا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا سوائے اس کے حمل کے یا یہ دنبہ بیچا سوائے اس کی چکتی کے یا ہاتھ پاؤں کے تو یہ استثناء صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنے کی قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ قاعدہ عقود میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی وعن الفتح والنہایہ ثم فرع علی ہذہ القاعدۃ بقولہ صح استثناء قفیز من صبرۃ وشاۃ معینۃ من قطیع وارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ لصحۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمرۃ علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہے استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے درخت کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے عقد مذکورہ پر اگرچہ پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے کصحۃ بیع بر فی سنبلۃ بغیر سنبل البر لاحتمال الربوا چنانچہ صحیح ہے بیع گیہوں کی اس کی بال میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہوں بالی کے اندر ہو اور بعوض غیر جنس اس کی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہوں کی بالی کو گیہوں کی بالی دے کر خرید کرے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہوں کے مانند جو اور جوار کی بیع ان کی بالیوں میں صحیح ہے وباقلاء وارز وسمسم فی قشرہا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع ان کے چھلکوں میں صحیح ہے وجوز ولوز وفستق فی قشرہا الاول وہو الاعلی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع ان کے پہلے چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں درست ہے خلافا للشافعی وعلی البائع اخراجہ الا اذا باع بما فیہ اور بائع پر لازم ہے اس کا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جب کہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اس پر نہیں وہل لہ خیار الرؤیۃ الوجہ نعم فتح اور ایسی بیع میں مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے یا نہیں دلیل اس کو مقتضی ہے کہ ہاں اس کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے لینے نہ لینے کا اس واسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اس واسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اس واسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر اور یہ بنولا ہے روئی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہ گیہوں ہے بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان چھلکوں میں بادام ہے بلکہ اس کی طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اس واسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم مبیع بائع پر ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی . . . تو ان کی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ولقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور اس کے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصہ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی التاتارخانیہ خلاصہ میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اس وقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء یردہ بعیب الزیافۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اس واسطے اب پرکھنا اس واسطے ہے کہ بائع کا حق ہو اس واسطے کذا فی المنح فرع مسئلہ ملحقہ شارح کی ظہر بعد نقد الصراف ان الدراہم زیوف رد الاجرۃ وان ظہر البعض فبقدرہ نہر عن اجارۃ البزازیۃ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہیں تو صراف پرکھانے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلیں تو اس کی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیہ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اس کی بائع پر ہے اور اگر بائع اور

مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے وتسلیم الثمن اولا فی بیع سلعة بدنانیر ودراہم ان احضر البائع السلعة اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع میں دنانیر اور درم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو م یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تاکہ بائع کا حق ثمن میں معین ہو جاوے اس واسطے کہ مشتری کا حق مبیع میں بمجرد عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ مبیع اس کے ملک میں داخل ہو گئی اگرچہ بدوں قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہاں تک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع کا حق ثمن میں بدوں قبض کے متعین نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہیں اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہو گی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدوں اذن بائع قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقض تصرف مشتری صحیح ہے اور اگر ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامہ شامی عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اس کا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اس واسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا اور بازاروں میں اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو حبس مبیع تا استیفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہو گئی ہے تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موجل تو استیفائے ثمن حال حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھ دی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اس کا حق ساقط ہو گیا۔ اب بائع مبیع کا استرداد نہیں کر سکتا۔ مثلاً تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنے کے واسطے۔ سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اس کی غیبت میں تو یہ قبض ہو گیا اور اسی طرح ہر مکیل اور موزون کو جب پیمانہ کر کے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھے گا قبضہ مشتری کا ثابت ہو گا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس کو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر بائع بقبض کے وقت مشتری اس کو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے ورنہ نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لے جانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اس کی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اس واسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی بیع سلعة بمثلہا او ثمن بمثلہ سلما معا مالم یکن احدہما دینا کسلم وثمن موجل اور متاع کی بیع میں اس کی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اس کی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدلین دین نہ ہو جیسا کہ مسلم فیہ اور ثمن موجل م یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کریں اس واسطے کہ دونوں متاع متعین ہیں یکساں اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہاں مگر بیع سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہیں اس واسطے کہ اس میں تاجیل شرط ہے اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی تو اس پر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہیں کر سکتا اس واسطے کہ تاجیل سے اس کا حق درباب حبس ساقط ہو گیا بحر الرائق میں ہے کہ درصورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہیں کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس کو بھی

ذکر تا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم بیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اس طرح
پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہ ہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے
کہ اس کے سامنے ہو کذا فی الچلپی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہ غافلون
فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وہو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس
میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے مابین اور بیع کے مابین
میں تو اگر یوں نہ کہے گا یا بیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہرے گا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اس واسطے کہ مثلاً گاؤں کو خرید
کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم بیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے
قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیۃ اور پورا
بیان اس کا ہم نے شرح ملتقی میں کیا ہے ھ بیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہاں مگر مشتری پر ثمن کا
دینا بدوں صحت قبض واجب نہیں اور اگر بیع ہلاک ہو گئی قبل قبض کے بائع یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لے گا
اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گیہوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے ان کو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں
کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھڑی کے گیہوں خرید کیے اور بائع نے
کوٹھڑی کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیے کا کام نہ کیا تو قبض نہیں اور کنجی دینی گھر کی بیع میں تسلیم ہے اگر مشتری بلا تکلف اسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا
اور بائع بولا کہ میں نے گھر تجھ کو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس پر قبضہ کیا تو یہ درحقیقت قبضہ نہیں اگر گھر قریب ہے تو قبضہ ثابت ہو گا اگر گھر اس
حال پر ہے کہ مشتری اس کے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اس کو قریب کہیں گے اور اگر ایسا نہیں تو بعید ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وجدہ ای البائع الثمن
زیوفا فلیس لہ استرداد السلعۃ وحبسہا بہ لسقوط حقہ بالتسلیم وقال زفر لہ ذلک کما لو وجدہا رصاصا او ستوقۃ او مستحقا وکالمرتہن[1] بائع نے
ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جس کا لینا دینا سوداگروں میں رائج ہے مگر سرکار بادشاہی میں مقبول نہیں تو بائع کو متاع پھیر لینے اور اس کے حبس کر رکھنے کا
اس سبب سے اختیار نہیں بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور امام زفر نے کہا اس کو اس کا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رانگ کے
ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہوں تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنبع یعنی اگر راہن نے
دراہم دین کے ادا کیے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ ان کو پھیر دے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض
بدل دراہمہ الجیاد التی کانت لہ علی زید زیوفا علی ظن انہا جیاد ثم علم بانہا زیوف یردہا ولیسترد الجیاد ان کانت قائمۃ والا فلا یرد
ولا یسترد خالد نے اپنے کھرے روپیوں کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیوں پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہیں پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے
ہیں تو ان کو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہوں اور اگر کھوٹے روپے خرچ ہو گئے ہوں تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما لو علم بذلک عند القبض
چنانچہ اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جب کہ اس کو قبضہ کرنے کے وقت ان کا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیوف
ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصا او ستوقۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کھوٹے روپے صرف ہو گئے ہوں تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے
چنانچہ اگر رانگ کے ہوں یا ان پر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا وقبضہ ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوۃ

[1] قولہ کالمرتہن لعل صورتہ فیما اذا دفع الثمن وکان مرتہنا فان حق حبسہ للمرتہن واذا ضاع ضاع بحبسہ بدینہ فیدفعہ الی البائع لا یسقط حق حبسہ فی المبیع ھ طحطاوی

للغرماء وقال الشافعی ہو احق بہ کما لو لم یقبضہ المشتری فان البائع احق بہ اتفاقا ولنا قولہ علیہ السلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعہ بعینہ فہو اسوۃ للغرماء شرح مجمع للعینی خرید کی کوئی چیز اور اس پر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مرگیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی داماساہی اور قرضخواہوں کے مانند بائع کو بھی ثمن ملے گا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہے اس چیز بیع کا چنانچہ اگر بیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مرگیا ہو تو بیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہوں کے کذا فی شرح المجمع للعینی م امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرک مالہ بعینہ عند رجل قد افلس فہو احق بہ من غیرہ یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اس کے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور سند اس کی سنن ابو داؤد میں مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے الخ اخص کی کچھ حاجت نہیں وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعہ الاکار لرب الارض جاز وبعکسہ لا الا اذا کان البذر من الاکار فینبغی ان یجوز خانیۃ نصف کھیت بدوں زمین کے بیچا اگر اس کو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اس کے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیۃ باع شجرا او کرما مثمرا لا یدخل الثمر وحینئذ یستعار الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اعارتہ خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال فی النہر ولا فرق یظہر بین المشتری والبائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہ ہوگا اور اس وقت میں درخت عاریت لیا جائے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلوں کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین نہر الفائق میں کہا کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا مشتری اور بائع میں م یعنی عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پھل خرید کرے بدوں درخت کے تو اس پر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے درصورت عدم اجازہ بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور یہاں بائع ابطال بیع اور قطع ثمر میں مختار ہے اور مشتری مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب ۔

باب خیار الشرط

یہ باب ہے خیار شرط کے احکام میں خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑیں وجہ تقدیمہ مع بیان تقسیمہ مبین فی الدرر خیار شرط کی تقدیم کی وجہ اس کی تقسیم کی بیان کے ساتھ درر میں مصرح ہے م صاحب درر نے کہا کہ بیع کا ہے لازم ہوتی ہے اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جس میں بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہ ہو اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہو ۔ اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اس کو پہلے ذکر کیا اس کے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اس واسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کیونکہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یوں کہنا کہ مجھ کو اختیار ہے یا مجھ کو چند روز اختیار ہے یا مجھ کو ہمیشہ اختیار ہے اور اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یوں کہنا کہ مجھ کو تین دن یا اس سے کمتر میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ مجھ کو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اس واسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اس کے سر میں زخم لگا تھا تو اس کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تھا اس چیز میں جو کہ وہ خرید کرے اور اس کی زبان ثقیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر

اور کہہ دیا کر لاخلابۃ یعنی مجھ کو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والوں کی طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گراں قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہنچا ہے الثلاثۃ المبوب لہا ان میں سے تین خیار وہ ہیں جن کے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہیں یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع واجازۃ عقد الفضولی وظہور المبیع مستاجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع میں اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں اور اختیار کمیت یہ کہ خرید کی بعوض ان دراہم کے جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اس کو اختیار ہے اور یہ خیار الرویۃ نہیں اس واسطے کہ نقود میں خیار الرویۃ نہیں ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھاوے چنانچہ بکری یا گائے کے تھن چند روزہ باندھ رکھنا تا بہت دودھ نظر پڑے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہموزن ہو اور خیار کشف میں خیار التکشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع میں لیکن بسبب تفرق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ میں یا مور مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اس کے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دے کر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گرو ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر یا مرتہن اس کو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ قال ولفسخ باقالۃ وتحالف فبلغت تسعۃ عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا انیس کو پہنچا اما اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف کی صورت یہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوی پر راضی نہ ہوا تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور قاضی بیع کو فسخ کر دے گا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے تحالف کے کہ اس کو قاضی فسخ کرتا ہے کذا فی الحلبی عن الاشباہ واغلبہا ذکرہا المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جا بجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرطہ للمتبائعین معا ولاحدہما ولو وصیا ولغیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تاتارخانیۃ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیۃ ثم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط مبین

عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا اس بیع میں جس کو میں منعقد کروں گا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ ہوگا کذا فی البحر فی بیع کلہ او بعضہ کثلثہ اور لعبہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد جس میں شرط ہوئی ہے فاسد ہو۔ ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے میں تو اس کا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اس واسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر بلیں م تین دن کا اختیار اس وقت صحیح ہے جب کہ بیع سریع الفساد نہ ہو اس واسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائے گا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور تجھ پر ثمن کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تاکہ جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی وفسد عند اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک م یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے حلبی نے کہا توقیت مجہول بھی تابید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھ کو اختیار ہے تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھ کو اقالہ بیع کا اختیار ہے لا اکثر والا فیفسد فلکل فسخہ خلافا لہما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کرے گا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اس کے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط درصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم م عبدالرزاق نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جاکڑ کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جاکڑ لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں غیر انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاوے گی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دے گا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاوے گی بنا بر ظاہر الروایۃ کے م اس واسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنی تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہو تا عدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہوگی تو وہ فاسد ہے فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصح شرطہ ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بھی م لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اس واسطے کہ موصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہے اور موصی لہ کو قبول اور عدم میں اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر عینہ وکتابۃ وخلع ورہن وعتق علی مال لو شرط لزوجتہ وراہن وقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہوا ہو زوجہ کے واسطے خلع میں اور راہن کے واسطے رہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں م زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اس واسطے لگائی کہ ان کی جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور مولی کے کہ ان کی جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اس واسطے کہ یمین ہے اور بخلاف مرتہن کے اس واسطے کہ اس کی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحوہا ککفالۃ وحوالۃ وابراء وتسلیم شفعۃ بعد الطلبین ووقف عند الثانی اشباہ واقالۃ بزازیہ فی ستۃ عشر اور مانند عقود مذکورہ

ف جاکڑ یا تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہیں۔

کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابراء اور تسلیم شفعہ[1] دو طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسفؒ کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہ سولہ عقود ہیں بیع کو ملا کر جن میں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے م مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ میں ہے کہ ضامنی میں دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی لا فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف وسلم واقرار الا الاقرار بعقد یقبلہ اشباہ ووکالۃ ووصیۃ نہر فہی تسعۃ صحیح نہیں شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہے تو اس اقرار میں شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط خیار صحیح نہیں کذا فی النہر یہ نو عقد ہوئے م جب اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں اس شرط پر کہ مجھ کو تین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہوگا اور شرط خیار باطل ہوگی اس واسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہاں اگر یوں اقرار کرے گا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں اس بیع کی ثمن کے جس کو میں نے بشرط خیار خرید کیا تو یہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اس کی تصدیق کرے اس واسطے بیع ان عقود سے ہے جو قابل خیار ہیں کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وقد کنت غیرت ما نظم فی النہر فقلت[2] یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ ٭ والبیع والابراء والکفالۃ والرہن والعتق وترک الشفعۃ والصلح والخلع کذا والقسمۃ ٭ والوقف والحوالۃ والاقالۃ ٭ لا الصرف والاقرار والوکالۃ ٭ لا النکاح والطلاق والسلم ٭ نذر وایمان فہذا الغتنم ٭ اور میں نے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یوں کہا میں نے کہ شرط خیار آتی ہے اجارے میں اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین میں اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیے م شارح نے نہر الفائق کی نظم میں کچھ بھی تغیر نہیں کی سوائے اس کے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقد اس پر زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیے پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر فلو لم ینقد فی الثلثۃ فسد فنفذ عتقہ بعدہا لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خرید کی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر اس کا ثمن نہ دے تین دن تک تو بیع نہیں صحیح ہے بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دے گا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اس کو یاد رکھنا چاہیے م اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو خانیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اس کو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آوے گی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ وان اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لا یصح خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمدؒ کے م یعنی مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائے گی اس واسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو

---

[1] یعنی شفعہ سے دست بردار ہونا اور طلب مواثبہ سے یہ غرض ہے کہ بمجرد سننے بیع کے شفیع طالب ہو اور طلب اشہاد یہ کہ شے مبیع پر جا کر گواہ کر دے کہ یہ فروخت ہوئی ہے اور میں اس کے شفعہ کا طالب ہوں ۱۲

[2] قال فی النہر ـ یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ ٭ والبیع والابراء والکفالۃ ٭ والرہن والعتق وترک الشفعۃ ٭ والصلح والخلع والحوالۃ ٭ والوقف والقسمۃ والاقالۃ ٭ لا الصرف والاقرار والوکالۃ ٭ والنکاح والطلاق والسلم ٭ نذر وایمان فہذا الغنیم ٭ ۱

اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ام یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری میں فائے تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اس واسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریع مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریع مقتضی اس کی ہے کہ اسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور دُرر وغرر نے اس کو بلا تفریع مذکور کیا ہے **ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا فیھلک علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ مابلغت** نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہو گی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اس پر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمۃ ہے جتنی اس کی قیمت پہنچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مسمی سے قیمت میں زیادہ ہو ضمان اس کا لازم آوے گا اگرچہ مشتری نے اس کا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ھ درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہو گئی ہو بہرصورت اس پر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اس واسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لے جا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور تلف ہوا تو اس کی قیمت کا اس پر ضمان لازم آوے گا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شلح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہو گا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہو گا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی اور نہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اس واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدوں محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اس میں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاکی ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی **ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم خانیہ** اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اس کا ضمان دے گا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر جب کہ موکل نے وکیل کو اس کا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ھ وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اس نے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اس کا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو **واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا** اور جس پر قبضہ ہوا اور تامل کی بات چیت پر اس کا تاوان مطلقا لازم نہیں خواہ اس کا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ھ سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو دے تا کہ میں اس میں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو امام کے نزدیک اس پر کچھ تاوان نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یوں کہے گا کہ یہ کپڑا مجھ کو دے اگر میں راضی ہوں گا تو اس کو لوں گا پھر اگر ضائع ہو گا تو ضمان لازم آوے گا اس واسطے کہ یہ قبض علی سوم الشراء ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں اس نے تامل اور غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہیں دوسری صورت میں اس واسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر **وعلی سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین** اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہو گا۔ اور دین میں اس کا ضمان لازم آوے گا ھ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اس نے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اس پر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آوے گا یعنی اگر اس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اس کا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اس کا ضمان لازم ہے تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کی ہوئی

کذا فی الطحطاوی وعلی سوم القرض لقرض سادمہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اس کا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اس کو مثلاً ایک تلوار دی کہ اس کو دس پر رہن رکھ لے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہو گئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اس میں اور رہن کے مسئلے میں دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین ثابت ہے راہن کے ذمے پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت نہیں دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہاں ضمان بقدر قرض مُساوم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلی سوم النکاح لامۃ بقیمتہا نہر اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اس کی قیمت کے ہے کذا فی النہر ؔم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اس کے مالک کے آذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہو گئی اس کے پاس تو اس کی قیمت کا ضمان اس پر لازم ہے **ویخرج عن ملکہ اے البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ بالثمن** اور مبیع خارج ہو جاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھ میں بعوض ثمن کے ہم اس واسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور ثمن قیمت میں یہ فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جس پر متعاقدین راضی ہو جاویں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لا یرتفع کقطع ید مانند معیوب ہو جانے مبیع کے مدت خیار میں ایسے عیب سے جو دور نہیں ہو سکتا چنانچہ ہاتھ کا ٹنا ہم یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونوں صورتوں میں یعنی درت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اس واسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت میں موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت میں موجب ثمن کا کذا فی المنح فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی لشبہۃ الربوا احدادی تو مشتری کو عیب دار ہونے سے قیمت لازم آوے گی پہلی صورت میں یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اس میں لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اس کی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت ثانی یعنی درصورت خیار مشتری عیب دار ہو جانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو یرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہو سکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار میں زائل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے لے چاہے پھیر دے اور اگر مدت خیار میں زائل نہ ہوا تو اس کو عقد لازم ہو گیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال **ولا یملکہ المشتری خلافا لہما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا ویلزم اجتماع البدلین والعود علی موضوعہ بالنقض لشراء قریبہ** اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھہر جائے اس واسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اس کا مالک نہ ہو تو پھر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جس میں کسی کی ملک نہ ہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہاں موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطہ منقوص ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع میں متعاقدین کی ملک ثابت نہیں لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اس واسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃ عود کرے گی اور اگر مشتری نے لیا

لہ بیچنے پر اس سے بات چیت ہوئی ۱۲

اختیار ساقط کر کے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہو گی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجیے جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اس میں دو خلل لازم آتے ہیں ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک میں یعنی مبیع اور ثمن اس واسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور شرع میں اس کی کہیں اصل نہیں کہ بدلین ایک شخص کی ملک میں مجتمع ہوں اس واسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار اس واسطے مشروع ہوا ہے تاکہ عاقد غور اور تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع میں ثابت ہو جاوے اور مبیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جس کے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر ولا یخرج شیئ منہما اے مبیع وثمن من ملک بائع ومشتر عن مالکہ اتفاقا اذا کان الخیار لہما وایہما فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونوں میں سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہیں جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونوں کے واسطے اختیار شرط ہو اور ان میں سے جو فسخ کرے گا تین دن کی مدت میں تو بیع فسخ ہو جاوے گی اور جو دونوں میں سے بیع کو جائز رکھے گا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہو گا نہ دوسرے کا اور بائع کا تصرف کرنا مبیع میں اور مشتری کا ثمن میں بجائے فسخ قولی ہے اور اگر دونوں سے نہ فسخ ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاوے گی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہر صورت اور اجازت کسی حال میں معتبر نہیں کذا فی المنح وہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عزک فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلوں میں جن کو علامہ عینی نے اپنے اس قول اسحق عزک فخم میں جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا بخیار وہی زوجتہ بقی النکاح اور الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اس واسطے کہ مدت خیار میں زوجہ زوج کی ملک میں داخل نہیں امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہو گا تو نکاح باطل ہو گا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملکیت میں داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کرے گا تو لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس بلا نکاح جائے گی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائے گی والسین من الاستبراء فحیضہا فی المدۃ لا یعتبر استبراء اور سین اشارہ ہے استبراء[1] سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار میں استبراء معتبر نہ ہو گا یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اس کو حیض آیا خیار کی مدت میں تو یہ حیض استبراء میں نہ شمار نہ ہو گا امام کے نزدیک اس واسطے کہ استبرا نہیں ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پھیر دی جاوے تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر ح من المحرم فلا یعتق محرمہ ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہ ہو گا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار میں آزاد نہ ہو گا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ق من القربان لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا نقصہا ق اشارہ ہے قربان بالکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار میں اس سے قربت کی تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اس میں نقصان لگ گیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اس واسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہ ہو گا مگر در صورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو وطی بکر مخصوص نہ رکھا اس واسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا متوجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہوا ہو نہر الفائق میں درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہو گی تو پھیر دینا جائز

[1] استبرا کے معنی پاک وصاف دیکھنا رحم کا حمل سے ۱۲

نہ ہوگا اگرچہ اس میں کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع من الودیعۃ عند بائعہ فیھلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اس کو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطہ عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہیں تو اس کا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اس کی ودیعت صحیح ہے اس کا قبضہ مرتفع نہ ہوا تو گویا مشتری کے ہاتھ میں ہلاکی ہوئی کذافی شرح الوقایہ ز من الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزم العقد لان الولادۃ عیب درر و ابن کمال ز اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور وہ مدت خیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض میں جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اس واسطے کہ ولادت عیب ہے کذافی الدرر و ابن کمال م اسی طرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی ام ولد ہو جاوے گی بالاتفاق اس واسطے کہ ولادت سے اس میں عیب لگ گیا تو اب مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا سو وہ اس کی مملوک ہوگئی و فی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ و ان کان الولد میتا و لم تنقصھا الولادۃ لا یبطل خیارہ و اقرہ المصنف اور بحر الرائق میں خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اس کا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہ ہوا تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذافی الطحطاوی ک من الکسب للعبد فی المدۃ فھو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہے کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اس نے کچھ مال کمایا مدت خیار میں تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہے کذافی الطحطاوی ف من الفسخ لبیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہے اس وقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہاں امام کے نزدیک پایا نہیں گیا کیونکہ مشتری اس کا مالک نہیں بخلاف صاحبین کے خ من الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدھما فھو للبائع عینی و تبعہ المصنف لکن عبارۃ ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذافی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اس کا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہوگیا م شرح وقایہ میں بھی اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر انتہی بائع اس واسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اس کا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خمر نافذ ہے اور خیار باطل ہے اس لیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہیں کذافی شرح الوقایہ م من الماذون لو ابراہ البائع عن الثمن صح استحسانا و بقی خیارہ لانہ یلی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لھما م رمز ہے ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اس کو ثمن معاف کر دیا یعنی مدت خیار میں تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اس واسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہیں بخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہیں رہتا اس واسطے کہ اگر باقی رہے تو اس کو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اس کا رد کرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض کی ولایت نہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک جب کہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہ ہوا تو اس کا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو عدم تملک کی ولایت ثابت

ہے اس واسطے کہ جب اس کی کوئی چیز نہ لے جاوے تو اس کو قبول نہ کرنے کا اختیار ہے کذافی شرح الوقایہ قلت وزید علی ذلک مسائل منہا تـ التعلیق کان ملکتہ فہو حر فشراہ بخیار لم یعتق میں کہتا ہوں اور مسائل عشرۂ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہے جس کا اشارہ ت ہے چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اس نے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے تـ واستدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار تـ اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہیں م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اس کا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت مستدام ہوئی خواہر زادے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک علین کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے کہ در صورت ابتداسکنی خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم لبطل البیع ص اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی مبیع بائع کو پھیر دی جائے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر بائع کا اختیار ہے تو بالاتفاق بیع منقوص ہوگی کذافی الطحطاوی عن البحر د والزوائد الحادثۃ فی المدۃ لبعد الفسخ للبائع د اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اس واسطے کہ ان کا حدوث مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک ان کا مالک مشتری ہے حلبی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلے کو علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ آٹھویں مسئلے میں داخل ہے یعنی کسب میں جس کی رمز کاف ہے ر والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا لفظ تصدر ولیضم الرمز الی الرمز ولم ارہ لاحد فلیحفظ ر اشارہ ہے عصیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت مبیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ تصدر مرموز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کسی نے ان مسائل کو بایں لفظ رمز کیا ہو اس کو یاد رکھنا چاہیے م رمز اول اور ثانی مل کر یہ ترکیب ہوئی اسحق عزک فنم تصدر یعنی اپنی عزت کو زائل کر حق تعالیٰ کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعظیم کر بقدر ان کے مراتب کے تا حق تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک تو صدر نشین ہو

اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیاً صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للاخر الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جس کے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اس نے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار اس واسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہیں ہوتی م صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اس واسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضرور نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہے گا تو بیع لازم ہوگی م اگر مدت میں بیع فسخ کی اور اس کے ساتھی کو علم نہ ہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہے اور فسخ باطل ہے والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لے کر اس کے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جس پر رد بیع کی جاوے کذا ذکرہ العینی م جب معلوم ہوا کہ بدوں واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادہ وہ غائب ہو جائے تو مجھ کو فسخ کا اختیار نہ رہے گا تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اس کی طرف سے

مخاصم قرار دے پھر صاحب اختیار مبیع یا ثمن اس کو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی النہر قیدنا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہے ہم نے عدم صحت میں فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں صریح کیا ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع میں تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً مبیع اگر غلام ہے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کرے گا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ نقود نہ ہو اور مشتری اس میں تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہو جاتی ہے اس کی موت سے م یعنی جس کے واسطے اختیار مشروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہوگی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اس کے متروکہ سے لے گا اور اگر وہ عاقد مر گیا جس کے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی الطحطاوی اور جنون اور بے ہوشی موت کے مانند ہے کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رویۃ وتعزیر ونقد ولان الاوصاف لاتورث اور خیار شرط میں وارث خلیفہ نہیں ہوتا مورث کا جیسے خیار رویت اور خیار تعزیر اور خیار نقد میں خلیفہ نہیں ہوتا اس واسطے کہ صفات مورث میں وراثت جاری نہیں ہوتی م یعنی بیع منفسخ نہیں ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اس کی حیات میں اس واسطے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا اس کی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اس کے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ ارث اس میں جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اس میں جس میں انتقال متصور نہیں مانند اوصاف کے منح الغفار میں ہے کہ خیار تعزیر یہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التعزیر کی ظاہر البحث ہے مصنف کی اور خیار النقد بحث ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ ان کو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیھا لانہ یرث خیارہ ورد علیہ مفتقا اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ میں یہ نہیں کہ مورث کے خیار کا وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف میں وراثت نہیں ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیوں ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہے اس واسطے کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہے اسی طرح اس کا وارث بھی اس واسطے کہ وہ اس کا قائم مقام ہے تو عند التحقیق موروث عین مبیع ہے بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ خیار العیب اور خیار التعیین میں وراثت جاری ہے تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اس میں دو قول ہیں و مضی المدۃ وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ اولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرج داخل بشھوۃ ثم القول لمنکر الشھوۃ فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہے مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا حلال نہیں ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ بدوں تسلیم کے ہو قول اصح میں اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے

دیکھنا در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح م اجارہ اور نظر میں لف ونشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا تصرف ہے جو بدوں ملک نافذ نہیں ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدوں ملک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اس کو دوا پلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہے اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراہا بالخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم اہی بکر ام لا کان اجازۃ ولو وجدہا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بہذا العیب نہر وسیجئ فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اس کو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا بلا توقف تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب کے باب میں آوے گا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہے گا تو رضامندی ثابت ہو گی پھر فسخ بیع نہ کر سکے گا م جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کرے گا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہو گا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذہا معراج بہا اے بدار فیہا خیار الشرط بخلاف خیار رویۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جس میں خیار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج م صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اس کے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدوں رویت کے خرید کیا اور اس کے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اس کو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جب کہ اختیار اس کے واسطے مشروط ہو اس واسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اس کی دلیل ہے کہ اس نے مبیع کی ملکیت اختیار کی اس واسطے کہ بدوں ملک طلب حق شفعہ نہیں ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو شرط المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدا کان او غیرہ بہنسی صح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہو گا شارح نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے م قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہ ہو اس واسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اس کا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہ ہو جاوے پھر جب کہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہو گا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ مبسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کی تفسیر کرتا اس واسطے کہ احد المتعاقدین کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا وہکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اس کی صورت یوں ممکن ہے جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار

شرط کرے فان اجاز احدھما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر پھر جب کہ نائب اور منیب میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اس کے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدھما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اس کے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اس واسطے کہ اس وقت تعارض نہ تھا اور شخص متاخر کا فعل لغو ہے ولو کانا معا فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی زمان واحد میں پائی گئی تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذافی شرح الزیلعی اس واسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینھما جاز فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اس واسطے کہ مبسوط میں ہے اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین عود عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اس واسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے م نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولیٰ ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولیٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدھما ان فصل ثمن کل واحد منھما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اس کو اختیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جس میں اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے م صورت اس کی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھ کو اس غلام خاص میں اختیار ہے والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدھما اور اگر بائع نے اس غلام کی جس میں اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے م عدم تعیین اور تفصیل اس طرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھ کو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جس کی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جس میں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اس کے ثمن بھی مجہول ہے اس واسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن مبیع پر برابر منقسم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتأتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اس میں بھی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں م یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ھذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجیء فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اس کو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہ ہوئی تو مامور پر نافذ ہو گی بخلاف فروخت کے کذافی الفتح اور یہ مسئلہ آوے گا بیع فضولی اور وکالت میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اس کی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اس کی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہو گی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتھا

اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے م قیمت والی وہ چیز ہے جس کی افراد میں تفاوت ہو
چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اس واسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جس کے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت
چنانچہ مکیل اور موزون پھر جب مثلیات میں تفاوت نہ ہوا تو ان میں خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ
بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی م مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے ان غلاموں میں سے
ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ ان میں سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ
میں نے ان غلاموں سے ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھ کو دے قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے
ساتھ تو بائع کے خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر میں اس کو رد کیا ہے اس طرح پر کہ جواز خیار تعیین اس واسطے ہے تاکہ مشتری سے غبن
دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کر کے جس کو اپنے موافق اور مناسب ترجانے اس کو خرید کرے اور بائع کو اس کی کچھ حاجت نہیں اس
لیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اس کو اس کا حال خوب تر معلوم ہے اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا لانہ قد یرث قیمیا
ولیقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بھذا الشرط فمست الحاجۃ الیہ نہر اس واسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع
کا وکیل اس پر قبضہ کرتا اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اس کو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس میں بائع کو حاجت پڑی خیار تعیین کی تاکہ اس کو
اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہر م سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام نوادر پر نہیں کذا فی الطحطاوی
فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ لوجود جید وردی ووسط خیار تعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کمتر میں بسبب حاجت روائی کے تین
چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے م یعنی خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیز میں
بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ میں خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع
ہے ومدتہ کخیار الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک م اگر تین دن میں تعیین کرے تو بہتر ہے اور اگر
تین دن گذر گئے بلا تعیین تو متعین کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جاوے گا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اس کو اختیار ہے
فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت کے اس کو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ
خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا مشروط نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح م منح الغفار میں ہے کہ جب مشتری نے
دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور
اگر دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو دونوں مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو مختلف ولو اشتریا شیئا علی انھما بالخیار فرضی
احدھما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الآخر بل بطل خیارہ خلافا لھما اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے
پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحۃ یا دلالۃ اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو دوسرا شخص اس کو رد نہیں
کر سکتا بلکہ اس کا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدھما الرد بعد
رؤیۃ الآخر او رضاہ بالعیب خلافا لھما لتضرر البائع بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب میں تو
ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب مضر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے م شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد
کی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد

رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع میں نصفا نصف اس میں صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اس کا مالک تھا اب اس کا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلاشبہہ عیب ہے اس واسطے کہ مشترک میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کرسکتا کما یلزم البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لهما للبایعین فرضی احدهما دون الآخر فلیس لاحدهما الانفراد اجازۃ او ردا خلافا لهما مجمع چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار بیع اور عدم بیع میں پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اس واسطے کہ مشتری عیب شرکت خود راضی ہوگیا اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ ای حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اس کی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اس کا پیشہ ہے پھر برخلاف اس کے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اس میں اتنا ہنر نہ پایا گیا جس پر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اس کو اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اس کو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم درصورت خرید پورا ثمن اس واسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بس کہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اس کے نہ ہونے سے رد بیع میں اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر میں پیشہ وری کی قید اس واسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بد خط لکھ لیتے ہیں اس قدر فعل سے اس کو نان پز یا کاتب نہیں کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف مشروط موجود نہیں تو اس پر قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کی جائے گی یہاں تک کہ اس وصف کا موجود ہونا غلام میں مثلاً معلوم ہوجائے اور یہی حکم ہے باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کی جاوے اور جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح میں ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیے ہوں تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انها حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا ...... او یکتب کذا قدرا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرطها انها حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیروں کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہاں تو اگر یہ شرط کرے گا کہ مثلاً بکری دودھار ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اس واسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اس واسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا ریح یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح ان پر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد میں مفسد نہیں حالانکہ ایسا نہیں اس واسطے کہ نہر الفائق میں مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر نہ ہو یعنی اس کے وجود میں تردد نہ ہو تو اس کا شرط کرنا جائز ہے اور جس کے وجود میں احتمال ہے اس کا اشتراط صحیح نہیں مگر بمعنی برات وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہوا نتفی کذا فی الطحاوی

عن الطوی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط خیار میں بنا بر ظاہر
الروایۃ کے اس واسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا
کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اس کے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی میں منکر کا قول معتبر ہے
م یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت
دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا
بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری بیمینہ وجاز للبائع وطیہا درر والعقد بیعا بالتعاطی
فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اس کے دوسری لونڈی پھیر دی یوں کہہ کر کہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور
بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد
ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح م جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبراء واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی
کی مثال اس واسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اس کے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہے اس واسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس
امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنے والا اس کا منکر ہے اور اس کے
گواہ نہیں تو وہ چیز اس کو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارے کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان
یحسن ذلک لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے
مول لیا پھر یہ وصف اس میں نہ پایا گیا اور مشتری نے اس کو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول
گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے م صفات عارضہ میں عدم
اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا اس میں مشتری کا قول درصورت عدم شہادت
معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبہ وخبزہ وکان یحسن ذلک فنسیہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ
زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر ان الاوصاف لا یقابلہا شیئ من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور
وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اس کو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی
الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری با اینہمہ اس کا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کے کچھ ثمن نہیں
پڑتا م باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اس واسطے جائز ہوا کہ ظاہرا مشتری نے اس کو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باختیار دلالت حال
کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیئ
من ذلک لا خیار للمشتری گھر بیچا ان چیزوں کے ساتھ جو اس میں داخل ہیں منجملہ دھنیوں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر اس
میں یہ چیزیں کچھ نہ نکلیں تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اس واسطے کہ دار عبارت ہے عرصے سے اور اشیائے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل
میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے
مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ اس کو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءہا آجر فاذا ہو لبن او رضا علی ان شجرہا کلہا

مثمرة فاذا واحدة منها لا تثمر او ثوبا على انه مصبوغ بعصفر فاذا هو بزعفران فسد گھر کو خریدکیا اس شرط پر کہ عمارت اس کی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اس کے سب درخت پھل دیتے ہیں سو ان میں سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اس پر کسم کا رنگ ہے اور اس میں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی م اس واسطے کہ صفات مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے اور اختلاف غرض بجائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو على انها بغلة مثلا فاذا هو بغل جاز وخير وبعكسه جاز بلا خيار لكونه على صفة خير من المشروط مجتبى فليحفظ ايضاً بطاور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ بیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اس کے بالعکس یعنی نر کی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ مبیع ایسی شرط کی شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے م قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا البيع لا يبطل بالشرط فى اثنين وثلثين موضعا مذكورة فى الاشباه بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے تبیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں م مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اس کا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی ایسی شرط ہے جس کو عقد مقتضی ہے بلا شرط تو اس کا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند اس کو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکد ہے اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اس کا جواز ثابت ہے چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند شرع میں اس کا جواز وارد نہیں لیکن اس کا رواج ہے چنانچہ پھٹا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اس کو دوخت کر دے یا پرانا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اس کو پیوند کر دے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ مشروط مفسدہ معاوضات میں ربوا کے مانند ہیں نہ تبرعات میں انتہی اس واسطے کہ اس میں احد المتعاقدین کا نفع ہے بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع بشرط کفیل ہے یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط ہے حیلی بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری ہے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا ہے اگر اس میں عیب ہو اور از انجملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط على انها مغنية ان للتبرى لا يفسد وان للرغبة فسد بدائع بیع میں یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہے تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہے تو فاسد ہے کذا فی البدائع م سرود از بسکہ شرعاً حرام ہے لہذا اگر اس کی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہے ولو شرط حبلها ان الشرط من المشترى فسد وان من البائع جاز لان حبلها عيب فذكره للبراءة منه حتى لو كان فى بلد يرغبون فى شراء الاماء للاولاد فسد خانية اور اگر لونڈی کی بیع میں اس کا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برائت کے واسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جس میں لوگ لونڈیوں کی خرید میں راغب ہیں ان کی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اس واسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو برائت عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا م اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہے اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ حمل ہے یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرط انها ذات لبن جاز على الاكثر

قلت والضابط الاوصاف ان کل وصف لاغرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ما فیہ غرر الا ان یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہے تو بیع جائز ہے بنابر قول اکثر فقہا کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف میں تردد نہ ہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہے نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہے جیسا کہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اس کی شرط مفسد نہیں وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی عاین مالیعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل میں ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے احتمال فریب کا دور ہو گیا م اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اس میں سیر بھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اس کو دیکھتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اس کو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اس کو پھیر سکتا اس واسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اس قدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خریدتے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا فروع اس کی کثیر ہیں اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہے تو تکثیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر۔

باب خیار الرویۃ

یہ باب ہے خیار الرویۃ کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیٔ الی شرطہ غیر ظاہر لما سیجیٔ ان لہ الرد قبل الرویۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کی طرف اور وہ جو بعضوں نے کہا کہ منجملہ اضافت شے کے ہے اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ آوے گا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط وثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیٔ بعینہ لان کلا منہا معاوضۃ فلیس فی دیون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرویۃ فتح خیار الرویۃ ثابت ہے چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں یعنی وہ صلح جو شے معین پر ہوئی مال کے دعوے سے اس واسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہے تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیار الرویۃ نہیں کذا فی الفتح م فتح القدیر میں ہے کہ جب دیون میں خیار الرویۃ نہ ہوا تو مسلم فیہ میں نہ ہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ مراد ہیں تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اس میں خیار ہے اور عقود غیر منفسخہ جیسا کہ بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو وصح الشراء والبیع لما لم یریاہ صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جس کو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا م خواہ مبیع حاضر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ اے المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر الیہ ام لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کی طرف یا اس کے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر مبیع یا اس کے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے م خلاصہ میں ہے کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر گیہوں غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ ان کی طرف نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہ ہو اور مشار الیہ نہ ہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق میں بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی شرط جواز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم ولہ اے للمشتری ان یردہ اذا راٰہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دے جب اس کو دیکھے م ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول

لے جس کو نہیں دیکھا تو اس کو اختیار ہے جب کہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی
مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے حق میں فقط رویت
کفایت نہیں کرتی جیسا کہ بیع جب کہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھ کر مول لیا تو اس کو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اس
کو اختیار ہے سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھ کر خرید کیا پھر اس کو متغیر پایا اس واسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی
نہیں اور اسی طرح کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی بیع کا حال اس سے بیان کرے تو اس کے حق میں بیان شخص عیز بجائے رویت ہوگا
کذا فی الفتح الا اذا احد البائع لبیت المشتری فلا یرده اذا راه الا اذا عاده الی البائع اشباہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جب کہ بیع کو بائع اٹھا
لایا مشتری کے گھر تو اس کو نہ پھیرے جب کہ اس کو دیکھے مگر اس طرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا ہے مگر جب کہ بیع کو پہنچاوے بائع کے مکان کی طرف
کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ اے قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرویۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل الشرط خیار الرویۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی
ہوگیا ہو زبانی قبل اس کے دیکھنے کے اس واسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بنص حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں
قبل شرط کے م رضائے قولی کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اس طرح کہ اس میں تصرف کرے تو اختیار اس کا زائل
ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا اے قبل الرویۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع لسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو
فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اس کا قول اصح میں کذا فی البحر لسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت بیع کے سبب سے تو بیع مستحکم نہ واقع
ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرویۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص مالم یوجد مبطلہ
اور خیار الرویۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ لسبب مطلق ہونے
نص مذکور کے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے م اور غیر اصح یہ قول ہے کہ خیار الرویۃ موقت بوقت امکان فسخ ہے رویت کے بعد وہو مبطل خیار الشرط
مطلقا ومفید الرضی بعد الرویۃ لا قبلہا درر اور خیار الرویۃ کا مبطل وہ ہے جو خیار الشرط کا مبطل ہے مطلقاً یعنی صراحۃ یا دلالۃ اور جو مفید ہے رضامندی کا
بعد رویت کے نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر مفید رضا جیسا کہ بیع کا قبضہ کرنا اور اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ
بالشفعۃ ثم رد الاول بالرویۃ درر من خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویۃ مبطل خیار نہ ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے
پھر بیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر باب خیار الشرط تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اس
کے پاس بکنے لگا تو اس کو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اس کے پہلا گھر دیکھا تو اس کو پھیر سکتا ہے ولیشترط لفسخہ علم البائع بالفسخ خوف الغرر
اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تاکہ دھوکہ نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے
مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تاکہ وہ دھوکہ نہ کھاوے ولا خیار للبائع مالم یرہ فی الاصح اور اختیار نہیں اس
بائع کا جس نے بیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح میں م ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اس نے بدون رویت کے بیچ ڈالی تو بعد رویت اس
اس کو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا
طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہرگز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اس کا اصح کہنا مناسب نہ تھا اس واسطے کہ اصح کا
مقابل صحیح ہوتا ہے وکفی رویۃ مایوذن بالمقصود کوجہ صبرۃ ورقیق اور اس قدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے
چنانچہ ڈھیر کے اوپر کی سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا م یعنی تمام بیع کا دیکھنا ضروری نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے

مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ لیا تو اب اس کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہے ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اس کا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرویۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اس واسطے کہ اس کے افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو جب تک سب کو نہ دیکھے گا اختیار ساقط نہ ہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ بنی آدم میں اگر جمیع اعضا دیکھے سوائے چہرہ کے تو خیار الرویۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی **و وجہ دابۃ ترکب وکفلہا ایضاً فی الاصح** اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اس کا پٹھا دیکھنا بھی ضروری ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے م سواری کی قید سے بکری گائے نکل گئی کہ اس کا حکم آوے گا **و ردیۃ ظاہر ثوب مطوی** وقال زفر لابد من نشرہ کلہ ہو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کے ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا اس کپڑے کو کھولنا ضروری ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م قول زفر اس واسطے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط **و داخل دار** وقال زفر لابد من رویۃ داخل البیوت وہو الصحیح وعلیہ الفتوی جوہرۃ وہذا اختلاف زمان لا برہان ومثلہ الکرم والبستان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھریوں کے اندر بھی دیکھنا ضروری ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح حکم ہے باغ کا گنجان درخت ہوں یا متفرق م امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہے اور اصح یہ ہے کہ بنا بر ان کی عادت کے ہے اس واسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہ ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے کہ ان میں نہایت تفاوت ہوتا ہے اس واسطے کہ مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں تو اب سب کا دیکھنا ضرور ٹھہرا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر **وکفی جس شاۃ لحم** اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہے یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اس کو ٹٹول لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہے اس واسطے کہ اس طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی معلوم ہو جاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اس واسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی **ونظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ**[1] **للدر والنسل مع ضرعہا** ظہیریۃ اور جو گوسفند پالتو دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اس کے تمام بدن کا دیکھنا تھنوں کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریۃ **وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ** لانہ المقصود جوہرۃ اور گائے اور اونٹنی شیر دار کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اس واسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرۃ **وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم** اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے **لا خارج دار وصحنہا** علی المفتی بہ کما مر **اور رویۃ دہن فی زجاج** لوجود الحائل کافی نہیں خارج اور اس کے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیشے میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے **وکفی رویۃ وکیل قبض** اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا م وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں **و وکیل شراء** اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خرید کر لا **رویۃ رسول المشتری** ...

[1] قولہ شاۃ قنیۃ قال فی المنح یقال قنیتہ بمعنی اتخذتہ لنفسی قنیتہ اسے اخذ للنسل لا للتجارۃ ۱۲

فی الدرر کافی نہیں رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اس کا درر میں ہے م صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا دے قبضہ کرنے کا تو وکیل قبض کی رویت بالاجماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھ کر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وہو کالبصیر الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اس نے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے مانند ہے مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں م ازاں جملہ اس پر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقاً نہیں اور نہ لائق قضا نہ امانت عظمیٰ یعنی بادشاہی اور اس کی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اس کی امامت نماز میں مکروہ ہے مگر اس وقت مکروہ نہیں جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اس کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں اور اس کے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم میں نے نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجائے اس کی رویت کے ہے کذا فی الاشباہ ویسقط خیارہ بجس المبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے مبیع کے ٹٹولنے اور اس کے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہو جاتی ہے اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے ووصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بجس وشم وذوق عدرویۃ اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اس میں ذکر وصف بجائے رویت مسقط خیار ہے م بیان اوصاف اشیاء مذکورۃ بابلغ وجوہ ممکنہ لازم ہے تا اعمیٰ کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رویت ہو اور ینظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اس کے وکیل کی نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اس کو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا م اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا ہو گیا تو اس کا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہو گا کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا وجدت المذکورات کشم الاعمی وکذا رویۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا لا بالمذکورات لانہا مسقطۃ۔ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الاصح ما لم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تعیب او ہلک بعضہ عندہ ولو قبل الرویۃ یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ اشیائے مذکورہ جیسا کہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اس کے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اس کے خرید کرنے کے یعنی اگر قبل خرید اعمیٰ نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کرنے کے ہوئے تو اس کو بواسطہ اشیائے مذکورہ کے اختیار ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اس کو غلط سمجھا ہے تو اس کا اختیار ممتد رہے گا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نہ پائی جائے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رویت ہو م درصورت عیب اس واسطے پھیر دینا درست نہ ہوا کہ بائع کے پاس اس میں عیب نہ تھا تو اب پھیرنے میں اس کا نقصان ہو گا اور ہلاک بعض مبیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا قبل الرویۃ فزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین میں مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اس نے اس میں زراعت کی تو خیار الرویۃ باطل ہو گیا اس واسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رویۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اس میں سے مشک نکال لیا تو اس کو نہ پھیرے بسبب خیار الرویۃ کے اور نہ خیار العیب کے اس واسطے کہ اخراج نے اس میں عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر م طحطاوی نے کہا نہر الفائق میں خیار العیب مذکور نہیں اس مسئلے میں لیکن حکم یہی ہے جو شارح نے ذکر کیا اس واسطے

کہ خیار العیب اس وقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب نہ پیدا ہوا ہو اور یہاں اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا **ومن راى احد ثوبين فاشتراهما ثم راى الاخر فله ردهما ان شاء لا رد الاخر وحده لتفريق الصفقة**[1] اور جس نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونوں کپڑے خرید کیے بعد اس کے دوسرا کپڑا دیکھا تو اس کو دونوں کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزیں یکمشت لینی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے **ولو اشترى ما راى حال كونه قاصدا الشراء عند رويته فلو راه لا لقصد شراء ثم شراه قيل له الخيار ظهيرية ووجهه ظاهر لانه لا يتامل التامل المفيد بحر قال المصنف ولقوة مدركه عولنا عليه عالما بانه مرئيه السابق وقت الشراء فلو لم يعلم خير لعدم الرضى درر فلا خيار له اذا لتغير فيخير** اور اگر خرید کیا اس مبیع کو جس کو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جان کر کہ یہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اس کو پھیر دینے کا اختیار نہیں مگر جب کہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اس کو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اس کو خرید کیا تو بعضوں نے کہا کہ اس کو اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور اس کی وجہ ظاہر ہے اس واسطے کہ جو بقصد خریداری نہیں دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہیں کرتا کذا فی البحر تو اس کی رویت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہم نے اس پر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نہ جانے کہ اس کو میں دیکھ چکا ہوں تو اس کو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر وقایہ اور کنز میں یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اس طرح کہ دیکھی چیز کے خرید کرنے میں بلا تغیر اختیار نہیں لیکن صاحب ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن میں رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح میں اس کی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتماد تقیید مذکور کے ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ میں یہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خرید کی اور یہ اس کو معلوم نہ ہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جس کو میں دیکھ چکا ہوں پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے میں لپٹا نادانستہ خرید کیا تو فسخ بیع میں اختیار ہوگا **راى ثيابا فرفع البائع بعضها ثم اشترى الباقى ولا يعرفه فله الخيار وكذا لو كانا ملفوفين وثمنهما متفاوت لانه ربما يكون الاردى بالاكثر ثمنا** دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہیں پہچانتا تو اس کے لئے خیار الرویۃ ثابت ہے اور اسی طرح اگر دو کپڑے کسی چیز میں پیچیدہ ہوں اور دونوں کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اس واسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے **ولو سمى لكل واحد من الثياب عشرة لا خيار له لان الثمن لما لم يختلف استويا فى الاوصاف بحر** اور اگر منجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہیں اس واسطے کہ جب ثمن مختلف نہ ہوا تو دونوں اوصاف میں برابر ہوگئے کذا فی البحر **والقول للبائع بيمينه اذا اختلفا فى التغير هذا لو المدة قريبة وان بعيدة فالقول للمشترى عملا بالظاهر وفى الظهيرية الشهر فما فوقه بعيد وفى الفتح الشهر فى مثل الدابة والمملوك قليل** اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہوں مبیع کے متغیر ہو جانے میں یہ اس وقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک مہینہ اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ جانور اور غلام کے مانند میں ایک مہینہ قلیل ہے م عمل بالظاہر دونوں مسئلوں کا ظاہراً تقلیل ہے یعنی مدت قلیل میں ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید میں ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا قرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہے اور جانوروں کا تغیر اس سے کم مدت میں ہوتا ہے چارہ

[1] قال فى نهاية الصفقة العقد الذى تناهى فى موجبه فى المصباح الصفقة العقد وكانت العرب اذا وجب البيع ضرب بيده على يد صاحبه كذا فى الطحطاوى عن البحر ١٢

وغیرہ کی تملت سے لہٰذا زیلعی نے مدت بعید کی حد مذکور نہیں لی اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا
فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں اصل رویت میں مختلف ہوں اس واسطے کہ مشتری منکر ہے رویت کا
اور اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات ! و بہ خیار شرط اور رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا
کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہیں بیع قطعی بلا خیار میں یا اس مبیع میں جس میں خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے ہم یعنی بہ جوع
ثلثہ مذکورہ میں جب تعیین مبیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلا خیار میں پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بظہور خیانت تولیہ
یا مرابحہ میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر
اور اگر مبیع میں خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہ ہے کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جس میں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ
خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ میں نہ قسم ثانی میں یعنی خیار العیب میں اس واسطے کہ خیار العیب میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے
بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہٰذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی اشتری عدلا من متاع ولم یرہ وباع او لبس منہ
ثوبا بعد القبض او وہب وسلم ردہ بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط الاصل ان رد البعض یوجب تفریق الصفقۃ وہو بعد التمام جائز لا قبلہ
فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھڑی حالانکہ دیکھی نہیں اور ایک کپڑا اس میں سے بیچا بعد
قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کروا دیا تو اس کو پھیر سکتا ہے خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اس کا یہ ہے کہ بعض
مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ کا ہے اور تفریق بعد تمام ہو جانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ تمام ہونے
کے مانع ہیں اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وہل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا کخیار شرط وصححہ قاضی خان
وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خیار الرؤیۃ بعد اس کے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا جیسے خیار شرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا
اور اس قول کو قاضی خاں وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھے خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اس پر موہوب لہ کا قبضہ
کروا دیا پھر اس کی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اس کو بائع اول کی طرف پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے
کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور جب چیز ساقط ہو گئی تو اس کا عود بلا سبب قوی نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل
ملحقہ شارح کے شری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خرید کی تو بائع ثمن کو قبل رویت کے طلب نہیں کر سکتا
اس واسطے کہ ہنوز بیع پوری نہیں ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب
کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی اس واسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اس کو حاصل
ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر شری جاریۃ بعبد والف فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انہ
لا خیار فی الدین خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو
بیع باطل نہ ہوگی لونڈی میں بقدر حصہ ہزار درم کے کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہیں دین میں یعنی زر نقد میں اراد بیع ضیعۃ ولا یکون
للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ
وہو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولو الحیۃ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو تدبیر اس کی یہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے
ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین میں باطل

جاوے گا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذافی الولوالجیۃ م طحطاوی نے کہا یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اس واسطے کہ اگر مشتری دونوں مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اس کا اقرار ثابت کر کے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اس کے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اس کے اقرار کرنے سے شری شیئین وباحدہما عیب ان قبضہما ردالمعیب والالا کما مر خریدکیا دو چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر قبضہ کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا م مذکور یہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اس واسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذافی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہے خیار العیب کے احکام میں ہو لغۃ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب میں وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت میں داخل نہ ہو و شرعا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں مذکور کیا من وجد بمشریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرا جوہرۃ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف اخذہ بکل الثمن او ردہ جس نے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگروں کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرۃ تو مبیع کو تمام ثمن دے کر لے یا اس کو پھیر دے سوداگروں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں م تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب اس کا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکاروں کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع میں نقصان ہو یا نہ ہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہ ہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب میں داخل ہے تجار کو عام اس واسطے کیا کہ گاہے مبیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت میں اس کے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں اس کے اہل کا اعتبار ہے انتہی اور یہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جس کو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہیں اگرچہ ان کی تجارت اور صناعت میں سے نہ ہو مشتری کو رد عیب میں اس واسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اس واسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا ہاں اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اس کے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اس کے لینے کا ارادہ کرے گا اور مسئلہ خیار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو ۲ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہ ہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہ ہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہ ہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھو ڈالنا درصورت عدم نقصان تو عیب نہ ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط برأت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہ ہو قبل فسخ کے سواگر زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جب کہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہ ہوگا کذافی الطحطاوی مالم یتعین امساکہ کحلال ین فاحرما او احدہما درصورت عیب اس وقت تک اختیار ہے جب تک امساک مبیع متعین نہ ہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں میں سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونوں نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذافی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ الاف لم یرد للعیب بخلاف خیار الشرط والرویۃ اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا او وجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط میں ہے وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خرید کی اور قیمت اس کی تین ہزار ہیں تو رد مبیع نہ کرے بسبب عیب مبیع کے بسبب خیار الشرط اور خیار الرویۃ کے کہ اس میں رد مبیع کر سکتا ہے کذافی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد مبیع جائز نہ ہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہر الفائق میں کہا ہے لائق یوں ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اس وارث کے

جس نے ترکے سے کفن خرید کیا اور اس میں عیب پایا اور کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں وہذہ
احدی ست مسائل لارجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہ یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں میں سے جن میں رجوع
بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزازیہ میں وذکرنا فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیۃ انہ قد یرد بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہم نے اپنی ملتقی کی شرح
میں قنیہ سے نقل کر کے مذکور کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا ہم چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اس
کو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے
یوں کہا کہ میں نے ثمن موکل کو دیا اور موکل اس کا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا
اور اس کو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے
کیونکہ وہ امین ہے اور عاقد نہیں کذا فی النہر عن القنیۃ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب
چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں بائع کے پاس گیا اور اس کے پاس چھپ نہ رہا
تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہے گا تو عیب ثابت ہو گا واختلف فی الثور والاحسن
انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے م اس میں تین قول ہیں
ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہرا
اور جانوروں کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیۃ اور مشتری کو مطالبہ
ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقنیۃ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من
المولی او لیسیر اکفلس او فلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جب کہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چرا دے مولی سے یا کمتر
چیز چرا دے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہیں ہم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چرا دے یا مولی کے سوا کسی اور
شخص کی چیز چرا دے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے مشتری کے پاس
بھی چوری کی سو اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے بسبب اس کے مقطوع ہونے کے دونوں چوریوں سے م کم ربع ثمن کے
رجوع کی یہ وجہ ہے کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اس کی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور
دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب منتصف ہو گا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع
بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اس کے ثمن پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلہا
تختلف صغرا اے مع التمییز وقدروہ بخمس سنین اذ یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک
وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب
ہیں طفلی اور جوانی میں اس واسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں
بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہے طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ
پانچ برس کا کیا ہے یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان اس کا جوہرہ میں ہے سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو
تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اس کے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان ثبت اباقہ عند بائعہ

ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے میں اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اس کی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اس کا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے م جب طفلی یا جوانی میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اس کا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقل اور جوانی میں بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لاالکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ وہ نیا عیب ہے م یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو اب مشتری اس کو اس عیب سے پھیر نہیں سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوائے اس عیب کے جو قبل اس کے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ لہ ردہ والالا عینی چنانچہ وہ غلام جس کو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہے تو اس کو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم سے ہے تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی م خانیہ میں مذکور ہے کہ نوع حمی سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں کے پاس تپ آئی ہو اور اگر اس کے غیر وقت میں تپ آئی تو پھیرنا جائز نہیں یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی ولقی لو وجدہ یبول ثم تعیب حتی رجع بالنقصان ثم بلغ ہل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا یہاں تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہے کہ نقصان پھیر لے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہ ہے کہ ہاں استرداد نقصان جائز ہے کذا فی الفتح عن الظہیریۃ والجنون ہو اختلال القوۃ التی بہا ادراک الکلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جس کے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہے کذا فی التلویح م یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہے اور تلویح میں یوں ہے کہ جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہے اشیائے حسنہ اور قبیحہ میں اور انجام کار کی مدرک ہے کذا فی الطحطاوی وبہ علم تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہ القلب وشعاعہ فی الدماغ درر اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدرک ہے کلیات کی اس کا نام عقل ہے اور اس کے کان دل ہے اور اس کی روشنی دماغ میں ہوتی ہے کذا فی الدرر وہو لایختلف بہما لاتحاد سببہ بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہیں ہوتا طفلی اور جوانی سے اس کے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اس کے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی م جب اختلاف سبب نہ ہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی میں بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی میں یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے ومقدارہ فوق یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہے یعنی یعنی اس قدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق[1] عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولابد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہے قول اصح میں اور نہیں تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں رد مبیع بلا معاودت جائز ہے لونڈی کی زناکاری میں اور زنا سے متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح م ولادت اس واسطے عیب ہوئی کہ اس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہے کہ گویا ہے زائل

[1] اسم فاعل از اطباق یعنی وہ جنون کہ رات دن میں کبھی کم نہ ہو ۱۲۔

نہیں ہوتا فتح القدیر میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الاان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی واعتمدہ فی النہر میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ ولادت عیب نہیں مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نہر الفائق میں اعتماد کیا ہے م پہلا قول بھی مفتی بہ ہے تو یہاں قاضی اور مفتی مخیر ہیں الحبل عیب فی بنات آدم لافی البہائم اور نہر الفائق میں ہے کہ حاملہ ہونا عورتوں میں عیب ہے نہ جانوروں میں والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور برص بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریاں عیوب ہیں وکذا الادر وہو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنی ذکر خصیوں کا پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہے م بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا العنۃ والخصاء عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحطاوی واذا اشتری علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار جوہرۃ اور جب کہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہے پھر اس کو تندرست نہ پایا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الجوہرۃ اس واسطے کہ یہ عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والذفر نتن الابط وکذا نتن الانف بزازیۃ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لافیہ ولو امرد فی الاصح خلاصۃ اور بخر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیۃ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہیں لونڈی میں نہ غلام میں اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح میں کذا فی الخلاصۃ م امور مذکورہ لونڈی میں اس واسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہیں یعنی لونڈی کی خرید سے ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہے اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہیں اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہ اشیا اس کے مخل اور مانع نہیں خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الاان تفحش الاولان فیہ بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام میں بشدت ہوں اسی طرح پر کہ میاں کے پاس آنے کی مانع ہوں تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی او یکون الزنا عادۃ لہ بان تکرر اکثر من مرتین یا یہ کہ زنا کاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح پر کہ زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی واللواطۃ بہا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لے کر اس واسطے کہ مانع ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ ان مجانا لانہ دلیل الابنۃ وان باجر لا قنیۃ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اس واسطے کہ علت ابنہ کی دلیل ہے اور اگر اجرت لے کر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ م ابنہ اس علت کا نام ہے جس میں ایسی چل ہو مبرز میں کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہیں شرعا اس واسطے کہ شرعا قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیہا شری حمارا لعلوہ المحران طاوع فعیب والالا اور قنیہ میں ہے کہ خرید کیا گدھا جس پر گدھے چڑھتے ہیں اگر برضامندی اس کی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل ہے اور نہیں تو عیب نہیں واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد وان قل لا بزازیۃ اور زنخا اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیۃ والکفر باقسامہ وکذا الرفض والاعتزال بحر بحثا عیب فیہما ولو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثا الا نصا عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج م حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہیں وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے اس واسطے کہ وہ کافر ملعون داخل ہے کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض لبنت سبعۃ عشر وعند ہما خمسۃ عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول البائع قبل القبض وبعدہ ہو الصحیح فتح اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض

لہ اور بغشتین وہ شخص جس کو عارضہ فتق ہو اور اس کا اسم ادر بضم آتا ہے

معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جب کہ اس کے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی
ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ اشہر عند الثانی اور مسموع نہ ہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمدؒ کے نزدیک
چار مہینے دس دن اور امام زفرؒ کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوی مسموع نہ ہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آئسہ میں
کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال
القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی ہم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی
الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال لا المؤجل لعتقہ فانہ لیس لعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہے
جس کا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جس کی مدت اس کی آزادی پر معین ہو اس واسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اس کو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے
ہم دین مؤجل لعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولی لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان ولائہ ومیراثہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین
کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولی اور عصبات
پر مقدم ہیں کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب معراج کسبل وحوص وکثرۃ دمع و ثؤلول بمثلثۃ کزنبور بثر صغیر
صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ لبعض شرح الہدایۃ اور پڑبال اور نزول آب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں
عیب ہے کذا فی المعراج جیسا کہ سرخ جالا اور کوبہ تنگ ہونا اور آنسوں کا ڈھلکا اور مسا ثؤلول بثائے مثلثہ بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی
گول باشکال مختلفہ جس کو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اس کی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے مسے میں کثرت کی قید
لگائی ہے یعنی مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے بسبب بیماری
کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب
اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعسر وہو من یعمل بیسارہ فقط
الا ان یعمل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے
جیسا کہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب وشرب خمر جہرا وقمار ان عد عیبہا
اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اس کے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم
ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی اور غلام کا ختنہ نہ ہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر
کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اس کا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خاں
کے فتاوی میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الطحطاوی وعدم نہق حمار
وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب ونمیمۃ وترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور کم کھانا جانور وں
کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب
رد بیع نہیں وفیہا لو ظہر ان الدار مشؤمۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے
تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اس واسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والمحال عیب

[1] تفسیر مصدر کی ہے موصوف بالمصدر سے ورنہ ایسے شخص کو اعسر کہتے ہیں ۱۲

او حل الذقن او الشفۃ لا الحذو العیوب کثیرۃ برأ نا اللہ منہا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اس کے
سوا عیب بہت ہیں حق تعالیٰ ہم کو ان سے بچا دے آمین حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض رجع بحصتہ من
الثمن ووجب الارش واما قبلہ فلہ اخذہ اوردہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے
دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے
تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس کو لے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اس کو پھیر دے کل ثمن لے کر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہ ہو کذا فی الحلبی
م حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ اوردہ سے فقط اور اس کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم
یعنی قولہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری
کے پاس پیدا ہوا اس کی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سوا اگر بائع
کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اس کو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری
سے ہوا تو اس پر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن
دے کر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اس پر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے
تو چاہے مشتری اس کو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان قدیم ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل
سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اس کو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص
لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر
حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جب کہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے
چنانچہ قولہ عند المشتری اس پر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچ صورتوں میں جائز ہے
مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنی کر لیا اس واسطے کہ بائع کی رضامندی سے اس میں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل
اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا ولو برہن البائع علی حدوثہ
والمشتری علی قدمہ فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اس کے قدیم ہونے پر تو بائع
کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں م نہر الفائق میں قاضی خاں کی شرح سے مصرح ہے کہ درصورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی
مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا قول اس وقت معتبر ہے جب کہ مشتری کے
گواہ نہ ہوں اور شارح کی عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی کما لا یخفی ولا یرد جبرا ما لہ حمل ومؤنۃ الا فی بلد العقد بحر اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اس مبیع کو جس کے
واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر میں عقد بیع واقع ہوا ہو اس میں پھیر دینا جائز ہے باوجود باربرداری کے بھی کذا فی البحر م اس واسطے
کہ حاجت باربرداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فی ما استثنی ومنہ ما لو اشتراہ تولیۃ او خاط لطفلہ زیلعی او رضی بہ
بائع جوہرہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لے مگر ان مسائل میں رجوع
نہیں جن کا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بزازیہ سے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اس کو
طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ م رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول مبیع کی

قیمت بلا عیب کی جائے پھر عیب کے ساتھ کی جائے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسواں حصہ پھیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اس کی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسواں حصہ پھیر لے یعنی ایک درم اور اگر ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اس کے متن میں موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہے کہ اگر چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا اور اس میں ایک قدیم موجود تھا تو اس میں نہ رجوع جائز ہے نہ بدوں رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو اور مقتضائے تولیت یہ ہے کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہے اور قبض میں باپ اس کا نائب ہے تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کر کے کذا فی الطحطاوی **ولہ الرد برضی البائع** اور اس کو پھیر دینا جائز ہے بائع کی رضامندی سے م یعنی اگر بائع کے پاس مبیع میں عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضائے بائع کے رضائے بائع اس واسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر ہے بائع کا اس واسطے کہ جب مبیع اس کے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہٰذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر در صورت رضائے بائع مشتری مختار ہے پھیر دینے میں یا رکھ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا لمانع عیب۔ او زیادۃ **کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب قدیم رجع** یہ اسے **بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع** بشرط رضائے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہے رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہیں چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اس کو قطع کیا پھر مشتری اس کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے م یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال درخت اور رنگت وغیرہ میں آوے گی **فان قبلہ البائع کذلک** لہ ذلک **لانہ اسقط حقہ** پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اس کو جائز ہے اس واسطے کہ اس نے اپنا حق ساقط کر دیا **ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد امعاءہ فاسدۃ لا یرجع لافساد مالیتہ** اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اس کو حلال کیا اور اس کی انتڑیوں کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اس میں افساد مالیت نہیں لہٰذا اس میں رجوع درست ہوا نہ اس میں **کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وہبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا** کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹ کر نہ سی کر چنانچہ اس کو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا **فلو قطعہ المشتری وخاطہ او صبغہ بای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربوا حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ** درر ابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اس کو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی میں ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا[1] کے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اس پر حکم نہ کرے کذا فی الدرر وابن کمال م زیادتی مبیع میں امتناع رد اس واسطے ہوا کہ اصل مبیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو بہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا لحصول شبہۃ الربوا اس واسطے کہ حرمت ربوا اس قدر اور جنس سے

[1] بسبب حاصل ہونے شبہہ سود کے ۱۲

ہوتی ہے سو یہاں دونوں مفقود ہیں کذا فی الطحطاوی کما یرجع لو باعہ ای المتنع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رویۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا
اودلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر بیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اس کے ساتھ راضی ہونے
کے بطور صراحت یا دلالت کے م یعنی اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہ ہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہے کہ مبیع کو لباس
یا رکوب میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے
حابس مبیع کا نہ ہوا مذا رجوع نقصان میں اس کو اختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی اومات العبد المراد ہلاک المبیع عند المشتری او اعتقہ او دبرہ
او استولدہا او وقف قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اس کا یا غلام کو مشتری
نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنا لیا یا مبیع کو وقف کیا اس کے عیب دریافت ہونے سے پہلے اوکان المبیع طعاما فاکلہ کلہ او بعضہ
او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یرد مابقی ویرجع بنقصان ما اکل
وعلیہ الفتوی اختیار وقہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اس کو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنایا یہاں تک
کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیرے گا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہے
کہ مابقی کو پھیر دے اور جس قدر کھانا کھایا ہے اس کے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار والقہستانی م جیسے اعتاق اور تدبیر
اور استیلاد اور وقف میں شرط ہے کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہدایہ سے
معلوم ہوتا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام
میں ہے اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہدایہ
اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فلہ رد الباقی
بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک ویجئ وقلت فعلی مافی الاختیار والقہستانی یترجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتنوں میں ہو تو مشتری کو
باقی طعام کا پھیر دینا اس کے حصے کے موافق کم ثمن کر کے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن ملک اور یہ
مسئلہ اسی باب میں آوے گا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہو جا م قیاس یعنی رجوع نقصان یہی
قول صاحبین کا ہے یہاں شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الحلبی
ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امرأتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتبی بعد الاطلاع علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الرمز
لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل الرویۃ واقرہ شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشئ لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو عوض
مال کے آزاد کیا یا اس کو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے
مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن مجمع میں جمیع مسائل میں
قبل رویت کو ذکر کیا ہے اور اس کے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے یہاں تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع میں تو کلام عینی میں بعدیت اولی
ہونے کے مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کر سکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اس کے فعل سے م عینی کے کلام میں
تناقض ہے شرح کنز میں بعدیت مذکور ہے اور شرح مجمع میں قبل رویت حلبی نے کہا روایت مجمع یہی حق ہے والا ان مسائل میں یعنی اعتاق بالمال سے
اخیر تک اور مسائل سابقہ میں یعنی بیع اور موت اور اعتاق اور تدبیر میں کچھ فرق نہیں رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ

عن ملکہ والا رجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں کہیں بائع کو مبیع کا با عیب لینا درست ہے تو وہاں مشتری ثمن بقدر نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار م بحرالرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا گم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اس طرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہ الفتوی علے قولہما فی الاکل واقرہ القہستانی اور اختیار میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اس کو قہستانی نے م ذکر فتوی عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا شری نحو بیض وبطیخ کجوز وقثاء فکسرہ فوجدہ فاسداً ینتفع بہ ولو علف الدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئاً بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز جیسے اخروٹ یا ککڑی کھیرا پھر اس کو توڑ ڈالا یا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا چارہ ہو سکے تو اس کو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے اگر اس میں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اس کے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اس کا عیب جان گیا قبل اس کے توڑنے کے تو اس کو پھیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہ ہو اس طرح پر کہ انڈا گندا ہو یا ککڑی کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اس واسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو کان اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندہما نہر اور اگر اکثر انڈوں اور خربوزوں کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر م نہایہ میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے اخروٹ خالی نہ ہوتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو نو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندہما وبہ یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اس کو مشتری نے کھایا پھر اس کے بائع نے اس میں چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے م یعنی طاہر گھی کی قیمت کی جائے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی و باع ما اشتراہ فردہ المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردعلیہ بقضاء لانہ فسخ مالم یحدث بہ عیب آخر عندہ فانہ یرجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اس کو جس کو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے وہ چیز زید کو پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اس کے بائع کو یعنی خالد کو پھیر دے اگر رد مبیع بحکم قاضی ہوا ہو اس واسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیرے گا م مشتری ثانی کے رد بیع کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہوا اور اس نے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اس کے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رؤیۃ او شرط درر اور یہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم ثانی کا شرط ہونا اس وقت ہے جب کہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہے غیر اراضی میں مانند رد خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر

م یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الرویۃ یا خیار الشرط میں رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اس کے بائع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بقضا ہو یا برضا تو تشبیہ ہے رد مطلق میں اور اراضی کو اس واسطے استثنا کیا کہ اس میں مشتری اول بائع پر رد نہیں کر سکتا بدوں حکم قاضی کذا فی الطحطاوی و ہذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ یعنی جواز رد اس وقت ہے جب کہ مشتری اول نے اس کو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البحر اگرچہ بحکم قاضی ہو اس واسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی وہذا فی غیر النقدین لعدم تعینہما فلا رد مطلقاً شرح مجمع اور یہ یعنی تفصیل مذکور رد بیع میں باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر میں ہے بسبب نہ متعین ہونے نقدین کے بیع میں تو نقدین میں مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع م بحر الرائق میں ہے کہ بیع میں عین ہونے کی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہو جاوے اس واسطے کہ اس میں رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اس واسطے کہ دینار متعین نہیں عقود میں تو جب کہ دینار درم سے مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور اس کو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحطاوی ولو ردہ برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے بیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اس کو بائع پر نہیں پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جس کا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح میں اس واسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنی بائع کے حق میں کذا فی النہر م اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہ ہو سکتا ہو چنانچہ زائد انگلی تو اس کو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہے اس واسطے کہ بالیقین ثابت ہے کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح ادعی عیباً موجباً لفسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرہن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعویٰ کیا اس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے بیع کے تو مشتری پر جبر نہ ہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اس کا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہ ہوں وان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہوں کی عدم حضوری کا دعویٰ کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو م اگر مشتری اس کے بعد گواہ لاوے گا تو ثمن پھیر لیا جائے گا ولو قال احضرہم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہوں کو حاضر کرتا ہوں تین دن تک تو قاضی اس کو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا لہما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اس واسطے کہ انکار قسم حجت ہے سوائے حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندہما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرہن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برہن حلف بائعہ عندہما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط وفی الکبیر باللہ ما ابق مذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعویٰ کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جس کے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس مشروط ہے چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لی جائے گی اس کے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہو تا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر بگواہی ثابت کرے گا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اس کے بائع سے یوں قسم لے گا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام میں یوں قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جب سے کہ وہ جوان مردوں کے برابر پہنچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی میں یعنی طفلی میں گریختگی عیب نہیں اور جوانی میں عیب ہے کما مر سابقاً م اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا

کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اس نے اس کا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائے گا مشتری کے التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہوں گے اس پر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اس نے گواہوں سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائے گا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لی جائے گی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کاباق وعلم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم کے ہیں ایک قسم کا عیب مخفی ہے جیسے بھاگنا اور اس کا حکم معلوم ہو چکا معلوم ہو چکا کہ گا ہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہے اور گاہے شرط نہیں اور اس کو اختیار ہے قبول اور رد میں مگر جب کہ دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہو کما تقدم گریختگی کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہ ہو بدون تجربہ اور آزمائش کے جیسے سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعور وصمم واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہے جیسے یک چشمی اور گونگا[بن] اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جب کہ بائع نے یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا م اسی طرح اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے وقت یا اس نے ابراء عیب کا دعویٰ کیا سو اگر اس کا دعویٰ ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہو سکتا والا مشتری سے قسم لی جائے گی پھر اس نے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد[ع] فیکفی قول عدل والاثباتہ عند بائعہ قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جس کو کوئی نہیں جانتا سوائے اطباء کے جیسے درد جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے ثابت کرنے کے واسطے اس کے بائع کے پاس دو عادل طبیبوں کا قول کافی ہے م اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اس کو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع وما لا یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم تحلیف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جس کو کوئی نہیں جانتا مگر عورتیں جیسے عورت کی شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لی جائے کذا فی العینی م عینی میں یوں مذکور ہے کہ قیام عیب فی الحال میں ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہے پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو رد بیع نہیں عورتوں کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضروری ہے کذا فی الطحطاوی قلت ویبقی خامس ما لا ینظرہ الرجال والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع میں کہتا ہوں باقی رہی پانچویں قسم عیب کی جس کو نہ مرد دیکھیں نہ عورتیں سو قاضی خاں کی شرح میں ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ خنثی ہے تو اس میں بائع سے قسم لی جائے یعنی جب اس کو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ بعض مبیع میں غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی میں مختار ہے چاہے باقی میں بیع قائم رکھے چاہے پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے م کل ثانی سے کل مبیع مراد نہیں جیسا بعضوں نے سمجھا ہے اس واسطے کہ بعض مستحق میں بیع باطل ہے بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجئی اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے قیمی میں نہ غیر قیمی میں اس واسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آدے گا م یعنی اگر استحقاق سے باقی میں عیب پیدا ہو جیسے گھر یا زمین یا غلام تو مشتری باقی میں مختار ہے چاہے اس کے حصے کے موافق ثمن دے کر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزیں ہوں جو بمنزلہ شئ واحد کے ہیں حکم میں پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اس کو باقی میں اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی میں جیسے مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہوں پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اس میں بعض مستحق غیر ہو تو اس کی تبعیض میں ضرر نہیں تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اس میں اختیار پھیرنے کا نہیں کذا فی المنح وان شری شیئین فقبض احدہما دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما خیر اور اگر دو چیزیں خرید کیں سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اس کا حکم وہ ہے

ع بہتر تھا کہ کبد کی جگہ کباد بضم اول و تخفیف موحدہ ہوتا جس کے معنی درد جگر کے ہیں ۱۲

جو ماقبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک میں استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہو اے خیار العیب بعد رویۃ العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غریب بحر اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی میں ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ھ حاوی میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے اب اس کو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فلہ الرد مالم یوجد مبطلہ کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہاں تک مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیرے واللبس والرکوب والمداواۃ لہ او بہ عینی رضی بالعیب الذی یداویہ فقط مالم ینقصہ برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا اور مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب کی جس کی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اس کو ناقص نہ کر دیا ہو کذا فی البرجندی ھ یعنی اگر مبیع غلام ہے اور مشتری نے اس کے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک بیماری کی اس نے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور اس کی دوا سے ہاتھ اس کا شل ہو گیا یا آنکھ میں اس کی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اس کو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ مشتری کے پاس اس میں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدہا زیوفا فعرضہا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کے بیچنے کے واسطے سوائے دراہم کے جب کہ ان کو کھوٹا پایا پھر ان کو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اس کے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والوں کے آگے تاکہ اس کی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ھ اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر للملک بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اس کو بیچتا ہے اس نے کہا ہاں تو بیع لازم ہو گئی اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اس واسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہ چیز میری مملوک نہیں اس واسطے کہ میں اس کو پھیر دوں گا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او لشراء العلف لہا او للسقی والحال ان المشتری لا بد لہ منہ اے الرکوب لعجز او صعوبۃ رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے چارہ خریدنے کے واسطے یا اس کو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ھ یعنی مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وہل ہو قید للاخیرین او للثلثۃ استظہر البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خریدنے اور پانی پلانے

کی قید ہے یا تینوں کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور
انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لا بدلہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے
بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی اول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے اموز ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنی تاکہ خلاف متبادر نہ ہوتا
خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل کذا فی الطحطاوی ولو قال البائع رکبتھا لحاجتک وقال المشتری
لابل لا ردہا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اس کے پھیر دینے کے
واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی الفتح وجد بہا عیبا فی السفر فحملہا فہو عذر اور فتح القدیر میں ہے کہ جانور میں عیب پایا حالت سفر
میں پھر اس پر بوجھ لادا تو یہ عذر ہے یعنی بعد سفر کے اس کو پھیر سکتا ہے م طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پھیر نہیں سکتا ہے اگرچہ
اسباب کے راہ میں ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ پھیر سکتا ہے بقیاس اس کے چارہ لادنے کے انتہی تو معلوم ہوا
کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدہما متعدد لیتوزع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض فالقول
للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا تا کہ اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد میں کہ ایک
ہے یا چند عدد تاکہ قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت میں یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ قابض ہے
اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح مقدار مبیع میں یا اس کی صفت میں یا تعیین میں م عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ دو غلام خریدے
بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع
لیس ہو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا کہ مبیع کو پھیرے
بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرویۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہیں تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اس کی تعیین میں اور اگر آیا تا کہ اس کو پھیرے خیار العیب
کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونوں نے مبیع کے طول اور عرض میں اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح م اختلاف طول اور عرض کا
اختلاف صفت میں داخل ہے تو اس میں مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی میں ہے ظہیریہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی اشتری
عبدین ای شیئین ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ خرید کیے دو غلام یعنی وہ دو چیزیں بصفقۃ واحدہ خریدیں کہ ان میں سے فقط ایک چیز سے انتفاع
متصور ہے م شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلاموں کا متن میں بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہے کہ دونوں کا ثمن جدا جدا
مذکور نہیں کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے وقبض احدہما ووجد بہ او بالآخر عیبا لم یعلم
بہ الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزوں میں سے ایک پر قبضہ کیا اور اس میں یا دوسری چیز میں وہ عیب پایا جس کا مشتری کو علم نہ ہوا مگر قبضہ
کرنے کے بعد تو دونوں کو لے یا دونوں کو پھیرے م یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں
تفریق صفقہ ہے قبل تمام ہونے کے اس واسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہیں ولو قبضہما رد المعیب بحصتہ بالسلامۃ وحدہ بجواز
التفریق بعد التمام اور اگر دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیر دے مبیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق
صفقہ کے بعد تمام ہو جانے قبضہ کے اس واسطے کہ خیار العیب میں صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر کما لو قبض کیلیا او وزنیا
او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما بالآخر بحیث لا یعمل بدونہ ووجد ببعضہ عیبا فان لہ رد کلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشیء واحد ولو فی وعائین

علی الاظہر عنایۃ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہوں اور جو یا وزنی چیز پہ جیسے گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اس کے جیسے بیلوں کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہے کہ کام نہیں کرتا بدون اس کے اور بعض کیلی یا وزنی میں یا ایک موزے یا ایک بیل میں عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ سب کو پھیر دے یا عیب دار کو بھی رکھے اس کے عیب کے ساتھ اس واسطے کہ اشیائے مذکورہ شیٔ واحد کے مانند ہیں اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنوں میں ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایۃ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعیؒ واحمدؒ ولنا انہ استوفی ماءہا وہو جزءہا خرید کی لونڈی اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اس کو مساس کیا شہوت سے پھر اس میں عیب پایا تو اس کو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ باکرہ نہ ہو بخلاف امام شافعی اور امام احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مشتری نے بسبب قربت کے اس کی منی نکالی اور منی اس کا جزو بدن ہے ھم یعنی اگر اب پھیر دے تو ایسا ہوگا کہ گویا اس نے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس میں اگرچہ خروج منی نہ ہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا لہذا حکم وطی میں ہے ولو الواطی زوجہا ان ثیبا ردہا وان بکرا لا بحر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہے اگر وہ ثیبہ ہے تو اس کو پھیر دے اور اگر باکرہ ہے تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے

وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتہا فبانت ثیبا یردہا بل یرجع بالعشرین درہما نقصان ہذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیردہا لعدم المشروط اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اس کو نہ پھیر دے بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اس کو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہ ہونے مشروط کے ھم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اس کا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہو تا کہ ما قبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط کی روایت اس پر محمول ہے کہ اس کا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نہ رہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ولعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال المانع درر فیرد المبیع مع النقصان علی الراجح نہر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اس واسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے بوجہ . . . عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اس قدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بمشتری البائع الغائب واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک من المشتری الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اس چیز میں جو خریدی ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے مبیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوگی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے بائع کو پھیر دینے کا حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اس واسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ھم نفاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود میں نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب القضا میں عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہے جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اس کے واسطے کوئی رائے نہیں بوجہ رکھنے کے اپنے امام کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی ملخصاً

قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردۃ او سرقۃ رد المقطوع او امسک ورجع بنصف ثمنہ مجمع واخذ ثمنہا ای ثمن
المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اس کا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس جیسے قتل یا ارتداد یا سرقہ
غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اس کا نصف ثمن
بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر
نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اس کا پھیر لینا قبول کرے تو پون ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو
تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضہم علی بعض وان علموا بذلک لکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اس کی بیع چند بار
دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے
ثمن پھیر لے اگرچہ ان کو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین
کے م یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے
اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہے کذا فی الطحطاوی وصح البیع بشرط البراءۃ من کل عیب وان لم یسم خلافا
للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجہولۃ لا یصح عندہ ویصح عندنا لعدم افضائہ الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض
فلا یردہ بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اس واسطے
کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے ان کے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اس واسطے کہ عدم تعین برات میں منازعت کو نہیں پہنچاتا اور
اس شرط میں داخل ہے وہ عیب جو موجود ہے قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہیں سکتا م برأت عیب کی یہ صورت
ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم
یا حادث سے اس کو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق در باب سلامت عیوب ساقط ہو
اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی برأت سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہ ہو اور مشتری اس سے واقف ہو یا نہ ہو اس کی طرف
اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو وخصہ محمد ومالک بالموجود کقولہ من کل عیب بہ اور محمد اور امام مالک نے برأت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ
عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یوں کہنا بائع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اس کے ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اس میں
عیب حادث بالاجماع داخل نہیں کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت میں مشتری پھیر سکتا ہے ولو قال مما یحدث صح
عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے بیع
محمدؒ کے نزدیک کذا فی النہر اس واسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہیں تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسفؒ کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہے اس طرح
پر کہ استحقاق سلامت عیوب اس میں نہ رہے کذا فی الحلبی ابراہ من کل داء فہو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار
والجوہرۃ لانہ المعروف فی العادۃ وما سواہ فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے مرض
پر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اس واسطے کہ لفظ داء عادت میں مرض باطنی میں مشہور ہے
اور سوائے بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے م مذہب مشہور یہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اس واسطے کہ لغت میں ظاہر اور باطن دونوں کو داء
کہتے ہیں لیکن عرف میں پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہیں چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح ولو ابراہ من کل غائلۃ فہی السرقۃ والاباق والزنا اور اگر

بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے م ہر چند لغت میں غائلہ بمعنی شر اور بدی ہے لیکن یہ تخصیص عرفی اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہے اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینہما البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد علیہ اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ مجاز عن الترویج خریدکیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس میں کوئی عیب نہیں پھر دونوں میں بیع کا اتفاق نہ ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے اس کے بائع کو ردبیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہ ہوگا اس کا اگلا اقرار عدم عیب کا اس واسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے م یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کرے گا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہیں لہذا اس کا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولیٰ کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ مجنونہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ شتم پر محمول ہے اور ردبیع کی شرط گواہ ہیں یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی ولو عینہ اے العیب فقال لا عور بہ او لا شلل لا یردہ لاحاطۃ العلم بہ الا اذا لم یحدث مثلہ کلا اصبع بہ زائدۃ ثم وجدہا فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام میں عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہیں اور اس نے خرید نہ کیا اور پھر یہی عیب اس میں ظاہر ہوا تو یہ مشتری اس کو پھیر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعتاً جیسے بائع کا یوں کہنا کہ اس کی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اس میں پائی تو اس کو اس صورت میں پھیر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہو جانے اس کے جھوٹ کے قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ وباع من آخر فوجدہ المشتری الثانی آبقا لا یردہ بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرہن انہ ابق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اس کو مجھ سے خرید کرلے سو اس نے اس کو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اس کو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اس کو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہوں سے ثابت نہ کرے کہ وہ اس کے پاس سے بھاگا اس واسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصداق نہیں ہو سکتا کذا فی الطحطاوی اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ استخدام خرید کی شیر دار لونڈی سو اس نے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اس میں عیب پایا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے م یعنی اور خدمت لے کر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمر بل یرجع بالنقصان علی المختار شروح مجمع وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سو اس کے بائع نے تھن باندھے یعنی دو چار روز دودھ نہ دوہا تاکہ ان میں دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے اس کے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لے بقول مختار کذا فی شروح المجمع اور ہم نے اس کی تحریر کی ہے منار کی شرح میں کما لو استخدمہا فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس برضی الا علی کرہ من القن بحر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلانے کے سوا کسی اور کام میں تو پھیر دینا جائز ہے اور مبسوط میں ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اس واسطے کہ استخدام میں لوگوں کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کام کے ہے یا نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جب کہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری میں ہے کہ ایک بار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی

دلیل ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر **قال المشتری لیس به اے بالمبیع اصبع زائدة او نحوها**
مما لایحدث مثلہ فی تلک المدة ثم وجد به ذلک کان له الرد بلا یمین لما مشتری نے کہا کہ مبیع میں زائد انگلی یا مانند اس کے ویسا عیب نہیں
جو اتنی مدت میں پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جس کا وہ انکار کر چکا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنی
نفی عیب مذکور میں کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا
باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب به الا الاباق فوجده آبقا فله الرد ولو قال الا ابا قه لا لانه فی الاول لم یضف الاباق للعبد
ولا وصفه به فلم یکن اقرارا بابا قه للحال وفی الثانی اضافه الیه فکان اخبارا بانه ابق فیکون راضیا به قبل الشراء خانیة بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں
بری الذمہ ہوا تیرے جانب اس کے ہر عیب سے سوائے گریختگی کے پھر اس کو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اس کو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر
اس نے کہا کہ میں اس کے ہر عیب سے بری الذمہ ہوں سوائے اس کے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے
گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں کی اور نہ اس کو موصوف بگریختگی کیا تو اس کا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہ ہوا اور دوسری صورت میں
گریختگی کو اس کی طرف نسبت کیا تو اس نے خبر کر دی کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا
بالعیب رد مبیع میں اختیار نہیں وفیها لو برئ من کل حق له قبله دخل العیب لا الدرک اور خانیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل
اس[1] کے برأت کی تو اس قول میں برأت عیب داخل ہو گی نہ درک م یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اس میں عیب
داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہیں سکتا ہے اور اگر مبیع مستحق غیر ثابت ہو گا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہ ہو گا یعنی اگر یہ قول کفیل بالدرک سے
کہا ہو گا تو کفالت باطل نہ ہو گی شائد اس واسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہیں جو اس کی برأت سے ساقط ہو گا کذا فی الطحطاوی **مشتر لعبد**
او امة قال اعتق البائع العبد او دبر او استولد الامة او هو حر الاصل وانکر البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے
خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہے اور بائع نے اس کا انکار کیا تو بائع سے قسم لی جائے
بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی درصورت عدم شہادت قاضی قسم لے گا **فان حلف قضی علی المشتری بما قاله**
من العتق ونحوه لاقراره بذلک پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر حکم ہو گا بموجب اس کے قول کے یعنی عتق اور مانند اس کے اس واسطے کہ مشتری
اس کا اقرار کر چکا ہے یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہو جائے گی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک کا دعوی
مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہے **فی رجع بالعیب ان علم به لان المبطل بالرجوع ازالته عن ملکه الی غیره بالنشائه او اقراره ولم یوجد حتی لو قال**
باعه وهو ملک فلان وصدقه فلان واخذه لا یرجع بالنقصان لازالته باقراره کانه وهبه اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیر لے
اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی میں معلوم ہو اس واسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ ہے اپنی ملک سے غیر کو مالک کر کے انشاء تملیک سے
یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست نہ ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہوتا بیع وغیرہ سے
یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اس کا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلاں شخص کی ملک ہے اور فلاں شخص نے
بھی اس کی تصدیق کی اور اس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا بسبب ازالہ اس کی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے

[1] ترجمہ میں بلحاظ مترجم اسی طرح مذکور ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قبلہ بکسر قاف ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کی طرف نکلے اس سے برأت کی اور مناسب مقام یہی ہے کہ فاعل برئ
بائع ہو اور ضمیر لہ کی مشتری کی طرف اور قبلہ کی بائع کی طرف۔ ۱۲

گویا مشتری نے اس کو ہبہ کر دیا **وجد المشتری الغنیمۃ** محرزۃ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحر قال المصنف فتقیید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیہما لان الامین لا ینتصب خصما عیب کو پایا غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دار الاسلام میں آ کر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اس کے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری بعلت عیب امام اور اس کے امین کو نہ پھیرے اس واسطے کہ امین صاحب خصومت نہیں ہو سکتا م امین سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کے موافق ہو جاوے اس واسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہے بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب لہ الامام خصما فیرد علی منصوب۔ الامام ولا یحلف لان فائدۃ الحلف ۔النکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اس کے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری بیع کو منصوب پر رد کرے اور نہ قسم لے منصوب سے اس واسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنی انکار قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہیں م تو اب رد متصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنح **فاذا رد علیہ للعیب بعد ثبوتہ یباع ویدفع الثمن الیہ ویرد النقص والفضل الی محلہ** لان الغرم بالعلم درر پھر جب عیب والی چیز اس کو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اس کے محل میں اس واسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر یعنی امام اس کو بیچ ڈالے اگر ثمن ثانی اول سے کم ہو تو اگر بیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اس میں ثمن پورا کر دے اور اگر خمس میں سے ہو تو اس میں سے دے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی وہیں رکھے جہاں کی بیع ہو کذا فی المنح **وجد المشتری بمشریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع البائع الدراہم الی المشتری ولا یرد علیہ جاز ویجعل حطا من الثمن** مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے اس پر مصالحہ کیا کہ بائع چند دراہم مشتری کو دے اور مشتری اس کو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاوے گا م بحر الرائق میں کہا کہ یہاں تک ظاہر ہو گیا کہ خیار بالعیب ساقط ہوتا ہے وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور اشتراط برائت ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے **وعلی العکس** وہوان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراہم الی البائع ویرد علیہ لا یصح لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یجوز اور بالعکس اس کے وہ یہ ہے کہ دونوں اس پر صلح کریں کہ مشتری چند دراہم بائع کو دے کر بیع پھیر دے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوائے رشوت کے تو جائز نہ ہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے م سوداگروں کی اصطلاح میں اس کو احمقانہ کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچھ دے بشرط اس کی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم بری او ظہر ان لا عیب فیہ فللبائع ان یرجع بما ادی ولو زال بمعالجۃ المشتری لا قنیۃ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اس میں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اس کو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی القنیۃ **رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا** یساوہ **لا یلزم الموکل** راضی ہو گیا وکیل بیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر بیع اس عیب کے ساتھ جو اس میں موجود ہے قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اس کی ثمن معین سے برابر نہ ہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن میں اس واسطے کہ غش یعنی تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتوں میں حرام نہیں الاولی الاسیر لو شری شیئا ثم دفع الثمن مغشوشا جاز ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے

کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دارالحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ھ اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دارالحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہوا اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کر لے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ ھ جبایات بباء موحدہ نہ بنون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہے جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفیہا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو صورت میں فسخ نہیں ھ سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدیہما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا ھ صورت اس کی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحساناً اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا انتہی ملخصاً اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنابر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ھ غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے وفی البزازیۃ شری عبدا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان العہدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ او الحریۃ او الجنون او العمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہے اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہے وفی الجواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطافہا لغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان تنقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔

باب البیع الفاسد

یہ باب ہے بیع فاسد کے احکام میں ہم بیع صحیح کو اس واسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے تا الغالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہوں اور بیع فاسد کو اس واسطے مؤخر کیا کہ مخالفت دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو ضد صلاح ہے اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہے اور اصطلاح شرع میں فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اس کا جواز اور صحیح ہونا مراد نہیں اس واسطے کہ فاسد ہونا اس کی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب لفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے تعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب میں بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالتبع مذکور ہوتی ہیں ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہیں جو تفرقہ کرتے ہیں فاسد اور باطل میں بخلاف اہل لغت کے کہ ان کے نزدیک فاسد اور باطل میں کچھ فرق نہیں کیونکہ لغت میں باطل بمعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ میں بیع باطل وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع نہ ہوں اور حکم باطل عدم ملک ہے قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہے مکروہ لغت میں ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ میں مکروہ وہ ہے جس کی اصل اور وصف دونوں مشروع ہوں لیکن وہ منہی عنہ ہے لسبب مجاورہ کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللا فی رکن البیع فھو مبطل وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن میں وہ مبطل بیع ہے اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور میں وہ مفسد ہے بیع کا م شرح بدیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہ ہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے لسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع میں خلل پڑے لسبب اس کے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جس کا رکن محل خلل سے سالم ہو لیکن اس کے ثمن میں خلل واقع ہو اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہ ہو یا اس میں ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہے تو اس طرح کی بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے انتہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ جو مورث خلل ہے رکن بیع اور اس کے محل میں وہ مبطل ہے تو فقہا کے مقتضائے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہے رکن بیع اور مبیع سے یعنی مال متقوم اس واسطے کہ بنا بیع انہیں دونوں چیزوں پر ہے اور اصل شے اسی کا نام ہے جس پر اس شے کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہے عقد کی کیونکہ عقد کے تابع ہے اور چنانچہ شرط مخالف مقتضائے عقد ہے کذا فی الطحطاوی لبطل بیع مالیس بمال المال مایمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع درر فخرج التراب ونحوہ باطل ہے بیع اس چیز موجود کی جو مال نہیں مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اس میں دینا بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اس کے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اس کے چنانچہ قاذورات خالصہ نکل گئے ہم موجود کی قید درر کے موافق اس واسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جس کی آدمی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی و قاذورات سے مل کر پانس ہو جاوے تو اس کی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح فخرج بیع کبد وطحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل ان کی خون ہے لیکن جاری نہیں والمیتۃ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفھا او بخنق ونحوہ

کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام م اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہوا اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہی اور اسی کے موافق قاضی خاں میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دیئے جائز ہیں اس واسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کر لے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ م جبایات بباء موحدہ نہ بنون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفیہا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الافی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو صورت میں فسخ نہیں م سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کے مملوک ہیں تو ان کو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدیہما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا م صورت اس کی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مرگیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اس کو باطل کرے گا انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی م غیر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اس کے پاس ہے اور منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے وفی البزازیۃ شری عبدا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان العہدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ او الحریۃ او الجنون او العمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ میں ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اس کے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس نے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہے اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اس کو ضامن کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اس کو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہے وفی الجواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطافہا لغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان تنقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہیں ان کا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض عیب ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہوں بھڑوں کے کھا جانے سے تو اس کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑوں کے کھا جانے سے۔

یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیع امۃ تبین انہ ذکر الضمیر لتذکیر الخبر عبد وعکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہے جس کا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اس کے یعنی اس غلام کی بیع جس کا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانوروں کے مصنف ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثیٰ من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح ویتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ نر اور مادہ بنی آدم میں دو جنسیں ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں نر اور مادہ ایک جنس ہیں تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب فیہ کے کم آدمی میں نر اور مادہ اس واسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے میں اغراض بکثرت متفاوت ہیں بخلاف بہائم کے کہ ان میں چندان تفاوت اغراض نہیں تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروک التسمیۃ عمدا ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنص اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جس کے ذبح کے وقت نام خدا عمدا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اس کو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیہ کے ملا کر بیچے اس واسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے م متروک التسمیہ عمدًا امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اس کا مسلم ہو اس واسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل میں ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیہ عمدا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اس کے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے کہ مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اس کا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نص میں بسائغ اجتہاد نہیں تو یہ اختلاف معتبر نہیں اور بحکم قاضی بھی نافذ نہیں وبیع الکراب وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا لم یشترط ترکہا ولوالجیۃ اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہے تو بیع اس کی صحیح ہے بشرطِ اس کے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اس میں ہل چلایا اس میں پانی کی نہر کھود دی پھر اجارہ فسخ ہو گیا یا اس کی مدت منقضی ہو گئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ اے حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہؤلاء باطل اے بقاء فلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسہم وبیع قن ضم الیہم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور میں ہے یعنی جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو ان کی بیع باطل ہے یعنی باعتبار انجام کار باطل ہے تو اشخاص مذکورین مملوک نہیں ہوتے قبضِ مشتری سے اور باطل نہیں ان کی بیع باعتبار ابتدا کے تو ان کو بیچنا خود ان کی ذات سے صحیح ہے اور اس مملوک کی بیع صحیح ہے جو ان کے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر م حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل ان میں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار کے ان کی بھی بیع باطل ہے اس واسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اس کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر میں فی الحال متحقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر ان کی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاویں کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل موقوف ضعف فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر امضاء او ردا علی ونہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی ان کی بیع باطل

له الکراب والکرب آثارۃ الارض للزرع وکری الانہار حفرہا ۱۲

موقوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مرجح اشتراط رضائے مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضائے
ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قضا کی تصحیح ہے میں کہتا ہوں کہ قوی تر یہ ہے کہ قضائے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے حکم
اول کے جاری رکھنے میں یا رد کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو واقع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت
پر محمول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ دوسرے
قاضی نے اس کو جاری کر دیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروقؓ اس کی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضیٰؓ مجوز تھے پھر تابعین
کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اس کے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور
ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروسی میں ہے کہ قضائے بیع ام ولد میں دو روائتیں ہیں اظہر الروائتین یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع
میں یوں ہے کہ قضائے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہے والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی
الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولد ہؤلاء کہم وبیع معتق[1] البعض کحر اور سراج میں ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد ان کے مانند ہے عدم جواز بیع
میں اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہے بطلان بیع میں **وبطل بیع مال غیر متقوم** اے غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال
غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اس کو یاد رکھنا چاہیے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہے
کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز از غیر محرز چنانچہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں مراد ہے
کذا فی الطحطاوی **کخمر وخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا** بل بالخنق ونحوہ فانہا مال عند ذمی کخمر وخنزیر یہ مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور
مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اس کے چنانچہ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سور
وہذا ان بیعت بالثمن اے بالدین کدراہم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض
بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر ان کی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو بیع اور ثمن
اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر ان کی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ
میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہو گا قبضہ کرنے سے اس کی قیمت دے کر کذا صرح ابن کمال **وبطل بیع قن الی حر و
ذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتف انفہا** قید بہ لتکون کالحر **وان سمی ثمن کل** اے فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہے بیع اس مملوک کی جو ملایا
گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف
صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک ومبنی الخلاف
ان الصفقۃ لا تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لا بد من تکرر لفظ العقد عندہ خلافا لہما وظاہر النہایۃ یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بنائے خلاف
یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد میں مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے
نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بخلاف
بیع قن ضم الی مدبر ونحوہ او قن غیرہ وملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانہ کالحر بخلاف الغامر بالمعجمۃ الخراب فلمد براشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع
الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اس کے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک

[1] بعض نسخ میں معتق البعض اس لفظ کی جگہ ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ جس غلام کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی وغیرہ آزاد ہو گیا ہو۔ ۱۲

کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اس واسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ مل کر بکے تو اس کی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اس کے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ تصریح اشباہ میں ہے منجملہ اس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما افتی بہ المولی ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح میں برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے م مفتی مرحوم کا یہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اس کے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق میں اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہے فیصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملۃ تو صحیح ہے بیع بقدر اس کے حصے کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اس واسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملہ مال ہیں ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح علی المختار اگر ایک گاؤں بیچا اور وہاں کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثناء نہ کرلیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی العینی م بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اس میں کے مساجد اور مقابر کو استثناء نہ کرلیا تو قول اصح یہ ہے کہ ملک میں بیع صحیح ہے اس واسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہیں طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولی ہے اس واسطے کہ جو عرف میں معلوم ہے وہ مشروط کے برابر ہے کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو م غیر عاقل کی قید اس واسطے لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہے اور اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرقین وبعر واکتفی فی البحر بمجرد خلطہ بتراب اور باطل ہے آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جس پر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق میں اکتفا کیا ہے بمجرد اس کے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے م طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونوں کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اس کا جواب یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور خلطہ سے انتفاع جائز ہے نہ بدوں خلط کے وشعر الانسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اس کو سور کے بال کی بحث میں مذکور کیا ہے وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے م معقود علیہ کی شرط یہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اس کے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اس کے پاس نہیں تو وہ نہ اس کی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جس میں نیستی کا خطرہ لگا ہے اس کی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم اور جو چیز آدمی کے پاس نہیں اس کی بیع بطریق سلم باطل نہیں بلکہ وہ صحیح ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اس کی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور رخصت دی سلم میں م اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کروں پھر اس کو بازار سے خرید کر دیا کروں فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ اس کو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وہو المال اور باطل ہے وہ بیع جس میں نفی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہ ہونے رکن کے یعنی مال م اگر سکوت ثمن سے ہے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ

لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو
تو مشتری پر تاوان نہیں اگر مبیع اس کے پاس ہلاک ہوا اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور قنیہ میں تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضوں نے کہا اسی قول
پر فتوی ہے م حموی میں ہے کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قنیہ میں وجہ صحت یہ مذکور ہے کہ مشتری نے اس کو اپنی ذات کے واسطے قبضہ
کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خاں سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قول مصحح ہیں کذا فی
الطحطاوی وفیہا بیع الحربی اباہ او ابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایاہا بیع الوصی مال الیتیم لغبن فاحش باطل وقیل فاسد ورجح اور قنیہ میں
ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضوں کے نزدیک باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا میں ہے کہ بیچنا وصی کا
یتیم کے مال کو بہ نقصان صریح باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور اس کی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک م فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ در صورت
باطل ہونے کے بعد قبض مبیع مملوک نہیں اور فاسد میں مملوک ہے وفی النتف بیع المضطر وشراءہ فاسد اور نتف میں ہے کہ مضطر کا بیچنا اور
خرید کرنا فاسد ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کی طرف باضطرار حاجتمند ہے اور بائع اشیائے مذکورہ کو نہیں
بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کر کے اور اسی طرح مضطر سے خرید کرنا نہایت ثمن کو کم کر کے کذا فی المنح ابوداؤد میں علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ
نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنی حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر وفسد بیع ما سکت ای وقع
السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس میں سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے
خرید کیا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن تصریح ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کبیعہ بقیمتہ جیسے بیع مبیع
کی بقدر اس کی قیمت کے فاسد ہے م یعنی بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہے وفسد بیع عرض ہو المتاع القیمی ابن کمال بخمر وعکسہ
فینعقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں نہ شراب
میں بہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہیں وفسد بیعہ
ای العرض بام الولد والمکاتب والمدبر ولو تقابضا ملک المشتری للعرض العرض لما مر انہم مال فی الجملۃ اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی
کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر متعاقدین تقابض بدلین کریں گے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اس واسطے کہ مذکور
ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہیں بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ
اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ میں نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اس کی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا مکیل اور موزون
سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ م صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو سزاوار یہ ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم
اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اس واسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اس لیے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہاں حاصل نہیں
او صید ثم القی فی مکان لا یوخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اس میں
سے گرفتار نہیں ہوتی مگر جال کے حیلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑ
لے جائے بدون حیلہ جال کے تو بیع اس کی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرویۃ ہے الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلو سدہ ملکہ مگر جب کہ مچھلی
خود حوض میں گھس گئی اور اس نے اس کا مدخل بند نہ کر دیا تو اس کی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اس نے اس کا مدخل بند
کر دیا تو اس کا مالک ہوگا اس واسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ہے ملک کا جیسے جال میں پڑنا موجب ملک ہے بحر الرائق میں ہے

کہ جب مچھلی حوض میں گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور بیع اس کی بموجب تفصیل مذکور کے ہے یعنی درصورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح
اور بعضوں نے کہا کہ مطلقاً بیع صحیح نہیں بواسطہ عدم احراز کے اور خلاف اس صورت میں ہے جب کہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے
نہ بنایا اور اگر بنایا ہو گا تو بالاجماع مالک ہو گا کذا فی الطحطاوی ولم تجز اجارۃ برکۃ لیصاد منہا السمک بحر اور جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا
تاکہ اس میں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر و بیع طیر فی الھواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما قبل صیدہ فباطل اصلا لعدم
الملک اور فاسد ہے بیع ان چڑیوں کی ہوا میں جو پلٹ نہیں آئیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور ان کا بیچنا قبل ان کے شکار کرنے کے تو باطل
ہے بسبب عدم ملک کے م یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی پھرتی ہیں اور اس کی پلٹ آنے کی عادت نہیں تو اس کی بیع فاسد
ہے اگر ہنوز اس کو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحلبی
وان کان یطیر و یرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو پلٹ کر چنانچہ پالو کبوتر تو اس کی بیع
اڑنے کی حالت میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق میں م وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے
واقع کے مانند ہے اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ تجویز ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہیں پھر درصورت عروض ہلاکی
بیع فسخ ہوتی ہے اسی طرح یہاں درصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہو گی کذا فی الفتح نہر الفائق میں کہا اس میں نظر ہے اس واسطے کہ
شرط صحت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے ولہذا بندۂ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہے کہ جواز بیع درصورت عادت عود منافی
قدرت تسلیم کی نہیں اس واسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہیں اور
اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہو جاوے گی بخلاف بندۂ گریختہ کے کہ عادت میں اس کا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحطاوی عن
الحموی و بیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق میں اس کے باطل ہونے کا
یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند م مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی میں اس کو باطل کہا ہے
اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اس کی خرید سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ اور اس واسطے
کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحطاوی والامۃ الا حملہا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوائے اس کے حمل
کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے ولبن فی ضرع
وجزم البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہے دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اس کے بطلان کا یقین کیا ہے م فساد بیع کے چند وجوہ ہیں
۱ معلوم نہیں کہ تھن میں دودھ ہے یا ریح ۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت میں غالباً نزاع واقع ہو گا ۳ جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا
ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اس طرح پر کہ تخلیص اس کی متصور نہیں ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اس کی نہی روایت
کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ نیستی کے یعنی اس
کا وجود اور مقدار معلوم نہیں وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی و مالک اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسفؒ اور امام مالک
نے اس کو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مختلط ہو گی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف
واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو یہ بیع منقلب ہو کر صحیح نہ ہو
جاوے گی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر و بذر بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدائشی ہو جیسے کھال جانور

کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اس کی بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیائے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں **وانما صححوا بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باغصانہا للتعامل** اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شاخوں کے ساتھ فقہانے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے م یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہوں کے اس قول سے وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی اس واسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصۂ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنی تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہیں ہوتی لیکن قنیہ میں ہے کہ توت کی بیع اس وقت صحیح ہے جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحتہ یا عرفا **کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ لسنۃ یجاز ولسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا** اور قنیہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اس واسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہے **وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال** اور فاسد ہے بیع اس شہتیر اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صرح ابن کمال م معین شہتیر اور کڑی کی بیع اس واسطے ناجائز ہوئی کہ اس کی تسلیم میں لزوم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر دوسری جہالت مبیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع ککرباس جاز لانتفاء المانع** اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جس کو پھاڑنا ضرر کرتا ہے جیسے عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر کر صحیح ہو جائے گی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہ ہو جیسے ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کے م مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اس کی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اس واسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اس کے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا فلو قطع او قلع تا شہتیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اس کا ترجمہ زیادہ کر دیا **وضربۃ القانص بقاف ونون الصائد** اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایک بار جال لگانے اور کھینچنے کی قانص بقاف ولون عبارت ہے شکار کرنے والے سے م صورت اس کی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو بیچا جو ایک بار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اس کے احتمال ہے کہ شکار جال میں آوے یا نہ آوے کذا فی المنح **والغائص بغین معجمۃ الغواص** اور فاسد ہے بیع غواص کے ایک بار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا م صورت اس کی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایک بار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی **والبیع فیہما باطل للغرر بحر ونہر والکمال وابن کمال قال المصنف وقد نظمہ ملا خسرو فی سلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل لانہ مما لیس فی ملکہ** کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر میں اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پرویا سو میں بھی ان کا پیرو ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اس واسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی

ملک میں نہیں اس کی بیع باطل ہے سوائے سلم کے والمزابنۃ ہی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع ومثلہ العنب بالزبیب عنایۃ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلولم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہے تر کھجور پکی کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اس کے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذافی شرح المجمع اور مانند اس کے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذافی العنایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور نہ ہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس میں شبہہ بیاج کا نہیں م اکثر کتب میں تفسیر مزابنہ یوں مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالمثلثۃ علی راس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اس واسطے کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن وتخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ یہی بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسۃ للسلعۃ اور فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا م مغرب میں ہے کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب کہ تو نے میرا کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتقی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہوں اتنے کو ہو جب کہ میں تجھ کو چھوؤں اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اس طرح کہے کذافی الطحطاوی فتح القدیر میں کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اس طرح پر کہ مثلا اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی بیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے م منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل و بلا خیار فسخ والقاء الحجر علیہا اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر م القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اس پر بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رویت و بلا خیار کے اس کے بعد وہی من بیوع الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا عینی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع میں سے ہے اور شرع میں ان سب سے نہی واقع ہوئی کذافی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہیں اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذافی البحر م ان بیوع میں وجود قمار ہے بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یوں کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جس کو تو ہاتھ لگاوے تو میں نے تیرا ہاتھ اس کو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہیں باطل نہیں بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اس واسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہے ذکر ثمن کے وقت کذافی الطحطاوی صحیحین میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذافی التیسیر اور صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذافی الفتح محاقلہ یہ کہ گیہوں کو اس کی بالیوں میں بیچے بعوض گیہوں کے برابر پیمانے میں ظن وتخمین سے کذافی النہر وبیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین لجہالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلاموں میں سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہیں کہ دو کپڑوں میں سے کون کپڑا یا دو غلاموں میں سے کون غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہو گی بائع نہیں جانتا کہ کس کو تسلیم کرے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بحر الرائق میں قیمت والی چیز کی اس واسطے قید لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی میں جائز ہے فلو قبضہما وہلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل اذ الفاسد معتبر بالصحیح پھر اگر مشتری نے دونوں کپڑوں یا غلاموں پر قبضہ کیا

اور دونوں ساتھ ہی ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اس واسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے م ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اس واسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمت ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہیں دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونوں میں شائع ہوگئی کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑوں پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک میں مشتری مختار ہے پھر دونوں ضائع ہوگئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اس پر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن بیع صحیح میں کذا فی البحر ولو مرتبا فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونوں کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اس کا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی درصورت تعذر رد مالک اس کا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وہذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایہما شاء جاز لما مر اور تعیین مضمون میں ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اس نے دعویٰ کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اس کی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے اس وقت ہے جب کہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو میں سے جس کو چاہے تو بیع جائز ہے خیار التعیین میں مذکور ہو چکا والمراعی اے الکلاء واجارتہا اما البطلان بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اس کا بطلان اس کی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں م ابوداؤد میں حدیث مذکور بایں لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور جانوروں کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک اس میں برابر ہیں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگار الینا بدوں اذن مالک جائز نہیں اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنوں میں رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اس واسطے کہ درصورت برتن میں بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے ان کا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس خودرو ہو اور اگر ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافا للقدوری کذا فی الطحطاوی بتصرف واما البطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس کے چارے کا بطلان اس واسطے ہے کہ یہ اجارہ شے مباح نے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ عین مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہ ہوگا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ لسقی وتربیۃ ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یہ یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اس وقت ہے جب کہ گھاس خودرو ہو اور اگر اس کو پانی دے کر اور پرورش کر کے جمایا ہو تو اس کا وہ مالک ہے اور اس کی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال وبیع القصیل والرطبۃ علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ او یرسل دابتہ فتاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اس واسطے ہے کہ اس کو کاٹ لے یا اس واسطے کہ اپنے جانور کو اس میں چھوڑے کہ اس کو کھالے تو بیع جائز ہے اگر اس واسطے ہے تا مشتری اس کو قائم رکھے تو جائز نہیں م قصیل بقاف وصاد مہملہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اس کو بولتے ہیں فارسی میں اس کو سپست کہتے ہیں وحیلتہ ان یستاجر الارض لضرب فسطاطہ او لایقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو زمین اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے

واسطے یا اپنے چوپایوں کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آسیے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانوروں کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اس کا اشباہ کے وقف میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطلب حاصل ہیں منافع مذکورہ بھی اور وہاں کی گھاس بھی **ویباع دود القز** اے الابریسم **وبیضہ** اے بذرہ وہو بزر الفیلق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اس کے انڈے کی یعنی اس کے بیج کی جس کو عرب بذر الفیلق کہتے ہیں جس میں ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے **والنحل المحرز** وہو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اس طرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اس کی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی و ابن ملک وخلاصۃ وغیرہا اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اس کے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصۃ وغیرہا م نحل محرز کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہیں جیسے خچر اور گدھے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اس واسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اس کے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جس کو فارسی میں زلو اور ہندی میں کیڑی اور جونک کہتے ہیں اور اسی کا فتوی ہے بسبب حاجت اور ضرورت کے کذا فی المجتبی **بخلاف غیرہا من الھوام** فلا یجوز اتفاقاً کحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسیجیٔ فی المتفرقات بخلاف اور کیڑوں کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ ان کی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان حیوانات کی جو دریا میں رہتے ہیں کہ ان کی بیع جائز نہیں سوائے مچھلی کے اور اس جانور کی جس کی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اس کا بیان باب المتفرقات میں آوے گا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا انما تجوز الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہا وہو بینہما انصافاً او اثلاثاً فلو دفع بزر القز او البقرۃ او دجاجاً لآخر بالعلف مناصفۃ فالخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصاً ومثلہ دفع البیض کما لا یخفی شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونوں شریکوں کے ہوں اور عمل یعنی پرورش بھی دونوں سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھوں آدھ یا تہائی تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دیں نصفا نصف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہوں گے بواسطے پیدا ہونے کے اس کی ملک سے اور مالک پر چارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی ملخصاً اور اس کے مانند ہے انڈوں کا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں م فتاوی عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ انڈوں کا مالک آدھے انڈے اور مرغیوں کا مالک آدھی مرغیاں اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابراء کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولا بق ولو لطفل او الیتیم فی حجرہ ولو وہبہ لہما صح** عینی وما فی الاشباہ تحریف نہر اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر سے یا اس یتیم سے جو اس کی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اس نے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر م نہر الفائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور اور خانیہ کے بعضے نسخے میں اس کے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخہ میں اس کے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اس واسطے کہ اشباہ

کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا من یزعم انہ اے الآبق عندہ فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے
مگر اس صورت سے بیچنا فاسد نہیں جس کو یہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام گریختہ اس کے پاس موجود ہے تو اب اس کی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے
یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے اس کے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وہل یصیر قابضا ان قبضہ
لنفسہ او قبضہ ولم یشہد نعم اور کیا مشتری اس کا قابض ٹھہرے گا یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نے اس پر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا
اور کسی کو گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا یعنی اس واسطے کہ یہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجائے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان
ہے قبض بیع کے مانند وان اشہد لا لانہ قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الزمان لانہ اقوی عنایۃ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے
کے وقت لوگوں کو گواہ کیا ہے کہ میں اس کے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام
قبض ضمان کے نہ ہوگا اس واسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے
تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیرۃ اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے
مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرہ یہ قول
عطف ہے الا من یزعم پر ولو باعہ ثم عاد وسلمہ یتم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتم علی القول ببطلانہ وہو الاظہر
من الروایۃ واختارہ فی الہدایۃ وغیرہا وبہ کان یفتی البلخی وغیرہ بحر ابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے
اس کو مشتری کے قبضے میں کر دیا تو بیع تمام ہو جائے گی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسی کی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہ
ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اس کے باطل ہونے کے قول پر یعنی جن کے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور یہی
قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسی کا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال ہم فتح القدیر میں ہے
کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور بلخی ہے بثلثہ مثلثہ وجیم کذا فی الطحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء
ادمی والرق مختص بالحی ولا حیاۃ فی اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی
ہو بنا بر قول اظہر کے اس واسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اس میں ملک کا
حلول نہیں وشعر الخنزیر لنجاستہ عینہ فانہ یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الانتفاع بہ لضرورۃ الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء للضرورۃ
وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد قیل ہذا فی المنتوف اما المجزوز فطاہر عنایۃ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اس کے نجس العین
ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے یہاں تک کہ اگر بدوں ثمن کے نہ ملے تو اس
کا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اس کی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک نہیں ثمن اس کا اور بال اس کا پانی کو بقول صحیح
فاسد ہے یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اکھاڑے ہوئے بال میں اور تراشا ہوا بال ظاہر ہے کذا فی العنایہ سور کا بال
سرے پر سخت ہوتا ہے انگلی کے مقدار اور بعد اس کے نرم ہوتا ہے تاگے میں گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیاں اور
موزے سیتے تھے جیسے اب سوزن سے سیتے ہیں وعن ابی یوسف یکرہ الخرز بہ لانہ نجس ولذا لم یلبس السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی
ولعل ہذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے
اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا

علمائے سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اس کی کچھ حاجت نہیں یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں مصاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ درصورت عدم ضرورت یعنی جب کہ اس کے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم یفصلہ ہہنا اعتمادا علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اس کی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کچے چمڑے کی ثمن یعنی چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنی صاحب درر نے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے وانی محشی درر نے اس کو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ اے الدبغ یباع الاجلد انسان وخنزیر وحیۃ اور بعد دباغت کے یعنی چمڑا پکانے کے اس کی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں وینتفع بہ لطھارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ وہذا جزءہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اس کے پاک ہو جانے کے اس وقت میں انتفاع جائز ہے سوائے اس کے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو برقول صحیح بدلیل حق تعالی کے اس قول کے کہ تم پر حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ یعنی کھال جزء ہے مردہ کی وفی المجمع ونجیز بیع الدہن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور اس سے فائدہ لینا سوائے کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے کہ غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ میں جلانا سوائے مسجد کے ودک عبارت ہے چربی اور ہڈیوں کے گودے سے کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اس چیز سے جائز ہے جس میں زندگی حلول نہیں کرتی چنانچہ اس کا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ ان میں حیات کا دخل نہیں کہ موت دخل کرے اور ہاتھی کے دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے جائز ہے کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او لوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ باع شیئا بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربوا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اس کا خرید کرنا اس سے جس نے اس کو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اصل کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہے صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزاں ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاج کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلاعوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا درصورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح النہر ملعی مشتری کے وارث کی قید اس واسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل ثمن کی قید اس واسطے لگائی کہ بعد قبض کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہے گا تو خرید جائز نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا تجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی غیر عبدہ ومکاتبہ اور اور خرید کرنا اس کا جس کی گواہی بائع کے فائدے واسطے جائز نہیں چنانچہ اس کے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اس کا خرید کرنا بھی جائز نہیں بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوائے اس کے غلام اور مکاتب کے ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ بازید او بعد النقد اور ضرور ہے عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع

جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ھنا وفی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء وانتہاء وبقاء وامتناع مرابحۃ وزاد زکوۃ وشرکات وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہیں آٹھ مسئلوں میں از انجملہ یہ مقام ہے اور ادائے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں باعتبار ابتدا اور انتہا و بقا کے اور امتناع مرابحہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوۃ اور شرکات اور اشیائے متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اس کو مصرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کی طرف نسبت کر کے م اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اس کو دنانیر سے خرید کیا جسکی قیمت کمتر ہے دراہم سے تو جائز نہیں اس واسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہاں متحد الجنس ہیں اور ادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اس نے ادائے دین میں پہلو تہی کی پھر اس کے دنانیر قاضی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور غیر دنانیر کے مال سے قاضی ادائے دین نہیں کر سکتا امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جن کی قیمت ہزار درم ہیں یا زیادہ تو اس کو دراہم کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اس نے پچاس دینار کو بیچا جن کی قیمت ہزار درم ہے تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جس کی قیمت اتنی ہے بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتدائے مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اتنے درم دیئے جن کی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور بقائے مضاربت ہے اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اس کو ایک دینار سے مول تو اب اس کو بطور مرابحہ بیع کرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جس کی بارہ درم قیمت ہے تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہ صورت ہے کہ ضم دراہم کا دنانیر سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی صورت یہ ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہوں تو دونوں میں شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیائے متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اس کی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضحہ میں نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ میں ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درم ہیں تو اشیائے مذکورہ میں چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اس کے قبض کے م چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اس میں تصرف کرنا قبل قبض صحیح نہیں ہوتا قید مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اس میں تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اس کی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اس واسطے کہ اصل بیع میں مبیع ہے نہ ثمن وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع ثوباً بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شیء آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر فیقسم الثمن علی قیمتہما ولا یشیع الفساد لانہ طاری ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اس چیز میں جو ملائی گئی اس کی طرف جیسے تحت بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو دوسری

ف تفصیل اشیائے اثنا عشریہ کہ دراں دینار و درہم متحد الجنس اند ۱۲

پیتو یعنی مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنی تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے میں بیع جائز ہوگی تو ثمن اس کی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں نہ شائع ہوگا اس واسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہاں تک کہ اگر قاضی اس کے جواز کا حکم کرے تو دونوں بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ولیطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضے العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اس کے ظرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اس واسطے کہ مقتضائے عقد کم کر ڈالنا ہے برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط میں علی التحقیق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز ہے جیسا یوں بھی جائز ہے اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ھم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز نہ ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں احد المتعاقدین کا نفع ہے اس واسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشروط سے تو اس میں مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اس کی مقدار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ھم طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہے مانعۃ الخلو اس واسطے کہ کبھی ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفوں کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اس کا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اس کے سوا اور تھا جس کا وزن پانچ رطل تھا تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین میں ہے یا ثمن کی مقدار میں اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہیں مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاوے گا تو مقبول ہوں گے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیہ عن الخانیہ لا یصح اور صحیح ہے بیع کی راہ اور شرنبلالیہ میں خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہیں ومر قسمۃ الوہبانیہ ۔ ولیس لھم قال الامام تقاسم بدرب ولم ینفذ کذا البیع یذکر اور وہبانیہ کی کتاب القسمہ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذ کا جائز نہیں اور اسی طرح اس کی بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی قید اس واسطے لگائی تا معلوم ہو جاوے کہ کوچہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولیٰ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا والغازہ فی الغاز الاشباہ ۔ ومالک الارض لیس یملک بیعہا لغیر شریک ثم ان یبع ینظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت میں یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہلیوں میں اس کو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہیں سوائے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اس میں تامل ہے یعنی ناظم اس کے جواب پر مطلع نہیں ھم عدم جواز بیع طریق خانیہ میں مذکور ہے اور مشائخ جواز کے قائل ہیں کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ میں بھی بیع طریق اور اس کے ہبہ کی صحت مذکور ہے حد لہ بین الطول والعرض او لا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اس کے حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہوا یا نہ ہوا اور اسی طرح اس کا ہبہ بھی صحیح ہے واذا لم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمی اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق میں حدود کا بیان نہ ہو تو اس کا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے ھم بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنی اس واسطے کہ اعظم صفت ہے باب [illegible] اس سے [illegible] دروازہ ہے گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ میں بھی

باب الدار العظمی وارد ہے تو ظاہر اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جس کو ہند میں پھاٹک بولتے ہیں واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وہبتہ لجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہیں پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اس کا بسبب اس کے مجہول ہونے کے اس واسطے کہ جتنا پانی مکان سیل میں پھیلتا ہے اس کی مقدار معلوم نہیں م مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے چنانچہ نہر یا سطح یعنی چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہے لہذا اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اس کی حدود مذکور نہ ہوں تو اس کی بیع اور ہبہ جائز ہے یا مسیل سے حق تسئیل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر سیل ہے سو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعالی ہے جس کو بقا نہیں یا طریق سے حق مرور مراد ہے اس کے بیع میں دو روایتیں ہیں وجہ بطلان یہ ہے کہ یہ مال نہیں اور وجہ صحت یہ ہے کہ اس کی طرف حاجت ہے اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جب من حیث المسیل اعتبار ہوگا اور اس کا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہے اور اس کی بیع جائز ہے چنانچہ سرخسی نے ذکر کیا ہے یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اس کے حدود مذکور ہوں تو بھی اس کی بیع جائز ہے بقول قاضی خاں کذا فی شرح الوقایۃ وحاشیۃ للحسن الجلپی وصح بیع حق مرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ لمشائخ شمنی وفی اخری لا وصحہ ابو اللیث اور صحیح ہے بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت میں بیع جائز ہے اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہے اور دوسری روایت میں بیع اس کی صحیح نہیں اور فقیہ ابو اللیث نے اس کو صحیح کہا ہے م حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص زمین کا مالک ہے اور اس کو دوسرے کی زمین میں ہوکر اپنی زمین میں آنے کا حق ثابت ہے اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیۃ وشرح وہبانیۃ وتحققہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچے اور جانوروں کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین کے ایک روایت میں جائز ہے اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہے اور دوسری روایت میں جائز نہیں اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہے کذا فی المنح اور ظاہر الروایہ میں یہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیۃ وشرح الوہبانیۃ اور ہم اس کی تحقیق کریں گے احیاء الموات کی کتاب میں لا یصح بیع حق التسئیل وہبتہ سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی وقدمر بطلانہ صحیح نہیں بیع حق تسئیل کی اور ہبہ اس کا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اس کے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اس کے یا چھت پر ہو اس واسطے کہ وہ حق تعالی ہے اور اس کے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا نیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہیں بیع اس ثمن سے جو موجل ہے نوروز تک نوروز پہلا دن ہے فصل ربیع کا جس میں آفتاب برج حمل میں آوے اور یہ نوروز سلطان ہے اور مجوسیوں کا نوروز وہ دن ہے جس میں آفتاب برج حوت میں آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہیں پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا صرح ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہیں مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہے فصل خریف کا جس میں آفتاب برج میزان میں آوے م مہرجان معرب ہے مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہے

نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہیں وصوم النصاری وفطرہم وفطر الیہود وصومہم فاکتفا بذکر احدہما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ
رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے اور رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار
کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یدر المتعاقدان النیروز وما بعدہ فلو عرفاہ جاز بیع اس وقت صحیح نہیں جب کہ متعاقدین نوروز اور اس کے مابعد کی مدت
کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اس واسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ وہو
خمسون یوما بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا ان کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اس کے معلوم ہونے کے
اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت پچاس دن ہیں م وردیں تمرتاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی
پچپن دن اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا
تتقدم وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو یعنی کھلیان مانڈنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اس واسطے کہ
اوقات مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنہا اے عن ہذہ الاجال ثم اجل الثمن الدین
اما تاجیل المبیع او الثمن العین فمفسد ولو الی معلوم شمنی الیہا صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت
اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اس طرح مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی م ثمن دین کی اس طرح کی تاجیل
صحیح ہے بقول اصح اس واسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کرے گا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے
جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ہذہ الاوقات لان الجہالۃ الیسیرۃ متحملۃ فی الدین والکفالۃ لا الفاحشۃ چنانچہ ضامن
ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اس واسطے کہ کمتر جہالت دین اور ضمانت میں متحمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ جیسے ہبوب ریح اور قدوم غائب
او اسقط المشتری الاجل فی الصور المذکورۃ قبل حلولہ وقبل فسخہ وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا
اتفاقا ابن کمال وابن ملک کجہالۃ فاحشۃ کہبوب ریح ومجیئ مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ
مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل اسقاط مدت کے تو فساد
بیع مضبوط ہو جائے گا اور منقلب بجواز نہ ہوگا بالاتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی
مدت سے بیع بدل کر جائز نہ ہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائہما اے وکل المسلم ذمیا
او امر المحرم غیرہ اے غیر المحرم ببیع صیدہ یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراہۃ کما صح ما مر لان العاقد یتصرف باہلیتہ وانتقال الملک الی الآمر
امر حکمی وقالا لا یصح وہو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے
یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت
بعقد بیع ہے اس واسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شرا میں اپنی اہلیت
سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر
ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان م جب امام کے نزدیک جواز بیع اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ
کرے یا اس کو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اس کے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی
النیروز اور بیع نہیں یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا کہ بیع بشرط عطف ہے نیروز پر م بلکہ معطوف علیہ البیع الی النیروز ہے نہ لفظ

نیز روز کما لا یخفی شرط سے بیع اس واسطے فاسد ہے کہ حدیث مرفوع میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد
بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما او فیہ نفع لمبیع ہو من اہل الاستحقاق للنفع بان یکون ادمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب
الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا المکیجی مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہے فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے
جس کو عقد بیع مقتضی نہیں اور نہ اس کے مناسب ہے اور اس میں فائدہ ہے بائع یا مشتری کا یا اس میں فائدہ ہے اس مبیع کا جو اہل ہے استحقاق
منفعت کا اس طرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہ ہو جیسے بائع کا یوں شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہ ہو تو یہ شرط مفسد بیع
نہیں چنانچہ اس کا ذکر آوے گا جو شرط عقد بیع سے واجب ہے چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن میں اور مشتری کا مبیع میں تو اس شرط کو عقد مقتضی
ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہیں اس کو عقد مقتضی نہیں اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو مؤکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اس کے برخلاف ہے
اور اگر ایسی شرط ہو جس میں بائع مشتری کی مضرت نہ ہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اس کو نہ بیچے یا ہبہ نہ کرے تو بقول طرفین بیع جائز ہے
کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد
اور ایسی شرط ہو کہ اس کا رواج نہ جاری ہو اور شرع میں اس کا جائز ہونا نہ وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک
یعنی شراک لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع میں وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہیں کشرط ان یقطعہ
البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اس کی قباسی دے یہ مثال ہے
اس شرط کی جس کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں فائدہ ہے مشتری کا اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ بائع کی بیع میں بائع اس کے گرد کی دیواریں یا خندق بنا
دے یا زمین کی بیع میں یہ شرط کرے کہ بائع اس میں مسجد بناوے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اس کو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہے او
یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال شہرا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام در رد یا یوں شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام
سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہے اس شرط کی جس میں بائع کا فائدہ ہے مصنف نے مہینے کی قید اس واسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہے کہ جب خیار شرط
تین دن کا ہو تو اس میں استخدام کا شرط کرنا جائز ہے او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو
مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کرے گا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اس کے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق
بعد قبض نہیں ہوا تو عتق صحیح نہیں کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدہا او لا یخرج القن عن ملکہ لما فیہ نفع لمبیع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام
کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بنادے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہ ہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہے
جس میں نفع ہے اس مبیع کا جو مستحق ہے نفع کا ام اعتاق وغیرہ میں منفعت مملوک صریح ہے اور عدم اخراج عن الملک میں بھی فائدہ ہے اس واسطے
کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہے کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری
وشرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع والمشتری کذا
فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہے اس شرط سے جس کو عقد
مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہے جس کو عقد مقتضی نہیں اور
اس میں کسی شخص کو فائدہ نہیں اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر میں فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

ف ذکر بیع بشرط

اس کو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے کشرط ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابة المبیعة فانها لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جس کو عقد مقتضی نہیں جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یوں تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہ ہو اس واسطے کہ جانور مستحق نفع نہیں کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی میں منحصر ہے او لا یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جس کو عقد مقتضی نہیں لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک م یعنی بائع مشتری سے کہے کہ میں بیچتا ہوں اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق میں کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بہ تسمیہ تو اگر مسمی اور مشار الیہ نہ ہو تو جائز نہیں مگر جب کہ دونوں اس کی تعیین میں مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاویں اور قبل تفرق مشتری اس کو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے میں تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دیں حضور کفیل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نہ کرے تو جائز نہیں او جری العرف بہ کبیع نعل اے صرم سماہ باسم مایؤول الیہ عینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب ط استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اس پر دوال لگا دے اور اسی کے مانند کیلیں جڑنا ہے کھڑاؤں کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا کہ مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہے تسمے سے بفتح سین مہملہ وسکون یائے تحتانیہ یعنی وہ دوال اور تسمہ جو نعلین میں پشت قدم پر رہتا ہے م صرم بفتح صاد معرب ہے چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقتہ کخیار الشرط اشباہ من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اس وقت ہے جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتوں میں باطل ہے مگر اس مثال میں کہ میں نے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اس کی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی **واذا قبض المشتری المبیع برضی** عبر ابن کمال **باذن بائعہ صریحا او دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ** اور جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اس کے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے اس طرح کہ مشتری اس پر قبضہ کرے مجلس عقد میں بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان میں بجائے رضائے بائع اذن بائع مذکور ہے م ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اس واسطے کہ بیع فاسد میں رضائے بائع معتبر نہیں اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہے اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ میں ثابت نہیں اگر مصنف کنز کے مانند بجائے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل وتقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد میں اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اس کا حکم پہلے مذکور ہو چکا م بیع باطل کا حکم مذکور ہو چکا کہ باطل میں قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہیں ہوتی اگر اس کے پاس مبیع ہلاک ہو تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ وہ امانت ہے اور قنیہ میں تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے وحینئذ فلا حاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا لما مر حقق اخراجہ بذلک فتنبہ اور اس وقت میں یعنی جب کہ بیع باطل ذکر بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہو گئی تو کچھ حاجت نہ رہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اس کو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی نے جواب دیا ہے اس طرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازاً جیسے اس باب کی ابتدا میں مذکور ہو چکا

لہ ۱ القاموس القبقاب النعل تتخذ من خشب ۱۲ حاشیۃ المدنی ھنہ احکام بیع فاسد ۱۲

تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار رہنا ام حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو
اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہے باوجودیکہ دونوں عوض مال ہیں تو اس قول کا خلاف کرنا بہتر
ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے مملوک ہوتی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں کذا فی الطحطاوی ولم ینہہ البائع
عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نہ کی ہو قبض سے اور اس میں خیار شرط نہ ہو م نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ رضائے
بائع منفی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہے اس واسطے کہ درصورت خیار الشرط کے قبض سے ملک ثابت نہ ہوگی کیونکہ جب بیع صحیح میں خیار الشرط
سے ملک نہیں ہوتی تو بیع فاسد میں بطریق اولیٰ نہ ہوگی ملکہ یعنی بیع فاسد میں جب کہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کرے گا
تو اس کا مالک ہوگا م یعنی اس کی ذات کا مالک ہوگا علمائے بلخ کے نزدیک اس واسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر
اس کو بیع کرے گا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہ ہوتی تو استبرا
واجب نہ ہوتا اور علمائے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الھازل وفی شراء الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ لہ کذلک
فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت میں بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہیں ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع میں اور باپ کے خرید کرنے میں اپنے مال سے
اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے میں طفل سے اسی طرح یعنی اپنے مال سے اس کا مالک نہ ہوگا بدون استعمال کے م بحر الرائق میں یہ
مسئلہ محیط سے بایں عبارت منقول ہے باع عبدہ من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد النفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ
انتہی یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر کے ہاتھ بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہ
ہوگی تاوقتیکہ اس پر قبضہ نہ کرے اور استعمال میں نہ لاوے اس واسطے کہ قبض دونوں صورتوں میں باپ کا ہے تو ملک ثابت نہ ہوگی مگر
استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہ ہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت میں مستعمل ہو اگر شارح یوں کہتا کہ فی بیع الاب
من مالہ لطفلہ فاسدا او شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذالک لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید
المشتری امانۃ لا یملکہ بہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ میں وہ امانت ہے مشتری اس قبض سے اس کا مالک نہ ہوگا م یہ قول اس پر
مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہیں کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ میں اس کی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ
اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اس کا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمع تفاریق میں ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا ملکہ
تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیھا ولا ان یتزوجھا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا اشباہ اور جب کہ مبیع فاسد
کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہوں گے سوائے پانچ حکموں کے حلال نہیں مشتری کو اس کا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا
اس کا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہیں نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہیں اس کے پڑوسی کو اگر مبیع زمین
ہو کذا فی الاشباہ م مشتری کو وطی اس واسطے جائز نہ ہوئی کہ اس پر فسخ بیع واجب ہے تاکہ معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض
ہے فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہ ہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اس واسطے نہ ہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہیں بسبب وجوب فسخ
اور استرداد کے وفی الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بہا فہی سادسۃ اور جوہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفعہ نہیں بسبب خرید کرتے زمین کے تو
یہ صورت سادسہ ہوئی یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اس کے جوار میں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری اس کو بحق شفعہ نہیں لے
سکتا بمثلہ ان مثلیا والا فبقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض

سے مالک ہوگا بیع کا مثل وہ اگر بیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر بیع مثلی نہیں تو اس کی قیمت دے کر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن
اس کی قیمت تھی اس واسطے کہ بسبب قبض کے بیع اس کے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اس کی قیمت کا معتبر نہ ہوگا مغصوب کے مانند
مراد مصنف کی یہ ہے کہ بیع کے ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی م اس واسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ
سے رد عین واجب ہے نہ قیمت کذا فی النہر **والقول فیہما للمشتری لانکار الزیادۃ** اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادت یعنی مشتری
زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے **ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک** اور واجب ہے ہر ایک پر
بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض بیع کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک م بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا تاکہ
امتناعا عنہ مفعول رہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی **او بعدہ ما دام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا**
بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جب تک کہ بیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہے یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اس واسطے
کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اس کا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر اور اگر بیع میں کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اس کا
ذکر عنقریب آوے گا **ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر** اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے
لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اس واسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر **واذا اصر احدہما علی امساکہ**
وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیۃ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اس کو فسخ کر دینا
بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کرکے جائز ہے حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ م طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اس واسطے
کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اس واسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اس کا **وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ**
او صدقۃ او بیع او بوجہ من الوجوہ کعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ قنیۃ اور جس
بیع فاسد کو پھیر دے مشتری اس کے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے جیسا کہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو بیع
اس کے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اس کے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ م اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے لیکن ظاہرا بدون
توبہ ارتفاع گناہ نہ ہوگا **والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ**
فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہنچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت
مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہنچے اور اگر اس کی طرف سے نہ پہنچے تو واصل معتبر نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا
جامع الفصولین میں ہے م اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور اس نے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے
بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہنچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہنچی کذا فی المنح اب آگے مصنف
نے وہ مسائل شروع کیے جن میں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے **فان باع ای باع المشتری المشتری الفاسد بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ**
لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی
تو فسخ کرنا بیع کا اس کے غیر بائع سے ممتنع نہ ہوگا اور اگر مشتری نے خود اس کے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا
یعنی مصنف کے اس قول میں وکل بیع فاسد الخ **وفسادہ بغیر الاکراہ فلو بہ ینتقض کل تصرفات المشتری** اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ
کے ہے اور اگر فساد اس کا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہوں گے **او وہبہ وسلم او اعتقہ**

او کاتبہ او استولدہا ولو لم تحبل ردہا مع عقرہا اتفاقا سراج یا مشتری نے بیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کروادیا یا غلام کو آزاد کردیا یا اس کو مکاتب
کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہ ہوگئی ہو تو اس کو پھیر دے اس کے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ
بل بعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء لعدم ملک المامور ملا یملکہ الآمر آزاد کیا غلام کو بعد اس کے قبض کے تو اگر قبل
قبض آزاد کرے گا تو آزاد نہ ہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنی بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل
قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہوں یا بکری
کے بائع کو امر کیا کہ گیہوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص
مامور مالک ہوا اس کا جس کا امر کرنے والا مالک نہیں وما فی الخانیۃ علی خلاف ہذا اما روایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ میں برعکس
اس کے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے م خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد
خریدکیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اس کو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اس کی طرف سے آزاد کردیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری
سے اور اسی طرح گیہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین علی
خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اس واسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے بیع کو مستہلک کیا جب کہ اس کو
وقف کیا اور اس کو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین میں برخلاف اس کے ہیں سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس کو
مفصل بیان کیا ہے م جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہیں تاوقتیکہ عمارت بناوے انتہی
نہر الفائق میں اس کو ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے اور بحر الرائق میں اس کو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رہنہ
او اوصی او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن رکھا
یا اس کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاوے گی جمیع تصرفات مذکورہ میں یعنی بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا
استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبد کے اس سے مگر چار صورت میں
جو اشباہ میں مذکور ہیں م اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہو جاتا ہے اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا
پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اس کا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اس کی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اس کا
توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اس کا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کردیا انتہی چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری میں ہے
تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آئندہ قول میں موجود ہے
کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا
م اجارہ اور نکاح سے اس واسطے فسخ ممتنع نہ ہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح میں اخراج عن الملک نہیں[۱] وہل یبطل نکاح

[۱] قال الطحاوی عبارۃ الولوالجیۃ زوج الجاریۃ المبیعۃ قبل قبضہا وانتقض البیع فان النکاح فی قول ابی یوسف وہو المختار لان البیع متی انتقض
قبل القبض فتنقض من الاصل فکانہ لم یکن فکان النکاح باطلا ولم ینبہ علی ہذا المصنف ولا شیخہ فی البحر واما نکاحہا بعد القبض فقال فی السراج ایضا
لا ینفسخ لانہ لا یفسخ بالاعذار وقد عقد المشتری وہی علی ملکہ فقولہ وہی علی ملکہ صریح فی انہ لا ینفسخ بعد القبض اذ لا ملک فی الفاسد
قبلہ فتدبر ۱۲

الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہے اس اس کے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے
کذا فی الولوالجیۃ یہاں گفتگو اس میں ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کردے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں اور کلام ولوالجی قبل از قبض
میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ہبۃ وعجز مکاتب وفک رہن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء
بالقیمۃ لا بعدہ اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا
رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کرے گا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو
نہ بعد قضا کے یعنی اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کرے گا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آوے گا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل حق
الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ یفتی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اس کا خلیفہ
ہوگا فسخ کرنے میں اسی کا فتویٰ ہے وبعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس
للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ کاجارۃ ورہن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اس کا بائع نہ لے تا وقتیکہ اس کا ثمن منقود
پھیر دے ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہے تا غیر نقدین کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض
اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں
مانند اجارۂ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے ہم شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور
شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس
غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسدہ بدین سابق ہو پھر موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارۂ صحیح کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
بدین سابق انتہی قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارۂ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز
ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقدہا الصحیح کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اسی طرح نہر الفائق
میں ہے فان مات احدہما او الموجر او المستقرض او الراہن فاسدا عینی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری ونحوہ احق بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ
فلہ حق حبسہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارۂ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مرجائے بعد فسخ کے کذا فی
العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اس کے جیسا کہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجائے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر حق دار ہیں باقی ارباب
دیون سے بلکہ احق ہیں قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہے یہاں تک کہ اپنا مال لے لیوے ہم بعد الفسخ کا لفظ علی التوہم ہے اس
واسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولیٰ عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفائے ثمن کیونکہ اس کی
تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اس کی تقدیم ہوگی اس کی تجہیز پر اس کی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسد لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن
فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور اس کے واسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اس کو اجارے کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پا وے
اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شئی مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غریموں سے کذا فی الطحطاوی فیاخذ المشتری دراہم الثمن بعینہا
لو قائمۃ ومثلہا لو ہالکۃ بناء علی تعیین الدراہم فی البیع الفاسد وہو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور ان کے
مانند دراہم لوے گا اگر وہ موجود نہ ہوں بنا بر معین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعیین کا اصح ہے ہم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ
شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو

منفعت بیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعین مال ہے توجب ثمن بھی بیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اس کا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تصرف کرکے دیا **وانما طاب للبائع ماربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لایضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی** اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ فائدہ جو اس کو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اس واسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اس کو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے م سلامۃ جواب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اس لیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خرید کی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض میں امام نے فرمایا کہ جس نے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جس نے دراہم قبض کیے اس کو نفع حلال ہے انتہیٰ اس واسطے مشتری کو نفع حلال نہ ہوا کہ عقد متعلق بمال متعین یعنی جاریہ ہے تو خبث اس میں جم گیا اور بائع کو اس واسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اس کا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اس میں متمکن نہ ہوا تو اس کا تصدق واجب نہ ہوا یہ حکم ہے اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جیسے مغصوب اور امانات میں جب کہ اس میں امانتدار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا جیسے مودع اور غاصب جب کہ عرض یا نقد میں تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جبتک بیع مقائضۃ[1] نہ ہو کیونکہ اس میں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرف میں دونوں کو نفع حلال ہے **کذا فی الطحطاوی لایطیب للمشتری ماربح فی بیع یتعین بالتعیین بان باعہ بازید لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ** حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس بیع میں جو متعین ہو تعیین سے اس طرح پر کہ بیع مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین بیع سے تو خبث جم گیا نفع میں اس کو تصدق کرے م طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول میں منحصر ہے اور اگر بیع بیچ کر اس کے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی میں **کما طاب ربح مال ادعاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فقضی ای اداہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقھما انہ لم یکن علیہ شیء کان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین** چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جس کا مدعی نے دوسرے شخص پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کی تصدیق کی پھر اس نے مدعی کو مال ادا کیا بعد اس کے تصادق طرفین سے اس کا عدم ظاہر ہوا اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اس واسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں م مدعی مذکور کو نفع اس وقت حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعویٰ کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض میں تعین ہے نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو ان کو ادا کر اس نے ادا کیے پھر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اس کو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو

[1] یعنی بیع العین بالعین کہ بیع اور ثمن دونوں متاع ہوں نہ نقد ۱۲

ف عدم انتقال حرمت مال در حق وارث در صورت لاعلمی و بقول صاحب مجتبیٰ مطلقاً حرمت ثابت است وارث داند یا نہ داند ۱۲

مدعی کو اپنی ملک میں نفع ہوا پھر جب اس کے بعد دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہاں دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہیں کذا فی الطحطاوی و اما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو و ابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے جیسا کہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر مدعی مذکور عمداً دعوی دروغ اپنے دین میں کرے گا تو نفع کا اصلا مالک نہ ہوگا اور نہر الفائق میں اس قول کی تقویت کی ہے م نہر الفائق میں کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار میں تو اس کو زبردستی مال لینا حلال نہیں ہاں اگر اس کو شبہہ ہو تو محمدؒ کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اس وقت میں اس کو نفع حلال نہ ہوگا اور یہاں کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اس کے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونوں کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اس کو غور کرے انتہی

وفیہ الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب میں ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اس کی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اس کا مالک ہوگا اور اس کی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اس کی ملک میں خبث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اس کو حلال نہ ہوگا اور نہ اس کے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اس کے عقد کے فساد کے سبب سے اور جس نے اس سے خرید کیا اس کو حلال ہے بسبب اس کی صحت عقد کے م جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارت گر اور غاصب اس کی قیمت ادا کرے یا مالک اس کو معاف کر دے تو اب اس کو مول لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اس کے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں م اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ میں بھی متحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اس کے حق میں وہ مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمہ اور ظہیریہ میں حلت وارث کو بایں قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اس کی تحقیق کریں گے اس کے مقام میں م یعنی اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال بسرقہ یا بغصب یا رشوت لیا ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان کو یا ان کے وارثوں کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیرے گا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبی میں ہے کہ مورث مر گیا اور کسب اس کا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اس نے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی تصرف بنی او غرس فیما اشتراہ فاسدا شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اس میں جس کو فاسد خرید کیا تو اس کو گھر اور زمین کی قیمت دینا لازم ہو گیا اور فسخ ممتنع ہو گیا شارح کتاب نے یہ شروع کیا ہے ان مسائل میں جہاں حق استرداد قطع ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنی اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اس کے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختوں کو اکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے م کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جو امام کی

ف مدام انتقال حرمت مال در حق وارث در صورت لاعلمی و بقول صاحب مجتبی مطلقاً حرمت ثابت است وارث وانہ بانذانہ چو ف ذکر بیوع مکروہہ ۱۲

دلیل ہے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اس واسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہے اور گاہے نہیں وتعقبہ فی النہر لحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنی دفع کیا ہے نہر الفائق میں بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے م صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت، کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اس میں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اس وقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہے ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہے اور اس سے پیدا نہیں ہوئی جیسے رنگ اور درخت کپڑے میں اور پیسنا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری سے م طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ کولد او متولدۃ کثمن فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہ لو منفصلۃ غیر متولدۃ جوہرۃ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اس کو فسخ کا اختیار ہے اور اس کا تاوان دے اس کے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرۃ م زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے فقط متصل غیر متولد زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی میں وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے ہاتھ میں مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھ یعنی بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہو گی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے چاہے مشتری نقصان کا مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس بتعلیل النہی بالاخلال بالسعی فاذا انتفی اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید و فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی م قرآن مجید میں منصوص ہے کہ اذان سن کر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید و فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں کذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق میں اس کو بھی مکروہ کہا ہے یعنی اس واسطے کہ نصوص معلل نہیں کذا فی الطحطاوی وقد خص منہ من لا جمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہے اسی سے بیع اس کی جس پر جمعہ فرض نہیں مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یعنی عورتیں اور مسافر اور بیماروں کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ ان پر سعی واجب نہیں وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ لیروجہ اور مکروہ ہے لاڑیا پن بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اس کو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھا دے اور خریداری کا ارادہ نہ کرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اس میں نہیں تاکہ اس کی خریداری پر لوگ رغبت کریں ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیا پن نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہے م یعنی حرمت لاڑیے پن کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے لاتناجشوا یعنی لاڑیا پن نہ کرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اس صورت پر

جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہ ہوئی ہو تو بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت مکروہ نہیں بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنی اس صورت میں بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو ثم صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی شخص کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے نہ ذمی اور مستامن اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قید ابل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح میں قید نہیں کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنی مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المہر والا لایکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اس واسطے کہ یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ثم عنایہ میں ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو شخص مول چکاویں ایک چیز کا اور بائع اور مشتری پر راضی ہو جاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نہ کریں کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اس میں وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہ ہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہیں انتہی اور جامع ترمذی میں انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اس نے کہا کیوں نہیں ایک کمبل ہے جس کو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ ان کو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرتؐ نے ان کو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خریدتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ میں ان کو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دو درم کو لیتا ہوں سو حضرتؐ نے دونوں چیزیں اس کو دیں اور دونوں درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے دوسرے سے کلھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈالا پھر فرمایا کہ جا کر لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اس نے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اس کو دس درم حاصل ہوئے سو اس نے کچھ درموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے منہ میں ہے قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی ثم یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہند میں مشہور ہے اصل ہے وتلقی الجلب بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہے ثم تلقی جلب کی صورت اسبیجابی نے یوں ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلے میں جا کر ملا اور ان سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں آ کر اس نے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کشائش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہ ہوتا تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے

اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحاوی عن الاتقانی وہذا اذا کان یضر باہل البلدۃ او یلبس السعر علی الواردین لعدم علمہم بہ فیکرہ للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اس وقت ہے جب کہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب ان کی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں بسبب دھوکہ دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہوں تو تلقی جلب مکروہ نہیں وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نہ کرے اور چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعضے آدمیوں کو بعضوں سے وہذا فی حالۃ قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہ ہو شخص بیرونی کا مال بیچ دینا بطریق دلالی کے مکروہ نہیں بسبب منعدم ہونے ضرر کے ہم یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع میں جلدی نہ کر میں تجھ کو گراں بیچ دوں گا تو اس واسطے مکروہ ہے کہ اس میں اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی المشتری والاصح کما فی المجتبی انہما السمسار والبائع لموافقتہ آخر الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضہم من بعض ولذا عدی باللام لا بمن بعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر چنانچہ مجتبی میں یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ روزی دے بعضوں کو بعضوں سے اور اسی واسطے بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے ہم یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داؤد میں لا یکرہ بیع من یزید لما مر ویسمی بیع الدلالۃ مکروہ نہیں بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جس میں پیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالۃ کہتے ہیں کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان میں اس کو نیلام بولتے ہیں اس کو بیع من یزید اس واسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے ولا یفرق عبر بالنفی مبالغۃ فی المنع للعنہ علیہ الصلوۃ والسلام من فرق بین والد وولدہ واخ واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عینی وعن الثانی فسادہ مطلقا وبہ قال زفر والائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جہۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ہو اخ رضاعا فافہم اور جدائی نہ کی جائے صغیر غیر بالغ اور اس کے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہے نہ رضاعت سے جیسے چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اس کو جدا کرنا روا ہے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر کے تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع میں بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اس کو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اس کے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اس کے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہ ہو ہم نفی میں مبالغہ منع کیا اس واسطے کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر میں غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نہ کر سکے تو اس قید سے مراہق یعنی قریب البلوغ بھی صغیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعہ ولو علی مال وبیع ممن حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم مخاطبتہ بالشرائع او متعدد ولو الآخر لطفلہ او مکاتبہ فلا باس بہ او تعدد محارمہ فلہ بیع ما سوی واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بہما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاق اور اس کے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو

؎ یعنی حدیث مذکور میں یوں وارد ہے لا یبیع حاضر لباد۔ ۱۲

یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جس نے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شریعہ
نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اس کے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک محارم کا بیچنا
جائز ہے سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح م اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز
ہے دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے او بحق مستحق لکون وجہ مستحقا یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلا یعنی زید کے
پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام اس میں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں وکدفع احدہما بالجنایۃ وبیعہ بالدین
او باتلاف مال الغیر ورد بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دونوں میں سے ایک غلام کو بسبب اس کے
ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے
تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے اس واسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اس کے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہے صغیر
سے نہ غیر کے ضرر میں م یعنی منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اس کے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنے
مالک کو ضرر پہنچے تو اگر مطلقا تفریق منع ہے تو در صورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرض خواہوں کو قیمت دینی
پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبیرین والزوجین فلا باس بہ خلافا لاحمد فالمستثنی احد عشر
بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنے گیارہ ہیں م یعنی صغیر
اور اس کے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اس کے ہاتھ بیچنا
جس نے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہوں ۶ جب کہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں
۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں
۱۱ پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق میں بارھویں صورت یہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اس کی ماں اس کی بیع سے راضی ہو وکما
یکرہ التفریق بالبیع وغیرہ من اسباب الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ لشراء الامن حربی ابن ملک وبقسمۃ فی المیراث والغنائم جوہرۃ اور جیسے
تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اس کے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے
خرید مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرۃ م ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم
جن میں ایک صغیر ہے چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہنچتا ہے تو واجب یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے
اور دونوں بھائی ان کا ثمن قسمت کریں اور اسی طرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی
الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہہ کے واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منہما
ایضا بحر وغیرہ لدفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب
ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیہ تصح شراء کافر مسلما ومصحفا مع
الاجبار علی اخراجہما عن ملکہ وسیجیء فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع میں یہ بھی روایت ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں شراء کافر مسلمان غلام اور
مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات میں آوے گا واللہ تعالیٰ اعلم م یعنی اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو
خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائے گا کہ ان کو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ ہے

واللہ اعلم بالصواب **فصل فی الفضولی** یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں م فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل بمعنی زیادت
کے جیسے انصاری اور اعرابی مناسبۃ ظاہرۃ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شئے پر موقوف
ہے یعنی فاسد میں قبض پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحلبی وذکرہ فی الکنز بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق
کے بعد ذکر کیا ہے اس واسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری
ملک ہے اور جس نے ترے ہاتھ بیچی اس نے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی کے
بعد اگر اجازت نہ ہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ مبیع غیر کا حق ہے ہو من یشتغل بما لا یعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح
وہ یعنی فضولی لغت میں اس کو کہتے ہیں جو مشغول ہو بے فائدہ کام میں تو جس نے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ فضولی ہے تو اس
پر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اس واسطے کہ امر بالمعروف واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اس کو فضولی کہنا ظاہر انفی وجوب پر دلالت کرتا
ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہ ہوئی اس واسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی واصطلاحا من یتصرف فی حق غیرہ
بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدون اذن
شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اس میں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن شرعی فصل ہے
جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا
کطلاق واعتاق ولہ مجیز اے لھذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ العقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ
تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اس کا مجیز ہے یعنی اس تصرف کے واسطے وہ شخص
موجود ہے جو قادر ہے اس کی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر یعنی اگر
مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اس کا کسی عورت سے نکاح کر دیا اس کی زوجہ کو طلاق دی یا اس کا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت
دے گا اور جائز رکھے گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا بیانہ صبی
باع مثلا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ وقت العقد
لا مجیز لہ فیبطل ما لم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلا منعقد نہ ہوگا
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اس نے بیع سابق کو جائز رکھا تو
بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اس کے کہ اگر صغیر نے
مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اس نے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ عقد طلاق کے
وقت اس کا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اس کے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق
مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ
اس کو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے م ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اس کا تصرف
اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اس کو فضولی قرار دیا ووقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر
معزیا للحاوی اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہ ہوگی

چنانچہ ظاہر الجواہر میں حاوی سے نقل کرکے وہذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہ یعنی توقف بیع اس صورت میں ہے اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط سے بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار فیہ لمالکہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اس کو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اس کو بیچا اپنی ذات سے یعنی خود خرید کیا یا اس میں اس کے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اس شخص سے جس نے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے ہم ابو السعود نے حاشیۂ اشباہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہے لہٰذا بیع منعقد نہ ہوگی تو اجازت بھی اس کو لاحق نہ ہوگی اور اگر دو غاصبوں نے دو شخصوں کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر یہی حکم ہے دو فضولیوں کا جنہوں نے ایسا کیا تو غصب کی کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کریں گے تو بیع ہوگا اس واسطے کہ نقود معاوضات میں متعین نہیں کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ہذا الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتوں میں باطل ہے ہم چار صورتیں تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکی اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اس واسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کرے گا تو مشتری یعنی فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جس کے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اس کے واسطے نافذ نہ ہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اس سے لے تو دونوں میں بیع التعاطی اب ہو جائے گی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرہا یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اس وقت ہے جب کہ اس نے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نہ کیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اس طرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ بیچا تو اس کی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اس واسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اس واسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے مبیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اس واسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا سوائے باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول میں مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک فتح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا لفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ

لہ اے اول وجہ بطلان البیع ہذا

اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتوں میں باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جب کہ اس میں مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جب کہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جس نے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اس کی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اس کے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق میں یوں ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور حاصل کلام صاحب نہر جیسے ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وزدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور میں نے اشباہ کے تین مسئلوں پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں حاوی سے اور وہ دونوں یہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوئی یعنی باطل ہے انتہی طحطاوی نے کہا الی ہنا بمعنی انتہی ہے ووقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے وفی العمادیۃ وغیرہا لا ینعقد اقاریر العبد ولا عقودہ وتحققہ فی البحر اور عمادیہ وغیرہا میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اس کے عقود اور اس کی ہم تحقیق کریں گے کتاب الحجر میں م ظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اس واسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے وغیر منعقد اور جواب اس کا یوں ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے ووقف بیع مالہ من فاسد العقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے م غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو ووقف بیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گرو ہے اور غیر کے اجارے میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہے اس کی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے م مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونوں کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی ووقف بیع شئی برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف ہے بیع شئی کی اس رقم پر یعنی ثمن کی علامت اس پر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے م مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اس کے بالعکس ہے قلت وفی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ عرضیۃ الصحۃ ولا بالعکس ہو الصحیح علیہ فتحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جس کو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنی علم فی المجلس سے نہ بالعکس اس کے یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جس کو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اس کے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں م درر میں ہے کہ ایک شئی زید کے ہاتھ بیچی

پھر اس کو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہاں تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہ ہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر
موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اس واسطے کہ یہ فی الحقیقت
بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا اس واسطے کہ مشتری مبیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و بیع المرتد
اور بیع مرتد کی موقوف ہے اس کی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین والبیع بما باع فلان والبائع یعلم والمشتری
لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس به او بمثل ما اخذ به فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور بیع موقوف ہے بعوض اس ثمن کے جو
فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اس کو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جس پر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اس ثمن
کے جس شی سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کر لیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے نہیں تو باطل ہے
وبیع الشی بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل وافی اور موقوف ہے بیع شی کی اس قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد
میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جس میں خیار مجلس شرط ہے
یعنی اگر مجلس میں اختیار کرے گا تو صحیح والا غیر صحیح ووقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما عزی البدائع
اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی بشرطیکہ غاصب نے اس کے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ
بدائع سے مذکور ہو چکا ووقف ایضاً بیع المالک المغصوب علی البینۃ واقرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شی مغصوب کو
گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنی درصورت انکار غاصب اگر گواہوں سے غصب کے اقرار یعنی درصورت انکار غاصب اگر گواہوں
سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہیں وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور
بیع اس چیز کی جس کی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اس کی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے م جیسا کہ چھت کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ
علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے وبیع الورثۃ الترکۃ المستغرقۃ
علی اجازۃ الغرماء اور بیچنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہے وبیع احد الوکیلین او الوصیین
او الناظرین اذا باع بحضرۃ الآخر توقف علی اجازتہ او بغیبتہ فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے یا ایک وکیل یا وصی
یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے واوصلہا فی النہر الی نیف
وثلثین اور نہر الفائق میں بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہنچایا ہے م نہر الفائق میں از تیس قسمیں بیع موقوف کی مذکور ہیں ازا بجملہ
مصنف اور شارح نے تینتیس قسمیں ذکر کی ہیں وحکمہ ای بیع الفضولی لو لہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازۃ من المالک اذا کان
البائع والمشتری والمبیع قائماً بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئاً آخر لان اجازتہ کالبیع حکماً اور حکم یعنی اثر مرتب بیع فضولی کا اگر اس کے
واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت جیسے گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اس
طرح پر کہ مبیع متغیر نہ ہو گئی ہو اس طرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اس واسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے م تغیر مبیع کی یہ صورت
ہے کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور دوخت نہ ہوئی ہو والا اجازت مفید نہ ہوگی کیونکہ اب اس کا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین
کرنے کے کہ اس میں اجازت مفید ہوگی ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن بحر الرائق میں اس کے خلاف ہے بعد رنگ کرنے کے اجازت
غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی وکذا یشترط قیام الثمن ایضاً لو کان عرضاً معیناً لانہ مبیع من وجہ فیکون ملکاً للفضولی وعلیہ مثل المبیع لو مثلیا

والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمجیز امانۃ فی ید الفضولی ملتقی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اس واسطے کہ عرض معین بیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھہرے گا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل بیع واجب ہوگا اگر بیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت اس کی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا تجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اس کے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اس کی موت سے وحکمہ ایضا اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اس کا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیۃ وہل للمشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح نعم ان لم یعلم انہ فضولی وقت الاداء والا ان علم قنیۃ واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانہ امانۃ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیۃ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اس پر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں وقولہ اسأت نہر بئس ما صنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ہم اور غیر مختار قاضی خاں کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی وہبۃ الثمن من المشتری والتصدق علیہ بہ اجازۃ بعد البیع قائما عمادیۃ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ بیع قائم ہو کذا فی العمادیۃ وقولہ لا اجیز رد لہ[1] للبیع الموقوف فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجازہ جاز اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اس کے اجازت دے گا تو جائز نہیں اس واسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر بعد اس کے اس نے اجازت دی تو جائز ہے وافاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل والقول وان للمالک الاجازۃ والفسخ وللمشتری الفسخ لا الاجازۃ وکذا الفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ سفیر محض بزازیۃ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اس کا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اسی طرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہے کذا فی البزازیہ ہم جب فضولی نکاح میں سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہوں گے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اس میں فضولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اس واسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اس کی طرف راجع ہوں گے یعنی مطالب[1] بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اس میں اس کا ضرر ہے تو اس کو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اس کے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح وفی المجمع لو اجاز احد المالکین خیر المشتری فی حصتہ والزمہ محمد بہا اور مجمع میں ہے کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اس کے حصہ لینے میں

[1] یعنی تسلیم بیع کا مطالبہ اسی سے ہوگا اسی طرح عیب کا جھگڑا اسی سے کیا جائے گا ۱۲

از امام محمدؒ نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار بیع ان فضولیا باع ملکہ فاجازہ ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر
اجازتہ لصیرورتہ بالاجازۃ کالوکیل حتی یبیع حطہ من الثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اس کا مال بیچ ڈالا سو اس نے بیع کو جائز
رکھا در حالانکہ اس کو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اس کو علم ہوا مقدار کا تو اس نے بیع کو رد کیا تو اس کی اجازت ہی معتبر ہوگی نزد لسبب ہو جانے
فضولی کی اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اس کا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت
دینے سے تو وکیل کو بیع کا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اس کا علم ہو یا نہ ہو کذا فی المنح اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ
المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح بدایۃ او ادی المشتری الضمان الیہ
علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وہو العتق لا الثانی وہو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خریدا غاصب سے
غلام کو پھر مشتری نے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنا بر اصح قول
کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اس واسطے کہ
اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت م یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع مزر کے
واسطے بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج
ملک ہے ثبوت کے وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید
لگائی اس واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے لسبب ثابت ہونے اس کی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی م یعنی
غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہے نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اس وقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہ تھی
لہذا نافذ نہ ہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اس میں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحطاوی ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ
فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر ولو قبل الاجازۃ یکون للمشتری لان الملک
تم من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلا غلام بیع کا اس کے مشتری کے پاس پھر اس کی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع
قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو بیع سے چنانچہ اس کا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت ان کا حدوث
مشتری کے مملوک میں اس واسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اس کی ملک میں
حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اس کے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے وتصدق بما زاد
علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جس قدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اس کو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے
بسبب نہ داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اس کے ضمان میں کذا فی الفتح م ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کے
ضمان میں اس قدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جس قدر دیت زیادہ ہوگی اس میں شبہ ہے عدم ملک کا لہذا اس کا
تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ قید اتفاقی فبرہن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی
او اقرار رب العبد انہ لم یامرہ بالبیع للعبد واراد المشتری رد البیع ردت بینتہ ولم یقبل قولہ للتناقض فضولی نے غیر کا غلام
اس کے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلا بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو
بیچنے کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے بیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اس کے گواہ مردود ہیں اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا

بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اس واسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے م وجہ تناقض یہ
کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اس کے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہے
تو گواہ بھی مقبول نہ ہوں گے کما لو اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امرہ او برہن علی اقرار المشتری بذلک واصلہ ان من سعی فی نقض ما تم
من جہتہ لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اس نے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اعتراف
کے اقرار پر اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اس چیز کے توڑنے میں جو اسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اس کی سعی
مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسئلوں میں مقبول م ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اس پر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے
اس کو قبل اس کے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کو
کو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس کو حرم بنا لیا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اس کو میں نے مدبرہ کیا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لونڈی
پھیرے اور اس پر محمول ہو گا کہ اس نے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اس نے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ میں گرفتار نہ رہے کذا فی الطحطاوی و
ان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بحر بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقہ علیہ علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض
لا یمنع صحۃ الاقرار لعدم التہمۃ فاذا توافقا بطل فی حقہما لا فی حق المالک للعبد ان کذبہما وادعی انہ کان یامرہ فیطالب البائع بالثمن
لانہ وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام
کے مالک نے مجھ کو اس کی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائے گی اس واسطے کہ ایسا تناقض
عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب نہ ہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہو گی دونوں کے
حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب کرے اور اس کا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کرے
کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی ان کے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے
تو بائع سے پھیرے کذا فی الطحطاوی و باع دار غیرہ بغیر امرہ واقبضہا المشتری نہر واما ادخالہا فی بناء المشتری فقید اتفاقی در رلپنے غیر کا گھر بیچا
بدوں اس کے امر کے اور اس پر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت میں چنانچہ کنز میں واقع ہے سو قید اتفاقی
ہے نہ احترازی کذا فی الدرر م بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری
لم یضمن البائع قیمۃ الدار لعدم سرایۃ اقرارہ علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو
گھر کی قیمت کا تاوان نہ دے گا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر م عدم سرایت اقرار بائع اس کے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم
عدم نزاع دار کی علت ہے یعنی مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائے گا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت
کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی
فان برہن المالک اخذہا لانہ نور دعواہ بہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعوی کو شہادت سے
روشن اور ثابت کر دیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع فضولی وآجرہ آخر او زوجہ او رہنہ فاجیز امعا ثبت الاقوی فتصیر مملوکۃ لا زوجۃ
فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اس کو اجارہ دیا یا اس کا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی اجازت
ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہو گا اور لونڈی مملوکہ ہو گی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اس واسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر

جائز ہوں چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو عورتوں سے نکاح کیا یا غلام کو دونوں نے جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے اجازت ہوئی ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کذا فی المنح سکوت المالک عند العقد لیس باجازۃ خانیہ من آخر فصل الاقالۃ۔ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں ہے فصل اقالہ کی اخیر سے۔

باب الاقالۃ

یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں م مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضولی دہ ہوت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ہی لغۃ الرفع من اقال اجوف یائی اقالہ لغت میں رفع ہے اجوف یائی سے م بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اس کو رد کیا ہے کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا مصدر ثلاثی یائی آتا ہے زوادی مجموع اللغت میں کہا قال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح وقاموس وغیرہا نے اس کو ق ی ل کے مادے میں مذکور کیا ہے نہ ق و ل میں وشرعاً رفع البیع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اس کے ثبوت کے زائل کرنا اور رشادینا وعمم فی الجوہرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کہا ہے تو یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصح بلفظین ماضیین و ہما رکنہا او احدہما مستقبل کاقلنی فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا وکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں سے اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا م یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اس میں درحکم بیع نہیں اس واسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وہو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہ ہوگا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضاً بلفظ فسختک وترکت وتارکتک ورفعت اور اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنی میں نے تجھ سے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھ سے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا دیا م مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی ہوسکتا ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ م یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے فقط اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع ہوتی ہے وفی السراجیۃ لا بد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن مدفوع مزید علیہ دونوں جانب سے م یہ قول مقابل ہے صحیح قول مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے وتتوقف علی قبول الآخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ او قبضہ فور قول المشتری اقلتک ولان من شرائطہا اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہو طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے بیع کو قطع کیا یا اس پر قبضہ کرلیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اس واسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے م فی الفور سے مراد یہ ہے کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس اس مسئلہ سے متفرع ہے جو قنیہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اس کا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہ ہوگی بسبب نہ متحد ہونے مجلس کے ورضی

المتعاقدین او الورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہے متعاقدین کی یا ان کے وارثوں یا وصی کی وبقاء المحل القابل للفسخ بخیار فلو زاد زیادۃ
تمنع الفسخ لم تصح خلافا لھما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت
کے تو اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہ ہو گا خلافا للصاحبین م زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ رنگ
اور درخت اور زیادت منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمر وقبض بدلی الصرف فی اقالتہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ میں وان لا یہب
البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نہ کیا ہو قبل اس کے قبضہ کرنے کے م طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون
مراد ہے اگر بائع نے اس کو ثمن قبل القبض ہبہ نہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ بیع ماذون ووصی ومتولی اور یہ شرط ہے کہ بیع اس
ثمن سے نہ ہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں م یعنی ایک چیز کی قیمت ایک درم ہے اور غلام ماذون یا
وصی یا متولی نے اس کو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں برعایت مولی اور یتیم اور وقف کے اور اسی طرح اگر کثیر القیمت کو
بثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں وتصح اقالۃ المتولی ان خیراً للوقف والا لا الاصل من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس
الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قیل وبالسلم اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اس
کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکیں
یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی
خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اس کا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا
اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرۃ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں کذا فی الجوہرۃ اس واسطے کہ شارح نے نکاح کے واسطے
رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں ہوتی عتاق کے مانند وابراء بحر من باب التحالف
اور اقالہ نہیں ابراء میں کذا فی البحر من باب التحالف اس واسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہیں کرتا وہی مندوبۃ للحدیث
اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف م ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالی روز قیامت میں اس کی ذلت اور لغزش کو دور
کرے اور بیہقی کی روایت میں مسلماً[1] نادما وارد ہے کذا فی الفتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غرہ البائع لیسرا نہر بحثا فلو فاحشا
فلہ الرد کما سیجئ اور اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اس میں اقالہ واجب ہے جب کہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو
کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اس کو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آگے آوے گا وحکمھا انھا فسخ فی حق المتعاقدین
فی ما ھو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کے ہے
موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں م موجبات عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدوں شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے
خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے
مطلقا متعاقدین کے حق میں اور غیر متعاقدین کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرط زائد کان بیعا جدیدا فی حقھما ایضا
کان شری بدینہ الموجل حینا ثم تقایلا لم یعد الاجل فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ منہ ولو ردہ بخیار لقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیھما خانیۃ

[1] یعنی جو مسلمان چیز بیچ کر پچھتاوے اور بائع اس کو پھیر لے ۱۲

اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوا تو اقالہ متعاقدین کے حق میں بھی جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی جنس کو
خرید کیا پھر متعاقدین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نہ کرے گی تو اس کا دین فی الحال لازم الادا ہو جائے گا گویا صاحب دین نے
اس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہو گی
کیونکہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں میں عود نہ کرے گی کذا فی الخانیہ م یعنی اقالہ اور رد بالعیب
میں کفالت کا اعادہ نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہے نہ کفالت
کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہ فسخا فروعا فالاول انما تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع
لا قبلہ مطلقا ابن الملک پھر اقالے کے فسخ کے چند فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہوتا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ متعذر ہونے
فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع اور نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادتی قبل القبض مانع اقالہ نہیں
مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ تفریعیہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہ ہوتا تو ثابت ہوا
کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصح بمثل الثمن الاول بالسکوت عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے
سکوت سے یعنی در صورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہ ہوتا فیرد مثل المشروط ولو المقبوض
اجود او اردأ اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائے گا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت
کھوٹا اگرچہ ... [illegible] ... کذا فی النہر ... [illegible] ... اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا۔
اور ... [illegible] ... کذا فی البحر عن الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمتہ او اشتریا شیئا باقل منہا للوقف او الصغیر لم تجز
اقالتہ ولو بمثل الثمن الاول وکذا المأذون کی مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے
واسطے کوئی چیز بیچی اس کی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خرید کی وقف یا صغیر کے واسطے اس کی کمتر قیمت سے تو اقالہ اس کا جائز نہیں
اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وان وصلیۃ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او
اجلہ وکذا فی الاقل الا مع تعیبہ فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قیل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے اقالہ
صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر مبیع کے معیوب ہو جانے
کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اس قدر کی زیادتی
اور کمی میں کچھ مضائقہ نہیں جس میں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ ان شرط کا ان وصلیہ ہے نہ فصلیہ م ان شرط متعلق ہے ماقبل استثناء سے
تو اس کی تقدیم استثناء پر مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ کما سیجئ اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ
فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اس کی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آوے گا م تعلیق کی صورت یہ ہے
... [illegible] ... زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزاں خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اس کے ہاتھ بیع کیجیو اور
... [illegible] ... زیادہ ثمن کو بیع کی تو بیع ثانی منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ اقالے کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والرابع یجاز
للبائع بیع المبیع منہ ثانیا بعدہا قبل قبضہ ولو کان معاقدتہا باطل کبیعہ من غیر المشتری عینی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے
کہ مبیع کو مشتری سے دوسری بعد اقالے کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے

بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ھم لبطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہے قبل اس کے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعدھا بلا اعادۃ کیلہ ووزنہ اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اس کے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہ ہوتا والسادس جاز ھبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچھ جائز نہ ہوتا م وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض وانما ہی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں سوائے زمین کے م زمین کا اقالہ اس واسطے فسخ نہ ہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مغانمۃ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مغانمہ یا متارکہ یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جاوے گا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہے م بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جس کو تو نے خرید کیا وثمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع الشفعۃ ثم تقایلا قضی لہ بہا لکونہ بیعا جدیدا فکان الشفیع ثالثہما اور اس کا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالے کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے سو موضع اول یہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اس کو دلایا جاوے گا بسبب اس کے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعدہا لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا بسبب اس عیب کے جو اس کو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اس واسطے کہ وہ بیع ہے اس کے حق میں م یعنی جب کہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اس کو پھیر دے بائع اول کو تو اس کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ یہ اس کے حق میں بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب من آخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں جب کہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اس واسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراہ منہ بالاقل اور رابع یہ ہے کہ مشتری نے مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں ... اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری مذکور سے اس کو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عبدا للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثہما اذ الرد بالعیب بلا قضاء اقالۃ اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گزر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اس کو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو ان کی زکوۃ ساقط نہ ہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اس واسطے کہ بواسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم

قاضی اقالہ سے ہم غلام میں خدمت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اس کی خرید استہلاک نہ ہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں اور فیر تقضا کی قید کا فائدہ ہے کہ بحکم قاضی ہو کر باپ کے حق میں فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہ ہوئی اور اجناس ہلاک ہو گئیں تو زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ ردبالعیب بالقضا اس واسطے اقالہ کارہ بیع جدید ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک ٹھہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا تو فقیر کے حق میں بیع اول سے مرتفع ہو جاتا

کذا فی الطحطاوی وزیادۃ التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانہ حق اللہ تعالی فلعلہ ثالثہما صدر الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبرا کا زیادہ کیا گیا ہے اس واسطے کہ استبرا حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ٹھہرا متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ م وجوب استبرا کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اس پر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو وطی اس کی جائز نہ ہوگی مگر بعد استبرا کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرہن فالمرتہن ثالثہما نہر فہی لسبعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے تو ہوئے م نہر الفائق میں کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتہن ہے اور اسی طرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے متاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا زیادہ مناسب تھا کہ مرتہن اور متاجر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی والاقالۃ یمنع صحتہا ہلاک المبیع ولو حکما کاباق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو جیسے بھاگ جانا غلام کا م اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف میں واقع ہو م چونکہ اصل بیع میں مبیع ہے نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی ثمن کی وہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا نہیں بقدر باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے م از انجملہ یہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اس کے حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اس کو قنیہ سے مذکور کرے گا ولیس منہ ما لو شری صابونا فجف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہیں واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقایضہ اور اسی طرح سلم میں ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہے اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل نہیں م مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیۃ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اس کی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہو گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیۃ وان اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہا او حصد افقطعت یدہ واخذ ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شیء للبائع من ارش الشجر والید وان علم بہ بقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان خیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن او الترک قنیۃ اگر درخت والی زمین خرید کی

ف یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ آئندہ جس سے معلوم ہو کہ لونڈی کو مشتری سے حمل نہیں ۱۲

پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہالیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہوا اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیۃ وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر م یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیہوں پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ میں ہے کہ دونوں نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی تو اس کو پھیر دے اور اس کا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ میں ہے کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں جاتا کذا فی الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلا ہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لاتقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط والساقط لایعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا اور بیع پھر آوے گی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ میں ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں م یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف حکم راس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں م اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی ولو تفرقا قبل قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں م اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثنا منقطع ہے کیونکہ کلام راس المال میں ہے وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور اشباہ میں ہے کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے بیع اقالہ کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے م اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بعکسہ تحالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اس کے بالعکس ہو وے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم

لازم آوے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں م جب کہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائے گا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی روایت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلم فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ میں ہے مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اس کا پھل کھایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں م نزل بضم نون وزائے معجمہ اگرچہ بمعنی روزی ومہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انگور کا مراد ہے۔

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جب کہ بیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا م یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب مبیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل ہے نہ ثمن نہر الفائق میں ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیقؓ نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ ہم کو دے صدیقؓ نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر المساواۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے م مساومہ وہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اس میں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اس کا رواج سوداگروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض نفع ہے المرابحۃ مصدر رابح اور مرابحہ مصدر ہے رابح کا م عرب بولتے ہیں باع المتاع اور اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کردیا وشرعا بیع ماملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز بسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہوگیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اس کا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ مملوک اس کو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مونت کے اگرچہ مونت مذکورہ مبیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط م خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لے کر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر دال ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خرید ہے بائع کی تو اس میں مرابحہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کے بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت ملی ہے تو اس میں مرابحہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیہ زیلعی میں بدائع سے اس کا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہے مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی وغیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی وغیرہ کا یعنی غیر کو

پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اس کا خون بہالیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہوا اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیۃ وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اس کے حصے کے برابر م یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اس واسطے کہ عقد خرید پر وارد ہے نہ گیہوں پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ میں ہے کہ دونوں نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی بیعہ سے وطی کی تو اس کو پھیر دے اور اس کا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ میں ہے کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اس کے غیبت میں کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں جاتا کذا فی الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائے گا اور بیع پھر آوے گی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیہا رأس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ میں ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اس میں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں م یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اس میں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف حکم راس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں م اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی ولو تفرقا قبل قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں م اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثنا منقطع ہے کیونکہ کلام راس المال میں ہے وفیہا اختلف المتبائعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور اشباہ میں ہے کہ متبائعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے بیع اقالہ کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے م اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس واسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بعکسہ تحالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اس کے بالعکس ہووے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم

لازم آوے گی بشرطیکہ قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں م جب کہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائے گا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی الطحطاوی وروایت معزیا للخلاصة باع کرما وسلمہ فاکل المشتری نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ میں نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اس کا پھل کھایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں م نزل بضم نون وزائے معجمہ اگرچہ بمعنی روزی ومہمانی کے ہے لیکن یہاں پھل انگور کا مراد ہے۔

باب المرابحة والتولیة

یہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جب کہ مبیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا م یعنی اب تک ان بیوع کا بیان تھا جن میں جانب مبیع ملحوظ تھا اب ان بیوع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اس واسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل ہے نہ ثمن نہر الفائق میں ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اس واسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر واقف کار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیقؓ نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ ہم کو دے صدیقؓ نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر المساومة والوضیعة لظہورہما اور مصنف نے مساومہ و وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے م مساومہ وہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اس میں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اس کا رواج سوداگروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض استرباح المرابحة مصدر رابح اور مرابحہ مصدر ہے رابح کا م عرب بولتے ہیں باع المتاع او اشتری مرابحة یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کردیا وشرعا بیع ماملکہ من العروض ولو بہبة او ارث او وصیة او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنة وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحة علی تلک القیمة جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہوگیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اس کا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرے گا جتنے کو کہ مملوک اس کو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مونت کے اگرچہ مونت مضمومہ مبیع کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اس کے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط م خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لے کر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اس پر دال ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خرید ہے بائع کی تو اس میں مرابحہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کے بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت ملی ہے تو اس میں مرابحہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیہ زیلعی میں بدائع سے اس کا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اس کی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہے مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیة مصدر ولی وغیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی وغیرہ کا یعنی غیر کا یعنی غیر کو

والی اور کارساز مقرر کیا وشرعا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکما یعنی بقیمتہ فرعبر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک
چیز کی اس کے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اس واسطے کہ تولیہ ثمن
میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اس کا نام تولیہ ہے لیکن ظاہرا یہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جب کہ وہ مغصوب کو بعد تضمین
قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اس کو بھی شامل ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا
کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اس واسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے **وشرط صحتہما**
کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز
مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون اور عددی تقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اس واسطے شرط صحت ہو کہ اگر ثمن غیر مثلی
ہو چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا
مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اس کو تسلیم کر دیا
پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے
تو جائز ہے کیونکہ زید اس کے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر بتصرف **وکون الربح شیئا معلوما ولو قیمیا مشارا الیہ کہذا الثوب لانتفاء**
الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع
کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہ ہو بلکہ قیمت والی چیز مشارا الیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کرے گا دہ یازدہ کے نفع پر
یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچے گا تو جائز ہوگا مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اس کا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اس کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا
فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اس کا معلوم نہ ہوا لہذا بیع جائز نہ ہوئی **ویضم البائع الی راس المال اجر القصار**
والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل لو حمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوۃ و
طعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع راس المال کی طرف
مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہ ہو اور مزدوری کپڑے کے نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے
اور بھیڑ بکریوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچائی کھیت
اور انگور کی اور اس کی جاروب کشی اور پیر ہون اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری اور اسی طرح لکڑی سے دروازہ بنانے
اور موتی میں سوراخ کرنے کی مزدوری اس کے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر **واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشروطۃ**
فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی اسی قید
پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اہل لغت کے نزدیک
سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہا میں دونوں
میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جس کے ساتھ متاع ہو غالبا نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرت دلال بالاجماع ثابت ہے
والضابطۃ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع
میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اس کی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے جس کو تجار

اپنے عرف میں راس المال کے ساتھ ملاتے ہوں اس کو ملانا چاہیے ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے اتنے کو خریدی اس واسطے کہ یہ جھوٹ ہے م مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اس کی سلائی میں صرف ہوا تو مالک اس کے بیچنے کے وقت یوں کہے پانچ روپیہ کی پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے پانچ کو خرید کی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جس قدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم الموروث ونحوہ او باع برقمہ او صاد قال ارقم فتح اور اسی طرح مرابحہ جائز ہے جب کہ شی موروث وغیرہ کی قیمت ٹھہرا دے یا بیع کر ان کی رقم پر بیچے لیکن بیان رقم میں بیجا ہو کذا فی الفتح م رقم عبارت ہے اس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم نہیں پہچانتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اس پر اتنا نفع لے کر بیچوں گا خواہ وہ رقم اصل ثمن سے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بنا دے گا تو بیع صحیح نہ ہوگی ولا یضم اجر الطبیب والمعلم والدرر ولو للعلم والشعر وفیہ ما فیہ فلذا اطلق فی المبسوط بعدم العرف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت جس جو کچھ ہے سو ہے اسی واسطے مبسوط میں عدم ضم تعلیم کی اجرت میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہے م بعض علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل قریب ہے یعنی اگر رواج ہو جاوے کا تو ملاوے ورنہ نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصا والدلالۃ والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ م یعنی سوداگر کا خرچ جو اپنی ذات کے طعام اور کسوت میں سفر تجارت کے اندر اس کو بھی اس بیع میں حساب نہ کرے ولا اجر عملہ بنفسہ او تطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے اجرت اس عمل کی جو بنات خود کیا یعنی مثلاً اپنا رنگ اور سینا حساب نہ کرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اس کی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما مر ہو اور وکانہ للعرف والا فلا فرق نظر فتدبر اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اس کو راس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فضلاء نے اس کی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت الحفظ اور مخزن میں سو تامل کرے وما یوخذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ ملاوے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ میں ظلم سے مگر اس وقت ملانا چاہیے جب کہ رواج میں اس کے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج یہی اصل ہے ضم اور عدم ضم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو عینی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلالت کرتا ہے م طحطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اس کو مقتضی ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضی پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اس کے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اس کو پھیر لے اس کے پورے ثمن سے یا اس کو پھیر دے بسبب فوت ہو جانے رضامندی کے یعنی در صورت خیانت مشتری اس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی النہر الفائق میں ہے خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اس کو ملاوے جس کا ملانا جائز نہیں یا جو نو درم کو خرید کی ہو اس کو دس درم بتا دے ولہ الحط قدرہا الخیانۃ فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کر ڈالنا تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے م یعنی اگر قدر خیانت کو کم نہ کرے تو تولیہ ثابت نہ ہو اس واسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلک فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ من الردلزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط

خیارہ اور اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اس کو مشتری ہلاک کرے مرابحہ میں اس کے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے رد کی چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اس کو لازم ہو گی تمام ثمن مسمی سے اور اس کے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہو گا وقد منا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا ثم حدث آخر لم یرجع بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ مبیع میں عیب پاوے پھر دوسرا عیب اس میں پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیر لے م مولی اسم مفعول ہے تولیہ سے رجوع بالنقصان ہو اس واسطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہو گی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی وشراہ ثانیا بجنس الثمن الاول بعد بیعہ بربح فان رابح طرح ما ربح قبل ذلک خرید کیا اس کو دوبارہ ثمن اول کے ہم جنس سے بعد اس کے بیچنے کے نفع لے کر پھر اس کا مرابحہ کیا چاہے تو کم کر ڈالے اس قدر کہ جو نفع لے چکا ہے قبل اس کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اس کے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو اب اگر دوسری بار فائدہ لے کر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو پانچ کو پڑا پھر اس پر جتنا چاہے نفع لے اور قید ہم جنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درم ہوں تو اس کو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اس واسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اس کا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ میں دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنہ لم یرابح خلافا لہما وہو ارفق وقولہ اوثق بحر اور اگر فائدہ اس کے ثمن کو مستغرق ہو اس طرح پر کہ دس درم سے خرید کر کے بیس درم کو بیچے بطور مرابحہ کے پھر اس کو مشتری سے خرید کرے بعوض دس درم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اس کو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول خلق پر سہلتر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر ولو بین ذلک او باع بغیر الجنس او تخلل ثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اس کو بیان کر دے اس طرح پر کہ میں نے اس کو بیچا تھا اتنا نفع لے کر پھر اتنے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح رابح ای جاز ان یبیع مرابحۃ لغیر سید شری من مکاتبہ او ماذونہ ولو المستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ہذا القید لتحقیق الشراء فغیر المدیون بالاولی علی ما شری الماذون لعکسہ نفیا للتہمۃ مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اس مولی کو جس نے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اس کی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اس کے یعنی ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مرابحہ مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اس واسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہ ہو گا تو مولی کا اس سے خرید کرنا صحیح نہ ہو گا کیونکہ وہ مولی کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق اولی یہی حکم ہو گا م صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کے مولی نے اس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولی دس درم پر نفع لے کر بیچے اور اسی طرح اگر مولی نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کے غلام مذکور نے اس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیع کرے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک غیر میں تصرف کو مفید ہے مگر اس میں عدم عقد کا شبہ ہے اس واسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہیں تو گویا مولی نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید و فروخت کی لہذا حکم مرابحہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر وکذا کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ ولو بین ذلک رابح علی شراء نفسہ ابن الکمال اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک شخص کا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اس کی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کر دے کہ میں

میں نے اس کو اپنے غلام یا مولیٰ سے یا اپنی اصل فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لے کر بیچے کذا صرح ابن الکمال م اس حکم میں سوا ر جلین اور واحد التصفاو ضین اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب ہے امام کا خلافا للصاحبین کذا فی الطحطاوی ولو کان مضاربا معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوبا و باعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال باثنی عشر و نصف لان نصف الربح ملکہ و کذا عکسہ کما سیجئی فی بابہ و تحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جس کے پاس دس درم ہیں بالمناصفہ نفع پر انہیں درموں سے اس نے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال ساڑھے بارہ درم کو بیچے اس واسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درم ملک ہے صاحب مال کی اور اسی طرح اس کے بالعکس میں حکم ہے یعنی جب کہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اس کا ذکر کتاب المضاربہ میں آوے گا اور تحقیق اس کی نہر الفائق میں ہے یرابح مرید ہا بلا بیان اے من غیر بیان انہ اشتراہ سلیما اما بیان نفس العیب فواجب فتعیب عند ہ بالتعیب بافۃ سماویۃ او لصنع المبیع و وطی الثیب ولم ینقصہا الوطی کقرض فار و حرق نار للثوب المشتری وقال ابو یوسف و زفر والثلثۃ لابد من بیانہ قال ابو اللیث و بہ ناخذ و رجحہ الکمال واقرہ المصنف مرید مرابحہ نفع لے کر بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہے بدوں اس طرح بیان کرنے کے کہ اس نے مبیع کو باسلامت خرید کیا تھا سو اس میں عیب لگ گیا اس کے پاس لحوق عیب ناگہانی سے بسبب آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اس میں کچھ نقصان نہ ہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہے قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور آئمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب ناگہانی کا بیان کر دینا مرابحہ میں ضرور ہے اور فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال الدین نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے م بیان نفس عیب اس واسطے واجب ہے تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہے تو اس پر بیان کر دینا واجب ہے بعض مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہو گا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی و یرابح ببیان التعیب ولو بفعل غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش و قید اخذہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لے کر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق ہو تو بیان اس کا مرابحہ میں واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدوں اس کے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ میں اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح و وطی البکر ککسرہ بنشرہ وطیہ لصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ بالاتلاف واذا قال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لے کر بیچے جماع باکرہ کو بیان کر کے جیسے بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اس کے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہے بسبب ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ میں یہ قید لگائی کہ عدم بیان اس وقت ہے جب کہ جماع سے اس میں نقصان نہ ہو گیا ہو م ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہیں پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہیں تو ان کے مقابل ثمن واقع ہو گا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت کا موجب ہے لہذا اس کے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہاں اگر ثیبہ میں جماع سے نقصان لاحق ہو گا تو ثابت ہو گا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس واسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہیں ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ و باع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری ادھار خرید کیا ہزار درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدوں بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے فان تلف المبیع بتعیب

ؕ یعنی جو دو شخصوں میں شرکت مفاوضہ ہو کہ برابر مال ہر ایک نے لگا کر شرکت کی ہو۔ ؕ یعنی جو شخص بیع مرابحہ چاہے

او تعییب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اس کو معلوم ہوا کہ بائع نے اس کو ادھار خرید کیا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسی طرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا حکم ہے جمیع مسائل مذکورہ میں ھ یعنی درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہے اور درصورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ میں بیان کرنا ضرور نہیں اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہے ادھار خریدنے میں بھی وقال ابوجعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والموجل بحر ومصنف اور ابوجعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہے زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن موجل کے ہے کذا فی البحر شرح المصنف ھ یعنی اگر ثمن حال مثلاً پندرہ ہوں اور ثمن موجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھیر لے ولی رجلا شیئا اے باعہ تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن وکذا الحکم المرابحۃ وخیر المشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنی اس کو بطرز تولیہ بیچا بعوض اس قدر کے جتنا اس پر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اس ثمن کے جس سے اس کو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اس پر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہ معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اس کے لینے اور چھوڑنے میں بشرطیکہ مجلس عقد میں ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہے ھ بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہے کیونکہ یہ بیع باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا وبہ افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال وتصرفہ فی بعض المبیع قبل علمہ بالغبن غیر مانع منہ فیرد مثل ما تلفہ ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصا جان اس بات کو کہ رد بیع نہیں ظاہر الروایہ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت ٹھہرانے والوں کی قیمت مقرر کرنے میں داخل نہ ہو اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتوی دیا ہے مطلقا خواہ اس کو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا اور غبن فاحش میں یہ پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کے اکثر روایات ہیں اور اسی کا فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اس کو دھوکھا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکھا دیا یا اس کو دلال نے دھوکھا دیا تو اس کو رد بیع کا اختیار ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اس کا مثل پھیر دے جس کو اس نے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنا بر صواب قول کے انتہی قول القنیہ ملخصا جس قدر تصرف کیا اس کے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اس کا قول مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اس کے حصے کے موافق ثمن سے کر کذا فی الحلبی لقی لو کان قیمیا لم ارہ باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہوا اور اس میں غبن فاحش ہوا ہو میں نے اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر پر یعنی اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہے تو رد بیع جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا میں اور اسی کی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ھ صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نہ کرے ولیکن یہ حکم اس مغبون میں ہے جس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اس کو فریب دینے سے غبن ہوا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ فی فصل الغرور المغرور لا یوجب الرجوع

الا فی ثلث منہا فیہ اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر
تین صورتوں میں اولی الجملہ ایک یہ صورت ہے جو متن میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہے اگر اس کا دھوکا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع
نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکا ثم استحقا رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ غرور اس عقد میں ہو جس کا نفع دافع کی طرف راجع ہو
جیسے ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق غیر نکلیں تو دافع سے بھر لے جس قدر اس نے تاوان دیا ہو دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور
مودع اور موجر کو اس واسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد
کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کر کے کہ میں اس کا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے
تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان بھر لے کیونکہ اس نے اس کو دھوکا دیا اس بات میں کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت
اجارہ یہ ہے کہ جیسے جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کر کے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اس سے ضمان لیا
تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے
عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی جب مستعار اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو
پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واہب سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر
اور موہوب لہ کی طرف راجع ہے نہ معیر اور واہب کی طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی او ابنی فقد اذنت لہ ثم ظہر حرا او ابن
الغیر رجعوا علیہ للغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور معاوضہ کے ضمن میں ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے
غلام یا میرے بیٹے سے خرید و فروخت کرو مقرر میں نے اس کو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے زید کا تو
اہل بازار زید سے بھر لیں بسبب غرور کے بشرطیکہ باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اس کے آزاد ہونے کے بعد بھر لیں و
ہذا ان اضافہ الیہ وامر بمبایعتہ اور یہ یعنی دھوکا دینے والے سے بھر لینا اس وقت ہے کہ جب اس نے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی
یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اس کے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری او استولد ثم استحقا رجع علی البائع
بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ غرور عقد معاوضہ کی یہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی
غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھر لے م بائع سے قیمت لینا عمارت کا اس وقت ہے جب کہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے
لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہیں کیا مگر ان کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلایا جائے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد
کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اس کی قیمت بھر لے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتہنی
اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو باب استحقاق میں آوے گا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو خرید کر لے کہ میں غلام ہوں بخلاف یوں کہنے کے کہ مجھ کو رہن رکھ
لے م یعنی اس کے کہنے سے اسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہیں والا مشتری
اس سے بھر لے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کر کہ رد المحتار کے نسخ یہاں مختلف ہیں اکثر نسخوں میں یوں ہے کہ اشترنی فانا عبد ارتہنی اور
بعضے نسخوں میں یوں ہے بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ
کتب فقہیہ میں مصرح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہے نہ رہن رکھنے میں واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما زوجہ امرأۃ علی انہا حرۃ

۱؎ یعنی اس کا مقام معلوم ہو۔

ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق وسیجیٔ آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہے جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کردیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے پھیرلے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر میں آوے گا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا بل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظھر للمصنف لا لتصریحھم بان الحقوق المجردۃ لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمنا فی خیار الشرط معزیا للدرر کیا انتقال کرتا ہے رد بیع فریب دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اس کا وارث اس کو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ اور مشیت سے میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یوں ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں اور ہم اس کو پہلے ذکر کرچکے ہیں خیار الشرط میں درر سے نقل کرکے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومۃ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل القاعدۃ التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب لیصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جس کا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اس کے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اس کی طرف کہ رد بیع غرور سے موروث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اس کے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہے بسبب عیب مبیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہے بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اس کو تامل کرو وجہ تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اس کو مفید ہے کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹھہرا مورث کے دھوکا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی عاین ما یعرف بالعیان نفی الغرور فتدبر اور ہم نے مقدم ذکر کیا ہے باب خیار الشرط میں خانیہ سے کہ جب اس نے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہوجاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ ہستی ساقط ہوجاتا ہے غور کرے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیھما وتاجیل الدیون

یہ فصل ہے مبیع اور ثمن کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونوں میں اور دیون کی مدت مقرر کرنے میں صح بیع عقار لا یخشی ھلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ھلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نھر ونحوہ کان کمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جس کے تلف ہونے کا خوف نہیں قبل اس بات کے کہ اس کے بائع سے لے کر اس پر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اس کے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اس وقت میں غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع میں تو اس کی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہیں ہم امام شافعی اور محمدؒ کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی علت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہے اور ہلاکی عقار میں نادر ہے اور نادر کا کچھ اعتبار نہیں منح الغفار میں ہے کہ مصنف نے تعبیر بیع بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اس واسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضائے بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل اس کے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے ککتابۃ واجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما سیجیٔ جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اس کے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اس کے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آوے گا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ

وہبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ یصح علی قول محمد وہو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے
سے پہلے اور اس کے مدبر کرنے اور اس کے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اس کے
بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے م یعنی اگر منقول خریدکیا اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا تو اس کا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور
تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور
غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ ماموہوب جائے قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے
قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک مبیع قبل قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اس واسطے لگائی
تاکہ معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف
فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے ہلاکی
عوض سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے جیسے بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اس میں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فسخ نہ
ہو ہلاکی عوض سے جیسے مہر اور عتق بعوض مال تو اس میں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وہبہ من البائع قبل
قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ منہ قبلہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف
بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً جوہرۃ قلت وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور مبیع منقول اگر ہبہ
کیا بائع کو قبل اس کے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اس کو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر منقول کی بیع کی تو یہ بیع بائع سے ثانی صحیح نہیں اور
بیع اول نہ ٹوٹے گی اس واسطے کہ یہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول
مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن
میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو مشتمل ہے غور کر لے م یعنی بیع منقول کی قبل قبض
کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اس کو غیر صحیح کہا تو باطل اور غیر صحیح اس میں دونوں محتمل
ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اس واسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی مبیع اور
ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطرہ انفساخ عقد در صورت ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے اشتری مکیلا
بشرط الکیل حرم لہ ای کرہ تحریماً بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد بانہ لایقال لآکلہ انہ اکل حراماً لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ
خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اس کا بیچنا اور کھانا تاوقتیکہ اس کو ناپ لے اور البتہ علما نے اس کے فساد بیع کی
تصریح کی ہے اور اس کی کہ اس کے کھانے والے کو حرام خور نہ کہیں گے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے
اس کو شرح بیان کیا ہے حرام خور اس واسطے نہ کہیں گے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا
کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرتؐ
نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحق اور بزار اور عبدالرزاق
اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی
فتح القدیر اور عدم جواز کی علت نقلی کو شارح بعد اس کے بیان کرے گا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وہی

للبائع اور مکیل کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی بائع کا حق ہے م یعنی جب مکیل اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اس میں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کہ شاید زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع میں وہ بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا تا کہ غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اتنا ثمن کم کر ڈالے فتح القدیر میں کہا کہ معدود سے عددی متقارب مراد ہے چنانچہ انڈا اور اخروٹ بخلاف مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کے جیسے ایک ڈھیر گیہوں کا خرید کیا تو اس کا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اس واسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اس میں احتمال زیادتی کا نہیں وقید بقولہ غیر الدراہم والدنانیر لجواز التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لایحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیۃ و علیہ الفتوی خلاصۃ م مصنف نے موزون میں غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر میں بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اس واسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ م خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورت میں مشتری کو دوسری بار وزن کر لینا شرط نہیں ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف میں اس واسطے کہ ان کی مقدار مقرری میں غالباً تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی میں تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا او بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرۃ رجل فشراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اس کے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اس نے مکیل کو خرید کیا پھر اس کو بشرط کیل بیچا قبل اس کے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ اگرچہ مشتری ثانی اس کو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی ٹھہرا کذا فی الفتح تو اس کی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی م حضور مشتری میں کیل بائع اس واسطے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اس واسطے کافی نہ ہوا کہ اس وقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونوں پر صحیح نہیں ولو کان المکیل والموزون ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اس میں تصرف قبل اس کے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہیں پھر جب ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز ہو گا لایحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فہو فی حرمتہ ماذکر کموزون والاصل ما مر مرارا ان الذرع وصف لاقدر فیکون کلہ للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون مایضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہیں بیع مذروع قبل از پیمائش گز اگرچہ اس کو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت میں موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اس کا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنے کیا ہے جس کو تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اس واسطے کہ اب موزون میں وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا م مضرت تبعیض موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو اس وقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اس کے وزن کے جائز ہے اگرچہ

بشرط وزن خریدا کیا ہو حاسب یہ تھا اس کو وزن کی بحث میں شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بھبۃ او بیع او غیرھما لو
عینا اے مشارالیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیک ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف
کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو اس میں تصرف
اس کی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اس طرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے اور تملیک دین جائز نہیں غیر مدیون
سے کذا مر ابن ملک سوا تعین بالتعیین کمکیل اولا کنقود فلو باع ابلا بدراہم او بکر بر جاز اخذ بدلھا شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن میں جائز ہے
خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو معین کرنے سے جیسے مکیل تا کہ متعین نہ ہوتا ہو تعیین سے جیسے نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہوں سے بیچا تو درم اور گیہوں کے
عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ہم عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع میں بیچتے تھے تو درم کی جگہ دینار اور بجائے دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اس کو جائز رکھتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمھر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی بہ والحاصل
جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلھا قبل قبضھا عینی سوی صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین میں قبل اس کے
مقبوض ہونے کے جیسے مہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدلا خلع اور مال کا اور میراث اور وصیت کی چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون
میں قبل ان کے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سوائے صرف اور سلم کے کہ ان میں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے
اس کی شرط کے ہم یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہے تو قبل اس کے تصرف اس میں جائز نہیں وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ
من المشتری او وارثہ خلاصۃ ولفظ ابن ملک او من اجنبی اور صحیح ہے زیادہ کر دینا ثمن میں اگرچہ زیادتی اس کے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد
میں ہو بعد اس کے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اس کے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے کہا یا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو ہم اگر اجنبی کی
زیادتی بامر مشتری ہے تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اگر اس کے بلا امر ہے تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اس پر لازم ہے ورنہ باطل ہے اور اگر اجنبی نے
زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذمہ کر لیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگر یہ بامر مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے بھر لے اور نہیں تو نہیں کذا فی
الطحطاوی عن البحران فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس ولو بعدہ لبطلت خلاصۃ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اس کو زیادتی کی
مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کرے گا تو زیادتی باطل ہو جائے گی کذا فی الخلاصہ ہم صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود
ہے وفیھا لو ندم بعدما زاد اجبر اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پچھتا دے تو اس پر جبر کیا جاوے یعنی حاکم بزور دلا دے وکان
المبیع قائما فلا تصح بعد ہلاکہ ولو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم شراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد
ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاک حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اس طرح پر کہ مشتری نے اس کو بیچا پھر اس کو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں
ہم بیع کو ہلاک حکمی اس واسطے کہا کہ اختلاف ایدی[1] اختلاف سلعہ کے برابر ہے اور اگر بیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کرے گا تو بطریق
اولیٰ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وزاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باعہ بعد القبض او دبرہ او کاتب او ماتت الشاۃ
فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو آجر او رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام الاسم والصورۃ وبعض المنافع اور خلاصہ میں زیادتی
ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی در انحالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق میں اس طرح پر کہ مبیع مشتری کے
ہاتھ سے خارج نہ ہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اس کو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مر گئی پھر مشتری نے زیادہ ثمن کر دیا

[1] یعنی ملکوں کا مختلف ہوتا ایسا ہے جیسے چیز بدل گئی ۔

توجائز نہیں لبسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اس کے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اس کو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو
ان صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے م بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اس
واسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور موت ہلاک حکمی داخل ہیں کذافی الحلبی وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کردینا ثمن کا یعنی بائع
کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے
ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتدائے عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کردینا م وجہ بطلان یہ ہے کہ اس میں اصل عقد کی تبدیلی
ہے کیونکہ بعد عقد کے ثمن کا گرادینا یا ہبہ ہے یا بیع بلاثمن ہے تو فاسد ہے کذافی الزیلعی واثر الالحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد
صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف میں
لیکن شفعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا م یعنی اگر اول دس کی خرید تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کردیے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ
درم پر اور در صورت کم کردینے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیرلے اور بائع کو حبس مبیع میں تاقبض زیادتی اختیار ہے اور صرف میں زیادتی اور کمی مفسد
عقد ہے اور شفعہ میں شفیع کو زیادتی اس واسطے لازم نہ ہوئی کہ اس کا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو لزوم زیادت میں اس کے حق کا ابطال
ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اس کے ابطال کے مالک نہیں وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم زیلعی وقبل المشتری
اور مبیع میں زیادہ کردینا صحیح ہے بائع کی جانب سے اور بائع کو اس کا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہ ہو کذافی الزیلعی اور مشتری اس کو
قبول کرے م زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اس کو تو موجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کے دفع حاجت کے
واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اس کی حاجت کا دافع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں ویلتحق ایضا بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ
قبل قبض سقط حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو
تو اس کا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا م مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کردی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو
مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائے گا وکذا لو زاد فی الثمن عرضا فہلک قبل تسلیمہ انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسی طرح اگر مشتری
نے ثمن میں اسباب زیادہ کردیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذافی القنیۃ م مثلاً ایک چیز سو درم کو خریدی اور بعد
تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کردی جس کی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہو گئی قبل تسلیم کے تو مبیع ایک تہائی میں بیع فسخ ہوگی
کذافی المنح یعنی اس واسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہے واللہ تعالی
اعلم ولا یشترط للزیادۃ ہہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مر اور شرط نہیں یہاں کی زیادتی میں یعنی زیادت مبیع میں قائم رہنا مبیع کا شرط
نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اس کے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اس میں قیام مبیع شرط ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ویصح الحط من المبیع
ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفع فی برأۃ الاسقاط لا فی برأۃ الاستیفاء اتفاقا اور
صحیح ہے کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں
بخلاف دین کے کہ اس کا اسقاط صحیح ہے تو پھیرلے جو اس نے دیا تھا برأت اسقاط میں نہ برأت استیفا میں بالاتفاق م محیط میں ہے کہ متعین گیہوں پیمانے
پھر خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہوں ساقط کردیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اس واسطے کہ گیہوں عین ہیں یعنی متعین مشار الیہ
ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اگر گیہوں کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اس واسطے کہ

گیہوں یہاں دین ہیں اور استقاط دین صحیح ہے انتہی برأت استقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ بطریق برأت اسقاط کے کیا اور برأت استیفاء کی مثال یہ کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا بطریق برأت استیفاء اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا فقولان اور اگر برأت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفاء کے تو اس میں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو ہبۃ او حطا فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر اور وہ ابراء جو ثمن کی طرف مضاف ہے وہ تو صحیح ہے اگرچہ ابراء بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اس نے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابراء میں تفصیل ہے کہ برأت اسقاط میں رجوع ہے نہ برأت استیفاء میں اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفاء اور قبض کے صحیح ہے تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہے اور جب برأت استیفاء میں رجوع جائز ہوا تو برأت اسقاط میں بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اس میں اختلاف ہوا تو مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا برأت اسقاط میں اور عدم رجوع برأت استیفاء میں باتفاق علماء نقل کیا ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق میں کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ میں ہے بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اس قدر ہبہ کردے تو صحیح نہیں اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہیں ہوتا والاستحقاق لبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد ویتعلق بالزیادۃ ایضا فلو ردہ بنحو عیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اس سے متعلق ہوتا ہے جس پر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب وغیرہ سے بیع پھیر جاوے تو مشتری سب پھیر لے یعنی ثمن اور زیادت م جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس بیع کا اختیار ہے تا قبض زیادت اور اگر بیع مستحق ہو کر نکلا تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیرے اور جو شفیع بیع کو مستحق شفعہ ہے تو اس زیادتی کے ساتھ لے جس کو بائع نے بیع پر زیادہ کردیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولزم تاجیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہے تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے م دین وہ ہے جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن البحر قنیہ نہر الفائق میں ہے تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن بیع ہو یا سوائے اس کے اس واسطے کہ صاحب دین کو معاف کردینا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولی جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنی بلا مدت باقی رہے گا اور خانیہ میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ میں نے مدت کو باطل کیا اس کو چھوڑا تو دین حال ہو جائے گا اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل نہ ہوگا انتہی ما فی النہر الا فی سبع علی ما فی مداینات الاشباہ بدلی صرف وسلم وثمن عند اقالۃ وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والسابع القرض مگر سات صورتوں میں تاجیل دین لازم نہیں چنانچہ اشباہ کی مداینات میں ہے صرف کے دونوں عوضوں میں اور سلم میں یعنی راس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اس کے بعد اور اس دین میں جس کے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں م بحر الرائق میں ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مر گیا اور دین حال ہوگیا اور دائن نے اس کے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تاجیل صحیح نہیں نہ یہ کہ صحیح غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر بحر الرائق اس پر ناطق ہے کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہیں م وجہ اس کی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب اور عبد ماذون پھر جب عاریت ٹھہرا تو اس میں تاجیل لازم نہ ہوئی کیونکہ معیر کو اگر اس نے عاریت کی مدت ٹھہرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کے قرض معاوضہ ہے کیونکہ اس میں رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع

دراہم سے ادھار ہوا اور یہ مقتضی فساد قرض ہے حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض غیر صحیح لازم ہے کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدے پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجحودًا تاجیل قرض لازم نہیں مگر چار صورتوں میں لازم ہے جبکہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو در صورت عدم شہادت ھم صورت اس کی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے قرض کا اقرار نہ کروں گا تا وقتیکہ تو اس کی کچھ مدت نہ مقرر کر دے یا اصل مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو اب مدت لازم ہوگی کہ اس کا فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس نے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہوں کے روبرو یہ کہا تو مقر فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احال علی آخر فاجلہ المقرض و احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھ مدت مقرر کر دی یا مستقرض نے اپنے اس مدیون پر حوالہ کیا جس کا دین موجل ہے اس واسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے والا ہے محیل کا ھم حوالہ کی دونوں صورتیں مل کر ایک مسئلہ ہیں جیسے مسئلہ رابعہ یعنی وصیت میں دو صورتیں ہیں والرابع الوصیۃ وصی بان یقرض من مالہ الف درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظرا للموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح ویلزم چوتھی صورت لزوم تاجیل قرض کی وصیت ہے یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال سے ہزار درم فلانے شخص کو قرض دیے جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اس کے ثلث مال سے اور آسانی کی جائے گی سال کی مدت میں بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھہرائی تو وصیت صحیح ہے اور مدت لازم ہے والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدلی صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک واقرہ المصنف اونعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہے کہ تاجیل دین کی تین طرح پر ہے بدل صرف اور سلم میں تو تاجیل باطل ہے اور تاجیل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت میں اور تاجیل لازم ہے سوائے دیون مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ ملحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ھم قول صاحب نہر کا سابق میں مفصلا مذکور ہو چکا قلت ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ مؤجلا فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد بحر ونہر فہی خامسۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور منجملہ تدابیر تاجیل قرض کی ضمانت ہے قرض کی مدت ٹھہرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمنا متاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہ پانچویں صورت عدم جواز تاجیل قرض سے مستثنیٰ ہوئی اس کو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنی اگر زید نے مثلا سو درم خالد سے قرض لیے اور چاہا کہ ادائے قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمنا زید سے مطالبہ ہٹ جائے گا لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہ ہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہے تو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم وفی حیل الاشباہ حیلۃ تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلا علیہما ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا امر الوارث بالبیع للدین وہذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب الحیل میں تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کر کے اور طالب دین اس کی تصدیق کرے کہ میت اور اس کفیل پر دین موجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت کے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اس کے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایہ پر مبنی ہے کہ جب دین مؤجل فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا ھم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین موجل

ہوجاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اس کے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اس کے اگر طالب کی ملاقات طے ہے تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف
واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی وقلت سیجیٔ فی اٰخر الکتاب انہ لو حل بموتہ واداہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر مامضی من الایام وہو جواب المتاخرین میں
کتابوں آخر کتاب میں آوے گا کہ اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اس کی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اس کے واسطے
منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین فقہا کا یعنی جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیع میں اس میں سے مدیون کچھ
نہ پاوے گا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ **فصل فی القرض** یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ہو لغۃ ماتعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں
وہ چیز ہے جس کو تو دے تاکہ اس کا تو تقاضا کرے ہم چیز عام ہے قیمتی او رمثل سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے
وشرعا ماتعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وہو اخصر من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جس کو تو دے منجملہ مثلیات کے تاکہ اس کا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر
ہے مصنف کی تعریف آئندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اس پر بھی صادق آتی ہے جس میں عین شیٔ کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودلیعت عقد مخصوص
بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی تخرج القیمی لآخر لیرد مثلہ تخرج نحو ودلیعۃ وہبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو
مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اس کے چنانچہ یوں کہنا
کہ مجھ کو اتنے درم دے تا میں تجھ کو مثل اس کے پھیر دوں دفع مال بمنزلہ جنس کے ہے اور مثل کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کے قید سے
مانند ودلیعت اور ہبہ نکل گئی ہم ودلیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودلیعت اور عاریت میں رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں
رد عین ہے نہ رد مثل وصح القرض فی مثلی ہو کل مایضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جس کے تلف کر ڈالنے
سے اسی کی مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات
متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریہ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکساں ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان
وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزوں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت
چیز بسبب متعذر ہوجانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات میں رد مثل نہیں ہوسکتا لہذا قرض ان میں صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے
متفاوت چیز میں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول میں لیکن حنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچھ مضائقہ نہیں
واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لابیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض
بقرض فاسد ہے وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اس کا بیچ ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے
کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بلکہ سارا اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اس واسطے حرام ہوا کہ شارع کی اس میں اجازت
نہیں اگرچہ متعاقدین راضی ہوجاویں کذا فی الطحطاوی **فیصح استقراض الدراہم والدنانیر وکذا کل مایکال او یوزن او یعد**
متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیٔ تو صحیح ہے قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسی طرح ہر ایک
اس چیز کا جس میں پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہے یا اس کا شمار ہوتا ہے بشرط تقارب مقدار پس صحیح ہے قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا
شمار کرکے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربو میں آوے گا طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض سے فعلانے عمدگی
اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہیں رکھا استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا کل مایکال
ولوزن لما مران مضمون بمثلہ فلا عبرۃ لغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام وعند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض

وعند الثالث قیمتها فی اٰخر یوم رواجها وعلیہ الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر ان کا رواج جاتا رہا تو اس پر مانند اس کے مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص ان کی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسی طرح ہر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اس کی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں اس کو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ میں وجوب مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس پر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمدؒ کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اس پر لازم ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم گرانی اور ارزانی کا اس وقت اعتبار نہیں جب کہ قرض لینا اور ادائے قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا عنایہ میں ہے کہ ظاہر اعدالی جمع ہے عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدال بادشاہ کا نام ہے جس کی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الطحطاوی قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بمکۃ فعلیہ قیمتہ بالعراق یوم استقرضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صاحب بزازیہ نے کہا اور اسی طرح مسئلہ فلوس کے مانند آئمہ ثلثہ میں خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیہوں یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں سو مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریفہ میں تو اس پر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اس کے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمدؒ کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور صاحب قرض پر واجب نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جائے عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ رخیص فلقیہ المقرض فی بلد الطعام فیہ غال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب ویومر المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جس میں اناج ارزاں ہے پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گراں ہے اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرا دے ضامن دے کر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر میں جس میں اس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ حتی انقطع فانہ یجبر صاحب القرض علی تاخیرہ الی مجیئ الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمۃ لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامہ فی صرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانے سے یا تول کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا کیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اس کی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائے گا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اس کی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جب کہ ان کا رواج جاتا رہے تو ان کی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ غیر مروجہ ناپید انہیں اور پورا بیان اس کا خانیہ کے باب الصرف میں ہے ویملک المستقرض القرض بنفس القبض عندھما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فلہ رد المثل ولو قائما خلافا لہ بناء علی انعقادہ بلفظ القرض وفیہ تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادتہ الملک للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک تا قیام قرض اس کا رد مثل جائز نہیں طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدوں اس کے استہلاک کے اور اس میں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اس کے سفید ہونے کے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی بمجرد لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراہم مقبوضۃ ولو تفرقا قبل قبضہا بطل لانہ افتراق عن دین بزازیۃ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہوئے قبل قبض

دراہم مکسرہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ ثم خرید مستقرض افادہ ملک پر متفرع ہے یعنی جب کہ مستقرض قرض کا مالک ہوا اس کے ذمہ پر ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اس کو اس کا خرید کرنا بثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق میں ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض یعنی افتراق موصوف میں یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو بخلاف صرف میں کذا فی الطحطاوی اقرض صبیا محجورا فاستہلکہ الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ ومثلہ المعتوہ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اس کو تلف کیا تو اس پر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسی طرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اس کے پاس امانت رکھی اور اس نے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہے ثم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاوی عالمگیری میں مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یواخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وہو کالودیعۃ سواء خانیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہیں اس کے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ وفیہا استقرض من آخر دراہم فاتاہ المقرض بہا فقال المستقرض القہا فی الماء فالقاہا قال محمد لا شیٔ علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعۃ فانہ بالالقاء بعد قابضا والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی وعزاہ الغریب الروایۃ اور خانیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اس کے پاس دراہم لایا مستقرض نے کہا کہ ان کو پانی میں ڈال دے اور اس نے دراہم پانی میں ڈال دیئے محمدؒ نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور سلم کے رئیس المال کا ہے بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈال دینے سے قابض گنا جائے گا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ مامور کے غیر کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور راس المال میں نہ دوسری صورت میں یعنی خرید اور ودیعت میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خاں نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کی طرف نسبت کیا ہے ثم خرید سے مراد یہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈال دے اور ثمن منقود کا پانی میں ڈالنا مراد نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شیٔ آخر فلو استقرض الدراہم المکسورۃ علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ میں ہے کہ قرض متعلق نہیں ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی دوسری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے پھوٹے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کرے گا تو یہ شرط باطل ہے اور اسی طرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے دراہم دینا اور اسی طرح اس شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جامع الفصولین میں ہے کہ قرض میں محل ایفا شرط نہیں اور قرض کا محل معین ہے کذا فی الطحطاوی خانیہ فی قضاء اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا یجبر اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کی جائے گی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر زبردستی نہیں کی جائے گی کذا فی البحر ثم قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص کے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین موجل تھا اور اس نے قبل مدت کے ادا کیا تو اس کے قبول میں جبر ہوگا شارح نے اس کا حکم بیان نہ کیا جب کہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری اور مروج ہو جیسا کہ ایک دانگ یعنی بقدر چھ جو کے سو درم میں تو جائز ہے نہ ایک درم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری اور مروج نہیں اور مدیون اس کو جانتا نہ ہو تو اس کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو تبعیض یعنی اس کا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہ ہو تو جائز نہیں اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اس طرح پر کہ ان میں کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہیں اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہ ہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا من تبیین المحارم

میں ہے کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ ہبہ متاع محتمل القسمۃ میں جائز نہیں اور غیر محتمل القسمۃ میں جائز ہے کذا فی الطحطاوی
وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ اور خلاصہ میں ہے کہ شرط کر کے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے اس طرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اس کو فلانے شہر کی طرف لکھ دے تا اس کا دین وہاں دیا جاوے م اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہو اور بعد اس کے ایفاء دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریہ اس صورت کو ہندوستان میں ہنڈوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ میں آوے گا و فی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ باذن الراہن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے تو مرتہن کو گروی مکان میں راہن کے اذن سے رہنا مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن میں بیان کرے گا م کرخی نے کہا کہ نفع قرض کا اس وقت حرام ہے جب کہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے درم اس واسطے قرض دیئے تا مستقرض اس سے متاع ثمن غالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحطاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اس کو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقراض پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نہ کرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز نہ کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسی طرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ جو محمدؒ نے کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اس پر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہ ہو یا بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال اور اگر دائن مدیون کے دراہم پاوے بشرطیکہ دین مؤجل نہ ہو اور دراہم عمدہ تر نہ ہوں تو اس کو لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں چنانچہ اگر درم قرض ہوں اور اس کے دینار پاوے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً فروع مسائل ملحقہ شارح کے استقرض عشرۃ دراہم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہا الیہ واقر العبد بہ وقال دفعتہا الی مولای وانکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول لہ ولا شیء علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا بحق انتہی بحر قرض مانگے دس درم اور اپنے غلام کو ان کے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ میں نے غلام کو قرض دیا اور اس کے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درم اپنے مولی کو دیئے اور مولی نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے قبض میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہ آوے گا اور مقرض غلام سے نہ پھر لے گا اس واسطے کہ غلام مقر ہے کہ اس نے دراہم پر بواجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر م واجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقراض مولی کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کرے گا تو ادائے قرض اس پر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع لاحدہم فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیۃ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اس کو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اس کے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیۃ م فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اس طرح پر کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دیجے تو قرض امر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اس طرح پر کہ مجھ کو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لیے وہ اسی کے مملوک ہوں گے اس کو اختیار ہے چاہے موکل کو نہ دے کذا فی الطحطاوی
وفیہا استقراض العجین وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخبز بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام عن خمیرۃ یتعاطاہا الجیران ایکون ربوا فقال ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ

حسن وماراٰہ المسلمون قبیحا فھو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا خمیر میں بدون وزن کے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اس خمیر کا جس کو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا لیا کرتے ہیں کہ کیا یہ بیاج ہے تو فرمایا کہ جس کو مسلمان اچھا جانیں
وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور جس کو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے ہم مختار الفتاوی میں ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول
مختار ہے بحر الرائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اشکال اٹھ گئی تو اشکال سے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ماراہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعودؓ سے
مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنہ وفیہا شراء الشئی
الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے
اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم اس کی گفتگو عنقریب مذکور ہو چکی قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو ادان زید العشرۃ باثنی عشر
او بثلثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا بعدان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لایعطی العشرۃ بازید من عشرۃ ونصف ونبہ علی ذلک فلم یمتثل ماذا
یلزمہ فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظہر توبتہ وصلاحہ فیترک میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعود کے معروضات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ
درم پر قرض دیے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد اسباب کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہے اس پر کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد
پر نہ دیے جاویں اور زید کو اس پر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اس نے نہ مانا کیا سزا اس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اس کو تعزیر دی جائے اور قید
کیا جائے یہاں تک کہ اس کی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اس کی خلاصی ہو ہم معاملہ سے مراد بیع عینہ ہے جس کا ذکر کتاب الکفالہ میں آوے گا صورت اسکی
یہ ہے کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اس نے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جس کی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا
پھر زید نے اس کو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصل
منہ بالتراضی وورد الامر بعدم الرجوع لکن یظہر ان المناسب الامر بالرجوع واقبح من ذلک السلم حتی ان بعض القری قد خربت بہذا الخصوص انتہی اور اسی صورت
مذکورہ میں سوال ہے کہ کیا صاحب دین پھیر دے جو اس نے نفع لیا ہے مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اس کو نفع اس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم
سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہرا پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے مراد سلم ہے یہاں تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص کی وجہ ویران ہو گئے
انتہی جواب المفتی المرحوم ہم یہاں سلم سے ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم قلیلہ دے لیوے بدلے گیہوں یا گھی وغیرہ ٹھہرالے اس طرح پر کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا اکثر کذا فی الطحطاوی وقول ام

باب الربوا

یہ باب ہے ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام میں ہم مرابحہ کے بعد ربو کو اس واسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہے مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے
اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں
ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربوا کی بیع میں ہو اور گاہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ
البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا حلال کیا ہے اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا
معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط
ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی میں اتنی
روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی اور نسائی میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ کوئی باقی نہ رہے گا مگر سود کھائے گا اور اگر سود نہ کھائے گا تو اس کو اس کی بھاپ لگے گی اور ایک روایت یوں ہے
کہ اس کا غبار لگے گا کذا فی التیسیر ہو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل یا وزن میں زیادت ہو یا سوائے اس کے وشرعا

فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیۃ والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لارد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیۃ وبحر اور شرع میں ربوا عبارت ہے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہو گئیں اس واسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اس کا رد ضمان اس واسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القنیۃ والبحر نسیہ کی یہ صورت ہے کہ درم کو درم سے بیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیہ سے اور اسی طرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع بالشرط میں خال عن عوض مع مسئلہ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا دہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اس کے مخالف جنس سے نکل گیا جو باب الصرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہوں اور پیمانہ بھر جو اس کے دو چند گیہوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل گیہوں واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربو کی چیز نہیں ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلا دس گز ثوب ہروی کو پانچ گز ثوب ہروی سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسی طرح ایک انڈے کو دو انڈوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں مشروط ذلک الفضل لاحد المتعاقدین اے بائع او مشتر فلو شرط لغیرہما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہیں یعنی مصطلح ربوا نہیں والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ یہ مشعر ہے اس کا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں اس میں تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر یہ سب حرام ربوا ہے چنانچہ جواہر اور نتف میں مصرح ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ان وہبہ منہ انعدم الربوا ولم یفسد الشراء وہذا ان ضرہا الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا تقسم کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہے جس میں فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ میں ربوا نہیں اگر خرید کیے دس درم چاندی کے بعوض دس درم اور مایہ دانگ یعنی چھ جو کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کی مشتری نے تو ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہ ہوئی یعنی اس واسطے کہ یہ فضل فی الہبہ ہے نہ فضل فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہ یعنی صحت ہبہ اس وقت ہے جب کہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اس واسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد وفی صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمدا اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتداۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما خفی عندی اور مجمع کے باب الصرف میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمدؒ نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اس کو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اس کا یہ ہے کہ متعاقدین نے عوض متساویین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درموں کے مسئلے کے مانند ہے جس میں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال وفی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحللہ زیادتہ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہبہ الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اس نے حلال کر دیا یعنی

بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا یا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جس کا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اس نے ہبہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا ہے قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینھما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو ذخیرہ سے محمدؒ کا قول نقل کیا ہے وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اس کے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمدؒ کے نزدیک اور اسی طرح امام اعظم کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہے بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس پر آگاہ کر دیا ہو ہوم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اس واسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جب کہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوضین میں یعنی بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساوی پر ہوئی ہو پھر لحم التعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کر دیا ہو تو اول میں ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اس کی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہاء کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں وہ علت ہے جس کی طرف حکم منسوب ہو بلاواسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہ رہی کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہے مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے عبادہ بن الصامت سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یدا بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید زاد مسلم فمن زاد او استزاد فقد اربی کذا فی النہر والفتح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب کہ یہ اجناس مختلف ہوں تو بیچو تم جیسا چاہو بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ جس نے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور میں تماثل کو شرط بیع قرار دیا تاکہ اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا اس واسطے کہ سونا چاندی موزون ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک مکیل ہیں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیزوں میں دو اعتبار سے ہوتی ہے باعتبار صورت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور منجملہ تتمیم تماثل مساوات ہے قبض البدلین میں کیونکہ حال کو موخر پر مزیت ہے مثل مشہور ہے النقد خیر من النسیئۃ لہذا امام اعظمؒ نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد التاخیر فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویا واحد ہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونوں ساتھ ہی پائے جائیں تو فضل یعنی زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں قفیز بھر گیہوں کی بیع قفیز بھر گیہوں سے برابر اور حالانکہ ایک عوض میں تاخیر ہو م نساء بالمد وفتح نون عبارت ہے تاخیر سے اور اسی طرح اگر دونوں عوض نسیہ ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل پر تصریح نہ کی بسبب اس کے ظاہر ہونے کے اور اگر فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحطاوی وان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حل کھروی بمروین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونوں منعدم ہوں تو زیادتی اور تاخیر دونوں حلال ہیں جیسے ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے

ہروی ہندی کا مثل ہے اور مروی اس کے قریب ہے تو نقد دیتیرہ ادھار ۱۲ اسکے منسوب ہرہ اور اگر آدمی کو اس شہر کی طرف منسوب کرتے ہیں تو مروزی زیادت زائے معجمہ سے کہتے ہیں ۱۲

بسبب نہ ہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عدد یا بکسر دال علم العلیم کے باب سے ہے ہم کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے ہے پھر جب علت تحریم کے دونوں جزنہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسی طرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخوں میزان الطب سے بیچنا یا گاڑھے کے ایک تھان کو اور دھوتر کے دو چار تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبدا بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کر کے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شبہہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل کا یعنی تاخیر اس واسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اس واسطے کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں اور گیہوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونے کی یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تخت کی تخت سے اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور مؤطا میں ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیہ یعنی مدت ٹھہرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جز یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں متعارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ مبیح ہیں اور یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم ربوا کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم استثنی فی المجمع والدرر اسلام منقود فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا ہے مجمع اور درر میں منقود کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تا کہ اکثر ابواب سلم کے بند نہ ہو جاویں ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ در صورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات میں جیسے زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز نہ ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات میں بالاجماع مستثنیٰ ہے والا سلم کے اکثر ابواب بند ہو جاویں اور ہدایہ میں اس کے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تولوں اور ماشوں سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیروں سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہو گئے علاوہ اس کے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہاں ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہ ہوئی ونقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقد مر فی السلم حرمۃ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ التحقیق سے نقل کیا ہے گیہوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہوں اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اس کی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال کی یہ ہے قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہوں کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں مختلف القدر ہیں کیونکہ

گیہوں کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہاں یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اس نے اسلام کیل کا موزون میں فرض کیا ہے اور حالانکہ
وہ دونوں مختلف القدر ہیں تو جواز اسلام موزون کا موزون میں یا مکیل کا مکیل میں کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہو ہوگیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی
حاجت نہ رہی اور جب سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اس کے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول
بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہے پھر اصل اول یعنی درصورت وجود قدر
اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہم جنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی
کھانے کی چیز نہ ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیل سے اور وزنی کا وزن سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بھی حرام
ہے لیکن مصنف نے اس واسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہے بلا عکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الحلبی
ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے
اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ مشرح کیا ہے اس کو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف
مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہوں اور جو دو جنسیں ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنسیں ہیں بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا
صنعت کی جہت سے ہے اور تر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنسیں ہیں اور لوہا اور رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہیں اور اسی طرح صوف اور بالوں کا سوت
اور گائے بھیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسیں ہیں اور وہ تن کے اصول
مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی ملخصا اور لحوم ابل جنس واحد ہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے
درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اس واسطے کہ چڑیوں کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کذا فی النہر وحل بیع ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اس کی
یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر بلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر المعیار بالذرۃ وبما دون نصف صاع کحفنۃ بحفنتین وثلث وخمس
مالم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اس واسطے کہ شرع نے تقدیر جواز نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی
جیسے بیع ایک لپ بھر کی دو لپ سے اور تین اور پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عبارت ہے پاسنگ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی
یا وزنی معلوم ہو جائے نہر الفائق میں ہے کہ لپ دو لپ کی بیع اس واسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اس واسطے کہ شارع نے
واجبات مالیہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسے
بیع اور ثمن قدیما مصر میں رائج ہے تو اس کا تفاضل معتبر نہیں یہ اس صورت میں ہے کہ جب احد البدلین نصف صاع کو نہ پہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز
نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہی وتفاحۃ بتفاحتین وفلس بفلسین اواکثر باعیانہما لو اخرہ لکان اولی لما فی النہر
ان قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں
بدل متعین ہوں شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اس واسطے کہ نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں قید ہے تو اگر
دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے وتمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین و
دواۃ بدواتین واناء باناءین الکل منہ مالم یکن احد النقدین فیمتنع التفاضل فتح اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور
ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا
نہ ہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ من ذہب وفضۃ مما لا یدخل تحت الوزن بمثلیہما فیجوز الفضل

لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحنطۃ بر بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ وحرم الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مماثل ہم جنس سے یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں لسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیائے مذکورہ کیلی اور وزنی اور تاخیر حرام ہے لسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہوں کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ فضل ہو یا نہ ہو لسبب معدوم ہو جانے علت ربٰو کے اور حرام کہا ہے محمدؒ نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اس کو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے م فتح القدیر میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربٰوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکاکیل نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اس کی مستلزم نہیں کہ تفاوت تیقن کو باطل کر دیجیے اور مجھ کو فقہا کے اس کلام سے تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمدؒ نے کہا ہے کہ جو شئی کثیر میں حرام ہے وہ اس کے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فھو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جس کے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسی طرح ہے تا قیامت گاہے متغیر نہ ہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اس واسطے کہ نص شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہ ہوگا ادنی سے م نص اس واسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج گاہے باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لے جاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہے اس کے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور ابویوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے م ابویوسف کے نزدیک عرف مطلقا اس واسطے معتبر ہوا کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اس وجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جب رواج بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابویوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اس کے مانند تول کر م یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اس کی مثل سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض پر ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہے اور غیاثیہ میں ابویوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج ہو اور اسی پر فتوی ہے تو اب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے م کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہے واللہ تعالی اعلم

والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضة بلا شرط التقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی
فی بیع الطعام اور مال ربوٰ کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں گیہوں
سے بیچے معین کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احد ہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ
قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اس پر قبضہ کرنے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے مثلاً گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور
ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہے یعنی مدخول با ہے اس طرح پر کہ ابعت منک ہذا القفیز من الحنطة بقفیز حنطة) اور جو مدخول با نہیں وہ مبیع
ہے قبض اس واسطے شرط جواز ہوا کہ دین متعین نہیں ہوتا مگر قبض سے والا لا لبیعہ ما لیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہ ہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہیں
کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہے جو اس کے پاس نہیں کذا فی السراج وجید مال الربو لا حقوق العباد وردیة سواء اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر
ہے اور حقوق عباد میں کھرا کھوٹے کے برابر نہیں ہم ربوا میں کھرا کھوٹا اس واسطے برابر ٹھہرا اگر جودت اور رداوت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو
جائے اس واسطے کہ مثلاً گیہوں دوسرے گیہوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اس واسطے کہ وصف کو عرف میں تفاوت شمار نہیں کرتے اور اس واسطے
کہ حدیث میں وارد ہے کہ جید ہا وردیہا سواء کذا فی الطحطاوی پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھہرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہیں مال ربوا
کی قید اس واسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت رداوت کے برابر نہیں تو اگر زید خالد کا مال تلف کرے گا تو اس کے برابر مقدار اور جودت میں زید کو دینا لازم آوے گا
اگر مال مثلی ہو ورنہ قیمت اس کی لازم ہو گی و لیکن مستحق جودت بعقد بیع نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی او فی اربع مال وقف یتیم ومریض وفی القلب الرہن اذا انکسر اشباہ
مگر چار مسائل میں مال ربو کی جودت اور رداوت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے مال میں اور گروی ایک لخت کنگن میں جب کہ وہ ٹوٹ جائے کذا فی الاشباہ مال وقف
کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز جید گیہوں ردی گیہوں کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر
مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو یہ تصرف ثلث مال میں نافذ ہو گا یعنی برعایت حق ورثہ اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن
پر قیمت غیر منکسر کا ضمان لازم آوے گا کذا فی الطحطاوی باع فلوسا بمثلہا او بدراہم او دنانیر فان نقد
احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز لما مر فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق
ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ جمیع مذکور اس واسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس لعدبیع الفلوس
با احد النقدین میں تقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اس پر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اس میں مختلف ہے انتہی اور بیع الفلس بالفلس میں اشتراط
تعیین مذکور ہو چکا دقبض کذا فی البحر کما جاز بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ لان بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئة فلا
جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی
غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو برابر کم وبیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیہ تو جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد
جنس میں تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر نسیہ بکری میں ہے تو یہ سلم ہے حیوان میں اور اگر اس کے
مقابل ہے تو سلم ہے گوشت میں حالانکہ حیوان اور لحم دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادة اللحم اور محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا ہم جنس کا ہم جنس
گوشت معلوم مراد ہے تاکہ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اس کے جگر اور طحال وغیرہ کے مقابل والا ہو ربوٰ ثابت ہو گا کذا فی
او ہو او باع مذبوحة بحیة او بمذبوحة جاز اتفاقا وکذا المسلوخة یعنی ان تساویا وزنا ابن ملک واما بالمسلوخة المفصولة عن السقط اکرش والامعاء ہم
المذبوحة جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہے اور اسی طرح کھال اور چھیڑے دو جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہے

اگر دونوں میں وزن برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحطاوی نے مسلوخ سے اس جانور کا ارادہ کیا جو اوجھڑی اور انتڑیوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر
م طحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق میں ضمیر ارادطحاوی کی طرف راجع ہے شارح کو مناسب تھا کہ اس کا کلام ذکر کرتا تا اس کا ربط اس سے ہو جاتا منح الغفار
میں ہے کہ سقط بفتحتین وہ ہے جس پر گوشت کا نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی اور انتڑیاں اور تلی وکما جاز بیع کرباس بقطن و غزل[له]
مطلقاً کیف ما کان لاختلافہما جنساً اور جیسے جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جس طرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے
دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اس واسطے کہ کپڑا بعد نقص کے سوت اور روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل القطن فی قول محمد وہو الاصح
حادی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقاً محمدؒ کے قول میں اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی وفی القنیہ لا باس بغزل قطن بثیاب
قطن یدا بید لانہما لیسا بموزونین ولا جنسین وکذالک غزل کل جنس بثیابہ اذا لم توزن اور قنیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کی سوت کی بیع میں روئی کے
کپڑوں سے دست بدست اس واسطے کہ دونوں موزون نہیں جو زیادتی جائز نہ ہو اور دونوں مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط نہ ہو اور اسی طرح
مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اس کے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہ ہوتا ہو م مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور
کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہے کہ تفاضل جائز ہے
نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافاً للعینی فی الحال لا المآل خلافاً لہما فلو باع مجازفۃ لو موازنۃ
لم یجز اتفاقاً ابن ملک اور جیسے جائز ہے بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل
وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہیں
پھر جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک م صاحبین اور باقی آئمہ
ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اس واسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد
کے وقت معتبر ہے اور ثانیاً حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ موجب اس کا امر خلقی ہو مساوات کیلی اس واسطے بالاتفاق
شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانے میں ہلکی ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی
نہیں کہ رطب تمر ہے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان
فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے ہم کو منع فرمایا
انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے یوں جواب
دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہے اس واسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دار قطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
میں یحییٰ بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جس کا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع
الرطب بالتمر نسیۃ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذالک او
چنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسی طرح یعنی فی الحال نہ فی المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین ورمان یباع رطبہا

له غزل بعض نسخوں میں نہیں ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ شارح اس کا حکم آگے لکھتا ہے شاید مترجم اول نے جس نسخے سے ترجمہ کیا ہے اس میں ہو

برطبہا ویابسا بیابسہا اور اسی طرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہو چنانچہ انجیر اور انار اس کا تر بیچا جائے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثلہ و بالیابس
جیسے جائز ہے بیع تر یا بھگوئے گیہوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع تمر او زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منہما خلافا لمحمد زیلعی اور اسی طرح جائز
ہے بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی اس کے مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمدؒ کے کذا فی الزیلعی کہ ان کے نزدیک حنطہ بالبسہ کی بیع مبلولہ سے
جائز نہیں بشرط استفاع ولا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصہ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب والتمر والجید والردی فہو ساقط الاعتبار وکل
تفاوت بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والحنطۃ المقلیۃ بغیرہا مفسد کما یجیٔ اور عنایہ میں ہے کہ جو تفاوت پیدائشی ہے چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور عمدہ
اور ناقص پس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی ان میں تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیوں کے فعل سے ہے چنانچہ گیہوں کی بیع آٹے سے اور بھنے
گیہوں کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع لحوم مختلفۃ بعضہا ببعض متفاضلا یدا بید اور جیسے جائز ہے بیع لحوم مختلفہ
کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست ہم لحوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب
اتحاد قدر کے ولبن بقر وغنم اور جائز ہے گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ
کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس ہیں کذا فی الطحطاوی وخل دقل بفتحتین ردی التمر وخصہ باعتبار العادۃ بخل عنب اور
اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بڑھا کر دقل بفتح دال وقاف عبارت ہے ناقص کھجور سے اس کو مخصوص بذکر کیا باعتبار
عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہے لیکن عادت خلق یہ ہے کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہیں لہذا فقط اس کو مذکور کیا وشحم لبطن بالیۃ بالفتح ما یسمیہ
العوام لیۃ اولحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی والیہ بفتح الف وہ ہے جس کو
عوام عرب لیہ کہتے ہیں وخبز ولو من بربہ او دقیق ولو متہ اور جائز ہے روٹی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگر گیہوں کی روٹی اور گیہوں کا آٹا ہو تو بھی زیادتی
جائز ہے اس واسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی مکیل نہ رہی بخلاف گیہوں اور آٹے کے کہ وہ دونوں مکیل ہیں تو قدر اور جنس دونوں
مفقود ہیں یہاں تک کہ بیع بطریق نسیہ بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودہن مربی بالبنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا
او وزنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن عادۃ حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی
غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جس طرح سے ہو بسبب مختلف ہونے ان کی اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لے کر روغن
بنفشہ تک کی بیع میں تفاضل اس واسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر چڑیوں کے گوشت میں باوجود اتحاد
جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ ان کا گوشت موزون نہیں رواج میں اگر اس کا بھی تول رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج والاوز
وزنی فی عادۃ مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا والحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او تبدل الصفۃ فلیحفظ اور فتح القدیر میں ہے
کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت میں اور نہر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہونا اس کے زمانے میں ہوگا ہمارے زمانے میں تو مصر میں وزنی نہیں اور خلاصہ
یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گائے کا گوشت
بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبے کی چکتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخیر ولو الخبز
نسیئۃ بہ یفتی درر ای الاداء بشرائط السلم لحاجۃ الناس ولا خوف المنع اذ قد یقبض من جنس ما سمی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی کی بیع گیہوں اور آٹے
سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تاخیر ہو اسی کا فتوی ہے کذا فی الدرر یعنی تاخیر اس وقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری مل جاویں فتوی ہوا ہے بسبب حاجت آدمیوں
کے اور زیادہ احتیاط منع سلم میں ہے اس واسطے کہ اکثر قبض واقع ہوتا ہے مسمی کی جنس سے ہم یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہوں کی روٹی میں اور مقبوض ہوتی

روٹی ہوتی ہے تو اس میں استبدال مسلم فیہ ہے اس کے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں وفی القہستانی معزیا للخزانۃ الاحسن ان یبیع خاتما مثلا
من الخباز لیقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف لصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر اور قہستانی میں
خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہوں کے سلم کرنے کا روٹی میں یہ ہے کہ مثلاً انگوٹھی بیچے نان بائی سے لقدر ارادہ روٹی کے کہ جو موصوف بصفت معین ہے
ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اس کو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہوں سے خرید کر لے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروط نہ
ہوں گی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وینبغی جوازا ستقراضہ ایضا اور قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے
روٹی میں تول کر اور اسی طرح گن کر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہو گا سلم کا جواز روٹی میں گن کر قہستانی میں مذکور نہیں علاوہ اس کے
روٹی معدود منضبط نہیں تو سلم کیونکر صحیح ہو گی اور حاشیہ میں ابو سعود میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ
وزنی ہے ان کے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار ہو گا کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد والاسم حاوی اور
جائز ہے دودھ کا بیچنا پنیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البر بدقیق او سویق ہو المجروش[1] ولا بیع دقیق
بسویق مطلقا ولو متساویا لعدم السوی فیحرم بشبھۃ الربوا خلافا لھما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا اس کے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح
اگرچہ دونوں برابر ہوں اس واسطے کہ دونوں کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک آٹے کی بیع
ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے دست بدست ہم گیہوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں تفاضل اس واسطے
جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گیہوں کے اجزا ہیں اور تساوی اس واسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہیں ہو سکتا
کیونکہ گیہوں پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے واما بیع الدقیق متساویا کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک
سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرھا ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونوں
کو پیمانے میں داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امامؒ اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہوں کی بیع بھنے گیہوں سے
جائز ہے اور بھنے گیہوں کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ہم بھوننے سے گیہوں ہلکا ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی
نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تول کر تو اس میں دو روائتیں ہیں ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمھملۃ الشیرج حتی یکون الزیت والحل
اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالثفل وکذا کل ما لثفلہ قیمۃ کجوز بدھنہ ولبن بسمنہ وعنب بعصیرہ فان لا قیمۃ لہ کبیع تراب ذہب
بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ ہو اس
روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جس کی کھلی
اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اس کے تیل سے اور دودھ کی اس کے گھی سے اور انگور کی اس کے شیرے سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہ ہو جیسے زرکود
مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی بیاج کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمدؒ وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ
الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لی جاوے تول کر اور گن کر محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اس کو کمال الدین
نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئۃ جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرات کیف کان اور مجتبی میں
ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی ادھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور بالعکس اس کے یعنی نقد دو روٹیوں کی بیع ایک روٹی ادھار سے جائز نہیں اور روٹی کے

[1] لغت میں مجروش اور جریش دلیہ کو کہتے ہیں شاید ستو کو بھی بولتے ہوں گے ۱۲

ٹکڑوں کی بیع ہر طرح نقد اور نسیہ ولا ربوا بین سید و عبدہ ولو مدبرا او مکاتبا اور بیاج نہیں درمیان مولی اور اس کے غلام کے اگرچہ غلام ہو نہ مکاتب
م غلام کا مال مملوک ہے مولی کا جس طرح چاہے لے یہاں ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بمنزلہ حر کے ہے قبض اور تصرف کی راہ سے
اذلم یکن دینہ مستغرقا لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق الاطلاق وانما یرد الزائد
والربوا لتعلق حق الغرماء اور میاں کے مابین اس وقت بیاج نہیں جب کہ غلام کا دین اس کی ذات اور کمائی کو مستغرق نہ ہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج
ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاج نہیں خواہ اس کا دین مستغرق ہو
یا نہ ہو اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب سے نہیں بلکہ قرضخواہوں کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی
عنان اذا تبایعا من مالہما ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہیں دو متفاوض[1] اور عنان کے دو شریکوں میں جب کہ دونوں نے خرید و فروخت کی ہو شرکت
کے مال سے کذا فی الزیلعی م قید مذکور شرکت عنان میں ہے اس واسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں دونوں صورتوں میں
بیاج اس واسطے ثابت نہیں کہ ثمن اور مبیع میں دونوں شریک ہیں تو احد العوضین کا فضل اس کے ملک سے خارج نہیں ہوتا کہ ربوا متحقق ہو
ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلثۃ اور بیاج نہیں کافر حربی اور اس
مسلم میں جو حربیوں کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو . . . . وہاں یعنی دار الحرب میں اس واسطے کہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح
ہے مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اس کی رضامندی سے ہر طرح بدون دغابازی کے بخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے م حلت ربوا میں دار الحرب
کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آوے گا اور مسلمان سے ایک درم عوض دو درم کے بیع کرے گا تو بالاتفاق جائز نہ ہوگا اور اباحت
مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اس وقت نہیں جب کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہے مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے
اور جواب مسئلہ حلت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق
ہیں خواہ دار الحرب میں ربوا ہو یا دار الاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ (لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب) اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط
میں کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مراسیل سے ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ
روم نازل ہوئی تو صدیق ؓ نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع عالی شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم
فارس پر غالب ہوئے تو صدیق ؓ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ
مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علمائے مذہب نے درس میں التزام کیا ہے کہ حلت
ربوا اور قمار سے فقط ملک مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اس کے مخالف ہے انتہی ما فی الفتح ملخصا وحکم من اسلم فی دار
الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ثمہ
ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان ہوگیا دار الحرب میں اور اس نے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اس کا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اس کے ساتھ بیاج
درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے اس واسطے کہ اس کا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اس نے ہجرت کی ہماری طرف بعد اس کے پھر گیا
اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان
ہوئے اور دار الاسلام کی طرف انھوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ دونوں حربی کے مانند ہیں حکم میں م یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ در صورت اسلام و ہجرت

[1] شرکت مفاوضت اور عنان کا بیان جلد دوم میں گذر چکا ہے مرسل اصول حدیث میں مرسل وہ حدیث ہے کہ تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کا واسطہ ذکر نہ کرے ۱۲

ربوا نہیں سو غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت میں بالاتفاق ربو جائز نہیں جیسا کہ منح الغفار میں ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اس نے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا ان کی طرف تو اس کے ساتھ بیاج جائز نہیں والحاصل ان الربو حرام الا فی ہذہ الست مسائل اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں م صواب یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کر کے ۱ میاں کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵ مسلم کو اس کے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجیے تو صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی۔

باب الحقوق فی البیع

اخرہا لتبعیتہا ولتبعیۃ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف نے اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے م حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو بیع کا تابع ہو اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر مبیع کے سبب سے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ اخر لا یدخل فیہ العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر مالم ینص علیہ لان الشیٔ لایستتبع مثلہ خرید کی کوٹھڑی جس پر دوسری کوٹھڑی ہے تو اس خرید میں بالاخانہ داخل نہ ہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تاوقتیکہ تصریح نہ کردی بالاخانے کی بیع کی اس واسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام بہرحال ساکن ہے م دریافت کرنا چاہیے کہ یہاں تین چیز معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار، بیت وہ ہے جس کی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اس کا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر اس نے کہا ہو اس واسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند ہے مسقف ہونے اور شب باشی میں اور شی اعلیٰ کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جس میں رات دن آدمی رہیں اور اس میں باورچی خانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اس کا صحن غیر مسقف نہیں اور اس میں اصطبل نہیں اور دار نام ہے اس ساحت کا جس کے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل ہو ما لا اصطبل فیہ الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ ای حقوقہ کطریق ونحوہ وعند الشافعی المرافق المنافع اشباہ اور اسی طرح بالاخانہ داخل نہیں منزل کی خرید میں منزل وہ ہے جس میں اصطبل نہیں مگر بکل حق لہ یا بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہیں چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ م مرافق جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق عبارت ہے توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ طریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اس کی متصل چیزوں سے اور جامع الفصولین میں ہے کہ حقوق عبارت ہیں مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دار ہیں اور ظاہر الروایہ میں مرافق حقوق ہیں کذا فی النہر او بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ یا بالاخانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل میں داخل ہے یا اس سے متعلق ہے وہ مبیع ہے م چونکہ منزل دار اور بیت دونوں سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل نہ ہوگا بیت کی مشابہت سے ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ولو الابنیۃ بتراب او بخیام او قباب اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ مذکور نہ ہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع میں داخل ہے اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہوں یا خیمے یا خرگاہ وہذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر

ل اور ہمارے عرف میں بالاخانہ داخل ہے بدوں ذکر کے سب صورتوں میں خواہ مبیع بیت ہو جس پر بالاخانہ ہو خواہ منزل اسی طرح کی ہو کیونکہ عجم میں ہر مسکن کو خانہ کہتے ہیں گو بالاخانہ بھی ہو برابر ہے کہ وہ مسکن چھوٹا ہو۔ ۲

۲ جیسے بیت یا چھوٹا نہ ہو لیکن بادشاہ کے مکان کو سرائے کہتے ہیں ۱۲

فی الصور کلها فتح والکافی سواء کان البیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای نہر اور تفصیل بیت اور منزل دار کی بموجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف میں بالاخانہ داخل بیع ہو جاتا ہے بدون اس کے ذکر کے سب صورتوں میں کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوائے اس کے مگر دار السلطان کی بسرای ہے کذا فی النہر استثنا کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہیں اور یہ غلطہ پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اس کی یہ ہے وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلها سواء کان البیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علو اسواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہی اور چونکہ احکام کی عرف پر ہے تو ہر اقلیم اور ہر زمانے میں وہاں کے لوگوں کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی کما یدخل فی شراء الدار الکنیف والبئر والاشجار التی فی صحنها وکذا البستان الداخل وان لم یصرح بذلک جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خریدمیں پاخانہ اور پانی کا کنواں اور وہ درخت جو گھر کے صحن واقع ہیں اور اسی طرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہے اگرچہ اس کے بیع کی تصریح نہ کی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منها فیدخل تبعا ولو مثلها او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی وعینی داخل بیع نہیں ہے باغ گھر کے باہر کا مگر اس وقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جبکہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلة لا تدخل فی بیع الدار لبنائها علی الطریق فاخذت حکم الا بکل حق ونحوہ مما مر وقالا ان مفتحها فی الدار تدخل کالعلو اور چھپا داخل نہیں ہوتا گھر کی بیع میں اس واسطے کہ اس کی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اس نے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اس کے جو مذکور ہو چکا البتہ چھپا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھپے کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع میں داخل ہے بالاخانے کے مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت او دار مع ذکر المرافق لانه من مرافقها خانیة اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع میں ذکر مرافق کے ساتھ اس واسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق میں داخل ہے کذا فی الخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل والشرب الا بنحو کل حق ونحوہ مما مر داخل بیع نہیں راہ اور پانی کی جگہ اور پانی پینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر مع عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذ کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اس گھر کے دروازے کے عرض اس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اس کا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی میں ہے اور مسیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاجارة للدار والارض فتدخل بلا ذکر لانها تعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ میں داخل ہوں گے بلا ذکر حقوق اور مرافق کے اس واسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کے واسطے ہے نہ سوائے اس کے یعنی اس میں بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہیں بخلاف بیع کے کہ اس میں قطع نظر انتفاع کے ملک رقبہ بھی مقصود . . . ہے والرهن والوقف خلاصة اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی راہن اور وقف میں طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں ولو اقر بدار او صالح علیها او اوصی بها ولم یذکر حقوقها ومرافقها لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اس پر صلح کی یا اس گھر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اس مکان کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو راہ داخل نہ ہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمة وان ذکر الحقوق والمرافق الا برضی نہر عن الفتح اور قسمت میں راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہوں مگر مع رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیة ینبغی ان یکون الرهن کالبیع اذ لا یقصد به الانتفاع قلت هو جید لولا مخالفته للمنقول کما مر ولفظ الخلاصة ویدخل الطریق فی الرهن والصدقة الموقوفة کالاجارة واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ میں ہے لائق یوں ہے کہ رہن بیع کے مانند ہو اس واسطے کہ رہن سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام اچھا ہے اگر اس کی مخالفت منقول سے نہ ہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ کی ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ موقوفہ میں

لے یعنی کچھ کہ مستعمل پانی کے واسطے بنا ہوتے ہیں ۱۲ ف تحدید عرض طول طریق دار۔

اجارے کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحرالرائق کا تابع ہو کر نعم ینبغی ان یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لایخفی انتہی ہاں لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق میں اور وجہ اس کی مخفی نہیں انتہی مافی النہر م ہبہ وغیرہ میں استحداث ہے اس ملک کا جو سابق میں نہ تھی تو اشیاء مذکورہ مانند بیع ہوئیں تو مناسب ہے کہ ان میں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے م اور استحقاق اصطلاح میں عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شئے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جب کہ استحقاق حقوق سے مناسب ہوا لفظاً و معنیً لہذا اس کے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر وکتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اس کے جیسے مدبر اور مکاتب ہونا م یعنی جب یہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے وثانیہما ناقل لہ من شخص الی اٰخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان مافی یدہ من العبد ملک لہ وبرہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اس طرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اس کے قبضے میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اس پر گواہی گذرانی فالناقل لایوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لایوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل ہے فسخ عقد کا موجب نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں م یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہ ہوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذوالید الملک منہ ولو ورثۃ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلاتسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قابض پر اور اس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہ ہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ ان پر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہو تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اس طرح پر کہ بائعین میں سے کوئی بائع کہے کہ میں ثمن نہیں پھیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہے اس واسطے کہ مبیع میرے ملک میں جنی ہے یا میرے بائع کی ملک میں بواسطہ یا بلاواسطہ کذا فی الحلبی ملخصاً ولایرجع احد من المشترین علی بائعہ مالم یرجع علیہ ولا علی الکفیل مالم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیر لے اپنے بائع سے جب تک اس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہ ہو تاکہ دو ثمن ایک ملک میں مجتمع نہ ہو جاویں اسلیے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے م اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی بائعین متوسطین میں اس واسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پھیر لے قبل پھیر دینے کے تو اس کی ملک میں دو ثمن مجتمع ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں ولو صالح بشئ قلیل او ابرأ عن ثمنہ بعد الحکم لہ برجوع علیہ فلبائعہ ان یرجع علی بائعہ ایضاً لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے صلح کر لی بائع سے کمتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بحکم رجوع کے ابرا کیا یا ثمن سے تو گویا اس نے بائع سے لیا کذا فی الطحطاوی ولو حکم للمستحق فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا اور مشتری مستحق نے صلح کر لی کچھ ثمن دے کر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرے اس واسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے

م یعنی مستحق مشتری سے کہا کہ پھر عقود ثمن مجھ سے لے اور بیع مجھ کو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کر سکتا والمبطل لیوجبہ ای یوجب
فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بائعوں میں جاری ہوئے ان کے فسخ ہونے میں قاضی کے
حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر فلکل واحد من الباعۃ الرجوع علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے
اگرچہ اس مشتری سے ثمن نہ پھیر لیگیا ہو ویرجع ہو ایضا کذلک علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین لو بدل الحر لا یملک اور مشتری
اسی طرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہ ہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اس واسطے کہ آزاد کا بدل مملوک
نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہو چکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سواء کان ببینۃ او بقولہ انا حر لوالمجہول ما اقرار
بالرق اشباہ اور اصل آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اس کے قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے
پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہ ہو گیا ہو کذا فی الاشباہ صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں
اس نے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اس کی حریت اصلی کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہوگا کذا فی الحلبی فلا تسمع
دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اس پر مسموع نہ ہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور
اسی طرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں م فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے مراد ہے جو ملک مطلق میں ثابت ہو واما الحکم
بالعتق فی الملک المورخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما بسطہ ملا خسرو ویعقوب باشا فاحفظہ فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ
اور عتق کا حکم ملک مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اس کو ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے مشرح
بیان کیا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں م خلاصہ یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ اصلیہ کے ہے کہ سب خلق
پر ہے تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں تو محمود کا غلام
تھا چار برس سے سوا اس نے مجھ کو آزاد کر دیا اور اس نے دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہوگا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں سات
برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اس نے گواہی سے ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر حامد کا مملوک ٹھہر جائے گا کذا فی الطحطاوی عن الدرر
واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر وہو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہے وقف
کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع
ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اس کو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر علی الاصح
اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورت میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولا میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں مقصور ہے بنا بر قول اصح کے م یعنی
جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولا عتاقہ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہیں ویثبت رجوع المشتری علی بائعہ
بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما مر انہا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جب کہ استحقاق گواہی سے ہوا اس واسطے
کہ اوپر گذر کہ شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ
فلا یرجع لانہ حجۃ قاصرۃ اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اس کے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل اقرار سے یا اس کے انکار قسم سے
تو ثمن پھیر لینا ثابت نہیں اس واسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے م مقصود یہ ہے کہ الاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیء کما یظہر
سے تمام افراد کا ذکر کسی کو دیا ہے

کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جس کا ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں جیسا کہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی کا ہے بلکہ عتق اور اس کے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لا الاقرار بل ہو حجۃ قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر بسبب نہ ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہم چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اس کا اقرار اس پر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اس واسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافہ ناس کے حق میں نافذ ہے کذا فی المنح بقی لو اجتمعا فان ثبت الحق بہما قضی بالاقرار الا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح ونہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائے گا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والنہر اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اس کی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہوگا اس واسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی **فلو استحقت مبیعۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ ببینۃ تبعہا ولدہا بشرط القضاء بہ** ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیع جو جنی مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اس کا بچہ اس کے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح میں کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے اس تقیید کا جب کہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نہ کرے کذا فی النہر ثم استیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ للمستحق کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور[1] کا ولد آزاد ہوگا اس کے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعوی نسب کے باب میں مذکور ہو چکا **وان اقر ذو الید بہا لرجل لا یتبعہا** فیاخذہا وحدہا والفرق مامر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اس کا بچہ لونڈی کا تابع نہ ہوگا تو وہ مرد فقط اس لونڈی کو لے گا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا لم یدعہ المقر فلو ادعاہ تبعہا وکذا سائر الزوائد نعم لا ضمان بہلاکہا کزوائد المغصوب اور یعنی نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اس وقت ہے جب کہ مقر لہ نے ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہیں اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر درصورت دعوی مقر لہ ہاں یہ البتہ ہے کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہیں مانند زوائد مغصوب کے ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اس واسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قہستانی نے اس کو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کر کے **ومنع التناقض** ای التدافع فی الکلام **دعوی الملک** لعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اس واسطے کہ صغری میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اس کے مالک ہونے کا دعوی کا مانع ہے ہم تناقض اس واسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اس واسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اس سے نکاح کی درخواست کرنا صریحا متناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہ مثال ملک عین کے دعوی کے اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اس کے نکاح کا پیغام دینا کما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسی طرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جب کہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم بزازیہ میں ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میرے فلانے

[1] وہ شخص جس کو کسی عورت نے کہا ہو کہ میں آزاد ہوں اور اس نے اسکے قول پر اعتماد کر کے اس سے نکاح کر لیا پھر دوسرے شخص نے اس پر دعوی کیا کہ یہ میری لونڈی ہے اور ثابت کر دیا تو اول شخص وہ عورت اولاد قیمت اولاد کی اور کو دیگا

موکل کی ہے پھر دعویٰ کیا کہ دوسرے موکل کی ہے تو یہ دعویٰ مقبول نہیں مگر در صورت توفیق اس طرح پر کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی تھی جس نے مجھ کو خصومت میں وکیل بنایا تھا پھر اس نے میرے دوسرے موکل کے ہاتھ اس کو بیچا اور اس نے مجھ کو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی بل یکفی امکان التوفیق علیٰ ما حققہ فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اس میں اختلاف ہے علما کا اور اس کی ہم تحقیق کریں گے کتاب القضا کی متفرقات میں وفروع ہذا الاصل کثیرۃ ستجیٔ فی کتاب الدعوی ومنہا ادعیٰ علیٰ آخر انہ اخوہ وادعیٰ علیہ النفقۃ فقال المدعیٰ علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعیٰ علیہ یطلب میراثہ ای قال ہو اخی لم یقبل للتناقض وان قال ابی او ابنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہیں جو کتاب الدعویٰ میں آویں گی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعویٰ کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور اس پر نفقہ کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہیں پھر مدعی کچھ متروکہ چھوڑ کر مر گیا تو مدعا علیہ آیا اس کی میراث طلب کرتا اگر اس نے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہ ہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اس نے کہا میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا مم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعویٰ کیا اس کے بعد مدعا علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعویٰ کیا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شارح کو یہ دھوکہ صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑ گیا بلکہ مطلب وہاں کا یہ ہے کہ اگر بجائے دعویٰ اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعویٰ کرے گا تو دعویٰ مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی لخفاء الحریۃ کلام تناقض دعویٰ حریت کا مانع نہیں والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اس کے دعویٰ کا مانع نہیں ہے جس کا سبب مخفی ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت مم تناقض نسب کی صورت یہ ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اس نے اس کو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعویٰ کیا کہ غلام اس کا بیٹا ہے تو دعویٰ اس کا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اس واسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض میں معذور ہے اور اسی طرح اگر بولا کہ میں اس کا وارث نہیں پھر بولا کہ میں اس کا وارث ہوں تو مسموع ہے اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اس کو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعویٰ مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پھیر لے گی اگرچہ کلام تناقض ہے اس واسطے کہ زوج ایقاع طلاق میں مستقل ہے اور اس کی اطلاع زوجہ کو ضرور نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر ای ظہر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شیٔ علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجھ کو خرید کر کہ میں زید کا غلام ہوں سو اس نے خرید کیا اس کے کلام پر اعتماد کر کے اور وہ آزاد نکلا یعنی اس کا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اس کا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہیں بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہ ہو یا مکان غیبت اس کا معلوم نہ ہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیرے بخلاف ابو یوسف کے مم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ ایک روایت ہے ان سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا اور اگر اس نے کہا کہ مجھ کو خرید کر فقط یا یوں کہا کہ میں غلام ہوں فقط تو اس پر رجوع نہیں بالاتفاق کذا فی العمدہ مم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اس کی غلامی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت میں یہ ہے کہ ایک شخص کا ہے غلام ہوتا ہے کسی کا اور اس کا خرید کرنا صحیح نہیں چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیرے بائع جب اس کو پاوے بخلاف الرہن بان قال ارتہنی فانی عبد لم یضمن اصلا والاصل ان الغرر لا یوجب الضمان الا فی ضمن عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے مم مثلاً پر ایک شخص نے کہا کہ تو مجھ کو رہن رکھ لے میں غلام ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہ ہوگا اصلا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکہ موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن میں نہ عقد وثیقہ کے ضمن میں یعنی بیع میں ضمان اس واسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن میں اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ عقد وثیقہ

ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی
خلاف ما صوبہ الزیلعی وتقدم فی الوقف ویجیئ فی آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہے جس کے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہے
تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہیں تو نہیں یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہیں اس واسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہیں بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح
اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کر کے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اس کا ذکر کتاب الوقف میں ہو چکا اور آخر کتاب میں آوے گا ھ اشتراط حکم قاضی
لزوم وقف میں امام کا قول ہے لو فتوی زوال ملک پر ہے مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء
علیہما خرید کی ایک چیز اور اس پر قبضہ نہیں کیا تا اینکہ دوسرے شخص نے اس کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ اس کا مسموع نہیں بدوں حاضر
ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی ان پر جاری ہو ولو قضی بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع وتمامہ فی الفتح اور
اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر بائع یا مشتری اس پر گواہ لائے کہ مستحق نے اس کو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے اس کو مشتری کے ہاتھ بیچا
تو مقبول ہے اور بیع لازم ہو گی اور پورا بیان اس کا فتح القدیر میں ہے لا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذہ الدآبۃ
منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتین مثلا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ
بل یقضی بہا للمستحق ببقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق
نے دعویٰ کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اس کے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کے بائع کو خبر
کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلا اور اس پر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہ ہو گی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم
ہو گا بسبب باقی رہنے اس کے دعویٰ کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں
تاریخ موجود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ منح الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعویٰ
باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہو گا کذا فی الطحطاوی العلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استولد مشتراۃ لیعلم غصب البائع
ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق در راس کا معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک
مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اس خریدی ہوئی لونڈی کو جس کو جانتا ہے کہ بائع نے اس کو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہو گا مالک کا بسبب نہ ہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لے بائع
سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہوتا وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم
استحق من یدہ ورجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لانہ محتمل بخلاف النص اھ قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق ہو کر
نکلی مشتری کے قبضہ میں اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہ ہو گا اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہنچی تو اس کو حکم ہو گا کہ مبیع بائع
کو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صحیح اقرار کے یعنی اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے
اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ
علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلانے قاضی کا اس واسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت
رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ھ ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک
شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اس کی سجل پائی پھر بائع کو اس نے سمرقند میں پایا سو اس کو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا
اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر عمل کرنا اور ثمن

ف یعنی غائب پر قضا نہ لازم آوے گی ہو

پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہیں تاوقتیکہ گواہ اس کی گواہی نہ دیں پس بخلاف کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گھر نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس
بائع سے حکم دیا کذا فی الطحطاوی کذا الحکم فی ما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل کل من الشہادۃ
فانہا لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامہم ولو الخصم کافرا کما فی عدم الاعتماد کا حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے منجملہ محاضر اور سجلات اور صکوک کے اس واسطے
کہ ان میں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اس واسطے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کرنے کے واسطے ہیں اور اسی واسطے اسلام شہود لازم
ہے اگرچہ خصم کافر ہو ملخص یعنی شہادت اور وکالت میں تو البتہ نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اس کے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہ صورت ہے
کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اس پر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھ دے تا قاضی مکتوب الیہ اس پر حکم کرے اور مکتوب شہود طریق کو پھیر دکھے اور نقل وکالت
کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسی کو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھ کر اس قاضی
کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جس میں قاضی حضور خصمین اور دعوی اور شہادت لکھے اور سجل وہ ہے جس میں اسی کے مانند لکھے اور وہ اس کے پاس ہو اور صک
وہ ہے جو مشتری اور شفیع وغیرہما کو لکھ دے کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی دعوی حق مجہول من دار صولح علی شیء معین واستحق بعضہا لجواز دعواہ فیما بقی و
لو استحق کلہا رد کل العوض لدخول المدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی میں جس کا مصالحہ ہو گیا شیء معین پر اور بعض گھر
مستحق ہو کر نکلا اس واسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعوی ماباقی میں ہو جو مستحق ہے اور اگر تمام گھر مستحق ہو کر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائے گا بسبب داخل ہونے مدعا کے
مستحق میں واستفید منہ ای من جواب المسئلۃ امران احدہما صحۃ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط
صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح لجہالۃ المدعی بہ حتی لو برہن لم یقبل مالم یدع اقرارہ بہ اور اس سے یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے
شیء معین پر اس واسطے کہ نادانی شے ساقط کی منازعت کو نہیں پہنچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اس چیز کے
جس کا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاوے گا تو مقبول نہ ہوں گے جب تک یہ دعوی نہ کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس اقرار پر گواہ دیگا
تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا جاوے گا کذا فی الطحطاوی وان ادعاہا ای الدار المدعی علیہ بجملتہا فی دعوی کلہا ان استحق شیء منہا لفوات سلامۃ البدل
اور سب گھر کے دعوی میں اگر کچھ اس میں سے مستحق ہو کر نکلے تو مدعا علیہ بقدر اس کے حصہ کے پھیر لے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی
کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دے کر اس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق ہو کر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیر لے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت
نہ رہا قید بالمجہول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کربعہا رجع مادام فی یدہ ذلک القدر وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق منہ مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی اس
واسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کرے گا چنانچہ چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اس کے ہاتھ میں اس قدر یعنی چوتھائی باقی ہے اور اگر اس مقدار سے
کم باقی ہے تو استحقاق کے حساب سے موافق ملک کے پھیر لے یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے
پھیر لے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلۃ طرقہ شارح کا لو صالح من الدنانیر علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق
البدل بطل الصلح فوجب الرجوع ولہ فیہا فروع اہ فلتحفظ اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اس پر قبضہ کیا سو دراہم مستحق ہو کر نکلے بعد متفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیرے اس واسطے
کہ یہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پھر جب بدل صلح میں استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہو گئی تو اصل یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہو گیا کذا فی السراج اور اسی کتاب میں اسی طرح کی چند فروع
اور ہیں ان کو دیکھنا چاہیے وفی المنظومۃ المحبیۃ صحۃ منہا الخ منظومہ محبیہ میں چند مسائل مذکور ہیں انا بجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے ۵ لو استحق ظہر المبیع

نے محضر اور سجل لغت کے اعتبار سے ایک ہیں یعنی سرکاری دستاویز کو کہتے ہیں اور عرف حال کی رو سے محضر معروف ہے اور سجل باقی نہیں رہا اور شرح اصطلاح کو مترجم لعل نے متعین کیا
کیا حاصل یہ کہ محضر اس کو کہتے ہیں جس کو عرف حال کے طور پر مسل بولتے ہیں اور سجل کا نام حال کے عرف میں ... ہے اور صک کو قبالہ بولتے ہیں ۱۲

لہ علی بائعہ الرجوع ؛ بالثمن للذی لہ قد دفعہ ؛ الا اذا البائع ہہنا ادعی ؛ بانہ کان قد یا اشتری ؛ ذلک من ذا المشتری بلا مرا ؛ اگر مبیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اس کے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اس کو دیا ہے جائز ہے مگر جب کہ بائع نے یہاں یہ دعوی کیا کہ میں نے اس مبیع کو زمان قدیم میں اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعوی کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہے تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ۵ لو اشتری خرابۃ وانفقا ؛ شیئا علی تعمیرہا وطفقا ؛ ذلک یسوی بعد ما اکامہا ؛ ثم استحق رجل تمامہا ؛ فالمشتری فی ذاک لیس راجعا ؛ علی الذی عد لتلک بائعا ؛ ولا علی ذا المستحق مطلقا ؛ بذا الذی کان علیہما انفقا اگر ویران زمین خرید کی اور کچھ اس کی مرمت میں خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اس کے اس کے ٹیلوں کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اس میں پھیر نہیں سکتا اس کے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پھیر سکتا ہے اس مال کو جو اس کی درستی میں صرف کیا م مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہیں و ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہیں لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وان مبیع مستحقا ظہرا ؛ ثم قضی القاضی علی من اشتری ؛ بہ فصالح الذی ادعاہ ؛ صلحا علی شئی لہ اداہ ؛ یرجع فی ذاک بکل الثمن ؛ علی الذی قد باعہ فاستبن ؛ اور ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اس کے مدعی سے کچھ اس کے مال مودی پر صلح کر لی تو مشتری اس امر میں تمام ثمن اس کے بائع سے پھیر لے یعنی اس واسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ شری دارا وبنی فیہا فاستحقت رجع بالثمن وقیمۃ البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض الیہ یوم تسلیمہ وان لم یسلم فبالثمن لا غیر اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اس میں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اس کے تسلیم کے دن ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کر دے اور اگر قبضہ نہ کروا دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے نہ کچھ اور کما لو استحقت بجمیع بنائہا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلا چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلا پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو حفر بئرا او نقی البالوعۃ او رم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشئ علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کما فی مسئلۃ الخرابۃ حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع لیفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اس کے بائع سے کچھ نہ لے اس واسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ میں مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیع نامے میں لکھا یا کہ جو مشتری گھر میں صرف کرے گا اور اس میں کچھ مرمت کرے گا تو وہ بائع کے ذمہ ہے درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہو گی م فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اس کو مقتضی نہیں ولو حفر بیرا او طواہا یرجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فلو شرطاہ فسد اور اگر کنواں کھودا اور اس کی من بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کریں گے تو بیع فاسد ہو گی وکذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ جص وطین وتمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کھودی تو اگر اس پر پل بنایا تو بنانے پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اس وقت ہے جب کہ اس میں کچھ عمارت بنا دے یا درخت بو دے تو اس چیز کی قیمت پھیرے جس کو توڑنا اور بائع کا اس پر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیرے اور پورا بیان اس کا فصولین کی پندرہویں فصل میں ہے وفیہ شری کرما فاستحق نصفہ لہ رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اس کے پاس متغیر نہ ہوا ہو اور اس نے اس کا پھل نہ کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزم غیر مستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار

ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اس کو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اس کی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق الشهاد البقرة لم يرجع بها النقل ولو استحق ثياب الرقيق او بردعة الحمار لم يرجع بشئ لانه لم يدخل في البيع تبعا لا حصة له من الثمن ولكن يخير المشتري فيه قنية اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اس پر جو ناتھ کا ہے اس کو نہ پھیرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کمل مستحق غیر نکل تو کچھ نہ پھیرے اور جو چیز کہ بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اس کا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیۃ ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ ولکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف له الرجوع قال الا تری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع ولو وجد العبد حرا فلکل الرجوع قبلہ خانیہ اور اگر مبیع مستحق نکل پچھلے مشتری کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیرے اپنے بائع سے بلا اعادہ شہادت لیکن نہ پھیرے قبل اس کے کہ اس کا مشتری اس سے پھیرے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اس کو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبدا فاعتقہ بمال اخذہ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اگر غلام خریدا پھر اس سے مال لے کر آزاد کیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیرے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اس کو اس کا بعینہ پورا مال مل گیا ولو اشتری دارا بعبد واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خریدا عوض غلام کے اور وہ گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لے گا بسبب باطل ہو جانے بیع کے ۔

باب السلم

یہ باب ہے سلم کے احکام میں م مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جس میں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اس واسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کے اور صرف بجائے مرکب کے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اس واسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ[1] کو سلم پر محمول کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہے باعتبار حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہے اور غنی نفع آئندہ کے واسطے کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ کالسلف وزنا ومعنی سلم بفتحتین لغت میں سلف کے مانند ہے وزن اور معنی میں م مغرب میں ہے کہ جب سلم پہلے دیا تو عرب بولتے ہیں کہ سلفت فی کذا و اسلم واسلف کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وہو المسلم فیہ بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے یعنی مثلاً پہلے روپے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خرید کرنا اس کا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہ ہے جو بیع کا رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول اصح میں م اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول اس طرح ہے کہ ایک شخص کہے کہ سلمتک واسلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر لام کہتے ہیں ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب

[1] یعنی سورہ بقرہ کے انتالیسویں رکوع کا شروع یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ میں [illegible] سے فلاں چیز کے لئے [illegible] اور دوسرا کہے میں نے قبول کیے ۔

اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم الیہ کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف و نشر مرتب ہے م رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین[1] فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر **ویصح فیما امکن ضبط صفتہ** کجودتہ ورداءتہ اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا م ضبط صفت اور معرفت مقدار اس واسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اس کی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہیں **ومعرفۃ قدرہ ککیل وموزون** وخرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جس کی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ کیل اور وہ موزون جو مثمن ہے مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اس واسطے کہ درہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہیں لیکن یہ ثمن ہیں نہ مثمن تو ان میں سلم جائز نہیں یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں ہوتے بخلاف امام مالک کے **وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس** وکمثری ومشمش وتین ولبن بکسر الباء واجر بلبن معلمین بین صفتہ ومکان ضربہ خلاصہ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زرد آلو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جس کی صفت اور پلنے کا مکان مصرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ م عددی متقارب سے مراد وہ ہے جس کی افراد قیمت میں متفاوت نہ ہوں اور اس کا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحرالرائق میں کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی **وذرعی کثوب بین قدرہ طولا وعرضا وصفتہ** کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام اومصر اوزید اوعمرو رقتہ اوغلظہ ووزنہ ان بیع بہ فان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت قیمتہ فلابد من بیانہ مع الذرع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جس کی مقدار مصرح ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اس کی مصرح ہو گئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا یا کتان مشہور کا یا دونوں سے مرکب اور اس کی صنعت کا بیان ہو گیا چنانچہ شام کا بُنا یا مصر کا یا زید کا بُنا یا عمرو کا اور یہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اس کی مشہور ہو گئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اس واسطے کہ دیبا جتنا گراں وزن ہوتا ہے اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا ہلکا ہوتا ہے قیمت اس کی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے میں وزن کا ہونا بھی ضرور ہے گز کے بیان کے ساتھ م امور مذکورہ کا بیان اس واسطے صحت سلم کے لیے شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے **لایصح فی عددی متفاوت** ہو یا تفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع ودرومان فلم یجز عددا بلا تمیز صحیح نہیں سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جس کی مالیت میں تفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اس کے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور مولی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا تمیز یعنی بلا ذکر ضابطہ چنانچہ طول یا غلظ یا بغیر ذلک فقط ذکر سے عدد سلم جائز نہیں کذا فی المنح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا نہر اور جس میں سلم جائز ہے گن کر اس میں کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہے کذا فی النہر م اور جس میں کیل جائز ہے اس میں وزن بھی جائز ہے اور جس میں وزن جائز ہے بقول معتمد اور کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر **ویصح فی سمک ملیح** ومالح لغۃ ردیئۃ اور صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارح نے کہا کہ سمک ملیح لغت فصیح ہے اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے **وفی طری حین یوجد** وزنا وضربا ای نوعا قید لہما اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی میں اس وقت جب کہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اور اس کی قسم بیان کر کے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونوں کی قید ہے م طحطاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہرا تر مچھلی کی قید ہے اس واسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت ملتی ہے ہاں اگر بعضے وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کے بکثرت ہیں چنانچہ رہو اور چال اور پڑھن وزن اور بیان قسم اس واسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہو جاوے **ولاعددا للتفاوت** جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی یکساں نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہ ہو ولو صغارا جاز وزنا وکیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو ان میں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو وفی الکبار روایتان مجتبی اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبی م جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحطاوی

[1] یعنی اس کے اتنی چیز مسلم الیہ کے ذمے پر ہو گئی ۱۲

والی حیوان مطلقا خلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جانور میں بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اس میں جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث میں نہی وارد ہے
سلف فی الحیوان سے اور اس واسطے کہ باطن حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر والاطرافہ کرؤس واکارع خلافا لمالک جازوزنا فی روایۃ اور
سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اس کے کلے پاؤں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تول کر ولا فی حطب بالحزم ورطبۃ بالجزز
الا اذا ضبط بما لا یودی الی النزاع جاز وزنا ومدم سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور رطبہ میں مٹھی باندھ کر مگر جب کہ اس طرح ضبط اور تعیین ہو جاوے
کہ باعث نزاع نہ ہو اور لکڑیوں اور رطبہ میں تول کر سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اس کا طول معلوم
ہو جاوے اس طرح پر کہ مقام گفتگو باقی در ہے حزم بضم حائے حطی وفتح زائے معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنی گٹھا اور جزز بضم جیم وفتح رائے مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر
قبضہ کذا فی الطحطاوی وجوہر وخرز اور سلم جائز نہیں جواہرات اور پرونے کی چیزوں میں ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہے جو تاگے میں پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہرا
جواہرات اور موتیوں میں بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہیں اس واسطے کہ دو موتیوں میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت میں اگرچہ عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی
الطحطاوی الا صغار لؤلؤ تباع وزنا فانہ یعلم بہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہیں تول کر اس واسطے کہ ان کی قیمت تو تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے کی سے
نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار جواہر کا ومنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اس نایاب چیز میں سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی عقد
سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہ ہو اور گھروں میں ہو تو اس کا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون آخر
لم یجز فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں شی منقطع کی سلم جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا
لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہیں تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ رأس مالہ اور اگر مسلم فیہ منقطع ہو
ہو گئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اس کے پائے جانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے ولحم ولو منزوع
عظم لانہ مجہول لتفاوتہ فی قلۃ العظم وکثرتہ او فی سمنہ وہزالہ علی اختلاف فصول السنۃ ہذا عندہ وقالا یجوز اذا بین جنسہ ونوعہ وصفتہ وموضعہ وقدرہ کشاۃ خصی ثنی سمین من الجنب او الفخذ مائۃ رطل وعلیہ الفتوی بحر وشرح مجمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا
گوشت ہو اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے جب کہ اس کا وصف بیان ہو گیا یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان صریح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا
اس واسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح مجمع ہم القانی نے کہا صاحبین کے نزدیک گوشت
میں سلم جائز ہے بشرط بیان جنس اور بیان نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جانور یک سالہ ہو یا کم وبیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا
یا پہلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم وبیش کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی ان یبیع فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبہ لیکن قہستانی میں ہے کہ
بے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اس گوشت میں ہے جس کی ہڈی جدا نہیں ہے خبردار رہو لیکن صریح جوہرہ بار روایتین فتدبر
لیکن قہستانی نے الفتح کی ہے دو روایتوں کی سو تامل کر تا ہم یعنی امام سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں مطلقا سلم جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل ذکور ہے طحطاوی
نے کہا کہ ماتن نے اس کو حذف کر دیا ستر تھا یعنی اس واسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کچھ ضرورت ہے اور حکم جواز مع تقاضا ہے نہ ازیۃ
اور قاضی حکم جواز سلم لحم کا حکم کرے تو ہوا بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیۃ وفی العینی ان قیمۃ عندہ مثلی عندہما اور عینی میں ہے کہ گوشت امام کے نزدیک قیمتی ہے اور صاحبین
کے نزدیک مثلی ہو لا بمکیال وذراع مجہول قید فیہما اور جائز نہیں سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونوں کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم جیسے
مثلا کہ پیمانہ معین اور گز معین مراد ہے اس واسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفاء متعذر ہے مجہول کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم
جائز ہے مالاتفاق فی الاخراج بالقشفانیہ فتح لیکن امام ابو یوسف نے سلم کو جائز رکھا ہے پانی کی مشکوں میں بسبب رواج کے کذا فی الفتح ہم یعنی سقے سے چند مشکیں پانی کی خرید کرنا
یعنی جو سلم سے جائز ہے ولا فی طعام قریۃ بعینہا وثمر نخلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ لثمرۃ او نخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ لا لتعیین الخارج کخطۃ بری او بعدی بدیارنا

فالمانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہیں سلم مخصوص گاؤں کے گیہوں اور معین کھجور کے درخت کے پھل میں مگر جب کہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤں کے
بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شے خارج کے جیسے رغزاری یا شہری گیہوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور
مقتضی سلم کا عرف ہی ہے م یعنی اگر اس کا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہوں یا درخت معین
کے پھل میں سلم اس واسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہوں اس گاؤں میں یا پھل اس درخت میں نہ پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہی اس میں احتمال فسخ
عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ بریں وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید
اقلیم میں بھی گیہوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح
نہیں سلم نئے گیہوں میں قبل اس کے پیدا ہونے کے اس واسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا ان کا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے
کذا فی الفتح م فتح القدیر میں ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو
یا بالعکس اس کے یا دونوں وقتوں کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور
اسحاق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ او فی ذرۃ حدیثۃ لم یجز لانہ لایدری یکون فی تلک السنۃ شئی ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی
وثیقۃ السلم من قولہ جدید عام مفسد لہ ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ میں ہے عقد سلم کیا نئے گیہوں یا نئے چنے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم
نہیں کہ اس سال میں وہ پیدا ہوگا یا نہیں میں کہتا ہوں اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں تو مفسد سلم
ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہیں وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ بیان جنس کبر
او تمر وبیان نوع کسقی او بعلی وصفۃ کجید او ردی وقدر ککذا کیلا لا ینقبض ولا ینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سات ہیں
ا بیان ہے مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہوں یا کھجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیوں کے سینچے یا بارش آسمانی کے سینچے ۳ بیان اس کی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص
خالص گیہوں یا گجئی ۴ بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے کیل ہوگی اس کیل سے جو سکڑے اور پھیلے نہیں واجل واقلہ فی السلم شہر بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور
کمتر مدت سلم میں ایک مہینہ ہے اسی کا فتوی ہے م مقدار مدت میں اختلاف ہے اور اصح وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہے کیونکہ ادنی عاجل اور اقصی آجل
اور ماخوذ ہے مسئلہ ان میں سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کرے گا اور اس نے قبل تمام ہونے مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہ ہوگا تو معلوم ہو کہ ما دون شہر
حکم عاجل میں ہے اور شہر و ما فوق اس کے آجل ہے علمائے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی الفتح القدیر وفی الحاوی لا باس فی السلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول بعضہ
فی وقت وبعضہ فی وقت آخر اور حاوی میں ہے کہ سلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت
میں ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیوخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام وجودہ لتدوم القدرۃ
علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہے مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون
کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسی واسطے یعنی ترکے سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہے صحت سلم میں تا اس کی تسلیم پر قدرت ہمیشہ
رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اس کی موت کے تسلیم پر قادر ہو وبیان قدر راس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کما فی مکیل وموزون وعددی غیر
متفاوت واکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع وحیوان ۶ مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق راس المال کی مقدار سے چنانچہ مکیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت
میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں م صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اس کی مقدار کا کچھ ضرور
نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اس واسطے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا مشروط نہیں کیونکہ عقد اس کی مقدار سے متعلق

لہ بالضم وتخفیف ارزن یعنی چینا ۱۲

نہیں اسواسطے کہ مسلم فیہ گزوں کے شمار منقسم نہیں اسواسطے کہ گز وصف ہے اسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اسکی جہالت سے مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی ۔ فقدر ربما یتعلق بہ تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد
راس المال ابن کمال ۔ ہم جواب دیتے ہیں امام صاحب کی طرف سے کہ کبھی مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل میں تو راس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال ۔ وقد ینفق بعضہ ثم یجد باقیہ معیبا
فیردہ ولا یستبدل رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فتتقرر جہالۃ المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک جب بیان نہ کی اگر مقدار راس المال کو عیب دار پاتا ہے تو اسکو پھیر دیتا اور اسی مجلس میں
اس کو بدل نہیں دیتا تو عقد منفسخ ہوگا اس قدر راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہے گا غیر مردود میں تو جہالت مسلم فیہ لازم آوے گی مابقی میں کذا ذکرہ ابن ملک
تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا **والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنۃ** اور ساتویں ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اس مسلم فیہ میں جس
میں بار برداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی بار برداری میں کلفت اور مشقت ہے وہاں بیان مکان ایفاء شرط ہے نہ مانند مشک اور موتی کے **ومثلہ الثمن والاجرۃ
والقسمۃ** اور مانند مسلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو کیل یا موزون سے ادھار خریدا یا مدت معین کر کے تو امام
کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا بعوض کیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفاء شرط
ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد کے کیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا
مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی **وعینا مکان العقد وبقیۃ الثلثۃ کبیع وقرض واتلاف وغصب
قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول** اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا جن کی
بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے
ہیں امام کی طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہما واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا ان میں وہی مکان متعین ہو گیا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنی مسلم فیہ اور ثمن اور اجرت
اور قسمت **شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا برأ ولیس لہ ان یطالبہ فی محلۃ اخری بزازیۃ** ایفاء مسلم فیہ کو
شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اس کے برابر ہیں ایفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں کہ اس سے مطالبہ کرے دوسرے
محلہ میں کذا فی البزازیۃ **وفیہا قبلہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی مکان المشروط لم یجز لاجتماع الصفقتین الاجارۃ والتجارۃ** اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم
نے مسلم فیہ کا لا کر پہنچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب مجتمع ہو جانے دو عقد کے یعنی اجارہ اور تجارت ہم تو شرط حمل بعد الایفاء سے
ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے **وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح
ابن الکمال مکان العقد** اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اس میں مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام
اور صاحبین کے اور پہنچا دے جہاں اس کا جی چاہے قول اصح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے ہم حمل اور مؤنت اس چیز میں نہیں جس میں مجبور لانے
اور حمال کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی **ولو عین فی ما ذکر مکانا تعین فی الاصح فتح لانہ یفید سقوط خطر الطریق** اور اگر مکان
معین کر لیا جس میں جو مذکور ہو چکا یعنی جس میں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان مشروط متعین ہو جائے گا قول صحیح میں کذا فی الفتح اس واسطے کہ تعین مکان
سقوط خطرہ راہ کا مفید ہے **وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانہما وان ناما او سارا فرسخا او اکثر** اور باقی رہا شرطوں سے راس المال
مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا بقدر فرسخ یا زیادہ ساتھ چلے گئے ہوں ہم مصنف
شارح نے بیان شرطوں میں تغییر اسلوب اس واسطے کیا کہ یہ شرطیں ایسی نہیں ہیں جن کا ذکر کرنا شرط ہو انکا وجود بلا ذکر کافی ہے **ولو دخل لیخرج الدراہم لو توارى
عنہ المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا** اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا تا درہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر اس طرح
کھڑا ہو کہ اس کو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں **وصحت الکفالۃ والحوالۃ والرہن بہ ای براس المال** زیلعی اور صحیح ہیں ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے

واسطے صحیح ہے ھم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے
نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ
کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہو شرط لبقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ بوصفہا فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال کے صحیح
باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائے گا ولو
ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصۃ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کرے گا تو اس پر زبردستی کی جائے گی کذا فی الخلاصۃ وبقی من الشروط کون راس
المال منقودا وعدم الخیار وان لا یشمل البدلین احدی علتی الربوا وہو القدر المتفق او الجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شرط سلم سے ہونا راس المال کا نقد
اور خیار شرط کا نہ ہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اس واسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے
ایک علت کے ہونے سے ھم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسی طرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اس واسطے کہ اگرچہ بدلین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت
وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اس کا ذکر ہو چکا وعدہا العینی تبعا للغایۃ سبعۃ عشر اور عینی نے باتباع
غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ھم ازاں جملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اس کا منقود اور مقبوض ہونا اور
نو شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور مضبوط ہونا وصف سے
چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذرع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جس میں خیار الشرط نہ ہو اور ایک شرط بنظر بدلین ہے
یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہ ہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور
زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ھم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم انقطاع کے نہر الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ
وہ چیز منقطع نہ ہو ثم فرع علی شرط الثامن بقولہ فان اسلم مائتی درہم فی کر بُر بعنی فتشدید ستون قفیزا والقفیز ثمانیۃ مکاکیک والمکوک صاع ونصف علینی بر حال
کون المائتین مقسومۃ مائۃ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائۃ نقدا نقدہا رب السلم وافترقا علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین باطل لانہ دین بدین وصح فی حصۃ النقد
ولم یشع الفساد لانہ طار حتی لو نقد الدین فی مجلس صح فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیہوں
میں حالانکہ دو سو بایں طریق مقسوم ہیں کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہیں اور ایک سو نقد جن کو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو
دین کے حصے میں سلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہ ہوا کیونکہ یہ فساد
پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اس کے بقدر دین باطل ہو گیا تا اینکہ اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کرے گا تو کل دو سو درم میں سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کر بضم
کاف وتشدید رائے مہملہ عبارت ہے ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ھم اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایک
سو تیس درم کا ولو احدہما دنانیر او علی غیر العاقدین فسد فی الکل اور اگر دو سو میں ایک سو دینار ہوں اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دونوں سو میں سلم فاسد ہے
ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل
اور جائز نہیں مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ میں اس کے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ
اسی شخص سے کیے ہوں جس پر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہاں تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے ھم راس المال میں اس واسطے
تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اس میں قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور مسلم فیہ میں اس واسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہے
اور مبیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو مجھ کو نصف راس المال دے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو

اور اجارہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ مجھ کو فائدہ زیادہ دے یا اس کے برابر دے تا سلم فیہ بالخصوص تیرا ہو وفی الصغری اقالۃ بعض
السلم جائزۃ اور فتوی صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم میں اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ خواہ
بعد حلول اجل ہو یا قبل اس کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز رب السلم شراء شئی من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز
الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو خریدنا مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم عقد میں اور اگر سلم فاسد ہے تو استبدال راس المال سے
جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او راس مالک
حال انفساخہ فامتنع الاستبدال خریدنا مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا
راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہو گیا ھ یہ حدیث بلفظہ مذکور دارقطنی نے روایت
کی ہے اور اہل حدیث کو اس میں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بالمعنی بایں لفظ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من اسلم فی شئی فلا یصرفہ الی غیرہ یعنی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اس کو اس کے غیر میں نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہے اس کو نہ لے مگر اسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل
الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز تصرف فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اس سے استبدال جائز ہے
لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اس کے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے راس المال میں تصرف جائز نہیں ھ یعنی
اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کرلیا ہو اقالہ کی مجلس میں اس واسطے کہ صرف میں تعیین حاصل نہیں ہوتی بدون قبض
کے کیونکہ اس کا استبدال جائز ہے تو اس میں قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اس کے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اس میں تعیین بالقبض
کی حاجت نہیں لہذا اس میں نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیہ کرا وامر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء عما
علیہ لم یصح للزوم الکیل مرتین ولم یوجد ا ھ جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر میں اگر اس نے ایک کر گیہوں مثلا خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اس کے قبضہ
کرلینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبار اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ھ یہاں ناپنا دوبار اس واسطے واجب ہوا
کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اس کے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل ہیں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور
اصل اس میں وہ حدیث ہے جس میں بیع طعام سے نہی وارد ہے تاوقتیکہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہے
جب کہ دو عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی وصح
لو کان الکر قرضا وامر مقرضہ بہ لانہ اعارۃ لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہے اس واسطے کہ قرض عاریت
دینا ہے نہ بدلنا صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد ایک کر گیہوں قرض لیے پھر زید نے ایک کر گیہوں خرید کیے اور خالد کو اس پر قبضہ کرنے کا امر کیا ادائے
قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب مدت اس کی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہوں قرض لیے اور
رب السلم کو امر کیا اس پر قبضہ کرنے کا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ ثم لنفسہ ففعل فکذا من
لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اس کے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اس کے امر کیا رب السلم
کے واسطے قبض کرنے کا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اس کو دو بار پیمانہ کیا یعنی ایک بار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے تو قبض
ہیگا بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہاں سو یہاں دو بار پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امر وای المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیہ
فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم الغیبۃ سلم لم یکن قبضا لانہ بعد فیہ مستعیرا لتعلقہ ادام المشتری للبائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ظرف البائع لم یکن قبضا لحتہ

بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ دے میرے ظرف میں سو
اس نے ناپ دیا اس کے ظرف میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہو جائے گا بسبب تخلیے کے
یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے ناپنے کو سو اس نے ناپ دیا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہ ہوگا بخلاف ناپ دینے بائع
کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اس واسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے م خلاصہ یہ ہے
کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ درصورت مذکورہ مشتری قابض ٹھہرے گا اس واسطے کہ مشتری کا حق شئی موجود میں ہے تو مالک ہو گیا بمجرد عقد کے تو بائع اس کا وکیل ہو گیا
امساک ظرف میں بخلاف سلم کے اس واسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اس کا مالک نہیں ہو سکتا بدوں قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف
ہو گیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلھما فی ظرف المشتری قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا
خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بھر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کے م صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک
شخص نے سلم کیا گیہوں کے ایک کر میں پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہوں بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن
دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنی دین اور عین اس میں بھر دے تو اگر اس نے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اس میں امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ
کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسی کا قابض نہ ہو گا دین کا تو اس واسطے قابض نہ ہوا کہ اس میں امر کرنا صحیح نہیں ہے
اور عین کا اس واسطے قابض نہ ٹھہرا کہ ملک خلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وعکسہ وھو کیل الدین اولا لایکون قبضا
وخیرہ بین نقض البیع والشرکۃ اور اس کے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا نہ ہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں م چونکہ خلط صاحبین
کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اتنے مال میں بائع کا شریک ہو جاوے اسلم امۃ فی کر برو قبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضھا
بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ او ماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وھو المسلم فیہ وعلیہ قیمتھا یوم القبض فیھما فی المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد
سلم کیا ایک کر گیہوں میں اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اس کے بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی
پہلے مر گئی اس کے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو
یوم القبض تھی اس واسطے کہ قبض ہی تو سبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی م صورت ثانیہ میں اقالہ اس واسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے
اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہے تا اینکہ وہ مقبوض ہو اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہیں
کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد بعین متعذر ہے لہذا اس کی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسی طرح سلم کے مانند حکم ہے مقایضہ میں م یعنی اقالہ صحیح
ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو اس واسطے کہ بیع المقایضہ میں ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائے گا اور ہالک
ثمن ٹھہرے گا بخلاف الشراء بالثمن فیھما لان الامۃ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اس واسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع میں م یعنی اگر لونڈی
کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اس کی موت کے بعد تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہے
بیع میں کیونکہ وہ مبیع ہے اور ہلاک مبیع قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک
الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے اس میں اقالہ جائز نہیں دونوں
طرح کے ہلاک میں تقایلا البیع فی عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیۃ بائع اور مشتری
نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہ ہوا اس کی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال

خود قائم ہے کذافی القنیۃ والقول لمدعی الرداءۃ و التاجیل لاالنافی الوصف وہو الرداءۃ والاجل یعنی معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ
وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا یعنی اگر ایک شخص کہے کہ میں نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ
نافی کا اور اسی طرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور رداءت یعنی نقصان یہاں بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا
ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے لیکن یہاں تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذافی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ
تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ وعندہما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس شخص نے
اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اس کے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اس نے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق
واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت میں اس سے عبارت ہے کہ انسان
وہاں گرے جہاں سے نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا منکر ہو جو اس کے حق میں نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ میں نے کچھ شرط
نہیں کیا تو یہاں مسلم الیہ کا قول اشتراط میں معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت میں زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسی طرح مسلم الیہ
کا یوں کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم کا یوں کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار میں
یعنی مدت میں اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یوں کہنا کہ میں نے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا
اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا کہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت میں رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا
منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت میں امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہے کہ مدعی صحت
کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب درر نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونوں صورتوں میں یعنی
تعنت اور خصومت میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یوں کہنا مناسب تھا فالقول
لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر کذافی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا ہے اور صاحبین کا امام کی طرف نہر الفائق میں بھی امام اور صاحبین
کا مذہب درر کی مانند مصرح ہے طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا چنانچہ اس مقام میں ہے اس واسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہے
دوسرا عقد نہیں بخلاف اختلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور درصورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب
مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ وہ مدت زیادت کا منکر ہے ہم طالب سے
مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وای برہن قبل وان برہنا قضی ببینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونوں میں سے جو گواہ لاوے گا
تو مقبول ہوں گے اور اگر دونوں گواہ لاویں گے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہوں پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ
فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ لانہ منکر وان برہنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا
قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جب کہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مطلوب کے گواہ مقبول ہوں گے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونوں
سلم میں اختلاف کریں یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا مدعی تو دونوں قسم کھائیں بطریق استحسان کے کذافی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور
استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا یہ لغوی معنی ہیں اور شرع میں استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر یا کفشگر یا ٹمٹم گر
سے کہے کہ مجھ کو اتنا لمبا چوڑا موزہ یا کفش بنا دے یا ایسی دیگچی جس میں اتنا سما وے اور وزن اس کا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنا دے خواہ قیمت دے یا نہ
دے اور صانع اس کو قبول کرے کذافی البحر باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ والیہ سیلا سلم فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے گر اس میں مدت علی سبیل

الاستمہال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے اس واسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہیں ہو جاتا پھر جب استصناع موجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہوں گی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیرہ ذلک ھم اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہے چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اس میں تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو اس طرح پر کہ اس نے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ میں ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اس واسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استیجار اس عمل پر جو اجیر کی ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھا کے چل اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہیں اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں ولیکن علمائے حنفیہ نے اس کو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو راجع ہے اجماع عملی کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث میں مندرج ہے کہ لاتجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع متصور ہوا اور جس میں تعامل نہیں اس میں عدم جواز ہے بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ جولاہے سے بنوانا اس کے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اس کے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جری فیہ تعامل ام لا وقالا الاول استصناع استصناع موجل باجل معلوم سلم ہے خواہ اس میں تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جس میں تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم و بدونہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمۃ[1] وطست[2] بمہلۃ وذکرہ فی المغرب بالشین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدوں مدت کے جس میں معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہے اور مغرب میں اس کو بشین معجمہ ذکر کیا ہے اور گاہے اس کو طسوت بھی بولتے ہیں ھم طست لغت طے میں طس بسین مشدد تھا ایک سین کو تائے مثناۃ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یوں کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اس کے بیع ہونے پر تصریح کی اپنے آئندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الآمر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کی جائے گی اس کے بنانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع نہ ہوتا والمبیع ہو العین لا عملہ خلافا للبردعی اور استصناع میں بیع خود وہ شئی مصنوع ہے نہ عمل اس کا برخلاف ابوسعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جس کو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اس کو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل بیع ہوتا تو اس کا لینا صحیح نہ ہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور بیع متعین نہیں ہو جاتی آمر کے واسطے بدوں اس کی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچ ڈالنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اس کے آمر کے اور اگر بیع اس کے واسطے متعین ہوتی تو اس کا بیچنا درست نہ ہوتا ولہ ای للآمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ و مفادہ انہ لا خیار للصانع بعد رؤیۃ المسنوع لہ وہو الاصح نہر اور اس کو یعنی آمر کو اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جس کے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی النہر ولم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور استصناع صحیح نہیں اس میں جس کے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کپڑے میں مگر مدت ٹھہرا کر چنانچہ باب السلم میں مذکور ہو چکا یعنی جس میں تعامل

[1] مترجم اول نے قمقمے کا ترجمہ آفتابہ کیا ہے مگر صراح میں بمعنی کاسہ چوبیں اور رغا اباصحیح جاہے۔ [2] یعنی اس کی جمع میں طسوت بولتے ہیں۔

نہیں اس میں فرمائش صحیح نہیں بلا ذکر مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اب مراعات جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی م یا فعل ہندوستان میں طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اہل مقدور کتابیں چھپواتے ہیں تو ظاہر ایہ استصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دی جاوے یا بعض یا کچھ نہ دی جاوے مگر فرمائش میں یہ ذکر ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض و طول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیرہ ذلک اور صاحب فرمائش کو بعد رویت کے اختیار کہیں اور چھاپنے والے کو قبل رویت صاحب فرمائش کے بیع کتب میں اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اس میں مرعی ہوں تو اس صورت میں عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم فان لم یصلح فسد ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان تفرغہ غدا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہ ہو یعنی مہینہ سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال و تاخیر للمطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ امر کا صانع سے یوں شرط کرنا کہ کل سے کل تک فراغت ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ توضیح ہوگی نہ وہ مدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہے

فرع مسئلہ طرفہ شائع کا السلم فی الدبس لا یجوز لما فی اجارۃ جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز لا دلیس بمثلی لان النار عملت فیہ ولہذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم دوشاب رطب میں جائز نہیں اس واسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اس میں اپنا عمل کیا اور اسی واسطے سلم اس میں جائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہ ہوگا تا اینکہ اگر عین ہو یعنی بیع سامنے ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معائنہ اس میں دھوکہ نہیں م دبس بالکسر و بکسرتین عبارت ہے عسل تمر سے سلم اس میں اس واسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے گاہے جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور گاہے پتلا تو اس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف گھی کے کہ اس میں تاثیر آگ کی بعد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی تعلت وسیجی فی الغصب ان الرب والقطر واللحم والآجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود والعرم وبر مخلوط بالشعیر قیمی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور آگے آوے گا کتاب الغصب میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑے اور کھال اور گیہوں جو ملے قیمت والی چیزیں ہیں مثلی نہیں اس کو یاد رکھنا چاہیے م شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہوئیں تو ان میں عقد سلم جائز نہیں طحطاوی نے کہا باب السلم میں کہ رب وہ چیز ہے جو خرنوب سے نکلے اور قطر ایک قسم ہے مثل قصب سے اور محشی مذکور نے کتاب الغصب میں کہا کہ رب عبارت ہے پھل کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر معرب ہے وہ ہے جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر میں کہا کہ اصطلاح اطبا میں رب عبارت ہے اس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دے کر یا آفتاب میں رکھ کر۔

باب المتفرقات

من ابواب البیوع فی الکنز مسائل منثورۃ وفی الدرر مسائل شتی والمعنی واحد یہ باب ہے ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں اس باب کو مسائل منثورہ اور درر غرر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے م عادت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب مقدمہ میں چھوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور نہ ہوئے تو ان سب کو یک جا مذکور کر دیتے ہیں اور ان کو اسماء ثلثہ سے کسی ایک نام کر مسمی کرتے ہیں اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ فلا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یعنی یضمن قنیہ خرید کیا بیل یا گھوڑا ٹھیکرے مٹی کا لڑکے سا جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اس کی کچھ قیمت نہیں اور اس کے تلف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف اس کے برخلاف ہے یعنی بیع ٹھیک ہے اور تلف پر ضمان ہے کذا فی القنیہ م جب کہ بقول صحیح اس کی بیع صحیح نہیں تو اس کا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان اس واسطے نہیں کہ منجملہ آلات لہو ہے وفی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے م طحطاوی نے کہ کہ طرز بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے وصح بیع الکلب ولو عقورا والفہد

لہ بالضم پرند لا عسد رب ایک گھاس کا نام ہے ۱۲ ﷺ جس کو ہندی میں ست کہتے ہیں ۱۲

والفیل والقرد والسباع بسائر انواعھا حتی الھرۃ وکذا الطیور علمت اولا سوی الخنزیر ھو المختار للانتفاع بھا وبجلدھا کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک کہ بلّی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ھ امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابوحنیفہ نے اپنی سند میں ہثیم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہثیم ثقات تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدیر والتمسخر بالقرد وان کان حراما لایمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر شرح وھبانیۃ اور مسخراپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وھبانیۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لاینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا باس ومثلہ سائر السباع عینی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ھ یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صیدا وماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھے گا سوائے شکار اور مواشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاویں گے وجاز اقتناؤہ لصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق کما صح بیع جرو حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ یہ اقل قیمت مبیع ہے وصح ھبتہ قنیۃ اور صحیح ہے اس کا ہبہ کرنا کذا فی القنیۃ وادنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کسرۃ خبز لایجوز قنیۃ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیۃ ھ یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی کما لایجوز بیع ھوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہیں زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند خنافس اور سیہی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ھ خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خائے معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بو سوائے جعل کے فارسی میں اس کو خبزدوک [2] کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے معالجے میں اس کی طرف حاجت ہے ولا ھوام البحر کالسرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ھ چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع ما لہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا واطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قنیہ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اس کے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلاقید حیات ھ سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں بے مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ اور زائے معجمہ مشددہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے جس کا خصیہ جندبیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کپڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بھا فی الادویۃ والا لا وردہ فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعا لایجوز الانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حاصل

---

[1] نوعے از جانوران سیاہ آبی ۱۲ [2] خبزدوک بفتح خائے معجمہ وموحدہ وسکون زائے معجمہ بروزن پرسلوک معنی سرگین گرد انگ ہندی گبریلا ۱۲

دواؤں میں چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اس طرح کہ یہ کلام راست اور درست نہیں اس واسطے
کہ جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اس کی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوئی اور کتاب الطہارۃ میں
مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اس وقت علاج کرنا جائز ہے جب کہ اس میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق بین القولین یہ ہو
سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا
بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم **ویجوز بیع دھن نجس ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد** اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے
کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چلے ہیں ھم متنجس کی قید سے مردار
اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا **وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کما مر** اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے
سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا **والذمی کالمسلم فی بیع کصرف وسلم وربوا وغیرہا** اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم
اور بیاج وغیرہ میں ھم ذمی مسلم کے مانند اس واسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہیں وہ اس کو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں
وہ اس کو بھی جائز نہیں سوائے مستثنات آئندہ کے **غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی فانہا کخنزیر وقد امرنا بترکہم
وما یدینون** بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے
مانند ہے اور ہم مامور ہیں ان کے عدم تعرض پر اور ان کے معتقدات کے ترک پر ھم شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اس واسطے
نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے سمجھتے ہیں بلکہ حرمت ان کے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں
لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں ان کے اعتقادیات کے عدم تعرض پر **وصح شراءہ ای الکافر
کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منہما** اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ
حصہ مثل لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اس کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں **ویجبر علی البیع** اور کافر پر زبردستی کی جائے گی بیچ ڈالنے پر یعنی اگر کافر
غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کرے گا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہو گی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہے
ولو اشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کے واسطے
ولی قائم کرے تاکہ اس پر بیع میں زبردستی کی جائے **وکذا لو اسلم عبدہ ویتبعہ طفلہ** اور اسی طرح جبر کیا جائے گا بیع میں اگر کافر غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام
کا تابع ہو گا اسلام میں **ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضا** اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادائے بدل کتابت سے
عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائے گا بیچ ڈالنے کے واسطے **ولو دبرہ او استولدہا سعیا فی قیمتہما** اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا ام
بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں **ولو جامع المسلمۃ عزر لانہ حرام** اور ذمی مستولدہ دردناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے
سے اور یہ وطی حرام ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا **من عادتہ شراء الامرد ان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد نہر وغیرہ وکذا المحرم اخذ صیدا امر بارسالہ** لونڈوں کا خرید کرنا جس
کی عادت ہے تو اس پر امرد کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار لیا تو اس کے چھوڑ دینے کا حکم کیا جائے
ولو اسلم مقرض الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنی اس واسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم
کو متعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول
ہے محمد کا کذا فی الطحاوی **وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ** جماع کرنا لونڈی کے

والفیل والقرد والسباع بسائر انواعها حتی الهرة وکذا الطیور علمت اولا سوی الخنزیر ہو المختار للانتفاع بہا وبجلدہا کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہ ہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کی بیع ان کی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندوں پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور ان کی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ھ امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابوحنیفہ نے اپنی سند میں ہیثم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اس واسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے **وتمامہ فی فتح القدیر والتمسخر بالقرد وان کان حراما لا یمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر شرح وہبانیۃ** اور مسخرا پن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اس کی بیع کا نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیۃ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **لا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا بأس ومثلہ سائر السباع عینی** لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور کتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ھ یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح **من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح** یعنی جو کتا رکھے گا سوائے شکار اور مواشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاویں گے **وجاز اقتناءہ لصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا** اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق **کما صح بیع جرو حمام کثیر** جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جس کی قیمت ایک پیسہ ہو اس واسطے کہ یہ اقل قیمت مبیع ہے **وصح ہبتہ قنیۃ** اور صحیح ہے اس کا ہبہ کرنا کذا فی القنیۃ **وادنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس** اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے مبیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے **ولو کانت کسرۃ خبز لا یجوز قنیۃ** اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیۃ ھ یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی **کما لا یجوز بیع ہوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب** چنانچہ جائز نہیں زمین کے کیڑوں کو بیچنا مانند خنافس اور سیہی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ھ خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خائے معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بوسوئے جعل[1] کے فارسی میں اس کو خبزدک[2] کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ محیط میں ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اس واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے معالجے میں اس کی طرف حاجت ہے **ولا ہوام البحر کالسرطان** اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ھ چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا ان کی بیع جائز نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع مالہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا واطلق الحسن الجواز** اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے کہ ان کی بیع جائز نہیں اور قنیہ میں جائز کہا ہے اس کا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اس کے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ھ سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں بے مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ اور زائے معجمہ مشددہ دریائی جانور ہے اس کے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے جس کا خصیہ جند بیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کپڑے کا ہو گیا جو اس کے صوف سے بنا جاتا ہے **وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا وردہ فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع** اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حاصل ہو

---

[1] نوع از جانوران سیاہ آبی ۱۲ [2] خبزدوک بفتح خائے معجمہ وموحدہ وسکون زائے معجمہ بروزن پرسلوک بمعنی سرگین گردانک ہندی گبریلا ۱۲

دواؤں میں چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اس طرح کہ یہ کلام راست اور درست نہیں اس لئے
کہ جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اس کی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوئی ہم کتاب الطہارۃ میں
مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اس وقت علاج کرنا جائز ہے جب کہ اس میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق بین القولین یہ ہو
سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا
بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویجوز بیع دہن نجس ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے
کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چلے ہیں ہم متنجس کی قید سے مردار
اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے
سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کصرف وسلم وربوا وغیرہا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم
اور بیاج وغیرہ میں ہم ذمی مسلم کے مانند اس واسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہیں وہ اس کو بھی جائز ہے اور جو مسلم کو جائز نہیں
وہ اس کو بھی جائز نہیں سوائے مستثنات آئندہ کے غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بخنق اوذبح مجوسی فانہا کخنزیر وقدامرنا بترکہم
وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے
مانند ہے اور ہم مامور ہیں ان کے عدم تعرض پر اور ان کے معتقدات کے ترک پر شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیا میں اس واسطے
نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے سمجھتے ہیں بلکہ حرمت ان کے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں
لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں ان کے اعتقادیات کے عدم تعرض پر وصح شراءہ ای الکافر
کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ
حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اس کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کی جائے گی بیع ڈالنے پر یعنی اگر کافر
غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کرے گا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکوا ڈالے کیونکہ مذمت سے غلام مسلم کی ذلت ہو گی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہے
ولو اشتری صغیرا اجبر ولیہ فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کے واسطے
ولی قائم کرے تا کہ اس پر بیع میں زبردستی کی جائے وکذا لو اسلم عبدہ ویتبعہ طفلا اور اسی طرح جبر کیا جائے گا بیع میں اگر کافر غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کافر کا غلام
کا تابع ہو گا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اس کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادائے بدل کتابت سے
عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائے گا بیع ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا ام
بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں ولو جامع عزر بالجاریۃ لانہ حرام اور ذمی مستولہ دردناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے
سے اور یہ وطی حرام ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا من عادتہ شراء المردان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد نہر وغیرہ وکذا المحرم اخذ صیدا امر بارسالہ لونڈوں کا خرید کرنا جس
کی عادت ہے تو اس پر امرد کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار لیا تو اس کے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے
ولو اسلم مقرض الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنی اس واسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم
کو متعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول
ہے محمد کا کذا فی الطحاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے

شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اس کے مشتری نے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اس کے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اس کے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا **لا مجرد انکاحہا استحسانا** نہ فقط اس کا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے **فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی و ہو المختار** اور اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے **وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو بہ قبل القبض ولم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزمہ المہر للمشتری فتح** اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جب کہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہ ہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اس کی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہ ہو گا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اس کے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہو گا مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شاہین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہو گا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا یہ ہے کہ نفع بدلے نقصان کے کذا فی الطحطاوی **اشتری شیئا منقولا اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظرا للغائب وادی الثمن وما فضل یمسکہ للغائب وان نقص تبع البائع اذا ظفر بہ** خریدی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو بغیبت معروفہ یعنی اس کا مکان معلوم ہے اور اس کے بائع نے گواہ قائم کیے اس پر کہ اس نے اس کو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اس کے دین میں نہ بیچی جائے گی اس واسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے تو مبیع بیچی جاوے گی یعنی قاضی اس کو بیچے یا غائب کا مامور[1] بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اس کو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اس کا پیچھا کرے جب کہ اس کو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اس واسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کرے گا اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے مانند مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اس کی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین **وان اشتری اثنان شیئا وغاب واحد منہما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع الکل للحاضر** اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اس طرح پر کہ اس کا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اس کا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کی جائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر **ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد المستاجرین** اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اس کا روک رکھنا اپنے شریک سے جب کہ وہ سفر سے آوے یہاں تک کہ اس کا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنی اگر مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے اجرت دی تو اس کو حبس کرنا ادائے اجرت جائز نہیں **والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف الموجر** اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا واسطے ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف موجر کے م یعنی جب کہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدوں ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھہرا اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس مبیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہو گا نہ مضطر اس واسطے کہ موجر کو حبس دار کا استیفائے اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر **اللہم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ فتنبہ** مگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی درصورت تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہو گا یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب **باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا بہ ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من کل منہما لعدم الاولویۃ** کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہوں گے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہوں گے بسبب عدم اولویت کے م مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئے مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن

---

[1] یعنی جس نے غائب کو امر کیا ہو۔

اس صورت میں بیان وصف جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ ہزار درہم اور دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جید ہی مراد ہوں گے و فی بیعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا و انصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع میں بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہوں گے اور ہر ایک کا وزن مقرری مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہوں گے م یعنی پانسو دینار مثقال اور پانسو درم چاندی کے مراد ہوں گے یہی متعارف ہے کذا فی النہر و مثلہ علی کر حنطۃ و شعیر و سمسم لزم من کل ثلث کر و ہذا قاعدۃ فی المعاملات کلہا کمہر و وصیۃ و ودیعۃ و غصب و اجارۃ و بدل خلع وغیرہ فی موزون و مکیل و معدود و مذروع عینی اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یوں کہا کہ اس کا میرے اوپر ایک کر گیہوں اور جو اور تل ہیں تو ہر ایک اشیاء ثلثہ سے کر کی تہائی لازم ہوگی اور یہ تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں مانند مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل اور معدود اور مذروع میں کذا فی العینی م مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہوں گے اور اگر ہزار معین لیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم فضہ کے و علی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہما موزون کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ ہے کہ سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی و قوم وزن سبعۃ تقدم فی الزکوۃ اور مصنف کا یہ قول وزن سبعہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا م وزن سبعہ سے مراد یہ ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہیں اور ہر مثقال میں قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدراہم یتصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درم کا نام پھرتا ہے اس کی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں تو مصر کے شہر میں درم سے فلوس مراد ہوں گے وافاد فی النہر ان قیمتہ تختلف باختلاف الازمان فافتی اللقانی بانہ یساوی نصفا و ثلثۃ فلوس فلو اطلق الواقف الدر ہم اعتبر زمنہ ان عرف والا صرف للفضۃ لانہ الاصل کما لو قیدہ بالنقرۃ کواقف الشیخونیۃ و الصر غتمشیۃ و نحوہما فقیمتہ درہمہا نصفان اور نہر الفائق میں تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف ازمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے ساڑھے تین فلوس کے تو اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی تانبے کی قید نہ لگاوے تو اس کے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اس کے زمانے کا عرف معلوم ہو اور نہیں تو درم چاندی کے درم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یوں کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیہ اور صرغتمشیہ اور ان کے مانند درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اس کے درم کی قیمت دو نصف ہے م لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہے کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ درم کی قیمت دو نصف ہو یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اس وقت مسلم ہے جب کہ دراہم مذکورہ صاحب نہر کے نزدیک متغیر نہ ہو گئے ہوں علاوہ اس کے صاحب نہر خود اول ذکر کر چکا ہے کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اس سے عدول کرنا نہ چاہیے و لفظ المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب و علی الفلوس الناس بعرف مصر الآن فلا بد من مرجح فان لم یوجد فالعمل علی الاستیمارات القدیمۃ للوقف کما عولوا علیہا فی نظائرہ کمعرفۃ خراج و نحوہ قال و بہا فتی المولا ابو السعود افندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس پر مصر کے بالفعل کے عرف میں تو درم نقرئی کی قید میں بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقف کی حطایائے قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف میں اسی پر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اور اس کے مانند میں مصنف نے کہا اور اسی کا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود افندی نے م مرجح

؎ یہاں ترجمہ مترجم اول کا ظاہر الفاظ کے مطابق نہیں ہے میری دانست میں یہ دونوں لفظ اقسام دراہم کے ہیں اور قید نقرہ لگانے کی مثال ہیں ترجمہ یوں چاہیے کہ جیسے درم کو نقرہ سے مقید کیا مثلا ان دونوں ناموں کے دراہم کو وقف کیا تو چاندی کے درم کی قیمت دو نصف ہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب ۱۲

اعدل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استیمار قدیم معتبر ہوگا استیمار قدیم سے مراد اعطائے
قدیمی ہے کذافی الطحطاوی ولو قبض زیفا بدل جید کان لہ علی آخر جاہلا بہ فلو علم والفقہ کان قضاء اتفاقا و نفق او انفقہ فلو قائما یردہ اتفاقا فہو قضاء
لحقہ اور اگر ایک شخص نے کھوٹے درم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے درموں کے جو دوسرے شخص پر اس کے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اس نے خرچ کر ڈالے
تو یہ اس کے حق سے ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سوا اگر کھوٹا ہونا اس کو معلوم ہوا اور اس نے خرچ کر ڈالا تو ادائے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف
ہے اور اگر ناواقفی سے کھوٹے درم لیے اور وہ ہنوز موجود ہیں تو ان کو بالاتفاق پھیر دے م بحر الرائق میں کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درم مغشوش
سے نہر الفائق میں ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال میں نہ داخل ہو وقال ابو یوسف اذا لم یعلم یرد مثل زیفہ و یرجع بجیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او نبہرجۃ
واختارہ للفتوی ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر والشرنبلالیۃ فیہ یفتی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو بعد خرچ ہو
جانے کے اس کے مانند کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے درم اس سے پھیر لے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہوں تو رد مثل جائز ہے اور اسی
قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کے واسطے میں کہتا ہوں اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں تو اسی کا فتوی دیا جاوے
م ستوقہ درم جس پر چاندی کا پتر ہو اور نبہرجہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی میں نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی ای انکسر
رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان للکاسر للآخذ فہو للآخذ لسبق یدہ لمباح اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پاؤں اس میں خود بخود ٹوٹ
گیا تو وہ اس کا مملوک ہے جس نے اس کو پایا اور لیا کیونکہ اس کا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا تو اگر کوئی مرد اس کے پاؤں کو توڑے گا تو ہرن پاؤں توڑنے
والے کا ہو گا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیأ ارضہ لذلک فہو لہ مگر جب کہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی کے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اس کا
مالک ہو گا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ لو مد یدہ فہو لصاحب الارض لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ
نہ یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اس طرح پر کہ قادر ہو اس کے پکڑ لینے پر اگر ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے بسبب اس کے قادر ہونے
کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لے گا تو اس کا مالک نہ ہو گا کذا فی النہر وکذا مثل ما مر صید تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف او دخل دار رجل او درہم
او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد لہ سابقا ولم یکف لاحقا فلو اعدہ او کفہ ملکہ بہذا الفعل اور اسی طرح مسئلہ مذکورہ کے مانند ہے وہ شکار جو پھنس گیا
اس جال میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے سو لینے والوں کے واسطے سو
اس کپڑے پر پڑے جو سابق سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ کپڑا سمیٹا گیا بعد اس کے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو
یا کپڑا سمیٹ لیا ہو بعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہو گا اس فعل سے فروع مسائل ملحقہ شارح کے عسل النحل فی ارضہ
ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا شہد مکھی کا ہے اس کی زمین میں تو وہ اس کا مالک ہو گا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ شہد زمین کی
زیادات پیدائشی سے ہو گیا م انزال بالفتح جمع ہے نزل بصیغتین کی بمعنی ریع و زیادت مزروع کذا فی الطحطاوی و شری دارا فطلب المشتری ان یکتب
لہ البائع سکا لایجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا اجارہ بعدول و صک فلیس لہ الامتناع من الاقرار اور گھر خریدا مشتری نے بائع سے بیعنامہ
لکھانا چاہا تو اس پر زبردستی نہ کی جائے گی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ
لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں م صک وہ وثیقہ ہے جس میں اقرار بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے
جبر اس لیے جائز کہ یہ مقتضائے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہے اس واسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدوں کو لاوے گا
مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہوں کو لاوے گا تو بائع پر اشہاد ضرور ہے کذا فی الطحطاوی شری قطنا فی فراشہ امرأتہ فکلہ لہ روئی خریدی

سو اس کی زوجہ نے اس کا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہے ہم چونکہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہیں کی تو ظاہراً زوج پر اجرت لازم نہ ہوگی المرأة
اذا کفنت بلا اذن الورثة کفن مثله رجعت فی الترکة ترجمہ عورت نے جب کہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن دیا تو متروکہ زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا ترجع بالشیٔ
قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمة کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر یوں کہا
جائے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے بھر لے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر میں مطلع نہیں ہوا ہم ظاہراً مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہاں
شارح نے یہ فروع نقل کی ہیں اور بعید نہیں کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری به او بالدراهم المغصوبة شیئا قال الکرخی وان نقد
قبل البیع تصدق بالربح والا لا وهذا قیاس وقال ابو بکر کلاهما سواء ولا یطیب له کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خریدی
کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو مبیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل
بیع اور بعد بیع کے دینا دونوں برابر ہیں اور اس کو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہے اور ظاہراً قول ابو بکر کا
استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اس کو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض
عرض کے بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جس قدر زیادہ منفعت حاصل ہو اس کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریة کذا
لو اشتری ولم یقل بهذه الدراهم واعطی من الدراهم اور اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خریدی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم مغصوبہ سے ہم فتاوی
عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق
کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد اس کو حلال ہے اگر کوئی چیز بغیر غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسی
طرح ہے ابو یوسف کے قول میں اور امام نے کہا کہ اس میں تصدق نہ کرے کذا فی الطحطاوی دفع ماله مضاربة لرجل جاهل جاز اخذ ربحه ما لم یعلم انه اکتسب الحرام
اپنا مال دیا بطریق مضاربت کے اس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اس کی منفعت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ اس نے کسب حرام سے حاصل
کیا ہم طحطاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہے جو خانیہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اس پر یوں سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے
یا نہیں تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اس شہر اور اس زمانے میں ہو جس کے بازاروں اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں اور بنا حکم ظاہر پر رکھی اور اگر
غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونوں بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رمی ثوبه لایجوز لاحد اخذه ما لم یقل حین رمی لیاخذه من اراد جس نے اپنا
کپڑا پھینک دیا تو کسی کو اس کا لینا جائز نہیں جب تک کہ اس نے اپنا کپڑا پھینکنے کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ اس کو لے جس کا جی چاہے ہم یہ قول ظاہر الاباحت ہے نہ
ہر کہ دیکھو جو بعد تفصیل نہیں اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہے اور جب کہ اباحت یا عدم اباحت کا قول معلوم نہ ہو تو ظاہراً لینا جائز نہیں
کیونکہ بقاء ملک مالک اصل ہے کذا فی الطحطاوی باع الاب ضیعة طفله والاب مفسد فاسق لم یجز بیعه استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ
مفسد فاسق ہے تو اس کی بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے شرت لطفلها علی ان لا ترجع علیه بالثمن جاز وهو کالهبة استحسانا ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی
چیز خریدی اس شرط پر کہ صغیر پر رجوع ثمن نہ کرے گی تو جائز ہے اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال الاسیر اشترنی او فکنی فشراه رجع بلا دعوی کذا قرضه
قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کر یا مجھ کو خلاص کر سو اس نے اس کو خرید کیا تو جو اس نے دیا ہے پھیر لے قیدی سے گویا اس نے اس کو قرض دیا ہم پھیر لینا
احد القولین ہے اور مفتی بہ عدم رجوع ہے اور اسیر کے مانند وہ شخص ہے جس کو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین
ولو قال بالف فشراه باکثر لم یلزمه الفضل لانه تخلیص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھ کو ہزار درم سے خرید کر سو اس نے اس کو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا تو
ہزار درم سے زیادہ نہ ہوگا کیونکہ اس کے واسطے خلاص کرنا ہے نہ خرید کرنا ہم جامع الفصولین میں لزوم رجوع فضل مذکور ہے اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم کذا فی

الطحطاوی ملخصاً شری دارا ولبغ وتاذی جیرانہ ان علی الدوام یمنع وعلی الندرۃ یتحمل منہ اور ایک گھر خرید کیا اور اس میں دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اس کے پڑوسی
اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جاوے اور اگر گاہے ماہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے م جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس
یہ ہے کہ جو اپنے ملک خاص میں تصرف کرے وہ روکا نہ جائے اگرچہ غیر کو مضر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہاں جہاں غیروں کو مضر ہو بضرر صریح بعضوں نے
کہا اسی کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی شری لحما علی انہ غنم فوجدہ لحم معز لہ الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے
اور اس کو بکری کا گوشت پایا تو اس کو پھیر دینا جائز ہے م غنم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہے مگر یہ کہ عرف میں غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال
زن لی من ہذا اللحم ثلثۃ ارطال فوزن لہ اجبر ومن ہذا الخبز فوزن لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اس نے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائے گا
اس کے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی میں سے تول دے اور اس نے تول دی تو اس پر لینے کے واسطے جبر نہ ہوگا شری بزرا خریفیا فاذا ہو ربیعی اوشری
بذرالبطیخ فاذا ہو بذر القثاء ان قائما ردہ وان مستہلکا فعلیہ مثلہ خرید کیا خریف کا بیج اور وہ ربیع کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج
نکلا اگر قائم ہو تو اس کو پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اس پر اس کے مانند پھیر دینا جائز ہے م پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہے
ساوم صاحب الزجاج فدفع لہ قدحا ینظرہ فوقع منہ علی اقداح فانکسرت ضمن الاقداح لا القدح الواقع ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے
اور اس نے پیالہ دیا اس کو دیکھے سو اس کے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کر وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالوں کا نہ اسی پیالے کا جو گر پڑا م پیالوں کا
ضمان اس واسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے اموال میں خطا معاف نہیں اور اس پیالے کا ضمان اس واسطے نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے
بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقا مضمون نہیں شری شجرۃ باصلہا وفی قلعہا من الاصل ضرر بالبائع یقطعہا من وجہ الارض الا بضرر
بالبائع ولو انہدم من سقوطہا حائط ضمن القالع ما تولد من قلعہ ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اس کے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اس کو کاٹ لے
زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر اس کے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اکھاڑنے والا اس کا تاوان دے جو اس کے اکھاڑنے
سے پیدا ہوا دفع دراہم زیوفا فکسرہا المشتری لاشیء علیہ ونعم ما صنع حیث غشہ وخانہ وکذا لو دفع الیہ لینظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے ان کو
توڑ ڈالا اس پر کچھ تاوان نہیں اور اس نے بہت اچھا کیا کیونکہ اس نے اس کو دغا دی اور خیانت کی اور اسی طرح اگر اس نے اس کو دیا تا وہ اس کو دیکھے
اور اس نے اس کو توڑ ڈالا تو اس پر کچھ نہیں م مناسب یہ تھا کہ شارح بجائے مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری
صادق آتا ہے لاباس ببیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہرا یری وکذا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی حنطۃ خلط فیہا الشعیر والشعیر یری لاباس ببیعہ وان طحنہ
لایبیع کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جب بائع اس کی ملونی بیان کر دے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اس کو دیکھتا ہو اور اسی طرح امام ابو حنیفہ نے کہا اس
گیہوں میں جس میں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اس کی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے م اس واسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہیں
رہتا ہاں اگر بیان کر دے تو بیع جائز ہے وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لایبیعہا حتی یبین اور ابو یوسف نے کہا کہ اس مرد کے باب میں جس پاس تانبا ملی چاندی ہے
کہ اس کو نہ بیع کرے یہاں تک کہ بیان کر دے وکل شیء لایجوز فانہ ینبغی ان یقطع ویعاقب صاحبہ اذا انفقہ وہو یعرفہ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں سو لائق یہ ہے کہ
کاٹ ڈالی جاوے اور اس کا مالک مارا جاوے جب کہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجھ کر شری فلوسا بدرہم فدفعہا الیہ وقال ہی بدرہمک لاینفقہا حتی یعدہا
پیسے خرید کیے درم سے سو بائع نے اس کو پیسے دیے اور کہا یہ تیرے درم کے عوض میں تو ان کو خرچ نہ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے م ظاہرا شمار کرنا اس صورت پر محمول
ہے جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید درم با عیب ہوں تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہ ہو
کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم الزیف ورضی باقل مما یشتری بالجید حل لہ کوئی چیز خرید کی کھوٹے درم سے اور جس قدر کھرے درم سے مول لیتے ہیں اس کے

کمتر سے راضی ہو گیا تو اس کو حلال ہے یعنی ایک چیز کم سے دو درم سے مثلاً سیر بھر ملتی ہے اور اس نے کھوٹے درم سے آدھ سیر لی راضی ہو کر تو اس کے واسطے حلال
ہے شری ثیابا ببغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالۃ الاجل کپڑے خریدے بغداد میں اس شرط پر کہ اس کا ثمن سمرقند میں ادا کرے گا تو جائز نہیں بسبب مجہول
ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط الخراج کلہا علی المشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری
پر ہے تو بیع فاسد ہے یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں بائع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکار سلطان یرجع علی الدہقان استحسانا
خراج لیا گیا کاشت کار سے تو اس کو زمیندار سے پھیر لینا بطریق استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع وحصتہ من الثمن
وان لم یرض لم یجز بیچا انگوروں کے درخت خریدے پھلوں کے ساتھ اور اس پر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کاشتکار کو بقدر اس کے حصے کے ثمن ملے گا
اور اگر وہ راضی نہیں تو اس کی بیع جائز نہیں مراد وہ کاشتکار ہے جس کا پھلوں میں حصہ ہے قبضہ در ہما وقال انفقہ والاقرہ علی فقبلہ ولم ینفقہ لہ ردہ استحسانا
بخلاف جاریۃ وجد بہا عیبا فقال اعرضہا او بعہا فان لم تشتر والا فردہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیئے اور کہا اس کو خرچ کر اور اگر
خرچ نہ ہو تو مجھ کو پھیر دے سو بائع نے اس کو قبول کیا اور خرچ نہ کیا تو اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جس میں مشتری نے
عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اس کو بیع کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جائے تو بہتر ہے والا مجھ کو پھیر دے سو مشتری نے اس کو بیع کے واسطے پیش کیا
تو پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض میں حق قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا
اس میں اختیار باطل ہے کذا فی الطحاوی ملخصا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا وطی رجل امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف استقبح لا یقربہا
حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراہا کذا فی الظہیریۃ نقلا عن الملتقط امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر اس کا نکاح کر دیا میں
تو زوج کو اس کی وطی بلا استبرا جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اس کو قبیح جانتا ہوں اور زوج اس کا قربت نہ کرے جب تک اس کو حیض نہ آوے
جیسے اس کو خرید کرے تو استبرا لازم ہے چنانچہ آوے گا کتاب الحظر میں اور یہ سب فروع ملتقط سے ہیں امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبرا لازم نہیں مگر مالک استبرا
واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے سو شاید ملتقط کی عبارت میں ہو گا وادہ در مختار میں مذکور
نہیں کذا فی الطحاوی ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحاوی شرط فاسد سے اور اس کی تعلیق شرط سے صحیح
نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین ہے اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار و وقف اور تحکیم
ہے ہمارا اصلی اور جہاں کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما فلا کالقرض یہاں دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا بدلہ
ہے مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ہم جو بدلے
ہیں مال کا مال سے نہیں اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا اس واسطے کہ شروط فاسدہ بیاج سے
متعلق ہیں اور بیاج معاوضات مالیہ سے مختص ہے نہ اس کے غیر سے تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہو جائے گی ثانیہما او کل ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعۃ بطل
تعلیقہ بالشرط لا یصح دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات میں سے ہے چنانچہ رجعت تو اس کا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات
یا تقییدات سے نہیں بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہے تو اس کی تعلیق شرط سے صحیح ہے ہم رجعت تقلید کی شال ہے نہ تملیک کی لکن
فی الاسقاطات والالتزامات یحلف بہا کالحج والطلاق تعلیقہ مطلقا لیکن ان اسقاطات اور التزامات میں جن سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ حج اور طلاق تو ان کی تعلیق شرط
سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب ہم حج اور طلاق میں لف ونشر غیر مرتب ہے یعنی حج التزام کی مثال ہے اور طلاق اسقاط کی وفی الاطلاقات
والولایات والتحریضات بالملائم بنا زیادہ او الاطلاقات اور ولایات اور تحریضات یعنی ترغیبات میں شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہے ہم اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت

میں اور ولایات جیسے قضا اور امارات اور ترغیبات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی کافر کو مارے وہ اتنا انعام پائے کذا فی الطحطاوی فالاول اربعۃ عشر علی ما فی الدرر والکنز واجارۃ الوقایۃ سوا اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الاجارہ کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان ماتن کے مخالف ہے اس واسطے کہ مصنف نے دونوں اصلوں کی تمثیل ساتھ ہی دی ہے نہ فقط اصل اول کی مثال ہے وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہے بلا عکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ امثلہ مذکورہ فی المتن میں منحصر نہیں کیونکہ حجر ماذون اور اجل اور قتل خطا اور جراحت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان علقہ بکلمۃ ان لا بعلی علی ما بینا فی البیع الفاسد چودہ کو سے اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کیے نہ بلفظ علی چنانچہ ہم نے اس کو بیع فاسد میں بیان کیا ہے م مگر ایک صورت میں تعلیق بلفظ ان شرطیہ مبطل بیع نہیں چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جائے اس واسطے کہ اجنبی کے واسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یوں کہنا کہ بشرط کذا بمنزلہ علی ہے اور ضرور ہے شرط واو کے ساتھ متصل نہ ہو والا بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ صلب عقد میں شرط ہو تو الحاق شرط سے الحاق نہ ہوگا اصح روایت ہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ لکڑیاں خریدیں گاؤں میں لیشرا صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یوں کہا کہ لکڑیاں میرے مکان تک پہنچا دے تو بیع فاسد نہیں کیونکہ یہ جدا کلام ہے کذا فی الطحطاوی والقسمۃ للمثلی اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے م مراد جنس واحد ہے اس واسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمتی مال کی قسمت کے مانند ہے تعلیق کی یہ صورت ہے کہ شریک اقتسام کریں اگر فلانا شخص راضی ہے اما قسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط ورویۃ اور قیمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط اور خیار الرویۃ سے والاجارۃ اور اجارہ م تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اس کو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دوکان یا گھر کی مرمت کرے اور جتنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرلے تو ان سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد اجرتک داری بکذا فیصح بہ یفتی عمادیۃ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں جب کہ مہینے کا سرا آوے تو میں نے تجھ کو اپنا گھر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے اس شرط سے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ لغاصب داری فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا اجازۃ کما سیجیء فی متفرقات الاجارۃ مع انہ تعلیق بعدم التفریغ اور مالک کے اس قول میں غاصب دار سے کہ گھر کو فارغ کردے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر مہینے میں اتنا جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آوے گا باوجودیکہ یہ تعلیق ہے عدم تفریغ پر والاجازۃ بالزائے فقول البکر اجزت النکاح ان رضیت امی مبطل للاجازۃ بزازیۃ اور اجازت بزائے معجمہ تو باکرہ کا یوں کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری ماں راضی ہو مبطل ہے اجازت کا کذا فی البزازیۃ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہا علی البیع قصور کما وقع فی المنح اور اسی طرح جس کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جس میں تملیک یا تقیید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اس کی تعلیق صحیح نہیں شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ منح الغفار میں واقع ہوا ہے م طحطاوی نے کہا منح الغفار میں بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور نہ رہا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وہو خطاء والصواب انہا لا تبطل بالشرط اعتبارا لہا باصلہا وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر لشہود ومہر ولہ رجعۃ امۃ علی حرۃ نکحہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا کہ رجعت کا ذکر کرنا خطا ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے یہاں بہت گفتگو درازی کی ہے لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں اس طرح پر کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا اس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اس کے طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اس میں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا

صحیح پر جائز نہیں اور نکاح باطل نہیں ہوتا شرط سے م طحطاوی نے کہا ظاہر یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہ لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے
مخالف ہو اس حکم میں بھی اور تعجب ہے صاحب نہر سے کہ اس نے صورت نزاع کو مخالفت کی صورت میں مذکور کیا والصلح عن مال بمال درر وغیرہا اور صلح مال کی
بعوض مال کے کذا فی الدرر وغیرہا وفی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداء فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر اطلاق صلح
مراد ہے یعنی بیع کی تخصیص نہیں یہاں تک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہوگا حق منکر میں اور اس کی تعلیق جائز نہیں م حلبی نے کہا کہ حق تقیید ہے ہذا اطلاق
کیونکہ یہاں گفتگو اس کی ہے جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہے یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ سے نہیں اور ہر چند اس کی تعلیق
صحیح نہیں لیکن کلام ہے اس کے بطلان میں شرط فاسد سے ولا براء عن الدین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہے ایک راہ سے
م منح الغفار میں ہے کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہے لہذا پھر جاتا ہے رد کرنے سے اگرچہ اس میں معنی اسقاط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ ابراء عن الدین میں مبادلہ
مال کا مال سے نہیں تو لائق یہ ہے کہ شرط سے باطل نہ ہو اور تملیکات میں اس کا معتبر کرنا دلالت نہیں کرتا مگر اس کے بطلان پر تو اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ قسم ثانی
میں مذکور ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا فتعلیق الابراء ہم نہیں مگر جب کہ شرط ہو چنانچہ جنہوں نے زوج سے کہا کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید نکاح
لیے بعوض مہر کے اور اس کا مہر مثل سو درم ہے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی او ملتقیا بامر کائن کان اعطیتہ شریکی فقد ابراتک وقد اعطاہ
صح یا ابراء کو معلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلاں چیز میرے شریک کو دی تو البتہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا اور حالانکہ
مدیون اس کے شریک کو دے چکا ہے تو تعلیق مذکور صحیح ہے وکذا الموت لکونہ وصیۃ ولو لوارث علی ما بحثہ فی النہر اور اسی طرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت
اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کے واسطے ہو چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اس کو بطریق بحث کے ذکر کیا ہے وعزل الوکیل والاعتکاف اور
معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف م چنانچہ یوں کہنا اپنے وکیل سے کہ میں نے تجھ کو معزول کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالیٰ کے واسطے مجھ پر
اعتکاف واجب ہے اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے فانہما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہما بالشرط اس واسطے کہ عزل وکیل اور اعتکاف اس جنس سے
نہیں ہیں کہ قسم کھاتے ہوں تو ان کی تعلیق شرط سے جائز نہ ہوئی وہذا احدی الروایتین کما بسط فی النہر اور یہ یعنی عدم جواز تعلیق دو روایتوں میں سے ایک
روایت ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے نہر الفائق میں م نہر الفائق میں مذکور ہے کہ سرخسی کی روایت میں تعلیق بالشرط جائز ہے اور عدم جواز تعلیق اعتکاف
منافی ہے اس کے جو اعتکاف میں مذکور ہو چکا بلکہ غایہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہے اور جب اس کی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے
باطل نہیں ہو سکتا جامع الفصولین میں ہے کہ جس کی تعلیق بالشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا انتہی والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور
ملحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادت منذورہ سے صحیح قول ہے م طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہے کیونکہ وہ عبادات سے ہے
اور اس کی صحت تعلیق منصوص ہے اس واسطے کہ وہ عبادات سے ہے نہ یہ کہ وہ ملحق بعبادات ہے والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنی زمین
تجھ کو بطور مزارعت دی اس شرط پر کہ مجھ کو تو قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ ای المساقاۃ لانہما اجارۃ اور معاملہ یعنی درختوں کی سینچائی چنانچہ یوں کہنا
کہ میں نے تجھ کو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق اس واسطے کہ صحیح نہیں کہ دونوں اجارہ ہیں والاقرار اور اقرار اس
طرح کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر وہ مجھ کو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق میں کہا کہ اقرار ہر چند معاوضات مالیہ سے نہیں لیکن اس کی تعلیق صحیح نہیں
اور وہ باطل ہو جاتا ہے شرط فاسد سے الا اذا علقہ بمجیء الغد او بموتہ بحر زید پر ہر حال میں اقرار باطل ہوتا ہے شرط سے مگر جب اس کو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کریں
تو جائز ہے وہو یحلف المال اس پر لازم ہو جاتا ہے کذا فی العینی م اقرار کیا مجھ پر ہزار درم ہیں جب کہ مہینہ پورا ہو گیا لوگ صوم سے افطار کریں تو یہ اقرار جائز ہے اور
دعوی مدت کا باطل ہے جب تک شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہو کہ فلانے شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر میں مرجاؤں تو اس پر ہزار درم

۱؎ یعنی ہر مزارعت کو معلق کی ہے ہو گی۔

ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مرجائے کذا فی الطحاوی **والوقف** اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے **والرابع عشر التحکیم** کقول المحکمین اذا اہل الشہر فاحکم بیننا لانہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ واضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیۃ اور چودہویں حکم مقرر کرنا چنانچہ محکمین کا یوں کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو پنچایت کر دے ہمارے درمیان اس واسطے کہ تحکیم صلح ہے فی الحقیقت تو اس کی تعلیق اور زمان مستقبل کی طرف اضافت کرنا صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب القضا میں ہے م توضیح اس کی یہ ہے کہ تحکیم صورت تولیت اور معنی صلح ہے تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہیں اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور احتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کے قول غیر مفتی بہ میں اس کی تعلیق اور اضافت صحیح ہے وبقی ابطال الاجل ففی البزازیۃ انہ یبطل بالشرط الفاسد وکذا الحجر علی ما فی الاشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں ابطال مدت باقی رہا سو بزازیہ میں ہے کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح عبد ماذون کے تصرف کو روکنا بموجب اس روایت کے جو اشباہ میں ہے م ابطال اجل کی صورت یہ ہے کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرے ادائے دین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن مجھ کو فلانی چیز ہبہ کرے اور دائن راضی ہو گیا تو یہ ابطال باطل ہے اور مدت باقی ہے **وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد** لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ وعشرون علی ما عدہ المصنف تبعا للعینی وزدت ثمانیۃ اور جو مسائل کہ صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے عینی کا تابع ہو کر اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کیے ہیں م تو مجموع مسائل ماتن اور شارح کے پینتیس ۳۵ ہوئے چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہوگا **القرض والہبۃ والصدقۃ والنکاح والطلاق والخلع والعتق والرہن** از انجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن ہے م مقرض نے کہا کہ میں نے تجھ کو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا واہب نے کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجھ کو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اس کے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہے زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہے اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجیو میں نے تجھ سے خلع کیا بشرطیکہ مجھ کو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہے تو طلاق واقع ہو گی اور مال بھی واجب ہوگا مولی نے کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجھ کو اختیار ہے راہن نے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر میں اس کو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذا فی الطحاوی **والایصاء** کجعلتک وصیا علی ان تتزوج بنتی ۹ کسی کو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے **والوصیۃ** ۱۰ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کر دے تو ایضا اور وصیت صحیح ہے اور شرط لغو ہے **والشرکۃ** ۱۱ چنانچہ یوں کہنا تجھ کو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجھ کو اتنا تحفہ دے **والمضاربۃ** ۱۲ مضاربت اس طرح کہ اس کو ہزار درم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النہر **وکذا القضاء والامارۃ** کولیتک بلد کذا مؤبدا صح وبطل الشرط فلہ عزلہ بلا جنحۃ اور اسی طرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اس کے معزول کرنے کا بلا قصور اختیار رہے م ولایت سے موبدہ مراد یہ ہے کہ گویا اس کو معزول نہ کرے **وہل یشترط الصحۃ عزلہ کمدرس ابدہ السلطان** ان یقول رجعت عن التابید افتی بعضہم بذلک واختار فی النہر اطلاق الصحۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنے کی صحت میں مانند اس مدرس کے جس کو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط ہے کہ میں نے تابید یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علما نے اسی کا فتوی دیا ہے اور نہر الفائق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار رہے **وفی البزازیۃ** لو شرط علیہ ان لا یرتشی

پر صلح کرے ادائے بدل صلح میں کوئی شخص جانے کا ضامن ہوا اور ضامن حوالہ یا ضمانت ان میں شرط کرے اس طرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا میں ضامن ہوا بشرطیکہ فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر علی الماذون نہر ۲۸ النسب ۲۹ عبد ماذون پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر نسب دعوت ولد میں مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد میں خاص ہے اور یہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہ ہوگا والغصب وامان النفس اشباہ ۳۰ غصب ۳۱ امان نفس کذا فی الاشباہ یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل بعضے نسخوں میں بجائے امان نفس امان القن مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہے والا نفس غصب میں اشتراط شرط بلاوجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۲ عقد ذمہ اس طرح پر ہے کہ بادشاہ کہے اس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں نے تجھ پر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تحفہ دے کذا فی الطحطاوی وعن الحموی وتعلیق الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں مبیع میں کچھ عیب پاؤں گا تو تجھ کو پھیر دوں گا بشرطیکہ تو مجھ کو بعض ثمن سے بری الذمہ کر دے طحطاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع کو تین دن میں جاری نہ کروں تو تجھ کو پھیر دوں بشرطیکہ میں تجھ کو تحفہ دوں تو مجھ کو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فینعزل ویبطل الشرط لما ذکرنا انہا کلہا لیست بمعاوضۃ مالیۃ فلا تؤثر فیہا الشروط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ میں نے تجھ کو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اس واسطے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہیں تو ان میں شروط فاسدہ اثر نہیں کرتیں ہم ترجمے میں مذکور ہو چکا کہ شروط فاسدہ بیاج کی طرف راجع ہیں اور بیاج متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیہ میں وبقی ما یجوز تعلیقہ بالشرط وہو مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بہا کطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کحج وصلوۃ والتولیات کقضاء وامارۃ عینی وزیلعی اور باقی رہے وہ تصرفات جن کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے ان اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور ان التزامات سے مختص ہے جن سے قسم کھاتے ہیں چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی م اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے کما مر زاد فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاسلام نہر الفائق میں ما یجوز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول لانہ من الاقرار ودخول الکفر ہنا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منقح کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جس کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منقح کیا ہے دخول کفر کا یہاں یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام سے م اسلام عبارت ہونا اقرار سے علما میں مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالبا اس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس کو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اس نے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اس کو آخر کلام میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی ویصح تعلیق ہبۃ وحوالۃ وکفالۃ وابراء عنہا بملائم اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابرا کا شرط مناسب پر م بزازیہ کی کتاب البیوع میں ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور ہبوب ریح[1] تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فی اربعۃ عشر

---

[1] یعنی ہوا کا چلنا ۱۲

اور جن کا اضافت کرنا زمانہ مستقبل کی طرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسی کو وصی مقرر کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ تصرف ہیں م یعنی تصرفات مذکورہ کو آئندہ زمانے کی طرف مضاف کرنا بغیر صیغۂ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ مستاجر تقاضائے عین کر سکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور موجر کو جائز نہیں کہ اس کے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہے کہ موجر کہے کہ میں نے تجھ کو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں نے اپنا گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول ہے شرنبلالیہ میں ہے کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ولیس العاریۃ والاذن فی التجارۃ فیصمان مضافین ایضا عاریۃ اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارۃ کہ یہ دونوں بھی مضاف بزمان آئندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیۃ وما لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرۃ البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین لانہا تملیکات للحال فلا تضاف للاستقبال کما لا تعلق بالشرط لما فیہ من معنی القمار اور جن کی اضافت زمانۂ مستقبل کی طرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجازۂ بیع کی اور فسخ کرنا اس کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہ ہوں گے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اس میں معنی قمار ہے یعنی مخاطرہ ہے کہ شاید متحقق ہو یا نہ ہو م ظاہرا رجعت اور ابراء پر تملیک صادق نہیں کیونکہ رجعت تقلید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یوں کہیے کہ رجعت میں تملیک زوج ہے تمتع سے اور ابراء میں تملیک دین ہے مدیون کو ولیس الوکالۃ علی قول الثانی المفتی بہ اور جن کی اضافت صحیح نہیں ان میں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر م جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اس کا شمار کرنا ان تصرفات میں جن کی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے۔

باب الصرف یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں عنونہ بالباب لا بالکتاب لانہ من انواع البیع مصنف نے اس کا عنوان باب کیا نہ کتاب سے یعنی اس کو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اس واسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے م شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اس میں کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اس طرح ہے کہ بیع کی چار قسمیں ہیں چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد اثمان النقدین ہے ہو لغۃ الزیادۃ صرف لغت میں بمعنی زیادت کے ہے م ولہذا حدیث شریف میں نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگائے تو حق تعالی اس کا صرف اور عدل قبول نہ کرے گا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنی شرعی میں موجود ہیں اس واسطے کہ صرف میں تقابض بدلین شرط ہے تو زیادتی ہے بہ نظر صرف پر کیونکہ اور بیوع میں تقابض بدلین شرط نہیں وشرعا بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیۃ ومنہ المصوغ جنسا بجنس او بغیر جنس کذہب بفضۃ اور شرع میں ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو جیسے چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اس میں داخل ہے یعنی اس کی بیع بھی صرف میں داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نہ رہا ولہذا عقد میں متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلہ کے وقت اور نقود متعین بالعقد نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے ویشترط عدم التاجیل والخیار والتماثل ای التساوی وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنی دونوں عوضوں کا برابر ہونا وزن میں م عدم تاجیل و خیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کرے گا والتقابض بالبراجم لا بالتخلیۃ قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبضہ کرنا عوضین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہیں

جب تک ہاتھ سے قبض نہ ہو اور ظاہر آستین سے قبض تقابض بالبراجم میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وہو شرط لبقائہ صحیحا علی الصحیح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے عاقد نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحدا جنسا وان وصلیۃ اختلفا جودۃ و صیاغۃ لما مر فی الربوا تماثل و تقابض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اس واسطے کہ باب الربوا میں مذکور ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہے ہم جبکہ عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بناہی ذخیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا چھلا یا اور اسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہیں یہ عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اس طرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی چاندی کو اشرفیوں یا پیسوں سے خرید کرے والا بان لم یتجانسا شرط التقابض لحرمۃ النساء اور اگر دونوں عوض ہم جنس نہ ہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ہم یعنی بصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہیں طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین میں جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اس میں قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلو باع النقدین احدہما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا فیہ ای المجلس صح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے میں سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے ہم یہ تفریع ہے تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضلی دونوں درست ہیں اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپے خرید کرے یا ایک روپے سے ہزار اشرفی مول لے بشرط التقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائے گی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقہما او امسکا ما اشار الیہ فی العقد وادیا مثلہما جاز اور دونوں عوض متعین نہیں ہوتے بیع الصرف میں یہاں تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اس نقد کو جس کی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے ہم اسی طرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اس کا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنح ویفسد الصرف بخیار الشرط والاجل لاخلالہما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اس واسطے کہ خیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہیں یعنی اس واسطے کہ جب تک اختیار باقی رہے گا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور اختیار اس کا مانع ہے اسی طرح مدت مانع قبض ہے ویصح مع اسقاطہما فی المجلس لزوال المانع اور صرف صحیح ہے دونوں کے اسقاط کر ڈالنے کے ساتھ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس میں دونوں کو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح ہو گی یعنی بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار رؤیۃ وعیب فی مصنوع لا نقد اور خیار الرویت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نہ نقد میں ہم خیار الرویۃ نقد میں صحیح نہیں کیونکہ انعقاد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقد میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خیار العیب نقد میں داخل ہوتا ہے تو اگر بسبب عیب کے مجلس میں پھیر دے گا تو صرف باقی ہے اگر اس کا بدل داخل کرے گا اسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دے گا تو بیع الصرف باطل ہو گی کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عندہ خلافا لہما نہر شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی امام کے نزدیک صاحبین کے خلاف کذا فی النہر ہم مراد شرط فاسد سے جو بعد عقد کے مذکور ہو ظہر بعض الثمن زیوفا فردہ ینتقض فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سو اس نے اس کو پھیر دیا تو اسی قدر میں بیع ٹوٹے گی یعنی اس واسطے کہ اس میں قبض نہ رہا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ اس میں کوئی دینار ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الطحطاوی ولا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجوبہ حقا للہ تعالیٰ تصرف کرنا نہ چاہیے صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ تعالیٰ کی جہت سے فلو باع دینارا بدرہم واشتری بہا قبل قبضہا ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درم سے مثلا کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امۃ تعدل الف درہم مع طوق فضۃ فی عنقہا قیمتہ الف انما بین قیمتہما لیفید انقسام الثمن علی القیمتین

غیر جنس الطوق ولا فالعبرۃ لوزن الطوق لا لقیمتہ فقدرہ مقابل بہ والباقی بالجاریۃ یعنی لونڈی کو جس کی قیمت ہزار درم کے برابر ہے اس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اس کی گردن میں ہے جس طوق کی قیمت ہزار درم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اس واسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا معلوم ہو کہ وہ بھی غیر نقد جنس طوق کی مغایر ہے اور نہیں تو وزن طوق کا اعتبار ہے نہ اس کی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلے میں واقع ہوگا اور لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہ ضرور ہے کہ نقد منضوم الیہ سے ثمن زیادہ ہو

بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او باعها بالفین الف نقد والف نسیئۃ او باع سیفا حلیتہ خمسون وتخلیص بلا ضرر بمائۃ ونقد خمسین فما نقد فهو ثمن الفضۃ سواء سکت او قال خذ هذا من ثمنهما تحریا للجواز جاریہ مطوق اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم دیے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اس طور پر کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار کا وعدہ یا تلوار بیچی جس کا زیور پچاس درم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے سو اس کو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درم ثمن میں دیے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری ساکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ لے دونوں کے ثمن میں سے شارع نے کہا ثمن موعودی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے کیونکہ عاقدین مسلمان ہیں تو باعتبار حسن ظن کے ان کا فعل حتی الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن معجل اس کا حصہ لیا جس میں شرط ہے اگرچہ اس نے یہ بھی کہا ہو کہ یہ دونوں کا ثمن ہے اس واسطے کہ تثنیہ سے کبھی واحد بھی مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے نسیا حوتهما اور یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان یعنی ابو مسعود نے کہا کہ تخلیص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہ شرط ہے ادائے خمسین میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی ضرر اور عدم حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحاوی ملخصا بتصرف **وکذا لو قال هذا المعجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضا لدخولها فی بیعہ تبعا ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالۃ الاحتمال** اور اسی طرح مثل سابق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائے گا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار کا حصہ ہے اس واسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع میں تابع ہو کر یعنی تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنی اب کسی طرح گنجائش نہ رہی کہ زیور کو تلوار میں داخل کیجیے **فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر کطوق الجاریۃ وان لم تتخلص الا بضرر بطل اصلا** سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور میں باطل ہے اور تلوار میں صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہ ہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے ہم یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اس واسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض ہے پھر جب قبض واقع نہ ہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بواسطہ فقدان شرط اور اسی طرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اس کی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جس کے جدا کرنے میں ضرر نہیں کیونکہ وہاں فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر **والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلو مثلہ او اقل او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط** اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب نقد غیر نقد سے مل کر جیسا کہ مفضض اور مزرکش بیچا جائے بعوض اس نقد کے جو اس کے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہ ہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہو اس نقد سے جو اس کا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے م مفضض وہ ہے جس پر چاندی کا پتر ہو چنانچہ لکڑی کا تخت یا کرسی یا پلنگ کہ پائے چاندی کے پتر سے منڈھے اور مزرکش جیسا کہ کمخواب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن میں بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اس کے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس لکڑی کے مقابل ہو جس پر چاندی کا پتر ہے اور در صورت تساوی ثمن اس واسطے بیع فاسد ہے کہ مثلاً لکڑی کے عوض میں کچھ ثمن نہیں رہتا اور در صورت عدم علم کمی بیشی کے اس واسطے بیع فاسد ہے کہ اس میں شبہہ ہے فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلاً اشرفیوں سے کی تو یہاں زیادت اور قلت اور مساوات کی شرط نہیں اختلاف جنس کے سبب ہاں تقابض البدلین البتہ شرط ہے **ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذهب**

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] حالانکہ صرف [illegible] سے نکلتا ہے [illegible] زرکش سے بنایا ہے ۱۲

ولقد لبعض ثمنہ فی المجلس ثم افترقا صح فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرف اور جس نے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اس کا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد میں لشرط قبض ظرف پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے اس قدر میں جس میں قدر ہوا اور دونوں شخص برتن میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خیار للمشتری لتعیبہ من قبلہ لعدم نقدہ اور اس میں اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیب دار ہو جانے برتن کے مشتری کی جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے م یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری رد بیع نہیں کر سکتا یہ عیب اسی کی طرف سے ہوا نہ بائع کی طرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اس میں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں وان استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتری مالبقی بقسطہ او ردہ لتعیبہ بغیر صنعہ قلت ومفادہ تخصیص استحقاقہ بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری مالبقی کو بقدر اس کے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری میں کہتا ہوں اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہے شہادت سے نہ اقرار سے تو اس کی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے م جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہرا تو درصورت استحقاق اس وقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے گواہوں سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اس وقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ البیع اذا ظہر الاستحقاق وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ مالم یفسخ وہو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیع کا اجازت دے قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہا میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک فسخ نہ کی جائے اور یہی اصح ہے کذافی الفتح کان الثمن لہ یاخذہ البائع من المشتری ویسلمہ لہ اذا لم یفترقا بعد الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فتتعلق احکام العقد بہ دون المجیز حتی یبطل العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق جوہرہ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اس وقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری متفرق نہ ہو گئے ہوں بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت میں عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائے گا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہوں گے نہ مجیز سے تا اینکہ عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذافی الجوہرۃ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری مالبقی بقسطہ بلا خیار لان التبعیض لا یضرہا اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری مالبقی کو بقدر اس کے حصے کے لیے بلا اختیار رد بیع اس واسطے کہ کاٹنے والے کو ضرر نہیں کرتا م مشتری کو اس واسطے اختیار نہ ہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اس میں قطع کرنا مضر ہے لہذا استحقاق ظرف میں مشتری مختار ہے وہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہا وان قبل قبضہا لہ الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدرہم جوہرہ اور یہ یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتری کو اختیار ہے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے دینار اور درم کا کذافی الجوہرۃ م یعنی اگر دینار یا درم خرید کرے اور بعض دینار یا درم مستحق غیر نکلے تو مشتری مالبقی کو اس کے حصے کے موافق لے بلا اختیار اس واسطے کہ دینار اور درم کی شرکت عیب میں داخل نہیں کیونکہ استیفا کل حق عوض لے کر ممکن ہے کذافی الطحطاوی وصح بیع درہمین ودینار بدرہم ودینارین لیصرف الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی ایک درم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درم واقع ہو کر صحیح ہو گئی کیونکہ درصورت اختلاف جنس تساوی بدلین شرط نہیں ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کی بیع گیہوں کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہوں کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل پر ہو کر اور جو کا ایک کر گیہوں کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہو گئی برابری شرط نہ رہی وکذا بیع احد عشر درہما بعشرۃ دراہم ودینار اور اسی طرح صحیح ہے بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے م اگرچہ یہ مسئلہ صرف الجنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اس واسطے اس کو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونوں عوضوں میں سے ہر ایک میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں کذافی النہر وصح بیع درہم صحیح ودرہمین غلۃ بفتح فتشدید ما یردہ بیت المال ویقبلہ التجار بدرہمین صحیحین ودرہم غلۃ للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح غین معجمہ وتشدید لام وہ درم ہے جس کو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اس کو لیتے ہوں م عدم قبول بیت المال اس وجہ سے نہیں کہ وہ درم کھوٹا ہے بلکہ دراہم

قطعہ کسر ہوتے اس واسطے کوئی ٹکڑا ربع درہم ہوتا ہے اور کوئی ثمن اس سے کمتر اور بیت المال میں نہیں لیتے مگر حال کذا فی الطحطاوی عن اہل من اہل مصر) و صح
بیع من علیہ عشرۃ دراہم دین ممن ہی لہ ای من دائنہ فصح بیعہ منہ دینارا بہا اتفاقا و تقع المقاصۃ بنفس العقد اذ لاربوا فی دین سقط او صحیح ہے بیچنا اس کا جس پر
دس درہم قرض ہیں اس کے ہاتھ جس کے درہم ہیں یعنی اپنے دائن سے تو مدیون کو دائن سے دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقاصہ واقع ہو جائے گا
بمجرد عقد کے اس واسطے کہ سود نہیں اس دین میں جو ساقط ہوا ہو اور مقاصہ یہ ہے کہ زید کے دس درہم خالد پر دین ہیں سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع
بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد مذکور مقاصہ ہو جائے گا یعنی دین ثمن میں مجرا ہو کر عاقدین حساب میں برابر برابر ہو جائیں گے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آئندہ کے کہ وہاں
مقاصہ کرنے کی ضرورت ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن یوں کہتا و صح بیع مدیون العشرۃ دراہم من دائنہ دینارا بہا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا او بعشرۃ مطلقۃ عن التقیید
بہا ان دفع البائع الدینار للمشتری و تقاصا العشرۃ الثمن بالعشرۃ الدین ایضا استحسانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے درموں کے جو مطلق ہیں قید دین سے
بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونوں نے دس درہم ثمن کو دس درہم دین میں مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان کے کیونکہ در صورت اطلاق دراہم مقاصہ شرط ہے تو اگر عاقدین
باہم مجرا کر لیں گے تو بلا مجرا مقاصہ حاصل نہ ہوگا چنانچہ بحر میں مصرح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اس کے حاصل ہوا ہو بقول اصح وجہ استحسان یہ ہے کہ جب
عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہو گیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت ہو گی کذا فی الطحطاوی و ما غلب فضتہ
و ذہبہ فضۃ و ذہب حکما اور جس میں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور جس میں سونا غالب وہ بحکم سونے کے ہے مثلا آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین ماشے تانبا تو وہ گویا
خالص چاندی کے برابر ہے اس واسطے کہ نقود لا تخلو عن قلیل غش کے غش سے کمتر خالی ہوتے ہیں اور کبھی غش خلقی ہوتا ہے چنانچہ ردی قسم میں لہٰذا قلیل ساقط الاعتبار ہوا فلا یصح
بیع الخالص بہ و لا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا تو صحیح نہیں خالص چاندی اور سونے کی بیع غالب الفضۃ والذہب سے اور نہ بیع اس کے بعض کی بعض سے
مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے و کذا لا یصح الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اسی طرح غالب الفضۃ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند
چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا و الغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب اور جس میں غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہے چاندی سونے سے وہ اسباب
اور اجناس کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر م اعتبار بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونوں کی علت ہے فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ
بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو
چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا و بجنسہ متفاضلا وزنا و عددا بصرف الجنس لخلافہ اور صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار میں بسبب
پھیرنے جنس کے خلاف جنس کی طرف م مثلا ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولے تانبا اور دوسرے مغشوش میں دو تولے چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان
دونوں کی بیع باہم جائز ہے اس کی چاندی اس کے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لتعذر التمییز
بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس میں دونوں صورتوں میں بسبب متعذر ہونے تمیز کے م دونوں صورتیں بیع خالص کی مغشوش سے
اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اس واسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں اس واسطے
تقابض شرط ہوا کہ اس کے جدا کرنے میں چاندی یا سونے سے ضرر ہے و ان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی الاولین
و لاحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب ربا کے پہلی دو صورتوں میں یعنی در صورت تساوی
اور قلت اور بسبب محتمل ہونے ربا کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہ ربا بجائے حقیقت ربا ہے اور در صورت تساوی اس واسطے ربوا
ہے کہ چاندی مثل چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا اور ہو ای الغالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش متعین نہیں

سلہ [illegible] ایک دینار [illegible] قرض خواہ کے ساتھ [illegible] دس درموں کے ۱۲ سلہ ڈھلنے اور سکہ لگنے کے ۱۲

ہو تا معین کرنے سے اگر اس کا چلن ہو گیا ہو بسبب اس کے ثمن ہو جانے کے اس وقت میں م غالب الغش رواج سے اس واسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جب تک اس کا چلن باقی رہے گا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائے گا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہو گا چنانچہ خالص روپیہ یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اس کا مثل دیا جائے گا والا یروج تعین کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو متعین کرنے سے متعین ہو جائے گا مانند قماش اور جنس کے م متعین اس واسطے ہو گا کہ وہ اصل میں منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اس نے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اس کے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہو گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ متعاقدین اس کا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اس کو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے خبردار نہ ہوں یا خبردار ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہو گی مگر جب کہ دراہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر وان قبلہ البعض فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا فبجنسہ جید اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعضے نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص درموں کے برابر ہے تو اس کے ہم جنس ناقص درم سے عقد متعلق ہو گا اگر بائع اس کا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اس کے ہم جنس عمدہ درم سے تعلق ہو گا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جس کا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اس میں جس میں تصریح نہیں فان راج فیہ وزنا او عددا فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اس میں وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخلاصۃ[1] اور جس میں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید و فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اس میں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں دراہم بلاد نیز خالصہ م استثنا فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اس واسطے کہ صرف کا حکم بعد اس کے مذکور ہو گا واما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار الماراور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہو گی باعتبار گذشتہ سے یعنی اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہے تو تفاضل جائز ہے اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا بہ بغالب الغش وہو نافق او بفلوس نافقۃ فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اس کا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکذا الحکم الدراہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر ان کا رواج جاتا رہا ہے یا وہ منقطع ہو جاویں تو بیع باطل ہے وصححاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے مبیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسی کا فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق م بجائے قیمت مبیع کے کاسد کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا در صورت بقاء عہد قیمت کاسد واجب ہے ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جو اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے تو اس تقریر سے معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی وحد الکساد ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضہا لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبہا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ ان سے معاملہ کرنا جمیع بلاد میں متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب ان کے عیب دار ہو جانے کے م یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہ ہوں تو اس کو اختیار ہے چاہے ان کو لے چاہے ان کی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ایدی الصیارفۃ وفی البیوت وکذا ذکرہ العینی وابن الملک بالعطف خلافا لما فی نسخ المصنف وقد عزاہ للہدایۃ ولم ارہ فیہا واللہ اعلم اور انقطاع کی حد نہ موجود

[1] ایک نسخے میں الخلاصہ ہے بجائے الخالصہ کے یعنی چنانچہ خلاصہ میں مذکور ہے ۱۲

ہونا مانا ہے اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہو اسی طرح اس کو ذکر کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہے بخلاف
شرح مصنف کے نسخوں کے کہ ان میں حرف عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اس کو نہیں دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ
عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وفی البزازیہ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیہ فقول المصنف
بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ واللہ الموفق اور بزازیہ میں ہے کہ اگر دوسری بار معاملہ ہو گیا قبل اس کے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع پھر کے بسبب فسخ نہ ہونے بیع کے
بدون فسخ کرنے کے اور بموجب اس کے تو مصنف کا یوں کہنا کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اس کے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے
اور حق تعالیٰ توفیق دینے والا ہے وقید بالکساد لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی
اس واسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت کم ہو جائے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا
حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان
وقع وقت البیع فتح اور بالعکس اس کے اگر غالب الغش کی قیمت گراں ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو اسی طرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے
اس قدر نقد کا مطالبہ ہو گا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح م عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اس کے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں
کذا فی الطحطاوی وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ لو باع دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراہم معلومۃ واستوفاہا فکسدت قبل دفعہا الی رب المتاع
لا یفسد البیع لان حق القبض له عینی وغیرہ اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کے قید لگائی اس واسطے کہ اگر دلال اور اسی طرح فضولی نے غیر کی متاع
کو بدون اس کے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر ان کا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد
نہ ہو گی اس واسطے کہ حق دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب متاع م اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا
کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سو اس نے فلوس خرید کیے اور اپنا قبضہ کیا پھر ان کا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکور وکیل
کے ہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح البیع بالفلوس النافقۃ وان لم یتعین کدراہم صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہیں درموں کے مانند م فلوس سے بیع اس واسطے
صحیح ہے کہ وہ منجملہ اموال ہیں دراہم کے مانند تا اینکہ اگر ہلاک ہوں قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس بدل کر دے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اس واسطے نہیں
ہوتے کہ اثمان میں داخل ہیں اور ثمن نقد کی تعیین واجب نہیں بلکہ اگر ثمن کو متعین کرے تو بھی متعین نہیں ہوتا مگر جبکہ عاقدین یوں کہیں کہ ہم نے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ
کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہو گا کذا فی النہر وبالکاسدۃ لا حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہیں ہے تاوقتیکہ ان کو معین نہ کرے جیسے قماش
اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہیں م تعیین اس واسطے ضرور ہے کہ در حالت عدم رواج فلوس مبیع ہیں نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی
المستقرض رد مثل فلس القرض اذا کسدت واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے
جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب رکھی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البزازیہ م محل خلاف اس صورت میں ہے کہ جب بقرض کے فلوس
ہلاک ہو گئے ہوں پھر ان کا رواج موقوف ہو گیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہوں تو بعینہا ان کو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع
وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایۃ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی
صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتے ہیں اشتری شیئا بنصف درہم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا
بثلث درہم او ربعہ خرید کی کوئی چیز مثلاً نصف درم کے فلوس سے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اس کے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اس قدر فلوس واجب
ہیں کہ نصف درم کو بیچے جاتے ہیں اور اسی طرح ثلث درم یا ربع درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے م زفر کے نزدیک خرید مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیز ہیں تو بلا بیان عدد ثمن

مجہول ہوگا جواب اس کا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اس نے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابویوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفۃ نصف ونصفا من الفضۃ صغیرا الا حبۃ صح ویکون النصف الا حبۃ بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جس نے صراف کو درم کبیر یعنی درم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجھ کو بعوض اس کے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر حبہ بمقابل اپنے مثل کے اور ما بقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا کہ لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دو بار کہا اس طرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبۃ یعنی دے مجھ کو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جس کا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے م بیاج اس واسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنی اس طرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبۃ تو فلوس میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل انتہی وکذا فی الطحطاوی ومما تقرر ظہر ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء اولا قوبل بجنسہ اولا اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اس کے ساتھ باء جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو م سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہے جو مبیع ہے ہر حال میں چنانچہ کپڑے اور جانور مبیع ہے ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے باء جارہ ان پر آوے یا نہ آوے والثالث ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے مبیع چنانچہ مثلی چیزیں مکیلات اور موزونات سوائے نقدین کے فان اتصل بہا الباء فثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو اس طرح کہ اشتریت الثوب بالحنطۃ تو اس راہ سے وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہ ہو تو اس راہ سے وہ مبیع ہے م بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہ ہو اور اس پر باء جارہ آوے اور اس کے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان راجحۃ فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور قماش کے مانند ہیں والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم لبطلانہ ای العقد بہلاکہ ای الثمن وتصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لا فیہما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اس کے وجود کا وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہے ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اس کو خرچ کر ڈالنا اور اس کے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں نہ ان دونوں میں یعنی بیع الصرف اور سلم میں ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافہ ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکہ وہکذا اور حکم مبیع کا برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ میں تو شرط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور میں بیع باطل ہو جاتی ہے مبیع کے ہلاک ہو جانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمہما وجوب التساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدرات ش کما تقرر اور ثمن اور مبیع کی برابری کا واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی مکیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی مکیل یا موزون میں درصورت اتحاد جنس ثمن اور مبیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے وتذنیب فی بیع العینۃ ویاتی متنا فی الکفالۃ وبیع التلجیۃ ویاتی متنا فی الاقرار یہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اس کا بیان کتاب الکفالہ کے متن میں آوے گا اور بیع التلجیۃ کے بیان

لے اس کی مثال حال کے رواج کے موافق یوں سمجھو کہ ایک روپیہ دیا اور کہا کہ آٹھ آنہ پیسے دو اور ایک اٹھنی رتی کم تول کی دو ۱۲

لیکن اس کا ذکر کتاب الاقرار کے متن میں آوے گا تہذیب عبارت ہے اس سے جس کو آخر کلام میں لائے ہیں اور اس کو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ منصوب ہے بمعنی مفعول التہذیب میں بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیوع سے ہے بیع العینہ باقی رہی سو اس کا ذکر کتاب الکفالہ میں آوے گا کذا فی الطحطاوی وہو ان یظہر عقدا ولا یریدانہ یلجأ الیہ لخوف عدو وہو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالہزل کما بسطتہ فی اخر شرحی علی المنار اور وہ یعنی بیع التلجیہ یہ ہے کہ عقد کو دو شخص ظاہر کریں اور اس کا دل میں قصد نہ رکھیں ایسے عقد کی طرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے مانند ہے چنانچہ اس کو مصنف نے مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر میں مغرب میں ہے کہ تلجیہ عبارت ہے اس امر کے کرنے سے جس کا باطن مخالف ہے اس کے ظاہر کے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جس کو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تلجیہ ہو اس طرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور اس پر گواہ کرے پھر ظاہر میں بیع کرے تو یہ باطل بیع ہے دوسری قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطن میں اس پر متفق ہوں کہ ثمن ہزار درم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں مذکور ہوا اور زیادت میں گویا انہوں ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطن میں اس پر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں کہ ثمن ہزار درم ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کہا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان میں سو دینار سے بیع صحیح ہے اور اگر دونوں اس پر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اس کا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور ان دونوں کی اجازت سے بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غموض ہے جس کا ایضاح یہ ہے ونقلت عن الشلبی ان الاقسام ثمانیۃ وسبعون اور میں نے نقل کیا شرح مذکور میں شلبی سے کہ بیع التلجیہ کی اٹھتر قسمیں ہیں وعقد لہ قاضی خان فصلا اخر الاکراہ مختصرہ انہ بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار اور قاضی خاں نے آخر اکراہ میں بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار کے مانند وجعلہ الباقانی فاسدا اور باقانی نے تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدہما بیع التلجیۃ وانکرہ الاخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع التلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اس کا انکار کیا تو مدعی جد کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اس واسطے ہے کہ جد اصل ہے یعنی ہزل خلاف اصل ہے لہذا اس کا قول معتبر نہ ہوا ولو برہن احدہما قبل ولو برہنا فالتلجیۃ اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اس واسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم وہو لو لم تحضرہما نیۃ فباطل علی الظاہر خیریۃ اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بنا بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونوں کے اس پر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور تھا اور نہیں تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہوئی نہ بنا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی الخیریۃ نہر میں مصرح ہے کہ در صورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور خیریہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہاں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی بالیقین اس مسئلے میں دو قول ہیں چنانچہ قول خیریہ یعنی علی الظاہر اس پر دلالت کرتا ہے واللہ تعالی اعلم قلت ومفادہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ میں کہتا ہوں کہ خیریہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا کی شرط ٹھہرالیں قبل عقد کے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا اور وجہ افادہ یہ ہے کہ بیع التلجیہ اس وقت باطل ہے جب دونوں اس کا اعتراف کریں کہ بنا علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا اگر صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہیں جائز ہے وہو بیع الوفاء ذکرتہ ہنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو میں نے یہاں ذکر کیا درر کا تابع ہو کر وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین وسماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنس بیع کرے ہزار درم [illegible] میں بیع ہو

سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اس کو جنس مبیع پھیر دے اور شافعی مذہب اس کو رہن معاد کہتے ہیں اور مصر میں بیع الامانۃ بولتے ہیں
اور شام میں بیع الاطاعۃ کہتے ہیں م رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عود راہن کی طرف ہوتا ہے ایفاء مقبوض کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہ ہے کہ صدور
اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب میں اس کو درم دوں گا تو وہ
بالتکرار مبیع کو پھیر دے گا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منعقد ہے بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فیتضمن زوائدہ اور بعضوں نے
کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ رہن ہے تو زوائد اس کے مضمون ہیں یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہیں مانند مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا
کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے وفی اقالۃ شرح المجمع علی النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہے
کہ اسی پر فتوی ہے یعنی بیع ہونے پر وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہے تو رہن نہ ہو گی م اس واسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد
عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے احکام مستقل ہیں کذا فی الدرر ثم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جب کہ عاقد نے بیع الوفا کے اندر
یا قبل اس کے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اس کو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہو گئی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفا بہ لان المواعید
قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ خسرو ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد
بیع الوفا کے بطریق مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدے کا وفا کرنا لازم ہے اس واسطے کہ مواعید گاہے لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے
واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب
الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی مجلس العقد او بعدہ اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی
بعد عقد کے تو وہ شرائط عقد کے ساتھ لاحق ہو گی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا یا بعد اس کے م جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے
ہوئی تو بیع فاسد ہو گی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ لآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ وفاء ولو باعہ للمشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد
اور بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اس کے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہو گی
جس نے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اس کو بیچا تو اس کے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے م مشتری کی اجازت پر
اس واسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اس کے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن وافاد فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ
کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظر الجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں
بنظر جانب رہن تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جواہر غلاطی سے منقول ہے ولو استاجرہ بائعہ لا یلزمہ الاجر لانہ رہن حکما حتی لا یحل
الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اس کو اجرت لازم نہیں اس واسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہاں تک کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہیں
م یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صدرت الاجارۃ بعد قبض المشتری المبیع وفاء ولو للبناء وحدہ فہی صحیحۃ والاجرۃ
لازمۃ للبائع طول مدۃ التواجر[1] انتہی فتنبہ اور میں کہتا ہوں اور ابن الحلبی کے فتاوی میں ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے مبیع بالوفا کو اگرچہ
قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بقدر طول مدت تواجر انتہی تو آگاہ ہو جا م یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر
مبنی ہے شرنبلالیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں نو قول ہیں از انجملہ بعضے علمائے محققین کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفا بعضے احکام میں تو فاسد ہے
یہاں تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے میں اور بعضے احکام میں

---

[1] تواجر باہم اجارہ کرنا ۱۲

بیع الوفا رہن ہے یہاں تک کہ مشتری اس کی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ فتوی دینے میں اس قول جامع سے عدول نہ کیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع اس کے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ میں عدم جواز اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ وبقی فی یدہ فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل ویسمونہ بیع الاستغلال میں کہتا ہوں اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہو جاوے اور اس کے ہاتھ میں باقی رہے تو علمائے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہے اور علمائے مذکورین اس بیع کو بیع استغلال کہتے ہیں وفی الدرر صح بیع الوفا فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اور درر میں ہے کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہے یعنی بعضے صحیح کہتے ہیں اور بعضے غیر صحیح اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہیں اس واسطے کہ اس میں دونوں کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی اور اسی طرح کھانا اور پینا جائز نہیں اگر مبیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیۃ اختلفا ان البیع باتا او وفاء جدا او ہزلا فالقول لمدعی الجد والبتات الا بقرینۃ الہزل والوفاء اور ملتقط اور منیہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے واقعی بیع ہے یا ہزل اور بیہودگی تو اس کا قول معتبر ہے جو واقعی ہونے اور لزوم بیع کا مدعی مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا جیسے قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو بہ نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت لکن ذکر فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجئ فلیحفظ - میں کہتا ہوں لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں کہا ہے کہ قول مدعی الوفا کا معتبر ہوگا - بنا بر استحسان کے جیسے عنقریب آوے گا . . . . . تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعتک بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء بنقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی حاجۃ لتغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیع کی بطریق بیع لازم کے تو اسی کا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اس وقت دعوی لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع متغیر ہو جانے نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباہ فی اواخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ عن القنیۃ لو دفع غزلا الی حائک لینسجہ بالنصف جوزہ مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرہا عن اجارۃ البزازیۃ ان بہ افتی مشائخ بلخ وخوارزم وابو علی النسفی ایضا قال والفتوی علی جواب الکتاب بالطحان لانہ منصوص علیہ فیلزم ابطال النص اور اشباہ میں اواخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ کے اندر قنیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اس کو بننے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اس کو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر میں بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اس کے جواز کا فتوی دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری میں مذکور ہے اس واسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے ثم مفتی ابو السعود نے کہا کہ فقہا کے عرف میں کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور چلپی محشی نے کہا کہ مبسوط محمد مراد ہے جس کو اصل بولتے ہیں کیونکہ اول عبارت اشباہ میں مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہے کہ اگر آٹا پسوانے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرکے تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا بتغیر وفیہا عن البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ میں بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگوں پر تنگ نہیں ہوا مگر اس کا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا

[illegible]

کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو میں کہتا ہوں بموجب اعتبار عرف خاص کے یوں فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہوتا ہے دو کانوں کا خلو[1] وہ لازم ہے اور دوکانوں کا خلو اس کا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اس کے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اس کے کرایہ دینے کا اس کے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اسی طرح میں کہتا ہوں عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اس کا مالک نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ قلت وایدہ فی زواہر الجواہر بما فی واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ[2] واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویومر المستاجر باداء ذلک ان رضی لہ والا یومر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری میں ہے کہ ایک مرد ہے کہ اس کے ہاتھ میں دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اس کا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اس کے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار تر ہے یعنی اس واسطے کہ اس کی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنے خلو کے لینے میں بھی اولی ہے اور اس کو اس میں اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان میں اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اس کے باقی رکھنے سے اور اس کو دوکان سے خارج ہو جانے کا حکم نہ ہوگا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی۔

---

[1] یعنی دوکان منہدم کو اپنے روپے سے بنوایا تاکہ اس کا نفع اس کو ملا کرے اور اس کا بیان کامل اس جلد کے صفحات ابتدایہ میں گذرا۔ ۱۲

[2] یعنی تینوں حرکتوں سے۔ ۱۲

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتہا البیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ہونے ضامن کے بیع میں اکثر اور بسبب ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار میں ہم چونکہ اکثر ضمانت ثمن کی ہوتی ہے یا مبیع کی اور بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے کہنا یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اس سے جو ذوالثمن پر ثابت ہے کذا فی البحر **ھی لغۃ الضم** کفالت لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کو دوسری چیز سے ملانا ہم کفالت لغت میں بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلۃ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء اور ابن قطاع لغوی نے کفلۃ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے ہم یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحرف جار دونوں مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں **وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا** بنفس او بدین او عین کمغصوب ونحوہ کما سیجئ لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع میں کفالت عبارت ہے لانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اس کا ذکر آوے گا اس واسطے کہ مطالبہ شامل ہے اس مذکور کو یعنی نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور دین ثابت نہیں ہوتا۔ اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں تحریر ہے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب مالہ اور ما علیہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ صاحب عہد تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد اور میثاق ہے ومن عرفہا بالضم فی الدین انما اراد تعریف نوع منہا وھو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جس نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اس نے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہے یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اس میں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الحلبی وبہ یستغنی عما ذکرہ ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جس کو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ہم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے (ھی ضم ذمۃ الی الذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم) شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل رہا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی۔ **ورکنہا ایجاب وقبول** بالالفاظ الاتیۃ ولم یجعل الثانی الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب وقبول ہے الفاظ آئندہ سے ابو یوسف نے قبول کو رکن نہیں ٹھہرایا۔ یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے نہ کرے **وشرطہا کون المکفول بہ** نفسا او مالا **مقدور التسلیم** من الکفیل فلم تصح بحد وقود اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اس کی تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی درست نہیں۔ یعنی اس واسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت ممکن نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر **وفی الدین کونہ صحیحا قائما** **لا ساقطا** بموتہ مفلسا **ولا ضعیفا** کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت میں دین کا صحیح قائم شرط ہے۔ نہ کہ دین کا ساقط ہونا مدیون کے مفلس مر جانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم درر میں مذکور ہے جو بعد اس کے ایا ابراء اسقاط ہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ بصورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا

ہے اور دین قائم کی قید سے سب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب فمالیس دینا بالاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم او الرضا اس کی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہ ہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں **وحکمہا لزوم المطالبۃ علی الکفیل** بما ہو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اُس چیز کا جو اصیل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے م یعنی اگر حاضر ضامنی ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہے تو اس کا مطالبہ ہوگا **واہلہا من ہو اہل للتبرع** فلا تنفذ من مجنون ولا صبی الا اذا استدان لہ ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فتصح ویکون اذنا فی الاداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر اُس وقت جب اس کے واسطے اس کے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض میں کذا فی المحیط م مال ضامنی کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اس واسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہ ہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالۃ ولولاہا لطولب الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہ ہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں مگر اس کے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو مجاز کرنے میں اور غلام بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اس کو اس کے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائے گا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہ ہو کذا فی البحر م اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے اس کو اذن دیا ہو م اصیل اور مکفول لہ کی شروط باقی رہ گئیں سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اس کا آزاد و عاقل بالغ ہونا شرط نہیں ۔ اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اس کا عاقل ہونا شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر **والمدعی** وہو الدائن **مکفول لہ** اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جس کے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی **والمدعی علیہ** وہو المدیون **مکفول عنہ** ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جس کی طرف سے ضمانت ہوئی اور اس کو اصیل بھی بولتے ہیں **والنفس او المال مکفول بہ** اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی **ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل** اور جس پر کفالت سے مطالبہ لازم ہو وہ کفیل ہے ۔ م کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت سے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے ۔ م یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے وترکہا احوط مکتوب فی التوریۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ وآخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے میں زیادہ تر احتیاط ہے توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اس کے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی م ضمانت کے اول میں ملامت ہے یعنی خلق اس کو ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے ۔ کہ دین یا احضار نفس مجھ پر لازم ہو گیا ۔ اور شاید مجھ سے نہ ہو سکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامنی کو شامل ہے ۔ شارح نے ضمانت

کی برائیاں ذکر کیں اور اس کی خوبیوں سے سکوت کیا۔ حالانکہ اس میں عمدہ خوبیاں بھی ہیں۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اس کی تشویش دور ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالیٰ اس کی مصائب کو روز قیامت کے دور کرے گا۔ **وکفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ ونحوہا مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق** وقدمنا ثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا الکفالۃ فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے۔ یوں کہنے سے کہ میں نے ضمانت کی اس کی ذات کی اور مانند اس کے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسی طرح کفالت میں کذا فی الفتح یعنی اگر بجائے کل بدن بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اس کے ہاتھ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے **وبجزء شائع ککفلت بنصفہ اور ربعہ** اور انسان کے جزو شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے میں نے کفالت کی اس کے نصف یا ربع کی م نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو اگر کفیل اپنے جزو شائع کی طرف اضافت کرے اس طرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی من السراج **وتنعقد بضمنتہ او علی او الی او عندی وانا بہ زعیم ای کفیل او قبیل** بہ ای بفلان او زعیم او قبیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ میں اس کا ضامن ہوا یا علی یا الی یا عندی سے یا میں اس کا زعیم یعنی ضامن ہوں یا اس کا قبول ہوں یعنی فلانے شخص کا ضامن ہوں یا اس کا زعیم یا حمیل ہوں بمعنی محمول کذا فی البدائع م قولہ علی یعنی مجھ پر اس کی ضمانت لازم اور واجب ہے اس واسطے کہ علی کلمہ سے وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑ اس کو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہ شخص میرے پاس ہے میں اس کو تیرے پاس حاضر کروں گا اور قبیل یعنی کفیل بمعنی قابل ضمان ہے طحطاوی نے کہا اظہر یہ ہے کہ حمیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا **وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی تلتقیا** ویکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہاں تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہوں یا یہاں تک کہ دونوں ملیں اور ہوگا قائل اس کا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ م یعنی یہ ضمانت دائمی نہیں بلکہ ضمانت موقت ہے بااجماع والتتارخانیہ **وقیل لا تنعقد لعدم بیان المضمون** بہ ہو نفس او مال کما تعقد فی الخانیۃ من الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ (انا ضامن حتی تجتمعا) سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوتی اس کا بیان نہیں کہ وہ کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیہ میں ابویوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاہر انہ لیس المذہب لکنہ استنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال وقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہرا عدم انعقاد ابویوسف کا مذہب نہیں لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوے میں استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور ضامن کہے کہ میں نے حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں م حلبی نے کہا اس واسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر پر نہیں ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط منافی ضعف نہیں تو بقول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے **ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤاخذ باقرارہ فراجعہ** پھر مصنف نے کہا کہ لائق یوں ہے کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اس کی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمد میں **کما لا تنعقد فی قولہ انا ضامن او کفیل لمعرفتہ** علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہیں ہوتی ضامنی اس قول میں کہ میں ضامن یا کفیل ہوں اس کی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابویوسف کے ضمانت اس واسطے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفہ وعلی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہے اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اس کی تعریف کا یا اس کی تعریف[1] پر یعنی اس کے پہنچوا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہے کذا فی الفتح م اس واسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت

[1] مترجم اولاً نے علی تعریفہ کا ترجمہ کیا کہ صرف علی حرف جار سمجھا حالانکہ ضمان کا صلہ میں نہیں آتا تو صواب یہ ہے کہ ترجمہ یوں ہو کہ مجھ پر ہے اس کی تعریف ۱۲

نہیں ہوتا۔ مگر پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ شارح چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اس کے چہرے کا ضامن ہوں۔ اس واسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے۔ کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علی یلزمہ ان یدل علیہ خانیۃ ولا یلزم ان یکون کفیلا نہر اور اس قول میں کہ فلانے شخص کی معرفت مجھ پر ہے اس پر بتا دینا لازم ہے اور بتا دینے کو ضامن ہونا لازم نہیں۔ کذا فی النہر **واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ** ایضا ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال بریٔ وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلاً تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تاوقتیکہ اس کی تسلیم کرے اس واسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہوگا۔ اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہے۔ م یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تا تسلیم مطلوب بہ دائمی ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ ابتداء ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں حاضر ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائے گا اور جب دس دن گزر جائیں گے تو وہ ضامن باقی نہ رہے گا۔ کذا فی الشرنبلالیۃ ولو زاد وانا بریٔ بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں بعد اس کے یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اس کے بری ہوں تو اصلاً ضامن نہ ہوگا۔ ظاہر الروایۃ میں اور یہ حیلہ ہے اس کفالت میں جو لازم نہ ہو م اصلاً ضامن نہ ہوگا یعنی مطلقاً ضامن نہ ہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اس کے اس واسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اس نے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو کسی وقت اس پر مطالبہ نہ ہوا تو ضمانت بھی نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی قلت ونقلہ فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن تقوی الاول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اس کا فتویٰ ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتویٰ قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا م یعنی درصورت تعارض افتا ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہے **ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی** وصححہ فی السراجیۃ اور جب مثلاً تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہ ہوگا۔ بدون گزر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ میں اور اسی کا فتویٰ ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں وفی البزازیۃ کفل علی انہ متی او کلما طلب فلہ اجل شہر صحت ولہ اجل شہر منذ طلبہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جس وقت اور ہر بار کہ اس سے مطالبہ ہو تو اس کے واسطے ایک مہینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے طلب کرے گا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اس سے مطالبہ کرے گا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کو لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہ ہوگی م یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی۔ کیونکہ اگر ابطال نہ ہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقاً ثم قال وکفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناہا علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اس کو اختیار ہے یعنی چاہے مدت میں ضامنی کرے یا نہ کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اس میں تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں اس واسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے **وان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ احضرہ فیہ ان طلبہ کدین مؤجل حل** اور اگر شرط ہو گئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اس کو اس وقت میں حاضر کر دے اگر مکفول لہ طلب کرے جیسے دین مؤجل کا ادا کرنا لازم ہے جب کہ مدت لازم ہو چکی۔ م طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تاکفیل اور مکفول لہ دونوں کی شرط کو شامل رہے **فان احضرہ فیہا والا حبسہ الحاکم حتی یظہر مطلہ** پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروطہ میں تو خوب ہے اور نہیں ہے تو حاکم اس کو قید کرے جب کہ اس کو ٹالنا ظاہر ہو م شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اذا اظہر مطلہ اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ ضامن کو حاکم قید نہ کرے تاوقتیکہ اس کا ٹالنا ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے

سے پہلے ظاہر نہیں انتہی اور بعض نسخوں میں حین لم یظہر مطلب ہے اور یہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ میں ہے کہ حبس اس وقت ہے کہ ضامن مقر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہوں سے اس کی ضمانت ثابت ہو تو اس وقت اس کے حبس میں جلدی کرے۔ کذا فی الطحطاوی وان ظہر عجزہ ابتداء لا یحبسہ یعنی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے میں شروع سے ظاہر ہو تو اس کو قید نہ کرے۔ کذا فی العینی **فان غاب امہلہ** مدۃ ذہابہ وایابہ ولو بدار الحرب یعنی واپس ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اس کے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے۔ اگرچہ مکفول بہ دار الحرب میں ہو کذا فی العینی وابن ملک۔ **ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ** لانہ عاجز ان **ثبت ذلک بتصدیق الطالب** زیلعی زاد فی البحر او ببینۃ **اقامہا الکفیل** مستدلا بما فی القنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر میں وہ گیا ہے تو اس سے مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق میں اتنا زیادہ کیا ہے یا ضامن کے گواہوں سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کر کے ہم طحطاوی نے کہا اس میں یہ خلل ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہے جس پر علم شاید محیط نہیں **غاب المکفول** بہ فلطالب ملازمۃ الکفیل حتی یحضرہ مکفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تا وقتیکہ اس کو حاضر کرے وحیلۃ دفعہا ان یدعی الکفیل علیہ ان خصمک غائب غیبۃ لا ندری فبین لی موضعہ فان برہن علی ذلک تندفع عنہ الخصومۃ اور دفع ملازمت کا یہ حیلہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت غیر معلوم غائب ہے سو اس کا مکان مجھ سے بیان کر دے پھر اگر ضامن اپنے اس دعوی پر گواہی گزرانے تو طالب کی خصومت اس سے مندفع ہو جائے گی۔ **ولو اختلفا فان لہ خرجۃ** التجارۃ معروفۃ **امر الکفیل بالذہاب** الیہ والا حلف انہ لا یدری موضعہ اور اگر طالب اور ضامن میں اختلاف ہوا یعنی ضامن کہتا ہو کہ میں مکفول بہ کا مکان نہیں جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک جانے کا حکم ہو گا اور نہیں تو اس سے قسم لی جائے۔ کہ وہ اس کا مکان نہیں جانتا ثم اذا امر بالذہاب الیہ فللطالب ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان میں ہم نے ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو جائز ہے کہ ضامن سے مضبوطی کر لے ضامن لے کر تاکہ دوسرا غائب نہ ہو جاوے **ویبرأ الکفیل** بالنفس **بموت المکفول بہ ولو عبدا** اراد بہ دفع توہم ان العبد اذا تعذر تسلیمہ لزم قیمتہ ویبرأ بالوکیل برقبتہ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اس کی تسلیم متعذر ہوئی تو اس کی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آوے گا رقبہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ **وبموت الکفیل** وقیل یطالب وارثہ او وصیہ باحضارہ کفو برات حاصل ہوتی ہے۔ ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے یا اس کے وصی سے مکفول بہ کے حاضر کرنے کا مطالبہ ہو گا کذا فی السراج **لا بموت الطالب** بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل وقیل یبرأ وہبانیۃ والمذہب الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اس کا وصی ضامن سے مطالبہ کرے گا۔ اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے کذا فی الوہبانیۃ اور قوی مذہب پہلا ہے **ویبرأ بدفعہ الی من کفل لہ حیث ای فی موضع یمکن مخاصمتہ** سواء قبلہ الطالب اولا **وان لم یقل** وقت الکفیل **اذا دفعتہ الیک فانا بری** ویبرأ بتسلیمہ مرۃ **قال سلمتہ الیک بجہۃ الکفالۃ** اولا ان طلبہ بقول ذلک اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے اس مکان میں جہاں اس کو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب اس کو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ جب میں مکفول بہ کو تیرے سپرد کر دوں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ایک بار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں اس کو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی بابت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جب کہ طالب نے اس سے مکفول بہ کو طلب کیا ہو اور اگر طالب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اس کو بجہت کفالت سپرد کیا ہم مکان ممکن المخاصمت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دریات میں تسلیم ہو گی تو ضامن بری الذمہ نہ ہو گا کیونکہ طالب وہاں خصومت پر قادر نہیں۔ **ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی سلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ** بہ یفتی فی زماننا لتہاون الناس فی اعانۃ الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اس کو حاضر کرے اور اس

کی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں۔ اسی کا فتویٰ ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں ہم یہ زفر کا قول مفتی بہ ہے **ولو سلمہ عند الامیر** او شرط تسلیمہ عند ہذا القاضی فسلمہ عند قاض آخر جاز بحر اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اس کو امیر کے پاس حاضر کیا یا اس کی تسلیم اس قاضی کے پاس مشروط تھی سو اس نے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر **ولو سلمہ فی السجن لو سجن** ہذا القاضی او سجن امیر البلد فی ہذا المصر جاز ابن ملک اور اگر اس کو قیدخانہ میں سپرد کیا۔ تو اگر اس قاضی کا قیدخانہ ہے یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک۔ فی شرح المجمع **وکذا برأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ** لحصول المقصود **و بتسلیم وکیل الکفیل** لقیامہ مقامہ **و رسولہ** الیہ لان رسولہ الی غیرہ کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اُس کے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اس واسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے ہم تسلیم مطلوب ہے اس وقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اس کے بغیر امر ہو تو بری نہیں ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اس کو اور فلانے شخص کو سپرد کر تا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو گویا اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اس کو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب اس کو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا۔ اور اگر چپ ہے تو ضامن بری نہیں رکذا فی الطحاوی وقبول الطالب ویشترط ان یقول کل واحد من ہولاء سلمت الیک عن الکفیل در **من کفالتہ** ای **بحکم الکفالۃ** عینی والا لایبرأ **ابن کمال** فلیحفظ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ ہم نے تجھ کو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اس کی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا۔ کذا فی العینی اور اگر اس طرح نہ کہے گا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا صرح ابن کمال تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **فان قال ان لم اواف** ای آت بہ **غدا فھو ضامن لما علیہ** من المال **فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ** فلو عجز بحبس او مرض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اس پر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اس پر مال لازم نہیں۔ مگر اس وقت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کرسکے چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہم اور ضامن اگر عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا ہم خلاصہ میں ہے کہ طالب جب غائب ہو تو قاضی اس کی طرف سے وکیل قائم کرے۔ کذا فی الطحطاوی **ضمنا** **او مات المطلوب** فی الصورۃ المذکورۃ ضمن المال فی الصورتین لانہ علق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف فیصح یا مطلوب مرگیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے میں اس واسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے۔ ہم مطلوب کی موت سے ضمانت در حق تسلیم باطل ہوگئی نہ در حق مال ولا یبرأ عن کفالۃ النفس لعدم التنافی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں تخالف نہیں جو جمع نہ ہوسکیں۔ فلو ابرأہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد شرطہ سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کردیا تو اس پر مال واجب نہ ہوگا۔ بسبب نہ پائے جانے اس کی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی در صورت بقائے حاضر ضامنی سو ابراء طالب سے وہ باقی نہ رہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طلب وارثہ ولو مات الکفیل طولب وارثہ درر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر طالب مرے گا تو اس کا وارث طلب کرے گا۔ اور اگر ضامن مرے گا تو اس کے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب بریٔ وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت عینی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا

تو وارث بری الذمہ ہوگیا۔ اور اگر اس کو نہ دیا یہاں تک کہ وقت گزر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا
فی العینی **ولو اختلفا فی الموافاۃ** وعدمہا **فالقول للطالب** لانہ منکر وحینئذ **فالمال لازم علی الکفیل** خانیۃ اور اگر دونوں نے مطلوب
کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اس وقت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیۃ وفیہا لو اختفی
الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اس کو نہ پایا تو قاضی اس کی طرف سے ایک
وکیل قائم کرے یعنی تا مطلوب اس کو سپرد کیا جاوے۔ ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کی جائے گی موافات پر یعنی مطلوب
کے حاضر کردینے پر بدون گواہی کے **ادعی علی آخر حقا مبینا او مائۃ دینار ولم یبینہا** اجیدۃ ام ردیۃ ام اشرفیۃ لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے
پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا۔ اور اس کی صفت کا بیان نہ کیا۔ کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہے تاکہ دعوی صحیح ہوتا۔ **فقال**
رجل دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم اوافک بہ غدا ای فعلی المائۃ **فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ** ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی
علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اس کا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کرے گا تو مجھ پر سو دینار ہیں سو اس نے کل ادا
نہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہوں گے یعنی وہ سو دینار جن کو مدعی نے بیان کیا یعنی ثابت کیا ہے یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے **وتصح الکفالتان** لانہ اذا
بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فترتب علیہا الثانیۃ اور صحیح ہوں گی دونوں ضمانتیں۔ یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اس واسطے کہ
جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا۔ تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اس پر دوسری ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی
ہر چند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخر کار اس کا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی۔ اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اس
پر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہوگئی **والقول لہ** ای الکفیل **فی البیان** لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان میں اسی کا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ
صحت کفالت کا مدعی ہے م شارح ارجاع ضمیر لہ میں صاحب درر کا تابع ہوگیا۔ اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو چنانچہ منح الغفار میں ہے
اس واسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید
اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار مشروط ہونے کا مفید ہے تو اس کی تنقیح کرنا چاہیے م طحطاوی نے کہا احتمام کے لائق
وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے **ولا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل**
بالنفس فی دعوی حد وقود مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامن دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ
کتعزیر لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں تعزیر
کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے۔ اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا **ولو اعطی** برضاہ کفیلا فی قود وقذف وسرقۃ جاز
اتفاقا ابن کمال فظاہر کلامہم انہا فی حقوقہ تعالی لا یجوز نہر قلت ویکن انہا لا تصح بنفس حد وقود فیمکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا
قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر
میں کہتا ہوں آگے آوے گا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہوجانا چاہیے م نفس حد اور قصاص میں اس واسطے ضمانت
صحیح نہیں کہ استیفائے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود خالص میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ
مصنف تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہے بخلاف اس کے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اب دونوں کلام میں تناقض نہ رہا **ولا یحبس فیہما حتی یشہد**
شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ القاضی بالعدالۃ لان الحبس للتہمۃ مشروع وکذا التعزیر ملتقی بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں

جب تک دو شاہد مستور العدالۃ والفسق گواہی نہ دیں یا ایک شاہد عادل جس کی عدالت کو قاضی جانتا ہے اس واسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے
اور اسی طرح تعزیر متہم کی مشروع ہے کذا فی البحر **فوائد** یہ چند فائدے ہیں جن کو شارح نے زیادہ کیا لایلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی
علیہا الا فی اربع کفیل نفس وسجان قاض والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی
سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ م قنیہ
میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے پر اس کو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو داروغہ سے اس کے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہے انتہی باپ
نے اجنبی سے کہا کہ میری بیٹی کا ضامن ہو سو ضامن نے اس کو طلب کیا تو باپ پر اس کا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر
اس کے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہے یعنی مہر دے چکا ہے اور اس نے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اس
سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اس کو حاضر کرے اور نہیں تو امین اس کے پاس بھیجے و فی حاشیتہا لابن
المصنف معزیا لاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا یغیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات عماد سے نقل کر کے باپ سے اس کے
صغیر کے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ
قرض دار ہو کر غائب ہو گیا ہو۔ کذا فی الطحطاوی و فیہا القاضی یاخذ کفیلاً باحضار المدعی علیہ الا فی اربع مکاتبہ وماذونہ ووصی ووکیل اذا لم یثبت المدعی والوکالۃ اور
اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیۃ اور اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے
ضامن لے مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اس کے مکاتب اور ماذون میں اور وصی اور وکیل میں جب کہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو م جب کہ مولی
نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاوے گا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو
مولی سے حاضر ضامن لیا جائے گا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین
دن کی ضامنی طلب کرے تا اپنے گواہوں حاضر کرے تو قاضی اس وقت وصی اور وکیل سے ضامن لے گا کذا فی الطحطاوی و فی شرح المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ
معروفا لا یجبر علی الکفیل ولو کان غریبا لا یجبر اتفاقا بل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اس پر جبر نہیں
ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اس کا حق فقط قسم میں ہے م یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے بابراء الاصیل برأ الکفیل
الا کفیل النفس الا اذا قال لا حق لی قبلہ ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیہ ولا لوقف انا متولیہ فحینئذ برأ الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ
ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں جب کہ طالب یوں کہے کہ اس کی جانب میرا کوئی حق نہیں، اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اس یتیم کا جس
کا میں وصی ہوں ، اور نہ اس وقف کا جس کا میں متولی ہوں۔ تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ **واما کفالۃ المال فتصح بہ ولو المال مجہولا اذا کان**
ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان الدین مشترکا کما سیجئ لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا یجوز ظہیریۃ اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ
مال دین صحیح ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا ، اس واسطے کہ دین کا قسمت کرنا اس کے قبضہ کرنے سے پہلے
جائز نہیں کذا فی الظہیریۃ م دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اس کے حصے
کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہے ، کیونکہ اس میں قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے ، وہ صحیح نہیں۔ والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فتصح مع انہا
تسقط بموت وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوائے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو ضامنی صحیح ہے
باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے۔ کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہے حاجت کے سبب سے نہ قیاس

پر یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح نہیں مگر ضمانت اس کی صحیح ہے۔ تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی و لا ببدل السعایۃ عندہ بزازیۃ و کانہ الحق ببدل الکتابۃ و لا قبوله السقط لانہ لا یقبل التعجیز قلت فلزم ای دین صحیح ما لا تصح الکفالۃ بہ و ای دین ضعیف و تصح بہ دین صحیح میں ضمانت صحیح ہے مگر بدل سعایت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہے اس کی ضمانت صحیح نہیں امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ لحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے لحق نہ کیجیئے بلکہ اس کو دین غیر صحیح قرار دیجیے تو صحیح نہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا۔ تو بطور چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہیں۔ کہ کون صحیح دین ہے جس کی ضمانت صحیح نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ بدل سعایت ہے اور کون دین ضعیف ہے جس کی ضمانت صحیح ہے تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہے م دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہے۔ والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء و حکما بفعل یلزم سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہ ہو کسی طرح بدون ادا یا ابراء کے اگرچہ ابراء حکمی ہو اس فعل سے جس کو سقوط دین لازم ہے۔ تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر اس زوجہ کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی وطی سے راضی ہو تو مہر اس کا ساقط ہو جائے گا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز و لو کفل و ادی رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ و یجیٔ قید آخر تو ضامنی صحیح نہیں بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء تعجیز۔ مکاتب سے ساقط ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اس نے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اس نے دیا یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری قید آ ئے گی م قید فائدہ یہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجھ پر ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب سے بکفلت متعلق تصح عنہ بالف مثال المعلوم ضامن صحیح ہے اس لفظ سے کہ میں اس کا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہے و مثل المجہول باربعۃ امثلۃ بما لک علیہ و بما یدرکک فی ہذا البیع و ہذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالیں مذکور کیں پہلی مثال یہ ہے کہ میں ضامن ہوا اتنے مال کا جو تیرا اس پر ہے دوسری مثال یہ ہے میں ضامن ہوا تنے مال کا جو تجھ کو دینا پڑے۔ اس بیع میں اور اس کو ضمان الدرک کہتے ہیں م درک بفتحتین و بسکون ثانی عبارت ہے ثمن پھیر لینے سے جب جیسے میں استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہیں یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے۔ اگر مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی میں سراج سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق نکلے تو مشتری کو چاہیے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیر لے چاہے ضامن سے ظاہر الروایۃ میں ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہیں و بما بایعت فلانا فعلی و کذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجۃ خانیۃ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہ ہے کہ جو تو نے بیچا فلانے شخص سے وہ مجھ پر ہے اور اسی طرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ میں تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جب تک کہ زوجیت قائم ہے کذا فی الخانیۃ و ما غصبک فلان فعلی ما ہنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی لا ما اشتریتہ لا نجیٔ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھ سے فلانے شخص نے مجھ پر ہے لفظ ما کا مثال ثالث اور رابع میں شرطیہ ہے یعنی اگر تو بیچے گا فلانے سے تو وہ مجھ پر ہے نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اس سے اس واسطے کہ آگے آوے گا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہیں م جو لفظ کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہے چنانچہ یوں کہنا کہ جو اس پر ہے وہ مجھ پر ہے یا مجھ پر ہے کہ میں ادا کروں جو اس پر ہے یا میں نے لازم کر لیا جو تیرا دین اس پر ہے تاتار خانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مولے طالب سے کہا کہ میں تیرے دین کا ضامن ہوں کہ اس سے لے کر تجھ کو دوں گا تو یہاں ضامنی نہیں بلکہ ضمان تقاضا ہے کذا فی الطحطاوی و شرطہا فی الکل القبول ای ولو دلالۃ بان بایعہ او غصب منہ فی الحال نہر اور ضمانت کی سب صورتوں میں قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو اس طرح پر کہ اس سے بیع کی ہو یا اس سے غصب کیا ہو کذا فی النہر یہ قول غیر تری کی بحث ہے صاحب نہر کی یعنی زید نے خالد سے

کہا کہ جو تو محمود سے خرید کرے گا یا تجھ سے محمود غصب کرے گا اس کا میں ضامن ہوں پھر فی الفور بیع یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں
ولو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی کلما وقیل یلزم الاٰمی اذا وعلیہ القہستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم نہ ہوگی مگر کلما کے لفظ
میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ میں لازم نہیں۔ اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م عینی نے مجرد سے نقل
کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اس نے چند بار بیع کی تو اس پر ضمانت لازم نہیں مگر اوّل بار کی انتہا اور قول ضعیف میں لفظ ما کلما
کا مفید ہے عموماً کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کرے گا قبل خرید و فروخت کے تو
رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب م یعنی اگر ضامنی اس طرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اس نے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ ما ذاب
لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اس پر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیوں کہ یہ ضمانت ہے دین متاخر الظہور کی بخلاف ما غصبک الناس
او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبتہ او قتلتہ فانا کفیلہ فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو تجھ سے غصب کریں لوگ یا جو شخص لوگوں میں سے تیرا
مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجھ کو قتل کرے یا جس کا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو میں اس کا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے م اس
واسطے باطل ہے کہ امثلہ مذکورہ میں یا مکفول عنہ کی جہالت ہے یا مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اہل ہذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا بعینہ چنانچہ یوں کہنا کہ جو
تجھ سے غصب کریں اس گھر کے تو میں ضامن ہوں سو یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک معین انسان کا نام نہ لے م بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے
کہا کہ جو تم لوگ اس شخص سے بیع کرو گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اس سے بیع کرے گا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر **او
علقت بشرط صریح ملائم** ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صریح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے امور
ثلثہ سے م او علقت عطف ہے کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا للزوم الحق نحو قولہ **ان استحق المبیع او جحد**
المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول جاز بخلاف ان اکلک سبع ہونا شرط کا مناسب ضمانت اس طرح پر کہ وہ لازم
ہونے حق کی اصیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی
چیز تجھ سے غصب کرے یا تجھ کو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھ پر دیت ہے اور مکفول یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس
شرط کے کہ اگر تجھ کو درندہ کھا جاوے تو میں ضامن ہوں م بعضے نسخے میں بجائے صیدک صدیقک ہے اور دیت سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے اور قتل
مخاطب قتل خطا مراد ہے اس واسطے کہ قتل عمد میں حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اس واسطے صحیح نہیں کہ درندہ مکفول عنہ ہونے
کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس واسطے کہ اس کا فعل ہدر ہے **او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی** ما علیہ من الدین وہو معنی قولہ وہو ای والحال
ان زید **المکفول عنہ** او مضارب او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ لتوسلہ للاداء[1] یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنی ضامن کو اصیل کی حاصل ممکن ہو
چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اس پر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہے یا ضامن کا مضارب یا امانت دار
یا اس کا غاصب ہے تو وہ ضامنی جو اس کے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ابراء دین پر **او شرطا لتعذرہ** ای الاستیفاء **نحو ان غاب
زید عن المصر فعلی** وامثلۃ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ بہا یا شرط ہو اس کے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر
زید شہر سے غائب ہو تو اس کا دین مجھ پر ہے اور تعذر کی مثالیں بہت سی ہیں سو یہ بالکل وہ شرطیں ہیں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے م من جملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ
کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہو یا مر جائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے تو میں ضامن ہوں **ولا
تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر** لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضامنی

صحیح نہیں اگر اس کی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو مجھ پر ہے کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اس کا بالیقین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہ ہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے چنانچہ اس کو ابن کمال نے تحریر کیا ہے م خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق بہبوب ریح و مجیئ مطر اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہ ہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت اصلا صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اس کا کچھ ثمرہ نہیں سوائے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم المال للحال فلیحفظ ہاں اگر شرط غیر ملائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مدت قرار دینا اس طرح کہ ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں تا ہبوب ریح و مجیئ مطر **ولا تصح ایضا بجہالۃ المکفول عنہ فی تعلیق واضافۃ لا تخییر** کفلت بمالک علی فلان او فلان **فیصح** والتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہیں ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بیچ تعلیق اور اضافت میں نہ تخییر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر تو تخییر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار میں ہے کیوں کہ وہ صاحب حق ہے م تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھ سے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت ہو اس کا میں ضامن ہوں کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اس کو جامع میں اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم **ولا بجہالۃ المکفول لہ** وہ مطلقا اور صحیح نہیں ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت م مکفول بہ سے یہاں مراد نفس ہے نہ مال اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہیں **نعم** لو قال کفلت رجلا اعرفہ بوجہہ لا باسمہ جاز والی رجل اتی بہ وحلف انہ ہو بری بزازیہ ہاں اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوا ہوں اس مرد کا جس کا منہ پہچانتا ہوں نہ نام اس کا تو ضامنی جائز ہے اور جس مرد کو لا دے گا اور قسم کھا دے گا کہ یہی شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ وفی السراجیۃ قال لغیرہ وہو یخاف علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ میں ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور پر بھیڑیے سے ڈرتا ہے کہ اگر بھیڑیا تیرا گدھا کھا جاوے تو میں ضامن ہوں سو اس کو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں م علت عدم ضمان اکل ذئب اکل سبع میں مذکور ہو چکی **نحو ما ذاب** ای ما ثبت **لک علی الناس او علی احد منہم فعلی** مثال للاول ونحوہ ما بایعت بہ احدا من الناس عینی المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا اوپر لوگوں پر یا کسی شخص پر سو مجھ پر ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اس کے یہ ہے کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگوں میں وہ مجھ پر ہے کذا فی عینی المفتی **او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلی** مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگوں کا تجھ پر یا کسی کا لوگوں میں سے تجھ پر سو مجھ پر ہے یہ ثانی کی مثال ہے یعنی مکفول لہ کی جہالت کی **ولا تصح** بنفس **حد وقصاص** لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں **ولا** **بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا** ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہے معین جانور کی باربرداری کی جس کو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمت گزاری غلام معین کی جس کو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت میں معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے م تغیر معقود علیہ اس واسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اس کی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اس کو قدرت نہیں غیر کے جانور پر اور اگر ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ جانور لایا جس پر عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی عن البحر بخلاف غیر المعین لوجوب مطلق الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اس میں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے م یعنی غیر معین جانور میں مطلق باربرداری واجب ہے اور ضامن اس پر قادر ہے اس طرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ لاد دے اور تسلیم اس پر واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہاں تسلیم

واجب ہے نہ بار برداری شارح نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جس کو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہے اس طرح پر کہ ضمانت حمل دابہ معینہ
اس واسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کرے گا تو اس کا ضامن ہوا جو مکفول
عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجر پر بار برداری واجب ہے سو اس کا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے
لہذا اس کی ضمانت صحیح ہے کذا فی الطحطاوی **ولا بمبیع قبل قبضہ ومرہون وامانۃ** باعیانہا اور صحیح نہیں ضمانت عین مبیع کی قبل اس کے قبض کے اور نہ عین
مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اس طرح عین مکفول دے یا
اس کے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو تسلیمہا صح
فی الکل درر ورجحہ الکمال تو اگر ضمانت ہو امور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے
ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اس کا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لاشئ علیہ کالکفیل بالنفس تو اگر تسلیم
ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں حاضر ضامن کے مانند ہم مستاجر یہاں بفتح جیم ہے
وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا، تو اصیل مطالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہاں اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اس کا
ضامن نہیں۔ اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضاً لو المکفول بہ ثمنا لکونہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجوراً علیہ فلا یلزم
الکفیل تبعا للاصیل خانیۃ اور یہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اس وقت دین صحیح نہیں جب کہ مشتری صغیر محجور
علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہ ہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہ ہوا تو اس کے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا و
کذا لو **مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء** ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری
کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اس کی صحیح نہیں کیونکہ امانت
میں ضمانت نہیں **ومبیعا فاسدا** او بدل صلح عن دم وخلع ومہر خانیۃ اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا
عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیاء مذکور کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل نہیں ہو جاتیں ہلاک ہونے عین سے کیونکہ ضمانت قیمت
اشیاء مذکورہ اُن کے قائم مقام ہو جاتی ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا طحطاوی نے کہا اولی یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تابدل صلح پر عطف
ہو کیونکہ خلع پر عطف اس کا بے معنی ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت
صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیئے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہیں یا غیر مضمون تو اعیان غیر
مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہیں یعنی درصورت
ہلاک ان کی قیمت واجب نہیں چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح
نہیں یا اعیان مضمون بنفسہا ہیں یعنی ان کی قیمت واجب ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو
اس کی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اس کی یا مثل اس کا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر
ملخصاً **ولا تصح الکفالۃ** بنوعیہا **بلا قبول الطالب** او نائبہ ولو فضولیا **فی مجلس العقد** اور دونوں قسم کی ضمانتیں یعنی مالی ضامنی اور حاضر ضامنی صحیح
نہیں بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اس کے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہ ہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جائے ضمانت سے
طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن بھر لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اس کے قبول کرنے کے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت

کی مجلس میں ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحاوی وجوزا الثانی بلا قبول وبہ یفتی وردہ بزازیہ واقرہ فی البحر وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولہما واختار الشیخ قاسم بذا الحکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اس کو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب الانشاء ضمانت کا حکم ہے **ولو اخبر عنہا** بان قال انا کفیل بمال فلان علی فلان **حال غیبۃ الطالب او کفل وارث المریض المی حنہ** بامرہ بان یقول المریض لوارثہ تکفل عنی بما علی من الدین فکفل بہ مع غیبۃ الغرماء **صح** فی الصورتین بلا قبول اتفاقا استحسانا لانہ وصیۃ ولو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کی طرف سے اس کے امر سے اس طرح پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع کفالت وارث اس واسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہو جائے اور اس میں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اس کے ظاہر ہونے کے اس واسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہے اس کے دونوں رکنوں سے یعنی ایجاب اور قبول سے وفی الفتح العرو او بہ وحقق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور فتح القدیر میں ہے کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقاً جائز ہوتی مال پر موقوف نہ ہوتی۔ ولو لہ مال علی غائب ہل یؤمر الغریم بانتظارہ او یطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر لا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اس کے انتظار کا امر کیا جائے یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے میں اس کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اس کے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار کیا جائے نہ اس کی کفالت ہونے پر یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہیں ہے اس واسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون مال مریض کے اور اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اس واسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقاً تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں وقیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہم لا یصح وروی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہم نے ضمانت مریض میں اس کے امر کی اس واسطے کہ تبرع وارث کا اس کی ضمانت میں اصحاب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی ولو ضمنہ بعد موتہ صح سراج ولعل قول الثانی لما مر نہر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اس کی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی النہر مذکور ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیہ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشاء ہونے میں تو مخبر کا قول معتبر ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اس واسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت مقصد نے یہاں کلام کو اخبار قرار دیا کذا فی الطحاوی **ولا یصح بدین** ساقط ولو من وارث **عن میت مفلس** الا اذا کان بکفیل او رہن سراج او ظہر لہ مال فتصح بقدرہ ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اس دین کی جو ساقط ہے میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اس وقت وہ ساقط نہیں جب کہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اس کی زندگی میں یا رہن ہو کذا فی المعراج یا اس کا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور

کے کذا ذکرہ ابن ملک ھم سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام میں سے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اس کی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اس کی حیات میں ہوئی یا اس نے کچھ رہن رکھ دیا تو اب دین اس کا ساقط نہ ہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو اس قدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی او لحقہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بہ بان حفر بیرا علی الطریق فتلف بہ شیٔ بعد موتہ لزمہ ضمان الٰی فی مالہ وضمان النفس علی عاقلتہ لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وھو الحفر الثابت حال قیام الذمۃ بحر یا میت کو دین لاحق ہوا اس کی موت کے بعد تو اس کی کفالت صحیح ہے اس طرح پر کہ میت نے کنواں کھود ا تھا راہ میں یعنی غیر ملک میں پھر اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اس کی موت کے تو لازم آوے گا ضمان مال کا اس کے مال میں اور ضمان نفس اس کے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنواں کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی البحر وہذا عندہ وصححاھا مطلقا وبہ قالت الثلثۃ اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اس کا مال ظاہر ہو یا نہ ہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع بہ احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اس واسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح کفالۃ الوکیل **بالثمن للموکل** فیما وکل ببیعہ لان حق القبض لہ بالاصالۃ فیصیر ضامنا لنفسہ اور صحیح نہیں ضامن وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اس چیز میں جس کے بیچنے کے واسطے اس کو وکیل کیا اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہرے گا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ھم وکیل کی قید اس واسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور بالبیع کی قید اس واسطے لگائی تا دہ صورت نکل جاوے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اس واسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانہما الثمن من المشتری فیما باعاہ لان القبض لہما ولذا لو ابرءا عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اس چیز میں جس کو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اس واسطے کہ قبض ثمن کا حق انہیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کردیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا ھم یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہاء کے کلام سے **ولا تصح** کفالۃ المضارب **لرب المال** بہ ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اس واسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا ان کا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ھم طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے **ولا تصح للشریک بدین مشترک** مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر ضامنا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اس واسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اس واسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کرے گا تو شریک کا اس میں حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہے تو قسمت دین قبل اس کے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جاز کما لو کان منفقتیں ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ھم جدائی عقد امام کے نزدیک اس طرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اس طرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہوگیا تو شرکت باقی نہ رہی **ولا تصح الکفالۃ بالعہدۃ** لاشتباہ المراد بہا اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ھم ضمانت اس طرح پر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن

اس پر سکوت کریں بیان نہ کریں کہ جہت سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں اس واسطے کہ جہت کا لفظ اس وثیقہ میں مستعمل ہے جو ملک بائع کا شاہد اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اس کی تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اس کا ضامن ہوا جس پر قادر نہیں اور مشترک ہے عقد میں اور اس کے حقوق اور درک اور خیار شرط میں اور چونکہ حمل اس پر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہٰذا اس کی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحطاوی **ولا بالخلاص** ای تخلیص مبیع یستحق بموجزہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق غیر ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلیصہ ولو بشراء ان قدر علیہ والا فیرد الثمن کان کالدرک یعنی ہاں اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہوا اگرچہ تخلیص اس کے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہیں تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی **فائدۃ** یہ فائدہ ہے جس کو شارح نے زیادہ کیا متی ادی بکفالۃ فاسدہ رجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال ونظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی اذا حسب انہ مجبر علی ذلک لضمانہ السابق واقرہ المصنف فلیحفظ جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھر لے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اس کی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے بھر لے اس دین جو اس نے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اس کے دین پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کو تو یاد رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کرے گا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دے گا تو رجوع جائز نہیں **ولو کفل بامرہ** ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی و ہو غیر صبی و عبد محجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر محجور اور غلام مجور نہیں ہے کذا صرح ابن ملک م تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع **رجع علیہ بما ادی** ان ادی بما ضمن والا فبما ضمن وان ادی ارداً لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے بھر لے جو اس نے ادا کیا اگر اس نے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اس نے ضمانت کے مخالف ادا کیا اس طرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اس نے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھر لے اگرچہ اس نے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جائے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی م ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جائے اور ضامن اس کا وارث ہو یا طالب نے اس کو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہاں دین منتقل ہوا کفیل کی طرف بمقتضائے ہبہ نسبت ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیۃ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اس کو مطلوب سے نہ بھرے بسبب اس کے تبرع کے مگر جب کہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور بھر لے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یہبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولوالجیۃ اور حیلہ بھر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اس کو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولوالجیۃ م ولوالجیہ میں یہ حیلہ بعینہٖ کفالت نفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتدا جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اس وقت جاری ہے جب کہ ضامن نے بقدر دین دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اصیل کا دین ہے اور اگر اس کو اصیل کا دین کہہ کر دے کہ تو اصیل دین سے بری ہو جائے گا پھر یہ حیلہ صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولا یطالب کفیل اصیلا بمال قبل ان یؤدی** الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من الاصیل قبل اداءہ خانیۃ اور مطالبہ نہ کرے ضامن اصیل سے قبل اس کے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اس واسطے کہ ضامن اس کا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہاں ضامن کو کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذا فی الخانیۃ **فان لوزم الکفیل لازمہ** ای لازم ہو الاصیل

الینا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جائے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اس کو وہ چھوڑا جائے **واذا حبسہ لہ حبسہ** ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس سراج اور جب کہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس نے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہ ہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اس پر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءۃ کا موجب ہے م للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احالہ الکفیل علی مدیونہ وشرط براءۃ نفسہ فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہ ہوگا م مدیون قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال علیہ یہی حکم رکھتا ہے **وبرئ الکفیل باداء الاصیل** اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط کما لو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لا دے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا۔ چنانچہ اصیل اگر قسم کھائے گا کہ میں نے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط یہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر م مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہے ظاہرا یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعا ہے تو اس پر کیونکر قسم آئے تو تصویر اس کی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی آدمی اس کا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں پھر مدعی علیہ نے قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی **ولو ابرأ الطالب الاصیل واخر عنہ** ای اجلہ **برئ الکفیل** تبعا للاصیل الا کفیل النفس کما مر اور اگر بری الذمہ کر دے طالب اصیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کر دے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہو کر مگر کفیل نفس بری نہ ہوگا۔ چنانچہ مذکور ہو چکا حاضر ضامنی کی بحث میں **وتاخر الدین عنہ** تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفلہ انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق الاصیل ولہ مطالبۃ الکفیل الآن اشباہ اور متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہو کر مگر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائے گا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ م خانیہ میں مذکور ہے علت تاخیر مطالبہ تنگ دستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگ دست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگرچہ وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی **ولا ینعکس** لعدم تبعیۃ الاصیل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہیں یعنی برائت کفیل برائت اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال مؤجلا تاجل عنہما لان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما مان اگر مال الحال[1] مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کر کے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے۔ وفیہ لیشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابراء اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا م ظاہرا ضمیر فیہ بحر الرائق کی طرف راجع ہے جو قبل اس کے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اس میں نہیں بلکہ نہایہ سے یوں مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اس کے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اس کی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں لیکن رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہبہ او تصدق علیہ در قبول کفیل شرط نہیں مگر جب کہ طالب نے اس کو ہبہ کر دیا اس پر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرم ہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول اس

[1] فی الحال کے لفظ میں تسامح ہے غرض اس دین سے ہے جس کی میعاد ہو گئی ہو ۱۲۔

واسطے شرط براءۃ اصیل ہو کیونکہ مبادلہ صرف دین میں تسلیط علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجد مل الکفیل تاجل علیہما وعزاہ للحاوی القدسی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنیٰ صورت پر محمول ہے یعنی تو تکفل بالحال ارخ تو اب متن سے کچھ منافات نہ رہی وفی القنیۃ طالب الدائن الکفیل فقال لہ اصبر حتی یجیٔ الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلقی علیک ہل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وہو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اس نے کہا صبر کر تاکہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اس پر میرا کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھ پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائیگا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری الذمہ نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے م وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار میں قنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی اور ظاہر مراد اس سے تضییق ضامن ہے نہ برات اصیل ولو احل الدین المؤجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو الکفالۃ بامرہ الا الی اجلہ خلافا لزفر اور جب کہ دین مؤجل حال ہو جائے ضامن پر اس کی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن وارث اس کو ادا کرے تو اصیل سے پھر نہ لے اگر کفالت اس کے امر سے ہو مگر اس کی مدت تک اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل بہ ای بموتہ ولو لا تغیر الطالب در رجیسا کہ حال نہیں ہوتا دین مؤجل ضامن پر بالاتفاق جب کہ دین حال ہو اصیل پر اس کی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدر یعنی اس کو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدہما رب المال عن الف الدین علی نصفہ مثلا برئا الا ان المسئلۃ مربعۃ۔ اصیل یا کفیل نے صلح کر لی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اس کے نصف پر مثلا یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہو گئے مگر مسئلہ صلح کا چاروں صورتوں کو محتمل ہے م ایک صورت یہ ہے کہ دونوں کی براءت صلح میں شرط کی ۲ فقط اصیل کی براءت شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا براءت سے ۴ فقط کفیل کی براءت شرط کی طحطاوی نے کہا بلکہ ثمن ہے یعنی آٹھ صورت کو محتمل ہے چار صورتیں باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط براءتہما او براءۃ الاصیل او سکت برئا تو جب کہ دونوں کی براءت شرط کی صلح میں یا براءت اصیل یا براءت سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہو گئے واذا شرط براءۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین اور جب کہ صلح میں فقط کفیل کی براءت شرط کی تو یہ فسخ ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین م فسخ کفالت اس قدر دین میں ہے جس میں صلح واقع ہوئی مثلا نصف میں نہ کل دین میں فیبرأ ہو وحدہ من خمس مائۃ دون الاصیل فتبقی علیہ الالف فیرجع علیہ الطالب بخمس مائۃ والکفیل بخمس مائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی براءت میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانچ سو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہیں گے تو طالب اصیل سے پانچ سو بھر لے اور کفیل سے پانچ سو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ولو صالح علی جنس آخر رجع بالالف کلہا اور کفیل نے صلح کر لی طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلا بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہو چکا م ہزار اس واسطے لے گا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہو گیا۔ صالح الکفیل الطالب علی شیٔ لیبرئہ من الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیۃ وہو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس بحر صلح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اس کو ضمانت سے بری الذمہ کر دے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامنی اور حاضر ضامنی دونوں کو شامل ہے کذا فی البحر کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلا دے تا اس کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دے تو اس کو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اس کی براءت میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذا فی البحر والنہر قال الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب نے ضامن سے کہ بریت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جس کا تو

ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے م اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے اس واسطے کہ فقط الی موضوع ہے انتہائے غایت کے واسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس ترکیب میں تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبتدا بھی ہو سو یہاں ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جس کی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یوں کہا کہ تو نے مجھ کو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہیں لے سکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لے گا واللہ اعلم ومفادہ برأۃ المطلوب للطالب لاقرارہ للکفیل اور مفاد تعلیل برائت مطلوب ہے طالب کی طرف سے بسبب اس کے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا۔ بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہیں ہوتا **وفی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابرأتک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض** اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ برائت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے تجھ کو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں۔ کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا م برئت محتمل ہے برائے طالب اور ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابراءتک میں تو صاف ابتدا اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا۔ اور کفیل مالک دین نہیں ہوتا مگر ایفا سے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لے گا کیونکہ اس نے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ایمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برائت بالابراء میں مستعمل ہے نہ براۃ بالقبض میں کذا فی الطحطاوی **خلافا لابی یوسف فی الاول** ای برئت فانہ جعلہ کالاول ای الی قیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معزیا للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برئت میں اس واسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسی کو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ م دو احتمال یعنی برات استیفا اور برات اسقاط واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علماء ہے کہ اگر طالب لفظ برائت کو کاغذ میں لکھے گا یہ قبض مال کا اقرار ہو گا بنا بر عمل بالعرف کے م یہ راجع ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھ دے گا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہو جائے گا بالاتفاق اس واسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایفائے مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی الطحطاوی **وہذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمرادہ** اتفاقا لانہ المجمل اور یہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اس کے حاضر ہونے کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہو گی اس کے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اس کا کلام مجمل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائے گا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں نہایہ سے اور فتح القدیر میں بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ومثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محال علیہ محیل سے مال بھر لے گا اور اگر ابرأتک کہے گا تو رجوع نہیں اور اگر برئت کہے گا فقط اس میں اختلاف ہے **وبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط** الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ہنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق برأت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے۔ اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جس میں طالب کو فائدہ نہیں چنانچہ دخول دار اور مجیٔ غد اور شرط ملائم چنانچہ استیفا وبعض مال یا تعجیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق برائت میں کفالت مال کی قید لگائی اس واسطے

کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل ہے جو خانیہ میں مذکور ہے م مصنف نے قید کفالت مال متن میں مذکور نہیں کی تو یہ مطلب ہے کہ اثناء مسائل کفالت میں اس کا ذکر کرنا بجائے تقیید ہے والدالعالم خانیہ میں تفصیل مذکور یوں ہے کہ جب حاضر ضامنی کی برأت معلق بشرط ہو تو اس کی چند وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ برأت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درہم مینجہ کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ برأت اور شرط دونوں جائز ہیں چنانچہ ایک شخص مال ضامن اور حاضر ضامن ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جائے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ برأت اور شرط دونوں جائز نہیں چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب سے اس کو پھیر لے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح **فصار لایسترد اصیل ما ادی الی الکفیل** بامرہ لیدفعہ الی الطالب **وان لم یعطہ طالبہ** نہ پھیرے اصیل اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہوا صیل کے امر سے اس واسطے کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اس کے طالب نہ دے م باوجود یکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اس کو نہیں پھیر سکتا اس واسطے کہ ضمانت بامر اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہیں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا مال اور دین کفیل کا مؤجل تا وقت ادائے ہے تو جب بعد وجود سبب ادائے دین میں اصیل عجلت کرے گا تو ادا صحیح ہوگا۔ اور کفیل اس کا مالک ہو جائے گا لہذا اصیل اس کو پھر نہیں لے سکتا۔ کذا فی شرح الوقایہ ولا یعمل بنیۃ من الاداء لو کفیلا بامرہ والا عمل لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ فلیحرر ولا یجمل نہ کرے گا رد کرنا اصیل کا ادائے دین سے اور اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہیں تو اس کا رد کرنا عمل کرے گا اس واسطے کہ اصیل اس وقت میں استرداد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبل اس کے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اس کے مخالف ہے تو اس کی تحریر کرنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو ان کے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہ رہی **وان ربح الکفیل طاب** **لہ** لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل کرے گا تو اس کو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اس کے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اس کو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے برخلاف ابو یوسف کے م قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا۔ پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی **وندب ردہ علی الاصیل** اذا قضی الدین بنفسہ درر **فیما یتعین بالتعیین** کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اس دین میں پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے چنانچہ گیہوں نہ اس دین میں جو تعیین سے متعین نہ ہوتا ہو چنانچہ نقود تو وہاں رد کرنا مستحب نہیں م جامع صغیر میں استحباب رد کے واسطے ادائے اصیل کی قید مذکور نہیں لیکن درر کی عبارت موہم ہے خلاف مقصود کے کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہ ہے کہ اس میں خبث آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اس کے پھیر دینے پر جبر نہیں کر سکتا۔ کذا فی النہر ولو ردہ ہل یطیب للاصیل الاشبہ نعم ولو غنیا فتاویٰ اور اگر نقد مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہے یا نہیں قول اشبہ یہ ہے کہ ہاں حلال طیب ہے اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایۃ **امر الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ** ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا ادھار نفع لے کر تا قرض لینے والا اس کو ثمن اول سے کم ترنیچ لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خواروں نے

ایجاد کیا ہے اور وہ بیع شرع میں مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کے احسان میں روگردانی ہے م عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے سلف سے اس کو بیع العینہ اس واسطے کہا کہ اس میں میلان ہے دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان[۱] اٹھا دے اور بعضوں نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ عین خرید کرے زیادہ تر اس کی قیمت سے تا اس ثمن سے کم تر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اوّل شخص غیر سے بعوض اتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کم تر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اس کو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے توسط شخص غیر اس واسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کم تر ثمن اوّل سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسی طرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور بھی ہیں[۲] محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے اس کو سود خواروں نے اختراع کیا ہے اور شارع اسلام نے اس کی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینہ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق بیع العینہ کے کرو گے اور بیلوں کے دموں کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہوں گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جس کو دافع اخراج کرتا ہے اگر اس نے ایسی صورت کی بیع کی جس میں وہ چیز سب یا بعض دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت میں اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض دیے تھے[دینے والا ۱۲] پھر لیے اس کے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میں دیے تھے پھر لیے تو دافع سے خارج نہ ہوئے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اس میں سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اس کی طرف راجع نہ ہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف اولی ہے شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر میں مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح پر کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کل یا بعض عین پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہیت اس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کی طرف کچھ عود نہ کرے اسی طرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہے جس پر محمد کا قول محمول ہوا تو اب وہ شبہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیوں کر قائل ہوئے باوجود اس حدیث کے جو کہ مقتضی ہے مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی م فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جب دافع کی طرف وہ عین جو اس کے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کرے گی تو وہ بیع مسمی بہ بیع العینہ نہ ہو گی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والا ہر بیع بیع العینہ ہو جائے **ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل** وزیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولا شیٔ علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل لمجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور کفیل کے واسطے ہے اور زیادتی منفعت جو تاجر کو حاصل ہوئی اس کی مضرت کفیل ہی کو ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اور اور کچھ لازم نہیں اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہے م خلاصہ یہ ہے کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہے ضمان خسران اس واسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار میں کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجھ کو لاحق ہوا

[۱] یعنی دس روپیہ کو بیع کر اپنی ضرورت رفع کرے اور بعدہ پندرہ روپیہ اصیل مالک کو پہنچا دے ۱۲ [۲] من جملہ ان کے ایک یہ کہ جس قدر لینے والا روپیہ طلب کرے اس قدر کو ایک رومال میں رکھ کر دینے والا کہے کہ میں تیرے ہاتھ اس کو بیچتا ہوں اور دام اس کے مطلوب روپوں سے دو چار زیادہ بتا دے اور لینے والا اس پوٹلی کو خرید کرے اور پھر دینے والے کو قول کے بموجب بعد چندے دام دام ادا کرے ۱۲

وہ مجھ پر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بھاگ گیا تو وہ مجھ پر ہے تو جائز نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزم لہ عبارۃ الدرر لزم بلا ضمیر وفی الہدایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہوا اس مرد پر یعنی اصیل پر یا اس مال کا ضامن ہوا جس کا قاضی اس پر حکم کرے یا جو مال کہ اس کو لازم ہو درر کی عبارت میں لفظ لزم بدون ضمیر کے ہے اور ہدایہ میں ہے کہ یہ یعنی لفظ ذاب اور قضی ماضی ہے اور مراد اس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال اللہ بقاءک میں فغاب الاصیل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برہانہ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر بگواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اس کی مقبول نہ ہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہ ہو پھر جب وہ آوے گا تو اس پر مال مذکورہ کا حکم دیا جائے گا پھر ضامن پر مال دینا لازم آوے گا بابتاع اصیل اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کفیل نے اس مال کا التزام کیا جو اس پر قاضی ضمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آئندہ میں تو یہ ضمانت ہے اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اس نے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وھو ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اس کا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائے گا ولو زاد بامرہ قضی علیہما فللکفیل الرجوع لان المکفول بہ ھنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہے غائب کا اس کے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائے گا تو اب ضامن کو مال کا بھر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اس واسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اس کا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی یہاں مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ میں اس واسطے کہ وہاں مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہ ہوئی اور یہاں مکفول بہ مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہے حموی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہے مگر یہ کہ یہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شی ضمنا ثابت ہوتی ہے اور قصداً ثابت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وہذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہے اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاہد تواضع مع رجل وادعی علیہ مثل ہذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ وینکر الدین فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرئ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مر جانے سے ڈرے تو موافقت کر کے کسی مرد کے ساتھ اور اس پر اسی طرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائے گا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کر دے تو غائب پر مال باقی رہے گا اور اسی طرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اس کا فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے کفالۃ بالدرک تسلیم منہ لمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہے واسطے مبیع کے جانب کفیل سے یعنی جس نے ثمن کی ضمانت کی وقت استحقاق مبیع اس نے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اس کے یہ دعوی کرے گا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اس کا مسموع نہ ہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہے اس کے بیع کے وقت

تو بعد اس کے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اس کا دعوی نہیں یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہے شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اس کو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکور کے صحیح نہیں کالکتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعا نافذا باتا فانہ تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اس کاغذ میں جس میں یہ لکھا ہے کہ بائع نے اپنے ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کمالو شہد بالبیع عند الحاکم قضی بہا اولا چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو م حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہ ہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ میں جو مطلق ہے قیود مذکورہ سے م قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیع نامے میں نہ ہوں تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہ ہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اس کے مسموع ہوگا کیونکہ اس میں وہ بات نہیں جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اس واسطے کہ بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اس واسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے بعد اس کے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اس میں مصلحت معلوم ہو تو اس کو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہیں کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہیں یعنی دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع میں مشروط نہیں اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اس واسطے کہ بیع کا ہے مالک سے صادر ہوتی ہے گا ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اس واسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغیر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہ ہو قال الکفیل ضمنتہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ میں اس کا تجھ سے ضامن ہوا ہوں ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر وہو المقر لہ حالۃ لان المقر لہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرے مجھ پر سو میں ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنی مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہیں نہ مؤجل اس واسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل و خاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جس پر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھ پر حال ہے یا مؤجل پھر اگر وہ یوں کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اس کا انکار کرے اور اس انکار میں اس پر کچھ حرج نہیں کذا فی الزیلعی م خوف کذب درصورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے انکار حلول میں اس واسطے حرج نہیں کہ وہ اس میں صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہیں ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اس واسطے ضامن ماخوذ نہیں ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہیں ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ اذ الرہن بخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج مؤظف کی جو ہر سال ایک بار ہوتا

ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اس واسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر برخلاف اطلاق بحر الرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جس کا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے میں بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہاں تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہیں اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہیں اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقیید دونوں نقل کیے ہیں تو اس پر کچھ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً "وتجویز الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اس چیز میں جس کی کفالت جائز ہے بواسطہ جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن میں یکساں ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر سے ہے اور متاخرین مصنفین اس کے تابع ہیں حموی نے کہا جواب دیا ہے کہ فقہاء کے قضایا اغلبیہ ہیں نہ کلیہ اور ان کو کلیہ جو کہتے ہیں تو بایں معنی کہ داخل تحت شئی نہیں ہیں نہ بایں معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہیں وکذا النوائب اور اسی طرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی بمعنی مصیبت وحادثہ یہاں مراد وہ مال ہے جس کو حاکم لوگوں پر مقرر کرے نہر الفائق میں ہے کہ نوائب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور چوکیدار محلہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے در صورت کہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلمان مالدار پر واجب ہیں اس واسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں جس میں مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال نہ ہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر ناحق مقرر ہو گئے ہیں ان کی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہی ملخصاً ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم نے لیا تو مزارع کو مالک زمین سے اس کا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اس کو مسلم رکھا ہے ہم درر اور منتقی میں ہے کہ اس کو معلوم کرنا چاہیے اس پر فتویٰ دینا نہ چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سالانہ سلطان کے واسطے مقرر ہوا بنایہ میں ہے کہ معیت کبریٰ یکس ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اس کی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقیدہ شمس الائمۃ بما اذا امرہ بہ طائعاً فلو مکرہا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اس کو اس کا امر کرے بخوشی سو اگر اس پر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اس کا امر بالرجوع معتبر نہ ہوگا ذکر کیا ہے اس کو اکمل نے عنایہ میں ہم یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جس کے حذف کرنے سے مطلب میں خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو ظلم کے نائب کو اس کے امر سے ادا کرے تو اس سے بھر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اس کے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے

ملہ یعنی خلال کے خراج کی موجہ لینا باطل ہے ۱۲

جب کہ اس کا یعنی ادائے دین کا امر اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اس کا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام
بتوزیعہا بالعدل اجر علیہ فلا یفسق حیث عدل وہو نادر اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین
از روئے انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاوے گا اور اس قول کے موجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہرے گا جب کہ وہ عدل کرے اور
ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت
وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصوباشی یمسک رجلا ویحبسہ فیقول للآخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر
کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھ کو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح
کہا سو اس نے چھوڑا یا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ
ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اس کو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھ کو
چھوڑا لے سو وہ اس کو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور بھر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ بمجرد اس کے امر کرنے کے
سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے **والقسمۃ** ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ
الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالۃ بہا صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت
عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوائے اس کے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اس کی ضمانت صحیح ہے کذا
فی شرح الوقایہ م قسمت بتفسیر مذکور مصدر سے بمعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں سے تفسیر قسمت
یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کر لیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اس کا کوئی ضامن ہوا اور بعضوں نے یوں تفسیر
کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اس کا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس پر قسمت واجب ہے کذا
فی الطحطاوی **قال رجل لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن** ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اس واسطے
کہ اس راہ میں خوف نہیں یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں **ولو قال ان کان مخوفا واخذ
مالک فانا ضامن والمسئلۃ بحالہا ضمن** اور اگر یوں بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہ مسئلہ بدستور
مسئلہ سابقہ ہے یعنی بموجب اس کے کہنے کے وہ شخص اس راہ میں گیا اور اس کا مال چھن گیا تو وہ شخص ضمان دے گا ہذا وارد علی ما قدمہ بقولہ و
لا تصح بجہالۃ المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشر
نبلالیہ م بیان صحت زبان صحت کفالت کی جہت سے نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اس وجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا
موجب ہے اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئندہ عبارت میں ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی المسعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل
الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا درر وتمامہ فی الاشباہ مر فی المرابحۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانے والا
فریب دینے والے سے اسی صورت میں رجوع کرتا ہے جب کہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب
کھانے والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے اور باب المرابحۃ میں مذکور ہو چکا م عقد معاوضہ احتراز
سے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن میں مذکور ہے اس واسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اس کے
مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان

کفالت کا ہے یعنی کفالت کیا مانند ہے نہ ضمان املاک کے مانند وللکفیل منع الاصیل من السفر لو کفالۃ حالۃ لیخلصہ منہا باداوابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اس کی کفالت فی الحال کی ہو نہ مؤجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کرادینے طالب کے م تو معلوم ہوا کہ ضمانت مؤجل میں روکنا اس کو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اس کے ساتھ بنا رہے تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ اور کفیل بالنفس میں تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اس کے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن اصیل کے امر سے ہو ومن قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق علیہ وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ وباداء زکوٰۃ مالہ وبان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اس کے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اس کو اس غیر سے بھرلے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اس کے ادائے دین کے امر میں مگر چند مسئلوں میں رجوع مال نہیں ا۔ پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲۔ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳۔ امر کیا اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا ۴۔ امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف ہزار ہبہ کرے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اس کے ہبہ کا عوض دے سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہیں فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل فی اشباہ جہاں کہیں کہ وہ شخص جس کو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال بھرلے گا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اس کا سراج کی کتاب الوکالۃ میں ہے اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہیں م مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر مامور اپنا مال بھرلے گا مشتری اور اسی طرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلاوے تو صحیح ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہاں مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہیں تو مامور کو یہاں اپنا مال بھرلینا آمر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بالمال عن الزوج ضامن الدین لا یبرأ بتجدد النکاح بینہما اور ملتقط میں ہے کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اس مال کا جو اس کے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ نہیں ہوتا ضمانت سے دونوں میں نیا نکاح ہو جانے سے م صورت اس کی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کردیا اور زوج پر اس کا دین ہے جو اس نکاح کے متعلقات سے نہیں سو اس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کی طرف سے پھر عورت اور مرد میں عقد جدید ہوا تو ضمانت علیٰ حالہا باقی ہے کیونکہ تجدید نکاح متعلقات مستقطہ کفالت مذکور نہیں ثوب غاب عن دلال لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اس پر تاوان نہیں م اس واسطے کہ دلال وکیل باجرت گیر ہے تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہیں مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد سام والتقاطع علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکان دار سے اور حالانکہ اس نے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دعویدار ثمن پر متفق ہو گئے تھے تو دوکان دار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی۔ ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بالاتفاق ولا ضمان علیٰ صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پھرا پھر اس کو دوکان میں رکھ دیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضامن ہوگا بالاتفاق اور دوکان دار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ دوکان دار کا امانت دار ہے م دلال پر اس واسطے ضمان ہوا کہ اس

نے بلا اذن مالک کیوں دوکان پر کپڑا رکھ دیا تو تعدی اس کی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بریٔ مشہور دلال ہے جس کے ہاتھ میں کپڑا ہے جس کا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا میں نے کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ ہے ولو قال طالب غریمی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لایزاد علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا[۱] کہ میرا مدیون فلانے شہر میں ہے جس وقت کہ تو میرا مال اس سے لے گا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار ہیں اس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہ ہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لایصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہے اور میں نے اس کا فتویٰ دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اُجرت دار وکیل ہے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے تو اس کی تحریر کرنا چاہیے م عامل لنفسہ اس واسطے ٹھہرتا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اسی کے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جس کے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اس کے مالک کو بتا دے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکا **فائدۃ** ذکر الطرسوسی فی مولف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لایجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جس کو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مال داروں سے جائز نہیں مگر بیت المال کے عاملوں سے بایں استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اس وقت ہوا تھا جب کہ فاروق اعظم نے ان کو بحرین کا عامل کیا تھا پھر ان کو معزول کیا اور بارہ ہزار ان سے لیے پھر ان کو عاملی کے واسطے بلایا سو انھوں نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے م سیوطی نے تفسیر درمنثور میں سورۂ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے مجھ کو بحرین کا عامل کیا پھر مجھ کو معزول کیا اور دس ہزار روپے مجھ سے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجھ کو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیوں انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تم سے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پرپوتے نبی کے اور میں تو امیہ کا بیٹا ہوں ڈرتا ہوں کہ بے علمی سے کچھ کلام کروں اور بے علمی سے کچھ فتویٰ دوں اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحطاوی واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہیں جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور من جملہ ان کے منشی اور متصدی ہیں بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال میں ظاہر کریں اس واسطے کہ توسع ان کی خیانت کی دلیل ہے اور انھیں کے ساتھ متصدیان اوقات کے ناظر ملحق ہیں جب کہ وہ کشائش اور فضول خرچی کریں اور انواع لہو ولعب میں مشغول ہوں اور عمارت و دیار بنا دیں تو حاکم کو ان کے مال ان سے چھین لینا اور ان کا معزول کرنا جائز ہے سو اگر ان کی خیانت کسی وقف مخصوص میں معلوم ہو جائے تو اس مال کو اسی وقف میں داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی النہر والبحر م سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس قسم کا ہے جس کو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اس کا فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ فتویٰ ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اس واسطے کہ اگر

[۱] مترجم اول نے طالب کو فاعل قال قرار دے کر یہ ترجمہ کیا اگر اس کو صیغہ امر مطالبہ سے قرار دیا جاوے اور قال کا فاعل ضمیر مستتر ہے تو زیادہ چسپاں ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ میرے مدیون سے فلانے شہر میں مطالبہ کر ۱۲

ہمارے زمانے کے حاکموں کو اس کا فتویٰ دیا جائے تو وہ مال مذکور ہر کے اموال کو چھین لیں نہ اوقاف میں ان اموال کو داخل کریں دبیت المال میں
بلکہ ان کو نالائق امور میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال موجلا
تاخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقدمنا انہا حیلۃ تاجیل القرض اور تلخیص میں ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر
کرکے تو مقابلہ موخر ہو جائے گا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اس واسطے کہ دین تو ایک ہی ہے میں کہتا ہوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت موجلا
تاجیل قرض کا حیلہ ہے۔ وفی ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعہ لکن یسافر معہ فاذا اجل منعہ لیوفیہ اور آدے گا کہ مدیون کو
سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اس کا روکنا درست نہیں ولیکن صاحب دین اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت
ہو چکے تو اس کو سفر سے روکے تا وہ ادائے دین کرے م منتقی میں ہے کہ در صورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز
ہے اگرچہ دین موجل ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدیون ادائے دین میں ٹال بال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی واستحسن
ابو یوسف ؒ اخذ کفیل شہر الامراۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف نے بطور استحسان جائز رکھا ہے ایک
مہینے کا ضامن دینا اس عورت کے واسطے جس نے اپنے نان ونفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے
م جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اس کی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں۔ وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون
لکنہ مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط میں کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ
شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے م یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین موجلا کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اس کی لے لی جائے بسبب سفر کرنے
مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دیون تو ی تر ہیں نفقہ سے
کیونکہ وہ مدت گزر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہیں ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ بریں منتقی میں تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہے
اگرچہ دین موجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح میں لوگوں کو آسانی ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المنظومۃ المحبیۃ ؎ لو قال یعنی
مرادہ السفر ٭ واجل الدین علیہ ما استقر ٭ وطلب التکفیل قالوا لزم ٭ علیہ اعطاء کفیل یعلم ٭ لیکن منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر صاحب دین نے
کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اس پر ہنوز مستقر نہیں اور اس نے تکفیل کی طلب کی تو فقہاء نے کہا کہ اس کو ضامن
کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اس واسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہیں ؎ لو حبس الکفیل قالوا اجاز لہ ٭ اذا اراد
حبس من قد کفلہ ٭ لانہ قد کان لاجلہ ٭ حبس فلیجازہ بفعلہ ٭ اگر ضامن محبوس ہو تو علماء نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اس کو جائز
ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اسی کے واسطے ہوئی ہے تو چاہیے کہ وہ اس کو بدلا دے اپنے فعل سے ؎ ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل ٭
ما شک ان الدین فی ذا الحال حل ٭ علیہ فالوارث ان اداہ لم ٭ یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم ٭ پھر اگر ضامن مر جائے قبل مدت کے تو بے شک اس
حالت میں دین فی الحال اس پر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اس کو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیرے قبل تمام ہونے مدت کے م اصل
میں یوں تھا کہ لم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر
ہے کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہے دو مردوں کے ضامن ہونے کا م چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اس کو شروع کیا دین
علیہما لآخر بان اشتریا منہ عبدا بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز فلم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف

لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ دین ہے دو شخصوں پر دوسرے آدمی کا اس طرح پر کہ دونوں نے اس سے ایک غلام سو روپے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اس کے امر سے تو جائز ہے اور نہ بھرے اپنے شریک سے مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے دوسرے مطالبہ م یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دونوں دین صفت اور سبب میں برابر ہوں اگر صفت مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک شخص پر دین موجل اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کرے گا تو اس کی تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے بھرلے اور اس کے بالعکس میں رجوع نہیں اور سبب مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین موذی اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اس واسطے کہ دو جنس مختلف ہیں نیت معتبر ہے نہ جنس واحد میں اور دونوں کی کفالت اس واسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کرے گا اور اپنے شریک کی جانب سے اس کو ٹھہرا دے گا تو اس کی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اس کے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحطاوی ولا نہ لو رجع بنصفہ لادی الی الدور در اور اس واسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کرے گا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرم اس واسطے دور ہوگا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اس کو شریک سے بھرلینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اس واسطے کہ ادائے نائب یعنی ادائے کفیل بامر اصیل مانند ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کرے گا ف دریافت کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشیئ علی نفسہ سے اور فی الحقیقت یہاں تسلسل فی الرجوعات لازم ہے و ان کفلا عن رجل لشیئ بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وبہذہ القیود خالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا سو اس کے دو مرد ضامن ہوئے ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اس کے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا م تعاقب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا کیونکہ دونوں پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت اس واسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائے گا فما اداہ احدہما رجع بنصفہ علی شریکہ لکون الکل کفالۃ ہہنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کرے گا اس کے نصف کو اپنے شریک سے بھرلے گا کیونکہ یہاں بالکل کفالت ہے م جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہاں ثابت نہ ہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر او یرجع ان شاء بالکل علی الاصیل لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال موداے بھرلے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے وان ابرأ الطالب احدہما اخذ الطالب الکفیل الاٰخر لکلہ بحکم کفالۃ اور اگر طالب بری الذمہ کر دے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اس کی کفالت کے م چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے۔ ولو افترق المفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایاشاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ کما مر اور اگر دو شریک مفاوض میں افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین ان میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ

کتاب الشرکہ میں مذکور ہوچکا اسی دستور پر مذکور ہے کہ غریم وہ ہے جس کا دین ہوا اور جس پر دین ہو اکذا فی الطحطاوی یعنی دائن اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں ولا رجوع علی صاحبہ حتی یوٴدی اکثر من النصف لما مر اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل میں مذکور ہوچکا کہ وہ اصیل ہے نصف میں اور کفیل ہے نصف باقی میں تو جو ادا کرے گا وہ اس کے دین میں شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اسی قدر میں رجوع ہے کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایک بار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً کہ میں نے تم کو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے مگر بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہیں کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولی صحیح نہ ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان واجب التصحیح ہے اور شارع کی رضامندی متن میں ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ فما ادی احدھما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائھما اور اس وقت میں جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کرے گا اپنے ساتھی سے اس کا نصف مال بھر لے گا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں و لو اعتق المولی احدھما والمسئلۃ بحالہا صح واخذ ای شاء منھما بحصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور یہ مسئلہ بدستور سابق ہے تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولی دونوں میں سے جس سے چاہے اس غلام کا حصہ جس کو اس نے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے باعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ لکفالتہ و ان اخذ الآخر لا لاصالتہ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھر لے بسبب اس کی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظھر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرار او استقراض او استھلاک ودیعۃ فھو ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلہ علی العبد وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل موٴجلا تاجل کما مر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اس مال کا جس کا دین ہونا حق مولی میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں علم ہے بعد اس کے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنی مال مذکور حال ہے نہ موٴجل اگرچہ اس نے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اس کی فقیری اور تنگ دستی کے ہے اور کفیل اس کا فقیر اور تنگ دست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور بھر لے گا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موٴجل کی ہو تو اس صورت میں مال موٴجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفل بہ رجل فمات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرھن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازھا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سو اس کا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اس کی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اس کا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اس کی قیمت بہ سبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا مراعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہیں اور وہ مغصوب قابض پر عین واجب ہے اور بعد ہلاک عین کے قیمت واجب ہے اسی طرح ضامن پر شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا بعد التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد بریٴ الکفیل کما مر فی الحر اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی میں مذکور ہوچکا یعنی اس واسطے کہ

مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے **ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ** اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہیں ضامن ہوا اپنے مولیٰ کی طرف سے اس کے امر سے تو جائز ہے اس واسطے کہ حق ملکیت غلام مولیٰ کے واسطے ثابت ہے م ظاہراً غلام میں لیاقت کفالت نہیں کیونکہ اہل تبرع نہیں مانند صغیر کے مگر مولیٰ کے امر سے اس کی عدیم التصرفی زائل ہو گئی پھر جب کہ غلام پر دین نہ ہو تو اس کی مالیت میں مولیٰ کا حق ہے لہٰذا مولیٰ کا اذن اس کے ضامن ہونے میں کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہو گا تو اس کی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی **فاذا اعتق فاداہ او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ ولو بعد عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ** للرجوع لان کلا منہما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اس نے مولیٰ کا دین ادا کیا یا مولیٰ غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اس کے امر سے پھر اس کا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولیٰ میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اس واسطے کہ ہر واحد غلام اور مولیٰ سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہ ہو گی بعد اس کے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے **کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلناہ** چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اس نے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالۃ رجوع دین کے موجب نہ ہو گی اس دلیل سے جس کو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا **قالوا فائدۃ کفالۃ المولیٰ عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ** اور علماء نے کہا کہ مولیٰ کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولیٰ ہے ادائے دین کفالت کے واسطے اس کے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولیٰ کا مملوک مال ہے اس سے ادائے دین غلام کرے نہ غلام کو بیچ کر **وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وہذا لم یثبتہ المصنف متنا فی شرحہ** اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولیٰ کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اس کی گردن سے اور یہ یعنی فائدہ کفالت مولیٰ و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اس کو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالۃ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں اور مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقد ہیں التزام ہے اس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہ کہ حوالہ میں اصیل کی براءت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی النہر **ہی لغۃ النقل** حوالہ لغت میں بمعنی نقل اور زوال ہے **وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ** اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف **وہل توجب البراءۃ من الدین الصحیح نعم فتح** اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنی محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اس کو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اس کے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابراء صحیح ہوتا کذا فی البحر **المدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ ویزاد ثانی وہو حویل فتح** مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جس کا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ ہے اور ان چار الفاظ پر پانچواں زیادہ لفظ حویل ہے کذا فی الفتح **ومن یقبلہا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ** اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے م تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل محتول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محتول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں میں فرق بصلہ وعدم صلہ ہے کذا فی الاصلاح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلا زید کے ہزار درہم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا قرض اس پر اتارا اور اس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درہم محال بہ **فائدہ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلاں شخص پر کیا اتنے درہم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اس طرح کہ ہر واحد کہے میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اس کے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صبی عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون اور محجور کا صحیح ہے اور رضائے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہ ہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ جائز ہے اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صبی عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور بعد شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ صحیح نہیں ہے اور ہونا اس کا مجلس حوالہ میں شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو

[illegible] اس کے لیے [illegible] جس پر حوالہ کیا گیا

مجلس سے اور سن کر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ بامر محیل ہو اور گو اس کا ولی اس کو جائز رکھے اس واسطے کہ بامر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ میں اور یہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین ہو صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جس کی کفالت صحیح نہیں اس کا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر **والحوالۃ تشترط لصحتہا رضی الکل بلاخلاف الا فی الاول** وھو المحیل فلا یشترط علی المختار شرنبلالیہ عن المواہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلاخلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل ہیں سو اس کی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہیں کذا فی الشرنبلالیہ عن المواہب م زیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اس واسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال مٹول میں متفاوت ہوتے ہیں تو اس کی رضامندی ضروری ہے کہ اس کا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی ناوبندگی سے اور رضامندی محتال علیہ کی اس واسطے شرط ہوئی کہ اس پر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہیں ہوتا مگر اس کے التزام سے اگرچہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اس واسطے شرط نہ ہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اس میں اس کا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اس پر رجوع نہیں کر سکتا جب کہ حوالہ بامر محیل نہ ہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطل الغنی ظلم اذا احیل احدکم علی غنی فلیحتیل یعنی مال دار کا ٹالنا اور ادائے دین نہ کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو حوالہ کیا جائے مال دار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر یہ ہے کہ یہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعاً کذا فی الفتح ملخصاً بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اس پر رجوع ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں م یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اس پر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہیں کر سکتا مگر جب کہ حوالہ اس کی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظہر الاکمل ان ابتداء ہا ان کان من المحیل شرط ضرورۃ دلالا اور اکمل نے عنایہ میں قول ظاہر اس کو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضائے محیل ضرور شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں م یعنی اگر محیل کی جانب سے ہے تو احالہ ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اس کی محال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضائے محال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہی خلاصۃ العنایۃ الی اصل حوالہ قدوری کے کلام میں بمعنی احالہ ہے اور زیادات کے کلام میں بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وارادبالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہیں اس واسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع م اور بعض نسخے میں قبولہما ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اس کو خبر پہنچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہ ہو گا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقیین لا حضورہما و اقرہ المصنف لیکن درر وغیرہا میں محتال یا اس کے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصوں کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م بزازیہ اور خانیہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی **ولو فی الدین**

المعلوم لا فی العین زادنی البحر ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر معجل میں نہ عین میں بحر میں زیادہ کیا ہے اور نہ حوالہ صحیح ہے
حقوق میں انتہی م میں کہا اس واسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اس کا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف نہیں ہو سکتا اور
یہ عدم صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی میں ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ
پر محیل کا دین ہو یا اس کے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نہ کرے چنانچہ
اس شخص پر حوالہ کرے کہ جس پر نہ اس کا دین ہے نہ اس کے پاس محیل کا عین ہے کذا فی الطحاوی اور بحر میں ہے ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور
بحر کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہیں ہم تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہ ہوگا وکذا حوالۃ المستحق
بمعلوم من الوقف علی الناظر نہر اور اسی طرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف سے صحیح نہیں کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر
واما المقیدۃ ففی البحر ان المال لو کان فی ید الناظر ینبغی ان یصح کالاحالۃ علی المودع والا لا انما مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الغنیمۃ وعندی فیہ تردد پھر صاحب نہر نے
دو ورق کے بعد کہا اور یہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اس واسطے کہ حوالہ مطلق بدیون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بحر الرائق میں ہے
کہ اگر مال ناظر کے پاس ہے تو لائق یوں ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ صحیح نہیں کیونکہ
وہ مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہیں بدون مال کے اور مقتضائے بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہے بحق غنیمت اور میرے نزدیک اس میں تردد ہے م طحاوی
نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارث ہے یعنی غنیمت محرزہ میں غازی کے ورثہ اس کا حصہ بطور میراث پاتے ہیں تو ملک اس کی غنیمت میں متأکد ہو گئی لہٰذا
غنیمت ودیعت کے مانند ہوئی صحت حوالہ میں وبرئ المحیل من الدین والمطالبۃ جمیعا بالقبول من المحتال للحوالۃ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین
اور مطالبہ سب سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو م للقبول متعد براءت موقوف لعدم ہلاک ہے اور فائدہ براءت یہ ہے کہ اگر محیل مر جائے تو محتال اپنا
دین اس کے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اس کے ارباب دیون سے ضامن لے اس خوف سے کہ مبادا اس کا حق ضائع ہو کذا فی فتح
القدیر اور جیسے قبول محتال شرط براءت ہے اسی طرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر فلا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی بالقصر وہو ہلاک المال لان
براءتہ مقیدۃ بسلامۃ حقہ تو محتال رجوع نہ کرے گا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اس واسطے کہ محیل کی براءت بسلامتی حق محتال مقید ہے توی بالف مقصورہ
عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے اور بعضوں نے اس کو ممدودہ بھی کہا ہے بروزن معطی لغت میں بمعنی ہلاک مال ہے اور اس کے اصطلاحی معنی کو مصنف
آگے ذکر کرے گا جب براءت مقید بسلامت حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ براءت استیفا ہے نہ براءت اسقاط پھر جب استیفائے حق متعذر ہوا تو رجوع
اصل مدیون پر واجب ہوا وقیدہ فی البحر بان لا یکون المحیل وہو المحتال علیہ ثانیا بحر در صورت ہلاک کو بحر الرائق میں اس طرح مقید کیا ہے کہ نہیں دی
محتال علیہ نہ ہوا ہو دوسری بار م صاحب بحر نے کہا کہ یہ قید اس واسطے لگائی کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر
محتال علیہ نے اس کا حوالہ اس پر جس پر اصل دین ہے کیا تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر وہ کی مال ہو گئی تو محتال علیہ اول پر عود نہ کرے گا انتہی منحۃ
اس کا یوں ہے کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین محمود کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاک حامد پر دین کا اعادہ نہ
ہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وہو احد امرین بان یجحد المحال علیہ الحوالۃ ویحلف ولا بینۃ لہ ای المحتال والمحیل او بموت المحال علیہ مفلسا
بغیر عین ودین وکفیل وقالا بہما وبان افلسہ الحاکم اور وہ یعنی ہلاک امرین سے ہوتا ہے کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھائے اور محتال
اور محیل کے واسطے شہادت نہ ہو یا محال علیہ مفلس مر جائے بدون عین اور دین اور کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکورہ
سے اور اس طرح سے کہ محال علیہ کو حاکم مفلس ٹھہرا دے ولو اختلفا فیہ ای فی موتہ مفلسا وکذا فی موتہ قبلہ داء وبعدہ فالقول للمحتال مع یمینہ

علی العلم لیمسکہ بالاصل وہو العسرۃ زیلعی وقیل القول للمحیل بیمینہ فتح اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اس میں یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر مرجانے میں اور اسی طرح اس کی موت کے اختلاف میں قبل ادائے دین اور بعد اس کے تو محتال کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب تمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی ہے کذا فی الزیلعی اور بعضوں کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ ہم صورت اس کی یہ ہے کہ محتال نے کہا کہ محال علیہ مفلس بلا متروکہ مرگیا اور محیل نے کہا کہ متروکہ چھوڑ کر مرا تو محتال کا قول معتبر ہے اس طرح قسم کھا کر کہے واللہ مجھ کو اس کا مال دار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر باتصال یمین علی العلم صحیح نہیں کیونکہ اس میں قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ المحیل بما ای بمثل ما احال بہ مدعیا قضاء دینہ بامرہ فقال المحیل انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کے مماثل کا جس کا محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر کہ اس کا دین ادا کیا اس کے امر سے ہو محیل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضمان دے گا محال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا قبول الحوالۃ لیس اقرارا بالدین لصحتہا بدونہ اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمعنی وکلتک لتقبضہ لی فقال المحتال بل احلتنی بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجھ کو وکیل کیا تاکہ دین میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اس کا جواب یہ ہے کہ وکالت محتملات لفظ سے ہے اس واسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجازا کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اس کا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اس میں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بمالہ عند زید دراہم ودیعۃ بان اودع رجلا الفا ثم احال بہا غریمہ صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے درانحالیکہ وہ ودیعت ہے اس طرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر ان کا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اس میں داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہے جس کی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ بری المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ خلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت دار بری الذمہ ہو جاوے گا حوالہ سے اور دین عود کرے گا محیل پر اس واسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اس واسطے کہ ہلاک مغصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اس کے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اس طرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا برأت میں کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اس طرح پر کہ حوالہ کو قرض یا ثمن اس کے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ محیل کو اس کے دینے کا مالک ہے باوجود کہ محتال محیل کے دین والوں کے ساتھ برابر ہے اس

کی موت کے بعد مر یعنی اگر کفیل مرے گا قبل قبض کرنے محتال کے تو مین یا دین محال پر کفیل کے سبب ارباب دیون میں حصوں کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ
کفیل کا مال ہے کہ اس پر کسی کا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہیں ہوا بسبب عدم قبض کے کذانی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کی ابحر غرر وغیرہ۔
بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اس کو شرح بیان کیا ہے یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی کفیل محتال علیہ سے عین
یا دین کا مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ کفیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ کفیل سے رجوع کر سکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اس کی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی
فتح القدیر میں ہے کہ حوالہ مطلقہ یہ کہ کفیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر بعد یہ کہ کہا کہ محال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اس پر ہے تو اگر اس
طرح حوالہ کرے اور کفیل کا محال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین میں ہو تو کفیل اس کو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق
اس واسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں کہ خالیش اور گنجائش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو کفیل محتال علیہ
سے اپنا دین یا عین لے گا اور حوالہ باطل ہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اس پر حوالہ کرے جس پر نہ کفیل کا دین ہے نہ اس کے پاس اس کا عین ہے
انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے
بیچا اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کرے گا بائع اپنے دینے والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کرے گا تو بیع صحیح
ہے اس واسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے کہ وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں اور اس میں
بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اس واسطے کہ
حوالہ عادت میں اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذانی الدر رداوی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ
فہو بالخیار ان شاء رجع علی المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع وجد الاستحقاق بزازیہ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ
میں تو اس کو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال قابض سے پھیرلے اور چاہے کفیل سے پھیرلے اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک مکان میں جہاں استحقاق وارد ہو کذا
فی البزازیہ جہاں استحقاق وارد ہو یعنی محال علیہ کا استحقاق بوجہ ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق ہو کر ثابت ہوئی بعد
ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال پھیر لے وفیہا من صور فساد الحوالۃ مالو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلاً
لعجزہ عن الوفاء بالملتزم نعم لو بلاجازۃ کالو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ میں ہے کہ فساد حوالہ کی
صورتوں میں سے وہ صورت ہے جس میں مثلاً محال پر کا دینا ثمن دار کفیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اس کے دینے سے جس کا التزام کیا
ہاں اگر کفیل اپنا گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اس طرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ کفیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے
و لیکن محال علیہ پر زبردستی بیچ پر اور اگر بیع کرے گا تو ادائے محال پر زبردستی ہوگی میں یعنی اگر جس نے اپنے گھر کے بیع کا اقرار کیا محال علیہ کو تو اب حوالہ
جائز ہوگا کیونکہ اب اس کو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اس کے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہ ہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے اور اگر بیع
کرے گا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذانی الطحطاوی لمنفاد انہ یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت بمالک علی فلان علی ان احیلک
بہ علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر من الحیل اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے
اس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دوں گا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل دین کی طرف
مصروف ہوگی یعنی ضامن پر ادائے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اس واسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل نہیں کذانی البحر من الحیل وکرہت السفتجۃ بضم السین
وفتح التاء اعلم ان کرہت سفتجہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے اور سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شئی محکم ہے جو کہ اس قرض میں

سقوط خطر طریق سے حکمی اور مضبوطی حاصل ہو گی لہذا اسی لئے سفتجہ ہوا دہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ ساقط ہو جانے کے واسطے امام صورت اس کی یہ ہے کہ اپنا مال دے کسی شہر میں ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اس کے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر میں دے تا اس طریقے سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہو یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن اسامہ کی مسند میں علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فھو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس کی سند میں سوار بن مصعب ہے جس کو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسیٰ ضعیف ہے کہ اس کی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء سے منقول ہے وکانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے ہیں ہر ایک اس قرض کو جو منفعت پہنچ کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصاً محشی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان میں صحیح نہیں فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یعنی حوالہ ہو گیا امام شارح نے یہ وجہ مناسبت سفتجہ کی کتاب الحوالۃ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کردی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ وانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہے اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے وقالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہانے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہ ہو تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں ہم ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقاً ہے چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہ ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتویٰ صغرا میں اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہید میں اور بزازیہ کے باب الصرف میں بھی اسی کو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اس طرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اس کو لکھ دے فلانے شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھ دیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھ دینے کا رواج اور عرف ظاہر نہ ہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اس واسطے ہوتا ہے یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہے جب کہ اس کا علم نہ ہو اس واسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وھب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یوں ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اس کی دعوت قبول کرنے میں بلاشرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح کہ عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلاشرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل نہ ہو اور بین الکیلین جاری نہ ہو تو وہ اس کو یعنی دائن کو مسلم نہیں بلکہ اس کو پھیر دے اور ایک درم کو سو درم میں بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور اس کو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے

محل القسمۃ نہیں پھر میں نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو انھوں نے قاضی خاں سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جس میں احتمال قسمت نہ ہو تو جائز ہے یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو وکل المحیل المحتال بقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنے کا تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ وکیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے کہ براءت موکد حاصل کرے کذا فی البحر الطحطاوی نے کہا بعضے نسخے میں بجائے من المحتال من المحتال علیہ ہے تو والمحال علیہ بمعنی من ہے ولو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایاشاء وان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اس واسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت محیل حوالہ ہے کذا فی حاشیہ وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیہ ثم جاء المحال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برہن بان المشہود علیہ غائب فلو حاضرا وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وجحودہ فسخ در خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اس کے انکار مال کا دعوی کرے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ اس دعوی کو شہادت سے ثابت کرے اس واسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ سے انکار کرے اور گواہ نہ ہوں عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول صحیح ہوگا اور اس کا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائے گا تو اس صورت میں محیل پر دین عود کرے گا کیونکہ براءت محیل بشرط سلامت حق محتال ہے اور یہ مسئلہ ثابت دین کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا فرع مسئلہ ملتقطہ شارح کالاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املاء صح سراجیۃ اللام کرکی فی مضاربۃ الجوہرۃ قلت ومفاد ما مر الجواز لو تساویا او تقاربا وم[illegible] حینئذ اشتغال بالا تقید والعقود ما شرعت للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ یتیم کے حق میں بہتر ہو اس طرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہے کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہ ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربۃ میں ہے میں کہتا ہوں کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص محیل اور محال علیہ تساوی ہوں مال داری اور [illegible] یا دونوں متقارب ہوں اور اسی کا یقین کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہے اس واسطے کہ در صورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا ایسی چیز کا شغل ہے جو مفید نہیں اور مشروعیت عقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے اس طرح غائب ہو گیا کہ اس کا مکان معلوم نہیں بسبب اس کی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے بھرے تو اس کو رجوع بالدین محیل پر جائز نہیں جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم ؛

کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضا یعنی جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بالقضاء ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اس کو لایا جوان کی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دین اور بیاعات ہے دیون سے مراد وہ دیون ہیں جن میں کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہے ہو بالمد ویقصر لغۃ الحکم قضا بالف ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بھی آیا ہے لغت میں بمعنی حکم ہے ہم ہر چند قضا لغت میں بمعنی حکم و فراغ و ہلاک واداء و انہاء و مضی و صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جاوے و شرعا فصل الخصومات وقطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہم یعنی فیصلہ جو خصومات میں واقع ہو اس طرح کہ حق دار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصل راجح بمعنی قطع ہے تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امر اور حکم فیصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضوں نے تعریف قضا کی اس کے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرح ہے ہم از انجملہ بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اس طرح پر کہ اس پر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اور سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ ظاہر اس طرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہے کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہادیہ میں ہے جس میں اختلاف فقہا ہے یا جن میں سلف سے روایت نہیں تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہے تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ بالیقین باطل ہے اور اسی طرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق ان سے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی اور شافعی پر تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کرے گا جان کر تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اس کا ابطال حکم مناسب ہے اور بعضی روایات میں اس کی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ ؎ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ٭ ست یلوح بعد ہا التحقیق ٭ حکم ومحکوم بہ ولہ ٭ ومحکوم علیہ وحاکم وطریق ٭ اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول میں نظم کیے ہیں یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہیں جن کے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ہے ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس بغین معجمہ فوائد بدیعہ کا مصنف ہے اور اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جس کو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم سے قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ میں نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا میں نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اس طرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اس کا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اس کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اس کی شرط یہ ہے کہ دعوی اس کا صحیح ہو اور مدعی ان میں ہو جن کی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کے واسطے اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور

طرق عبادت ہے خبر یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحاوی قضاۃ اھل الشہادۃ اے ادائہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کے وہ ہے جو گواہی
کے لائق ہے یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہے کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم ادائے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا زینت
اور کفر کی حالت میں صحیح ہے نہ ادائے شہادت اور مراد ماتن یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا مرجع ایک چیز کی طرف ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا اور محدود
فی القذف نہ ہو اور گونگا ہونا اور جو کہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت کا بیان کر دیا اور طوشی نے جو شرح کنز
نے تو قول اصح ہے کہ اس کا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر ویرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلام مذکور پر یعنی جو اہل شہادت
علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تا وہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اس کو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے
م خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اس کا قاضی نہ ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض مع اس کا جواب
اعتراض یہ ہے کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ محفوظ رہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو ذمی پر اس کی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحاوی
وشرط اہلیتہا شرط اہلیتہ فان کلامنہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ ابن کمال
اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے اس واسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باب ولایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت
قاضی پر لازم ہے اور قضا خصم پر لازم ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہے کذا صرح ابن الکمال چلپی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول کہ ربو گیا
اس کے قول سابق کے ساتھ طحاوی نے کہا اس کا فائدہ یہ ہے کہ قول آئندہ یعنی والفاسق اہل اس پر مترتب ہو والفاسق اہلہا فیکون اہلا للقضاء لکن لا یقلد وجوبا ویأثم مقلدہ
کقابل شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجیے اور اس کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جیسے اس کی
گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسی کا فتویٰ ہے م مغرب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ
فسق ہے فاسق کو اس واسطے قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین میں امانت داری کے لائق نہیں اس کی قلت مبالات کے سبب
اور قول مفتی بہ کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہ ہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق
صحیح نہیں اور یہی قول ہے علمائے ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتویٰ دینا لائق ہے خصوصاً اس زمانے میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اس کا
اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے
چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحاوی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ اور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہے جب کہ قاضی
کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی المسعدی یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہ ہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں
برابر ہوں تو اس کو قبول نہ کرے یعنی مقبول کرنا صحیح نہیں واستثنی الثانی الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیۃ قال فی النہر وعلیہ فلا یأثم ایضا بتولیتہ
القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما انتہی قلت وفی تضعیف زاہد بعد ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنیٰ کر دیا ہے کیونکہ اس کی شہادت قبول کرنا
واجب ہے کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو بموجب اس قول کے اس کے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہ ہوگا جب کہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف
قبول شہادت اور قضا کی تقلید میں فرق کرتے ہوں انتہی ای النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کا آگے آوے گا سو اس کی طرف رجوع کرو کتاب الشہادت
میں فتح القدیر سے مذکور ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی
قضاۃ زماننا التساوی فی العلم والعدالۃ الظاہرۃ وصدر تعیین الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ جس گاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے
زمانے کے قاضیوں میں علم و عدالت میں فرمان سلطانی وارد ہوا اس کی تقدیم کا جو افضل یعنی زیادہ تر ہو علم و دیانت و عدالت میں ہم یہ مفتی مدعا کے زمانے

ظہیریہ دستیفع اور فتوی دے قاضی اس کو جو اس کے پاس فیصلہ کروانے نہیں آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ اثنا مجلس قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنح **ویاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق** اور قاضی مفتی کے مانند امام ابوحنیفہ کا قول لے مطلقاً یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہوں یا نہ ہوں م جامع الفصولین میں ہے اور اگر ایک مسئلہ میں ہمارے اصحاب مختلف ہوں تو اگر ابوحنیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے اس میں اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابوحنیفہ سے تو اگر اختلاف ان کا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر متاخرین کا اجماع ہے اور اس کے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حنیفہؒ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی **ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وہو الاصح** منیۃ وسراجیۃ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابوحنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول پھر ان کے بعد محمد کا قول لے پھر ان کے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیۃ والسراجیۃ اور عبارت نہر الفائق اس طرح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خبردار ہو یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہم مرتبہ ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جس کا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را مصدر ہے بمعنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنی منیہ اور سراجیہ کے قول کو اس واسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اس کے گاہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اس کے برخلاف ہوتا ہے یا جب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر یہ شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اس صورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شبہ مجھ پر مدت دراز تک مشکل رہا اور اس کا جواب میں نے نہیں دیکھا اگر جواب میں سمجھا ہوں ان کے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا کہ کسی کو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک یہ نہ جانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اس کا یہی سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل ان کو نہ معلوم ہوتی تھی اور ان پر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اس کے موافق فتوی دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اس واسطے کہ ان کو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے تو اب فتوی دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی اور اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہم پر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اس کے فتوی دیا ہو کیونکہ انھوں نے برخلاف قول امام فتوی دیا بسبب فقدان شرط کے ان کے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہم پر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ ان کی دلیل نہ جانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی **ولا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی** کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وسیجیٔ اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جب کہ وہ مجتہد نہ ہو بلکہ قاضی مقلد جب کہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کرے گا تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ توڑ دیا جائے گا یہی قول مختار ہے فتوی کے واسطے چنانچہ مصنف نے اس کو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں اور سوا اس کے اور نیز مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور آگے بھی مذکور ہوگا

وفی القہستانی وغیرہ واما ابن ابی لیلی فی موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاضی لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ میں ہے معلوم کرو کہ جس مقام میں علماء نے کہا کہ اس میں قاضی کی رائے ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جس کو قوت اجتہاد حاصل ہو انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جس میں اختلاف مجتہدین ہے اس میں تو اس وقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو حکم اس کا نافذ نہیں ہوگا یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اس واسطے ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اس کو خلاف معلوم ہو یا نہ ہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اس واسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اس کا حکم خالف نہ ہو جائے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما بعد ان یکون اورعہما ہدایۃ اور جب کہ دو مفتی ایک مقدمہ کے جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے بعد متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیۃ یعنی جو دونوں میں زیادہ تر فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اس کے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رای لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم وقضی بما راہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ فیجوز ترک رایہ برایہ اور ملتقط میں ہے اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اس کی رائے اس میں نہ ہو یعنی اس کا اجتہاد کسی شے پر واقع نہ ہو تو علماء سے مشورہ لے اور ان کے اقوال میں سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اس پر حکم کرے نہ اس قول پر کہ اس کے سوا ہے مگر اس صورت میں جب کہ غیر قاضی فقاہت وجوہ اجتہاد میں قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد غیر قوی کے جائز ہے اور یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اطراف و جوانب کے علماء سے مشورہ لینا خط لکھ کر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ میں اور اگر قاضی مجتہد نہیں تو دو صورت اختلاف جو اس کے نزدیک افقہ اور اورع ہو اس کا قول لے ہر چند ایک عالم سے لینا کافی ہے لیکن چند علماء سے مشورہ لینا مطلب ہے ثم قال وان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدہم واتباع رایہم فاذا قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہ ہو تو اس پر تقلید اصحاب مذہب اور ان کی رائے کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اس کے حکم کرے گا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا مگر یہی دو صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور صورت اختلاف قول محمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الطحطاوی والمصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری وفی حقائق فی الخلاصۃ علی الاصح خلاصۃ وبہ یفتی جامع شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں اور روایت النوادر میں شہر کا ہونا شرط نہیں تو حکم اس کا جاری ہو گاؤں میں اور اس زمین میں جو اس قاضی کی حکومت میں واقع نہیں بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیۃ اخذ القضاء برشوۃ سلطان او قومہ ولو عالما بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ … لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اس کی قوم کو رشوت دے کر اور معلوم کہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اس کے علاوہ مددگار نے قاضی کی واقفیت میں اور حکم کیا تو اس کا حکم نافذ نہیں ہے جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہ ہوا تو اس کے عقود اور فسوخ سب باطل ہیں حدیث میں راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونوں میں متوسط ہو جس کے ہاتھ سے رشوت حاصل ہوتی ہو معلوم ہے کہ اس زمانے کے قاضیوں کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصا مصر کے قاضیوں کو طرفہ ماجرا ہے کہ ابھی قاضی ہو رشوت دے کر قضا لیتا ہے اگر اس کو ملامت کیجئے تو کہتا ہے کہ ہم اس واسطے رشوت دیتے ہیں تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلوں اور فاسقوں کے ہاتھ میں نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز مخفی نہیں سراج وہاج میں ینابیع سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگوں میں حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اس کے مقدمات کا مرافعہ ہو اس کو لائق ہے کہ اس کے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ میں ہے رشوت دے کر قضا لینا عام ہے خواہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے نام میں … اور یہ کہ اگر قاضی کے کارندوں میں سے کوئی رشوت لے گا قاضی کی ناواقفی میں تو اس صورت میں قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت

لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوتا یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جن کو بحرالرائق میں فصول عمادی نقل کیا اس طرح کہ قول یہ ہے کہ جس مقدمے میں رشوت لے اس میں حکم نافذ نہیں اور اس کے سوا اور مقدمات میں نافذ ہے اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہے اور یہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عزل نہیں تو ولایت اس کی قائم ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم و فتح و کسر اول مرادف جعل ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے جس کو شرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جس میں اعانت شرط نہ ہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے مثلاً تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہ بھی آخذ اور معطی دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اس واسطے کہ اس کا امر درست کر دے یعنی اس کا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت یہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اس واسطے کہ اس کا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہ ہوگا کہ یہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ ہے کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اس کے منافع مملوک ہو جائیں گے پھر اس کو سلطان کے پاس فلانے کام کے واسطے بھیجے اور حوادث فتویٰ سے یہ ہے کہ ادلیس باشا نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امرا سے اس واسطے کہ فلانے شہر میں اس سے دفع ظلم کیا کریں پھر ادلیس باشا مر گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو میں نے استفتا کا جواب یوں دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اس پر واجب متعین تھی یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر محافظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی یہ ہے جو خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونوں جانب سے حلال ہے صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کی طرف سے حرام ہے نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور حیلہ اس کا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کرے تعین دن کا کام کرنے کے واسطے پھر اس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اس پر جائز ہو انتہی اور بلاشک اس فعل کا اس کو یعنی ادلیس باشا کو اجارہ کرنا جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اس کا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم مدفوع الیہ کا خوف خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ میں اسی قسم رابع سے اس کو ٹھہرایا ہے جس کو شاعر لیتا ہے کذا فی النہر فتاوی عالمگیری میں ہے اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اس کا مطلب سلطان سے درست کر دا دے اس کی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ حاجت اس کی حرام ہو تو اس وجہ سے دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اس کی مباح ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اس واسطے دیتا ہے تا اس کی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں کسی کو لینا حلال نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں اور بعضوں نے کہا حلال ہے اور حلت اعطا اور آخذ کا یہ حیلہ ہے سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اس سے ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرے تا وہ اس کا کام کرے بعوض اس مال کے جو اس کو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہا نے کہا کہ یہ حیلہ اس وقت صحیح ہے جب کہ وہ کام جس کے واسطے اس کو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جس پر استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اس کے اور اگر مدت اجارہ بیان نہ ہوگی تو اجارہ صحیح نہیں اور معطی کو اعطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال نہیں اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی حلت اعطا کا قول اصح ہے یہ اس وقت ہے جب کہ اس نے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط میں کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری صورت یہ کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط نہ کرے لیکن مطلب اس کا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اس کی اعانت کرے اس صورت میں اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہیں یہ اس وقت ہے جب کہ قبل اس مقدمہ کے دونوں میں مہادات نہ ہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہ ہو اور اگر دونوں میں مہادات کی عادت ہو قبل اس کے بسبب دوستی ہا

قرابت کے پھر ہدیہ دے جیسا کہ قبل اس کے دیتا تھا پھر وہ اس کا معاملہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ محض بے احسان کا احسان ہے اور کرم کا کرم ہے انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہے کہ اس واسطے ہدیہ دیا ہے کہ اس کی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ کہتے ہیں کہ اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اس کا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پھر بعد اس کے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن عبداللہ بن مسعودؓ جو اس میں کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقویٰ ہے انتہی ومنہ الوجعل لمن لیہ مبلغا فی کل شہر یاخذہ منہ ولیفوض الیہ القضاء ناحیۃ فتاوی المصنف ولکن فی الفتح من تقلد بواسطۃ الشفعاء لکن قلدا اغتصابا وشملہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یطلب بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم میں سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لیے کچھ ہدیہ مقرر کر دے کہ ہر مہینے میں تم کو دے لیا کروں اور کسی پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کر دو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیوں کے واسطے حلال نہیں ہم پر استدراک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذ ما او بغیرہ اضمالہ والمعتمد استحق العزل وجوبا وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال والملک اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جائے رشوت لینے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا یا بطور وجوب کے یعنی سلطان پر اس کا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یعنی بدون معزول کرنے کے اور اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال اور ابن ملک اور شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اس واسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے مع عادل وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اس کے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جائے کبیرہ گناہ کر کے جیسا کہ استماع غنا اور رقص و اخذ رشوت وغیرہ وذلک فسق قاضی در رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اس کا بیٹا یا اور کوئی قرابت دار جس کی گواہی اس کے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اس کی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل والمعتمد فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جائے پھر صالح اور متقی ہو جائے تو بعد اسلام کے یا اس کو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اس نے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے یہ قول مبنی ہے اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے مستحق عزل کا قائل ہے وہ اس کے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اس کی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر والغلبۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنائے امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اول دعوی الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے مع بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جائے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ استدراک ہے عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہ ہے کہ قاضی موثوق ہو اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور علم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں مع عفاف یعنی پاک دامنی عبارت ہے ترک ملت اور محارم سے کنارہ رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل والی قضا نہیں معاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہے یعنی پردہ دار ہو صاحب تحت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل السوء ولیس بمعاقر نبیذ ولا یجالس سفالۃ ولا قذاف للمحصنات ولا معروف بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی اکتساب تصورات اور مطالب کے واسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طرق

لہ فرج کا سید عارف کا درست بلکہ پہلا وہ ہو کم کرنے والا سخاوت والا دینے والا سود اگر اور کو والا دینے والا موصلہ بدمحاسن کی عورتوں کو تہمت لگانے والا۔

مراد ہیں جن سے مستنبط ہوتی ہیں اور وہ اصول جن پر بنائے فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحرالرائق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شرط
ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے اور قضا کی طرف
ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے
اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے توضیح میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش
کرنے سے عاجز ہو جائے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر
متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بالطرق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتویٰ
دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اس پر معرفت اسی قدر کی لازم ہے جو اس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوٰۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات
نکاح کی معرفت پر متوقف نہیں اور یہاں اجتہاد بمعنی اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی ان وجہ زخلوا الزمن عنہ عند الاکثر نہر فیصح تولیۃ العامی ابن کمال ویحکم بفتویٰ
غیرہ علاوہ براں خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکر ابن کمال اور حکم کرے
قاضی جاہل غیر شخص کے فتویٰ سے ہم اس واسطے کہ مقصود قضا یعنی حق دار کو حق کا پہنچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتویٰ سے کذا فی البحر ابن عزمی صاحب فوائد بدریہ نے
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ نااہل علم اور فہم فروع ہے اور کمتر مرتبہ یہ ہے کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ
کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور حجج میں کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان
البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لایمکنہ القضاء بالفتویٰ ایضا فلابد من کون الحاکم فی الدماء والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت
الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتویٰ
پر حکم دینا ممکن نہیں تو دماء اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دین دار ہونا ضرور ہے اور عالم دین دار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت احمر اور
کہاں علم انتہی کلام البزازی ھم یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ بنائے فتویٰ دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بنائے قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جس پر قرائن دلالت کریں تو
اب قاضی کو مفتی کے فتویٰ پر حکم کرنا نیز ممکن ہے یعنی ہر مقدمے میں متصور نہیں اس واسطے کہ جائز ہے کہ فتویٰ بالدیانت ہو دماء اور فروج کو اس واسطے خاص
کر کے ذکر کیا کہ دونوں میں خونریزی اور اختلاف انساب سے ضرر زائد ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ افتاء سے وہ مراد ہے جس پر قاضی عمل
کرے اس طرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اس میں کیا حکم کرے علاوہ اس کے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر
مسائل میں ہے نہ ہر مسئلے میں ومثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ میں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا سزاوار ہے عفت اور عقل اور صلاح
اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں وھو عند الاصولیین المجتہد واما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی وفتواہ لیس بفتوی بل ھو نقل کلام کما بسطہ ابن
الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اس کا فتویٰ بھی فتویٰ نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن
ہمام نے اس کو فتح القدیر میں مشرح بیان کیا ہے ھم فتح القدیر میں ہے رائے اصولیین اس پر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد کا قول یاد کرے
وہ مفتی نہیں اور جب اس سے کوئی سوال کرے تو اس پر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے
زمانے میں علماء موجودین کا فتویٰ درحقیقت فتویٰ نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اس کے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد
مفتی تک سند میں ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روات معتمدین اس کو پہنچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو جیسے
محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند ان کی تصانیف مشہورہ ومعتمدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے

رازی ہے انتہی کلام الفتح و لا یطلب القضاء قلبہ و لا یسئلہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اس کا سوال کرے اپنی زبان سے ہم نے کہا یعنی بموجب ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کرے گا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائے گا یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے توفیق بغیر اس کو نہ ہوگی اور جس پر جبر کیا جائے گا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائے گا تو اس کی طرف فرشتہ نازل کیا جائے گا وہ اس کو طریق مستقیم پر قائم رکھے گا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اس واسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھ کو دی جائے گی تو اس کی طرف تو سپرد کیا جائے گا اور اگر بدون سوال تجھ کو امارت دی جائے گی تو تیری اعانت کی جائے گی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اس واسطے کہ جب سوال سے امانت ربانی نہ ہوئی تو سوائے خذلان دارین اس کا کیا ثمرہ ہے اور اس واسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہے گا اور جس پر زبردستی ہوگی اور اپنے رب پر توکل کرے گا تو وہ ملہم بالخیر ہوگا فی الخلاصۃ طالب الولایۃ لایولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل من القاضی الاول لغیر جنحۃ اور خلاصہ میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اس کو حکومت نہ دی جائے مگر جب طالب پر قضا متعین ہو جائے یا تولیت وقف اس کے واسطے شروط میں شرط ہو یا متولی یا قاضی مدعی ہے یہ دعویٰ کرے کہ معزولی میری قاضی اول کی جانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر نہر الفائق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہیں اور اس میں کچھ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور صورت مشروطیت تولیت اگر طلب کرے گا تو بہ تنفیذ شرط کی طلب ہے اور در صورت دعویٰ بے قصوری اگر قاضی بدیہی طور پر بدلہ قدمہ طلب کرے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اس کو متولی کرے اسی بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی متعین ہو اس طرح کہ اس کے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اب اس پر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین ضائع نہ ہوں اور ظلم ظالمین دفع ہو قال لا تستحب ان لم یتعین و لا یکرہ طلب القضاء لکامل اذا کرتعرا ہم ان صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ و مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص گمنام کے واسطے تاکہ اس کا علم ظاہر ہو و یختار المقلد اقدرہم و اولی بہ اور سلطان قاضی کا متعین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی بہ علم اور فہم اور حلم میں افضل ہو اس کو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے طبرانی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین ہو کسی شے میں پھر وہ عامل اور عمال کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ ان میں یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولیٰ بایں عمل ہے اور اس سے زیادہ عالم کتاب اللہ اور سنت رسول کا تو البتہ اس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اس کے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلیٰ موصلی میں مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور متقدر و مالدار ہو اگر لیوے اور للہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اس میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا مال یتیم میں جس کو وصی اس کی کار بندگی کرے و من کان غنیا فلیستعفف و من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدہ قضا پانچ سو درہم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت ان کے عیال کے اور شریح قاضی کو سو درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضیٰ شریح کو پانچ سو درہم دیتے تھے اس واسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور نرخ ارزاں تھا اور خلافت مرتضوی میں ان کے عیال بکثرت تھی اور نرخ گراں تھا لو قاضی کی روزی میں کو نفقہ اور رعایت بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہیں اس واسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح و یکرہ ان یقال لہ خلیفۃ اللہ و خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق پسند معتدی نہ ہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے .... شریعہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے دفع فساد ہے اور اخلاق مذکورہ تو آپ ہی فساد ہیں ولی طلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام لینے میں خلاف ہے کہتا فی التاتارخانیہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا اس واسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفہ اس کے رسول کے معنی پر محمول ہے

اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اس واسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیا علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے **وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف** ای الظلم او العجز یکفی احدہما فی الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخ در مختار میں کہ یہ التقلید ہے اور مصنف کی شرح میں کہ وہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اسی طرح اگلے قول میں والتقلید رخصۃ ہے اور بہتر والتقلد رخصۃ ہے کذا فی الطحطاوی **وان تعین لہ او امنہ** لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اس کے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہے کذا فی البحر فتح القدیر میں ہے محل کراہت اس وقت ہے جب کہ قضا اس پر متعین نہ ہو اور اگر اسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اس پر واجب ہے کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے بچانے سب سے مگر یا کہ سلطان نے فصل خصومات ممکن ہو انتہی **والتقلد رخصۃ** ای مباح **والترک عزیمۃ عند العامۃ** بزازیۃ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیۃ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اس واسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ میں ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زبردستی سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اس کے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضاء عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اسی کے خلاف اس کے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر **ویحرم علی غیر الاہل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد فی الحرمۃ** ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہے نااہل پر داخل ہونا قضا میں یقینا بلا تردد فی الحرمۃ تو اس میں احکام خمسہ ہیں ہم خلاصہ یہ ہے کہ قبول قضا کا ہے فرض میں ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جب کہ اس کے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت بے خوفی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباسؓ سے حدیث مرفوعا نقل کی (من استقضی فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جس نے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسی واسطے ایک مہینہ چند روز قید ہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر اس کے پار ہو سکوں تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ دکانی بک قاضیا یعنی شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر میں تیرے واسطے جو چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہوجیو اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں اور ایک مرد وہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا اور اس پر حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جس نے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائے گا قیامت کے دن تو شدت حساب میں اتنا گرفتار ہو گا کہ آرزو کرے گا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھ کو اختیار دیا جائے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع

نقل کیا کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر اس نے ان میں ان کی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائے گا اور اس کا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اس نے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالیٰ اس کے غل اور بندش کو چھوڑ دے گا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اس میں اس کا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کی طرف باندھا جائے گا پھر وہ ڈال دیا جائے گا جہنم میں کذا فی فتح القدیر دیکھو رتقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اس کو مسکین وغیرہ نے مگر جب کہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے م عادل وہ جو ہر شے کو اس کے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو تسلط کرے از راہ ظلم اور تغلب یعنی غلبہ اور تسلط فاسد ہو خواہ اعمال میں ہو یا اخلاق میں وقیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف ظالم میں کچھ شک نہیں اور صحابہ کرام نے اور علمائے سلف میں سے کسی نے اس سے قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اس بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کفار کے قبضے میں ہیں وہ بلا شک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اس واسطے کہ انہوں نے ان میں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو ان کی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کہ کفار کی طرف سے حاکم مسلم ہے تو اس میں اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامی جائز ہے کیونکہ ان پر مسلم متولی ہے اور اطاعت کفر تو بنا بر مصلحت ہے اور وہ بلاد جن پر کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو ان میں اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تراضی سے قاضی ہو جاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور مسکین نے اس کو اپنی شرح میں اصل کی طرف نسبت کیا ہے اور مانند اس کے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو فقد وال لغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی النہر عن فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہو اور نہ وہ جس سے تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین میں جب کافر غالب ہو گئے ہیں جیسے قرطبہ میں تو مسلمین پر واجب ہے کہ تنہا مسلمین ایک شخص پر اتفاق کریں اور اس کو والی قرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تاوہ ان میں فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو امام مقرر کریں جو ان کو جمعہ پڑھایا کرے انتہی اور یہ وہ قول ہے جس کے طرف نفس مطمئن ہوتا ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج واہل البغی والاصح التولیۃ مع العزل واذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذہ وقیل لا اوبر حوم الناظم اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیوں کے بادشاہ اور باغیوں سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو ان کا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنی اگر قاضی عادل کو معزول کر کے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کی طرف تو اس کو جاری رکھے اور بعضوں نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہے ناظم نے م بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اس واسطے کہ قول اصح میں فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور یہی قول معتمد ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناظم خلاف معتمد ہے فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاضی قبلہ یعنی السجلات پھر جب کہ عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے م دیوان اصل میں بمعنی جریدہ حساب ہے پھر حساب اس کا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہاں مراد وہ تھیلیاں اور بستے ہیں جن میں سجلات اور محضر وغیرہ ہوں دستور ہے کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہے ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اس کی طرف کچھ حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں رہتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ میں ہے وہ اعتماد کے لائق نہیں تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجتا قاضی معزول یا اس کے امین سے کاغذات مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی میں رکھے کہ نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اس پر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ جس میں خصومت متخاصمین اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا نکول کو اس طرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ جاتا رہے اور اس کو محضر بھی کہتے ہیں اور صک وہ جس میں بیع یا رہن اور اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینوں کو شامل ہے اور عرف کے عرف میں سجل وہ ہے جس کو شاہدوں نے واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس رہا اور اس پر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ جس میں سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اس کے

اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اس کے شاہدوں کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر **ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی** اور قاضی نظر کرے
ان قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں م یعنی قاضی ایک معتمد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور ان کی اخبار اور ان کے مقید ہونے کا سبب
لکھے اور دریافت کرے کہ کس نے ان کو مقید کیا **واما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہم** اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہیں تو امام یعنی بادشاہ
پر ان کے حال کا نظر کرنا لازم ہے **فمن لزمہ ادب ادبہ والا اطلقہ** سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اس کو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اس کو چھوڑ دے م یوں کہنا
مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں شرح ادب سے ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہ ہو تو چھوڑ دے اس واسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہ ہو مگر اس سے قضیہ متعلق ہو **والمیت**
احدا فی قید الا رجلا مطلوبا بدم اور کسی کو شب باش نہ ہونے دے قید میں مگر اس مرد کو جو خونریزی میں ماخوذ ہو **ونفقۃ من لیس لہ مال فی بیت المال بحر** اور اس قیدی کا
خرچ جس کے پاس مال نہیں بیت المال میں ہے کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسوں کا اور سزاوار یہ ہے
کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جس کے پاس ان کے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی **فمن**
اقر منہم بحق او اقامت علیہ بینۃ الزمہ لیس ذکرہ مسکین وقیل الحق سو محبوسین میں سے جو حق کا اقرار کرے یا اس پر گواہی قائم ہو تو اس کو حبس لازم رکھے اس کو مسکین
نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس پر حق لازم کر دے یہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہے **والا نادی علیہ بقدر رایہ ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فلان ابی**
نادی علیہ شہرا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہ ہو تو اس پر منادی کرا دے جس قدر کہ مدت قاضی کی رائے میں آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر
ضامن لے کر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اس پر مہینہ بھر منادی کرا دے پھر اس کو چھوڑ دے م طریقہ منادی یوں ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے
میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جس کو فلاں بن فلاں محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اس کی روبکاری ہو **ویعمل فی الودائع ببینۃ او اقرار ذی الید**
اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف میں گواہی یا قابض کے اقرار سے م حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور
وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقف ناظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض
کیجئے کہ قاضی معزول کے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے **ولم یعمل لنوی بقول المعزول**
لالتحاقہ بالرعایا وشہادۃ الفرد لاتقبل خصوصا بفعل نفسہ درر ومفادہ ردہا ولو مع آخر نہر اور قاضی منصوب نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب لمحق ہو جانے
معزول رعایا کے ساتھ اور اگر اس کو شاہد قرار دیجئے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصا کا مفاد
رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت
پوری نہ رہی اس کی گواہی بھی مردود ہو گی **قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا وتبعہ ابن نجیم فتنبہ** میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی
دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاوی اس کا تابع ہوا ہے تو خبردار رہ م طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید
ابن نجیم کے فتاوی میں قبول شہادت کا فتوی مذکور ہو **الا ان یقر ذوالید انہ ای المعزول سلمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما انہا لزید الا اذا**
بدا ذوالید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن المقر قیمتہ او مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی یسلمہ لمن اقر لہ القاضی قول معزول پر
عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اس کو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہو
گا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اس کو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا
تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جائیں گے اور تاوان دے مقر قیمت کا یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اس کے اقرار ثانی کے سبب
سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے **ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد تیسیرا للناس ویستدبر القبلۃ کخطیب ومدرس خانیہ**

اور قاضی مسجد میں بیٹھ کر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت لگا کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے
حکم کرنا قضا عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اس کو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے ہے اقول القضا
فی المسجد نظر زمانہ سابق میں صحیح تھی اور ہمارے زمانے میں قضا مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب توقیر واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے
اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں واجرۃ المحضر علی المدعی ہو الاصح بحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المتمرد ہو الاصح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہے
یہی قول صحیح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت متمرد یعنی سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے مگر پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور
بعض نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف درم سے ایک درم تک اور خارج
شہر میں ہر ایک فرسنگ میں تین درم سے چار درم تک اور بنانیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیہ اور
اسی طرح سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس علم کو مسجد میں جلوس جائز ہے او فی دارہ ویاذن عموماً یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت
دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دربان اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع ازدحام
عوام کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز
کی حاجت میں اور جس روز جلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ نہ رکھے اور پہنے احسن ثیاب اور اعدل احوال میں کذا فی الطحطاوی ویرد ہدیۃ التنکیر للتقلیل ابن
کمال اور قاضی ہدیہ اور تحفات رد کرے پھیر دے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ واسطے تقلیل کے ہے یعنی تھوڑی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پھیر دینے کے
لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال میں نہ رکھے اور یہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعض نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اس واسطے ہوا کہ وہ رشوت
کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کذا فی الطحطاوی وہی ما یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ابن ملک اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جائے بلا شرط اعانت
بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ ہدیہ میں اعانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں مددگاری اور کاربرآری مشروط ہوتی
ہے ولو تاذی المہدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اس کو بقدر اس کی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصۃ
ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او لبعد مکانہ وضعہ فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پھیر دینا اس کی عدم معرفت یا اس کے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اس کو
بیت المال میں رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ہدایاہ لہ تاتارخانیہ اور خصوصیات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپ کے ہدایا آپ کے مملوک تھے
کذا فی التاتارخانیہ یہ دفع دخل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ
قاضی قبول نہ کرے اس کا جواب دیا کہ یہ امر خصوصیات نبویہ سے ہے اور فعل خصوص میں اتباع جائز نہیں اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام
معصوم تھے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نہ تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہیں وعلیہ فلیس للامام قبول الہدیۃ وان لم تکن خصوصیۃ وفیہا
یحل للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ انما یہدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی اور تاتارخانیہ کا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں
والا خصوصیت نہیں رہتا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اس واسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اس کے علم کے
سبب بخلاف قاضی کے کیونکہ اس کے ہدیہ دینے میں خود دنیا کی کاربرآری کا احتمال ہے مگر شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونوں قولوں میں منافات
ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ خصوصیات نبویہ سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا
ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہ لازم نہیں کہ سلاطین ہدیہ قبول نہ کریں اس واسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کریں
بمد بیت المال میں درج کر دیں تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ میں مذکور ہو چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اس کو مصالح مسلمین میں صرف کرے

اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہیں رہتی الامن ارنع السلطان والباشا اشباہ **وبحر و قریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک** بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما در مگر چار شخصوں کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جس کو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہ ہو دونوں کی کذا فی الدر یعنی بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دارالقضاء میں رجوع نہ ہو م تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونوں کا ہدیہ قبول نہ کرے اور روا جب ہے کہ سلطان اور اس کے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ ان کا ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف میں سے ہے اور ظاہر اقبول ہدیہ اس صورت میں ہے جب کہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونوں برابر ہوں تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نہ کرے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت امانت اور اسی طرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی **ویرد اجابۃ دعوۃ خاصۃ وہی التی لا یتخذہا صاحبہا لولا حضور القاضی** ولو من محرم ومعتاد وقیل ہی کالہدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جس کو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے م بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور ان کے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج میں ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم بہ شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اس میں صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر نے کہا تو یوں کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وشرح المجمع **لا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ** اور سراج اور شرح مجمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم[۱] اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے م اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے میں ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو عادت قدیم سے تو نہ قبول کرے مگر اس صورت میں جب کہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیۃ **ویشہد الجنازۃ ویعود المریض** ان لم یکن لہما دعوی شرنبلالیۃ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہ ہوں کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان م مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر **ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمتنع مسارۃ احدہما والاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ** اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکساں رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات نہ کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے م اور امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اس واسطے واجب ہے تاکہ دوسرے کی دل شکنی نہ ہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اس واسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بقضا بین المسلمین ہو اور ان میں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور ابن عمرؓ[۲] نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تا شریف تیرے ظلم میں طمع نہ کرے اور ضعیف

---

[۱] یعنی جس کا مقدمہ عدالت میں دائر ہوا ۱۲ [۲] مترجم اول نے ابن عمر سہو سے لکھ دیا بلکہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو کہ آپ کی طرف سے عامل تھے یہ خط لکھا کہ ان القضاء فریضۃ محکمۃ وسنۃ متبعۃ الخ وفیہ آس بین الناس فی وجہک وعدلک ومجلسک الخ کما رواہ الدارقطنی ۱۲

تیرے معاملہ سے ناامید نہ ہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نہ کر اور نہ وہ تجھ سے مخفی بات کرے اور اس کو تلقین حجت نہ کر بسبب تہمت کے نوازل اور فتاویٰ کبریٰ میں ہے،
کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایک مرد کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اس کی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا خصم
وہاں بیٹھے اور قاضی زمین میں بیٹھ کر دونوں میں فیصلہ کرے اور اس پر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ انھوں نے امیرالمومنین علی مرتضیٰؓ کو اور ان کے خاصم کو اسی طرح بٹھلایا
اور باتفاق اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلا دے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی طرف افضل ہے اور خصمین کو
لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چار زانوں یا ایڑیوں پر نہ بیٹھیں اور اگر اس طرح بیٹھیں
تو تعظیم قضا کے سبب سے قاضی ان کو منع کرے اور اعوان قاضی کے اس کے سامنے کھڑے رہیں ہیبت قاضی کے واسطے پھر جب خصمین حاضر ہوں تو قاضی مختار ہے
چاہے ان سے ابتداء تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہاں تک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جائے
تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جائے اگرچہ
مدعی جواب اس سے طلب نہ کرے یہی قول اصح ہے کہ علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی میں ترتیب مختار ہے یعنی دعویٰ اول کا فیصلہ
کرے پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا وعلیٰ ہذا القیاس اور اس پر ایک امین غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے دروازے پر
علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق میں تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نہ کرے بلا سبب کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو
آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہ تھا سلف صالحین میں اس کا رواج نہ تھا تو یہ بھی ان محدثات سے ہے جس کی طرف حاجت
ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال و الادب ہیں تو قاضی عمل کرے بمقتضائے حال اس سے خیر کا ارادہ کرے نہ حشمت نفس جو تکبر کی طرف پہنچاتی ہے ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں جودت یعنی خفگی مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع انکسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کاتب امین صالح واقف
کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا سجل فاسد نہ ہو جائے بعض شروط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی فتح
القدیر ملتقطاً النہر الفائق میں ہے کہ اطلاق تسویہ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم
اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اس کے مدعی کو وہاں بٹھلا دے اور آپ زمین پر بیٹھ کر فیصلہ
کرے انتہی والظاہر انہ لا یضحک فی وجھہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسی طرح ایک شخص کے واسطے اٹھنے سے
باز رہے بطریق اولیٰ اس واسطے کہ قاضی کے ہنسنے سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جائے گا کذا فی النہر و ضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے
ضیافت نہ کرے اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گھر میں آکر اترا آپ نے اس کی ضیافت کی پھر جب اس نے یہ کہا
کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کروں تو علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اٹھ جا اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک
خصم کی ضیافت کریں مگر اس کے ساتھ اس کا خصم ہو اور اسی طرح عبدالرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اس واسطے کہ اس میں تہمت میلان ہے کذا
فی الفتح و مثل ذلک مما ساہو بہ نظران مگر اس کو دونوں کے ساتھ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر نہر الفائق میں ہے کہ ضیافت میں احد کی قید اس واسطے لگائی
کہ اگر دونوں کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اس کا یہ ہے کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کی طرف ساتھ ہی اشارہ کرے تو جائز
ہے انتہی والمزاح فی مجلس الحکم مطلقا ولو بغیرھما او بمساحۃ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس میں مطلقاً اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے
اس واسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہیں رہتا ولا یلقنہ حجتہ ومن الثانی لا باس بہ یعنی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف
سے روایت ایک یہ بھی ہے کہ تلقین حجت میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی العینی تلقین حجت اس واسطے جائز نہیں کہ اس میں تہمت ہے اور دوسرے کی دل شکنی

ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ استحسنہ ابو یوسف فیما لیستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا
ہے جس تلقین میں شاہد کو زیادہ دانست حاصل ہو م ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ
ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اس کی اس طرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو اس طرح پر کہ مدعی
پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچ سو معاف کر دیئے ہوں اور شاہد
کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعویٰ مدعی کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین
احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اس واسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوئے اور دیکھا
کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد اداءِ شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اس کو تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما
یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا میں ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے م اور قنیہ میں
بھی بزازیہ کے موافق فتویٰ لقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی لقول ابو یوسف قضا میں اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی
الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللھم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع الرشید لم اسو بینھما وقضیت علی الرشید
ثم بکی انتھی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح لمن ولاہ وعلیہ ویجی اور ولوالجیہ میں حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے
وقت کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں جھکا احد الخصمین کی طرف یہاں تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت میں ہارون
رشید کے ساتھ میں نے دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی اس کو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے
انتھی میں کہتا ہوں اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جس نے اس کو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر میں ہے اور قاضی
کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور مضرت میں جس نے اس کو قاضی کیا اور اس کا ذکر آگے آوے گا **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے فی البدائع من جملۃ
ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع میں ہے کہ منجملہ ادب قاضی یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اس بولی میں جس کو دوسرا
خصم نہیں جانتا یعنی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان یقول للخصمین احکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور
تاتارخانیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم کر دوں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہو
گا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائے گا دونوں کی تحکیم سے م یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اس
کا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دے کر عہدۂ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہو گا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان بالاستینا
بحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیۃ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اس کو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعویٰ اور گواہی سن کر تو قاضی
پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ م طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے
طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء ہو صحیح ام لا فانتنع الزمہ القاضی بذلک جواہر الفتاوی جو ہارا اس نے نسخہ سجل کا مانگا اس سے جو جیتا تا سجل
کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سو اس نے نسخہ نہ دیا تو قاضی اس پر اس کا دینا لازم کر دے یعنی دلا دے کذا فی جواہر الفتاوی وفی الفتح متی امکن اقامۃ
الحق بلا ایغار صدور کان اولی اور فتح القدیر میں ہے کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہے م طریقہ اس کا مبسوط میں یوں مذکور ہے
کہ جو شخص ہارا ہے اس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ ہم نے تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اس طرح تھا اس کے

ع یعنی نقل حکم کی ۱۲

سو نہیں ہو سکتا تھا یا حیلہ اس واسطے ہے کہ وہ لوگوں سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اس کی شکایت سن کر بدگمان نہ ہوں کذا فی الطحطاوی مختصراً ولا یقبل قصص الخصوم ان جلس للقضاء ولا یاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحاً اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلے کے واسطے بیٹھا ہو تو قبول نہ کرے اور اگر ہنوز نہ بیٹھا ہو تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ پکڑے مگر اس بات کو البتہ پکڑے جس کو اس نے بلفظ صریح اقرار کیا ہو حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعوی سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا یوں کہنا کہ میں مال مضاربت کو سفر میں لے گیا اور فلانے شہر میں اس کو بیچا اور اس سے اسباب کو خرید کیا اور مانند اس کے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوی سے نہیں مجلس حکم میں سماع حکایات اس واسطے نہیں کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے اس طرح پر کہ مدعی کہے کہ اس کے پاس میرا مال مضاربت تھا سو وہ سفر میں لے گیا پھر اس نے وہاں نگہبانی نہ کی سو مال ضائع ہو گیا اب میں اس سے تاوان چاہتا ہوں تو مدعی علیہ جواب میں کہے کہ ہاں یا اس کا انکار کرے دیا اقرار بلفظ صریح اس طرح کہ مضارب کہے کہ میں نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور میں شہر میں حمال لانے کے واسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا کذا فی الطحطاوی **فصل فی الحبس** یہ فصل ہے حبس کے احکام میں اور چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تھا اور مختص بالاحکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اس کو علیحدہ فصل کر کے ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اس کا اطلاق ہوا کذا فی الحموی اہل ہند حبس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیل خانہ بولتے ہیں وہو مشروع لقولہ تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہے حق تعالی کے اس قول سے یا نفی کیے جائیں زمین سے یعنی قطاع الطریق نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہیں کہ مقصود نہیں تو نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد متہم کو مسجد میں محبوس کیا تھا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حبس مسجد میں تھا یا ڈیوڑھی میں یا مانند اس کے اور ایک قول یہ ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک گھر مکہ معظمہ میں چار ہزار درم کو خرید کیا اور اس کو محبس ٹھہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ وبناہ من قصب وسماہ نافعا فنقبہ اللصوص فبنی غیرہ من مدر وسماہ مخیسا بفتح الیاء وتکسر موضع التخییس وہو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اس کو بانس سے بنایا اور اس کا نام نافع رکھا سو اس میں نقب لگا چوروں نے نقب لگا کر اور قیدیوں کو نکال لے گئے پھر حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے سوا اور محبس بنایا مٹی کے ڈھیلوں سے اور اس کا نام مخیس بفتح یا رکھا اور کسرہ یا بھی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنی ذلیل کرنے کا مکان ہم مخیس بضم میم وفتح خاء وفتح یا مع التشدید اسم ظرف ہے یعنی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہے یعنی ذلیل کرنے والا وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ الا ترانی کیسا مکیسا بنیت بعد نافع مخیسا حصنا حصینا وامینا کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھ کو نہیں جانتا عاقل زیرک عاقل بنانے والا میں نے بعد نافع کے مخیس بنایا مکان مضبوط اور اس پر داروغہ امانت دار عاقل ٹھہرایا حاصل کلام خلاصہ یہ ہے کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر اجماع امت قائم ہے کذا فی الزیلعی صفتہ ان یکون بموضع لیس بہ فراش ولا وطاء ولا یفتر بغیر نیوتی صفت قید خانہ کی یہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہاں فرش اور سونے کا بچھونا نہ ہو تا محبوس تکلیف پا کر دین ادا کرے ہم بہتر تھا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا بحذف با جارہ اور وطا بوزن کتاب وسحاب خلاف غطا ہے چنانچہ قاموس میں ہے تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطا ایک ہی چیز ہے اور بعضوں نے کہا کہ وطا وہ فرش ہے جو سونے کے واسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہو گا کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو اتی بہ منع منہ اور مفاد تفصیل یہ ہے کہ اگر محبوس کے واسطے بچھونا لایا جائے تو منع کیا جائے گا ولا یمکن احد ان یدخل علیہ للاستیناس الا لاقاربہ وجیرانہ لاحتیاجہ للمشاورۃ اور کوئی قادر نہ کیا جائے اس کے پاس جانے پر دل لگانے کے واسطے مگر اس کے قرابت والے اور پڑوسی جانے پاویں مشورے کی احتیاج کے سبب سے ہم یعنی اس واسطے کہ ان کے مشورے سے حصول مقصود متصور ہے یعنی ادائے دین ولا یمکثون عندہ طویلا ومفادہ لن یندفع الحبس مع ابی المکابرہ بوجہ التظاہر اور اقارب بعد بعد جانے اس کے نزدیک زیادہ نہ ٹھہریں اور مفاد عدم طول مکث اقارب یہ ہے کہ محبوس کی نزدیک اس کے

ساتھ قید نہ کی جائے اگر قید کروانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہے م زوجہ اقارب اور غیران میں داخل نہیں تو افادۂ مذکور کہاں حاصل ہوا اور یہ خلل پیدا ہوا
نہرالفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنے سے نہرالفائق میں یوں مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اس کی زوجہ یا لونڈی اس کے پاس جائے اگر وہاں
آڑ کا امکان ہو اور اس میں دلیل یہ ہے کہ زوجہ اس کی قید نہ کی جائے اس کے ساتھ اگر وہ حابسہ ہو اس کی اور یہ ظاہر ہے انتہی لیکن اس میں بھی یہ خلل ہے کہ حابسہ
ہونے کی تقیید ماتقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحرالرائق میں ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے
ساتھ قید کی جائے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ اور ملتقی میں ہے کہ محبوس کو قدرت دی جائے اس کی لونڈی کی قربت پر اگر حبس
میں خلوت ہو **ولا یخرج لجمعۃ ولا لجماعۃ ولا لحج فرض** فغیرہ اولی اور محبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض یعنی
حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولیٰ نہ نکلے **ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل** زیلعی وفی الخلاصۃ یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ لا غیرہم وعلیہ الفتویٰ
اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کے واسطے اگرچہ خروج ضامن دے کر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں ہے کہ ضامن دے کر نکلے اپنے اصول اور فروع کے
جنازے کے واسطے نہ سوائے ان کے اور اسی پر فتوی ہے **ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا** بہ یفتی اور اگر بیماری نے اس
کو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہیں پاتا کسی کو جو اس کی خدمت کرے تو ضامن دے کر نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار نہ ہو یا وہاں کوئی خدمت
کرنے والا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتوی ہے **ولا یخرج لمعالجۃ** وکسب قیل ولا یکتسب فیہ ولو لہ دیون خرج لیخاصم ثم یحبس خانیۃ اور نہ نکلے علاج اور
کمائی کے واسطے بلکہ محبس میں بھی کسب نہ کرے اور اگر محبوس کے لوگوں پر دیون ہوں تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیۃ
ولا یضرب المحبوس الا فی ثلاث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ اور نہ محبوس
پر مار پڑے مگر تین صورت میں ایک یہ کہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی
زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اس کے قائم مقام
نہ ہو سکے اس کے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ م ضرب اس واسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں زوجہ کا ضرر ہے اور زیادتی حبس میں قرابت دار کا ضرر ہے
کیونکہ اس کا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسی طرح مزید حبس میں زوجات کا فوت حق ہے قلت وینبغی زیادہ فی الوہبانیۃ ۵ وان فر یضرب دون قید
تادبا ہ وتطیین باب الحبس فی العنت یذکرہ میں کہتا ہوں اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو
ادب دینے کے واسطے مارا جائے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی میں مذکور ہے م یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا
کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اس میں رکھا جائے جس سے روٹی پانی اس کو دیا جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں قاضی کی رائے
کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحطاوی **ولا یغل** الا اذا خاف فرارہ فیقید ویحول الی سجن اللصوص وہل یطین الباب الرای فیہ للقاضی بزازیۃ
اور محبوس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے مگر جب کہ اس کے بھاگ جانے کا خوف ہو تو بیڑیاں ڈال جاویں یا اس محبس میں بدل دیا جائے تو چوروں کے واسطے
مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی چن دیا جائے اس میں قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیہ **ولا یجرد** اور نہ محبوس برہنہ کیا جائے
کپڑے اتار کر **ولا یؤاجر** وعن الثانی یوجر لقضاء دینہ اور نہ محبوس سے محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابویوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جائے
اس کے ادائے دین کے واسطے **ولا یقام بین یدی صاحب الحق** اہانۃ لہ اور نہ محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اس کی ذلت کے واسطے
ولو کان ببلدۃ لا قاضی فیہ لازمہ لیلا ونہارا انتہی باختصار جواہر الفتاوی اور اگر صاحب حق اس شہر میں ہو جہاں قاضی نہیں تو مدیون کے ساتھ لگا رہے
رات اور دن یہاں تک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی الجواہر الفتاوی م صاحب حق کو ملازمت میں اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کو کسب ذکر نے دے

یا گھر میں رہ جانے دے اور اسی کی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے کہ لصاحب[1] الحق الید واللسان ہاتھ سے ملازمت مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اس کو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی النہر (وتعیین مکانہ) ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا آخر فیجیبہ الی ذلک خانیۃ مگر جبکہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اس کو مان لے کذا فی القنیۃ وافتی المصنف تبعا لقارئ الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر کہ اس مسئلہ میں یعنی تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان لا یجاب الطالب بحبسہ فی مکان الخصوص ودجیہ اور نہر الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ قبول نہ کیا جائے اگر مدعی نے مجبوس کرنا مدعی علیہ کا اپنے گھر کے مکان یا مانند اس کے اور خاص مکان میں طلب کیا ہو فرع مسئلہ ملتقطہ شارح فی البحر من المحیط انہ یجعل للنساء سجن علی حدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے اور عورتوں کے واسطے علیحدہ مردوں سے حبس بنایا جائے فتنہ دفع کرنے کے واسطے (واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا او سدس درہم بینۃ عجل حبسہ لطلب المدعی لظہور المطل بالانکار) اور جبکہ مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اس کا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درہم کا تو قاضی اس کو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے نادہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے م درہم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندی کا تو دانگ کو کم تین رتی چاندی کی ٹھہری طحاوی نے کہا طلب مدعی کی قید اس واسطے لگائی کہ بدون اس کی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں مگر شریح کے قول میں (والا یثبت بینۃ بل باقرار لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ) اور اگر مدعی کا حق گواہی سے ثابت نہ ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اس کے حبس میں جلدی نہ کرے بلکہ اس کو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نہ مانے تو اس کو قید کرے م جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اس کی نادہندگی ظاہر نہ ہوئی لہذا اس کے حبس میں شتابی نہ کرے اور ادائے دین کا اس وقت عذر کرے جبکہ اس کے ادائے دین پر خود قادر نہ ہو اس طرح پر کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اس کے پاس نکلی تو قاضی اس کو دے اور ادائے دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اس کے بالعکس کہا سرخسی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نہ کرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اس واسطے کہ مدعی علیہ کہہ سکتا ہے در صورت گواہی کہ مجھ کو اس کا دین معلوم نہ تھا مگر جب معلوم ہوا سو میں اب ادا کروں گا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والملتقی والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز اور درر میں ثبوت بگواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اس کو پسند کیا ہے م یعنی گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل نہ کرے اس واسطے کہ ایفاء دین محتمل ہے تو حبس میں شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اس کی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ والمجمع قال فی البحر وہو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت بینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی ثانیہ فلعل مراد من الاول فلیکن بالتوفیق میں کہتا ہوں اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار پر مدعی علیہ مجبوس کیا جائے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اب اقوال مختلفہ مذکورہ میں اتفاق ہو جانا چاہیے م یہ توفیق تسویہ کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی اور نہ سرخسی کے قول میں اس واسطے کہ اس کے نزدیک حبس اقرار میں شتابی ہے نہ منکر کی تو یہ نہیں کر سکتے کہ مراد تعجیل ہے دوسری اور تیسری بار یا حبس حکم میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم ذکر نہ کیا بحر الرائق میں قاضی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت ہو بحکم النکول اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اس کے حق کا طالب ہو تو قاضی اس کے حبس کا حکم دے کذا فی الطحاوی (فیحبس فی الدین اللازم فی کل دین ہو بدل مال او ملتزم بعقد کمہر معجل وکفیل ثمن المبیع کاجرۃ والقرض ولو

۱؎ حق والے کو ہاتھ سے اور زبان سے ۔

والمہر المعجل و مالزمہ بکفالۃ ولو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیۃ بان التزمہ بعقد کالمہر و ہذا ہو المعتمد خلافا لفتاوی قاضی خان لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جائے مدیون ہر ایک اس دین میں جو عوض ہے مال کا یا لازم کر لیا ہے دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اس کو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البزازیہ اس واسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت میں محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتاوی قاضی خاں کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم قاضی خاں نے کہا کہ درصورت دعوی افلاس حبس نہیں مگر ثمن اور قرض میں اور مہر معجل اور دین کفالت میں حبس نہیں اظہار مفلسی میں لیکن یہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں اشیاء مذکورہ میں حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہے کہ جب مال اس کے ہاتھ میں آیا یعنی بیع اور قرض تو ادائے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اس میں قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اس کا یہ قول کہ میں محتاج ہوں مسموع نہ ہوگا کیونکہ یہ قول متناقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا والاشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی ثم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع خطأ[1] رجحتہ ایں اختیار شرح میں مختار بدل خلع کو یہاں شمار کرنا غلط ہے سو اگاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی جہاں حبس لازم باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ حبس کیا جائے ہر ایک اس عین میں جس کی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع ومغصوب ومتلف ودم عمد وعتق حظ شریک وارش جنایۃ ونفقۃ قریب وزوجۃ ومہر مؤجل حبس نہ کیا جاوے اس کے غیر میں یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور اس کی نو صورتیں ہیں ا۔ بدل خلع ۲۔ بدل مغصوب ۳۔ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اس کا بدل ۴۔ دم عمد کا بدل ۵۔ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶۔ جنایت کی دیت ۷۔ نفقۂ قرابت دار ۸۔ نفقۂ زوجہ ۹۔ مہر مؤجل قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق میں کہتا ہوں اور ظاہر الطلاق مہر مؤجل کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہیں وفی نفقات البزازیۃ یثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بیمینہ مالم یثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہے کہ تنگ دستی میں متفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تاوقتیکہ اس کی تونگری ثابت نہ ہو تو اس کی طرف مراجعت کرو ہم مدار اشتراک اس پر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یوں ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اس کے غیر میں اشہاد سے کیونکہ اس کی عبارت میں تعیین نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن انہ ثمن متاع فالقول للمدیون مالم یبرہن رب الدین طرسوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف ہو اور مدیون کہتا ہو کہ مجھ پر دین بدل کا مال نہیں ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہے تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اس کو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں اس کو ثابت رکھا ہے ہم مدیون محبوس نہ ہوگا اگر مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ منہ حتی یوفیہ بدائع وقدمناہ فی الکفالۃ

[1] ایک نسخہ میں خطا کے بعد ظاہر بھی ہے ۱۲

مدیون محبوس نہ ہوگا دین موجل میں اور اسی طرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو لیکن صاحب دین کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت معین پہنچے تو اس کو سفر سے روکے ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفالت میں ان ادعی المدیون الفقر فالاصل العسرة اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس نہ ہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اس لیے کہ اصل تنگ دستی ہے ہر یعنی ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے اس واسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اس کا دعوی مقبول نہ ہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو بالقرض او تبقاضی غریم مگر یہ کہ اس کا صاحب دین اس کی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادائے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیوں کے تقاضا کرنے سے حاصل ہو شارح نے غنا کو بقدرت علی الوفا اس واسطے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنائے زکوۃ مراد نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہے محبوس ہوگا کیونکہ حبس جزاء الظلم ہے اور اس کا ظلم ثابت ہو چکا بوجہ ترک قرض سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اس کا مال دوسرے پر ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہ ہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیحبسہ حینئذ بما رأی ولو یوما ہو الصحیح تو قاضی حبس کرے اس وقت میں جس قدر مدت کہ اس کی رائے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے مراد یہی ہے جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رائے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اس کا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں مدت حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہدایہ میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رائے پر مفوض ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ اذا کان المعسر معروفا بالعسرة لم احبسہ وفی الخانیۃ ولو فقرہ ظاہرا سأل عنہ عاجلا وقبل بینۃ علی افلاسہ وخلی سبیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو میں اس کو محبوس نہ کروں یعنی اس کے حبس کا حکم نہ کروں اور خانیہ میں ہے کہ اگر اس کی محتاجی ظاہر ہو تو اس کا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اس کے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اس کو چھوڑ دے وفی البزازیۃ قال المدیون حلفہ انہ لا یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل خلاہ واقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجھ کو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اس کو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائی تو اس کو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اس کو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی رائے کا اعتبار ہے جس کو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ہم حلبی نے کہا کہ شارح اس میں قہستانی کا تابع ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ لیا امر یعنی تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسہ بما راہ لو حالہ مشکلا عند القاضی ولا عمل بالظاہر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کے حبس کرنے کے بعد بقدر اس مدت کے جو اس کی رائے میں آوے اگر اس کا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگ دستی اس کو معلوم ہو سکتی ہو تو لوگوں سے اس کا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اس پر اعتماد کیا ہے سأل عنہ احتیاطا وجوبا من جیرانہ وکفی عدل لغیبۃ الا ان یکن پھر بعد حبس اس کا حال اس کے پڑوسیوں سے پوچھے بنابر احتیاط کے نہ بنابر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت میں یعنی اس کا حضور ضروری نہیں ہم حاصل یہ کہ امر ہے اس میں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ وکیل اور مرسل کی خبر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خفیہ اور ظاہر میں اور حال اس کا تنگ ہے اور ہم نے اس کا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی واما المستور فان وقع فی قلبہ رای القاضی محل ہو والا لا نفع المسئول بحثا اور اگر عدالت

یا فسق خبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اس کا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اس پر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی النفع المسائل پھر تمام بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر مقبول نہیں ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ والا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جب کہ مدعی اور مدعی علیہ تنگ دستی اور کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی القہستانی م یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگ دست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسی طرح خبر واحد درصورت تنازع مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال النفع الوسائل فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن تنگ دستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ولہذا اس کے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی النفع الوسائل سو خبردار ہو جا م بحر الرائق میں سغناقی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ ضیق الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اس کو چھوڑ دے بلا ضامن مگر تین صورتوں میں ضامن لے کر چھوڑے یتیم کے مال میں اور وقف کے مال میں اور جب کہ صاحب دین غائب ہو م مفلس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اس کی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اس کے اس کو قید کرنا ظلم ہے اور مال وقف کو صاحب بحر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علمائے متاخرین اس کے تابع ہو گئے ہیں اس قیاس میں کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول ولا لغیرہ حتی یثبت غریمہ غناہ بزازیہ پھر جب مدیون افلاس کے سبب سے حبس سے چھوٹا تو قاضی اس کو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کے واسطے اور نہ اس کے غیر کے واسطے تاوقتیکہ اس کا صاحب دین اس کی مالداری ثابت نہ کرے کذا فی البزازیہ وفی القنیۃ برہن المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حتی لا یعیدہ الدین ثانیا اور قنیہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گذارے سو صاحب دین نے اس کا چھوڑا دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اس کی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اس کی مفلسی پر حکم دینا تا صاحب دین اس کو دوسری بار قید نہ کرا دے م شارح نے یہاں ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اس کا اطلاق چاہے اور محبوس نہ نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب رب الدین یرید تطویل حبسہ ان علمہ ومقدارہ اخذہ او کفیلا وخلاہ خانیۃ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کے مقدار کو جانتا ہو تو اس کو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اس کو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ م ضامن سے یعنی مال ضامن اور حاضر ضامن سے کذا فی البحر عن الخانیۃ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ میں ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہیں مگر اس کے مدعی کی رضامندی سے مگر جب کہ اس کا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اس کا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے م بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہ ہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اس نے جس کے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اس کے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے اور اس کو قید نہ کرے اس واسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کے واسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار یحبسہ ای لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیۃ وسیجی تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اس کو حبس کرے یعنی اس واسطے کہ تا اس کو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اس پر ہے اگرچہ بیع بثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اس کا آگے آوے گا کتاب الحجر میں ولم یمنع غرماءہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائیں

مدیون سے اس کے دین حاصل کرنے بنابر ظاہر روایۃ ہم یہ ملاتے ہیں کہ اس قول سے تعلم نقیر لیاں خلاہ مرتبہ ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اس کو چھوڑ دے اور اگر اہل مدیون اس کے ساتھ رہنے کا قصد کریں تو قاضی ان کو نہ روکے یہی ظاہر الروایت ہے امام سے خلافاً للصاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہے تا حصول قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اس کے ساتھ رہیں تا کہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین حاصل کرنے والے مدیون مفلس کے ساتھ لگے رہیں دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں ہم کو عادت میں بہتر قول وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود میں ملازمت کرے اور اس کو بیوی و لڑکوں کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اس کو دونوں وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ رفع حاجت کے جانے سے خواہ وہ آپ اس کے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہیں کہ اس کو دھوپ میں رکھے یا برف پر یا اس مکان میں کہ اس کو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ولیس لہ جبر المرأۃ امرأۃ تلازمہا فتلزمہا امرأۃ ثقۃ عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکھے یا اس کے ساتھ بیٹھی رہے کذا فی القنیۃ فرع مسئلہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ فحکی البحر عن الہدایۃ یخیر الطالب الا لضرر باد اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر میں ہے کہ طالب کو اختیار کیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اس طرح کہ طالب مطلوب کو اس کے گھر میں نہ جانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس واجب ہے کذا فی النہر وکذا فی البزازیہ بکفیل بالنفس اور بزازیہ میں حاضر ضامن دینے سے اس کو مکلف کیا ہے ہم بزازیہ میں ہے کہ اگر اس کی ملازمت میں اس کی روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن دے کر اس کو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی والطالب ملازمتہ بلا امر قاضی لو مقرا بحقہ اور طالب کو اس کی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اس کے حق کا مقر ہو وتقبل برہانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامہا علی النفی وصححہ عزمی زادہ اور مقبول نہیں مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنی حنا پا اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم بلا تائید حبس گواہی نفی پر مقبول نہیں اس واسطے کہ جب چند مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اٹھاتا اور اس قول کو صاحب ہدایہ اور اکثر مشائخ نے بھی صحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الہدایہ وصحح غیرہ قبولہا اور غیر عزمی زادہ اور علما نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے ہم اور اسی کا فتویٰ دیا ہے محمد بن فضل اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحییٰ نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ رأی القاضی فان علم اعسارہ قبلہا والا لا نہر ملخصا اور اس میں معتمد علیہ قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اس کا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی النہر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وبینۃ یسارہ احق من بینۃ اعسارہ بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مال داری مدیون کی احق بالقبول ہے اس کے افلاس کی گواہی سے اس واسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیاں تو اثبات کے واسطے ہیں نہ نفی کے واسطے ہم یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مال داری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مال داری کی گواہی احق بالقبول ہے بدلیل گذشتہ نعم لو بین سبب اعسارہ وشہدوا بہ فتقدم لاثباتہا امرا عارضا فتح واعتمدہ فی النہر ہاں اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اس کی گواہی دیں تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوگی نہ نفی کی کذا فی الفتح اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیۃ ان لم یبینوا مقدار ما یملک قبلت وان بینوا لم یمکن قبولہا لانہا قامت للمحبوس وہو منکر والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مال داری کے تعارض کے وقت نہ بیان کریں اس مقدار کو جس کا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کریں تو اس کا قبول کرنا ممکن نہیں اس واسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہیں وابد حبسہ لو ظہر مطلہ جزاء الظلم قلت وفی البحر ان یبیع مالہ لدینہ عندہما وبہ یفتی وحینئذ فلا یتأبد حبسہ اور محبوس مالدار کی دائمی کیا جائے اس واسطے کہ اس کا ظلم ظاہر ہوا میں کہتا ہوں اور کتاب البحر میں ہے کہ مدیون کا مال اس کے دین کے واسطے بیچا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے

اور اس وقت میں تو اس کا حبس دائمی نہیں رہتا تو خبردار ہو جا ئو یعنی بموجب قول مفتی بہ مال بیچ کر دیں ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جائے گا پھر دوام حبس کہاں باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجۃ وولدہ اذا ادعی الفقر وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لزمتہ بعقد علی ما مرحتی لو برہنت علی یسارہ حبس بطلبہا اور قید نہ کیا جائے گا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جب کہ وہ اپنی محتاجی کا دعویٰ کرے اگر قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اس واسطے محبوس نہ ہوگا کہ نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اس کو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر زوجہ زوج کی مال داری شہادت سے ثابت کرے گی تو اس کی درخواست سے حبس گا م خلاصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ میں حبس نہیں درصورت ادعائے فقر مگر اس صورت میں جب کہ زوجہ اس کی مال داری ثابت کرے کذا فی المنح بل یحبس اذا برہنت علی یسارہ بطلبہا کما لو ابی ان ینفق علیہا او علی اصولہ وفروعہ فیحبس احیاء لہم بلکہ زوج محبوس ہو جب کہ اس کی مال داری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جائے ان لوگوں کے جلانے کے واسطے قلت وہل یحبس لمحرمہ لو ابی لم ارہ وظاہر تقییدہم لا لکن ما مر من الاشباہ لا یضرب المحبوس الا فی ثلث یفید خلافہ عند الفتویٰ میں کہتا ہوں اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ محبوس نہ ہو یعنی تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اس کی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہ ہو لیکن یہ روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جائے محبوس مگر تین صورتوں میں مفید حبس ہے تو تامل کیجیو فتویٰ دینے کے وقت ہم منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہ ہے جب کہ نفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہیں کیونکہ اصول اور فروع اقارب میں داخل نہیں اور اقارب میں کسی کا نفقہ واجب نہیں مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں کہ عدول جائز نہیں قول صریح سے اس تقیید کی طرف جو ذکر عدد سے ماخوذ ہے سیجئ حبس الولی بدین الصغیر اور آگے آوے گا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہے اس کے ادا کرنے سے ولی اس کا سرتابی کرے تو ولی محبوس ہو گا کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندہما بیع عقارہ کمنقولہ بحر فلیحفظ نہ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پر دادا سر دادا اپنے فروع کے دین میں بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اس کی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اس کی اراضی کی ہے مانند اس کے مال منقول کے کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اس واسطے جائز نہیں کہ حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اس واسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس اس سے فوق ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اس واسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین میں محبوس ہو گا عین مال اصل سے اس وقت قضاء دین کرے جب کہ موجود حق دار کی جنس سے ہو اور قیمت سے اس وقت جب کہ مال موجود اس کے حق کی جنس سے نہ ہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض نائبا الا اذا فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اس وقت جب کہ بادشاہ کی طرف سے اس کو نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یوں کہنا قاضی سے کہ ولی کر جس کو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یوں کہنا سلطان کا کہ میں نے تجھ کو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہاں قوی تر ہے صراحت سے اس واسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کرنے کا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت میں نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ ولی کر جس کو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جس کو تو چاہے اس واسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوب اور معزول کرنے میں ہم غیر مفوض کو استخلاف میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی

قید اس واسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل کا اختیار نہیں ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اس واسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہیں کر سکتا تو توقیع
منادی نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتاب اقرار کی اجازت دے اور حکم دینے کی تو اس کے امر کے موافق
کرے اور اس کو حکم دینا جائز نہیں اور جو لائیہ میں ہے کہ نائب حکم کرے اس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی
ہوئی کذا فی الطحاوی **وبخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ** ابن ملک وغیرہ بخلاف اس شخص کے جو مامور ہوا سلطان کی طرف
سے جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے اس واسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ م
اس واسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اس وقت کوئی عارض امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہے آفات اور
بیماریوں کا تو گویا سلطان نے اس کو نائب کرنے میں اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جائے اس واسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت
کا متحمل نہیں بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہو جائے
یا اس کو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے امام جمعہ کو استخلاف اس وقت جائز ہے جب کہ نائب
نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اس واسطے کہ سماع خطبہ شرط افتتاح جمعہ ہے بخلاف اس امام کے جس کا وضو ٹوٹا اور اس نے اس کو نائب
کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اس واسطے کہ وہ یہاں بانی ہے نہ منشی اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ در حق اصل موجود ہے کذا فی الطحاوی
عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد مر فی الجمعۃ اور جو منلا خسرو نے درر میں ذکر کیا بحرالرائق میں کہا کہ اس کی کچھ اصل
نہیں وہ تو اس کا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ یہ گفتگو جمعہ میں مذکور ہو چکی ہم منلا خسرو نے کہا کہ خطیب کو استخلاف ابتداء جائز نہیں بلا اذن انتہی
یعنی بلا سبق حدث اور در صورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اس نے بضرورت جائز کہا اپنی شرح میں کذا فی الطحاوی **نائب القاضی
المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل ہو السلطان وحینئذ فلا یملک ان یعزلہ القاضی بغیر تفویض منہ العزل الیہ کوکیل
وکل وکذا لا ینعزل بعزلہ ولا بموتہ ولا بموت السلطان بل بعزلہ** زیلعی وعینی وابن ملک وغیرہم فی الوکالۃ واعتمدہ فی الدرر والملتقی وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی
وتمامہ فی الاشباہ وفی فتاوی المصنف وہذا ہو المعتمد فی المذہب لا ما ذکرہ ابن الغرس لمخالفتہ للمذہب اس قاضی کا نائب جس کو فقط نائب کرنا مفوض
ہے نہ معزول کرنا وہ نائب ہے اصل سے یعنی سلطان کی طرف سے اور اس وقت میں تو قاضی اس کے معزول کرنے کا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے
سلطان کے معزولی کو بھی مانند اس وکیل کے جس نے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل کہ وہ معزول نہیں ہوتا اس کے معزول سے اور اسی طرح نائب قاضی
بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اس کی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنے سے
معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی اور عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالت میں مذکور کیا ہے اور درر اور ملتقی میں اس پر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی
پر فتویٰ ہے اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاویٰ میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف
ہونے اس قول کے واسطے مذہب کے کہ ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہو جاتا ہے قاضی کی معزولی اور موت سے
کذا فی الطحاوی **ص بالغ ناب غیرہ ای غیر المفوض الیہ ان قضی عندہ او فی غیبتہ واجازہ القاضی صح** قضاءہ ولو اجاز لو قضی فضولی او عبد ثم عتق ولو بعد نوبتہ واجازہ
جاز لان المقصود حصول الرای قال وعلم دخول الفضولی فی القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کی طرف سے مفوض نہیں مگر
نائب بلا تفویض کے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اس کو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے جبکہ نائب اہل قضا کا ہو یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف
ہو صلاحیت قضا نہ رکھنے میں۔

یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر بغیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اس کو جائز رکھے تو جائز ہے اس واسطے کہ مطلب تو اس کی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذافی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد فقوض لغیرہ صح ولو حکم بنفسہ لم یصح ولو عتق فقضی صح بخلاف صبی بلغ اشباہ اور منظومۂ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اس نے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اس نے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا م صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ پھر جب کہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اس نے قاضی کا ذکر نہیں کیا اگر عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذافی الطحطاوی **واذا رفع الیہ حکم قاض** خرج الحکم ودخل المیت والمعزول والمخالف لرأیہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم فافہم **آخر** قید اتفاقی اذ حکم نفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال **نفذہ** ای لزم الحکم والعمل بمقتضاہ اور جب کہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اس کو نافذ کر دے یعنی اس کے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے حکم سے اس کے حکم کو نافذ اور لازم کر دے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہو گیا اس واسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سو اس کو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اس کے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال م محکم کو اس واسطے نکالا کہ اگر اس کے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اس واسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں آوے گا اور بعموم قاضی میں اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہے اس واسطے کہ قاضی اہل عدل اس کے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی میں مغنی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اس کو رد نہیں کر سکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذافی الطحطاوی لو مجتہدا فیہ عالما باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم لم یجز قضاؤہ ولا یمضیہ الثانی فی ظاہر المذہب زیلعی وعینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اس میں فقہا یعنی مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال م خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اس کو مختلف فیہ جان کر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اس کی تنفیذ واجب ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اس کو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونوں صورتوں میں اس کا حکم نافذ نہ کرے اس واسطے کہ اس نے اس کا حکم کیا جو خود اس کے نزدیک خطا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذافی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہ ہو گا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اس واسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہیں اس واسطے کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اس واسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اس کی تقلید نہیں کی مگر اس کے مذہب کی جہت سے نہ اس کے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اتنے واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہو گا انتہی اور بحر الرائق میں دعویٰ کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اس کی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ میں ہے

کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور فتویٰ سے کہ اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک اور اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں انتہی ما فی البزازیہ اور جو فتح القدیر میں ہے وہی قول معتمد علیہ مذہب میں اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اس واسطے کہ نہایت کلام یہ ہے کہ قاضی مقلد جس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اس قاضی مجتہد کے ہے جس نے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد میں صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اس کا نافذ نہیں تو مقلد کی قضا بطریق اولیٰ نافذ نہ ہوگی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان میں بھی فتح القدیر سے منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہے جس کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام طحطاوی لکن فی الخلاصۃ وعلیہ الفتوی کذا وکانہ تیسیر علیہم لیکن خلاصہ میں ہے کہ خلاف اس کے فتویٰ دیا گیا اور گویا کہ یہ فتویٰ آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاف اس واسطے فتویٰ دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اس مسئلہ میں اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فواکہ بدریہ میں جو کہ میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجئے خصوصاً ہمارے زمانے میں اس واسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہیں پھر چہ جائے علم بمذاہب بقیہ مجتہدین پھر اس نے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق میں ہے یعنی جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہے اس واسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہیں نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر م حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اس کے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی حکم قاض کی طرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اس وقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اصل شرط نہیں بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھ دی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال دلا دے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہوا ہو اور شرط سبب نام لینا قاضی کا اور بیان اس کے نسب کا انتہی واذا کان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر اور اگر ایسا نہیں تو یہ افتاء ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اپنے کے کذا فی م حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتاء ہے بطریق قولہ کان افتاء اور اس واسطے کہ بدون دعوی حکم نہیں ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی وہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہ ہوا تو یہ افتاء ہے یعنی طلب فتویٰ ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتویٰ دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل مضمون طحطاوی یہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتاء ہے نہ قضا تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے دیکھئے آخر الکتاب واذا ارتاب فی حکم الاول لا یطلب شہود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی میں قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آوے گا اور یہ آوے گا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہ پڑے قاضی اول کے حکم میں تو اس کو اختیار ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے م ارتیاب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر اس کو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہ ہو کذا فی الحلبی قال وبہ عرف ان تنافیذ زماننا غیر معتبرۃ لترک ما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے تنفیذات معتبر نہیں بسبب ترک کرنے اس چیز کے جو مذکور ہو چکی م یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اس واسطے معتبر نہیں کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہے اس طور پر کہ صاحب واقعہ کاغذ لاتا ہے کہ فلانے قاضی کے حکم پر قاضی ثانی اس کو لکھ دے کہ قاضی اول کا حکم اس کو ملا اور جس نے اس کو نافذ کر دیا جائز ہے بوجہ جو اس میں ہے میں کہتا ہوں اور ممکن ہے کہ لکھ دیا جاتا ہے کہ قاضی اول کے وثیقہ پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وکذ تمام ذلک فیما علا القضاء بالموجب اور بعض علماء ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیوں میں قضا بالموجب یعنی موجب پر حکم کرنا م شارح نے قضا بالموجب

کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن عرس سے مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن عرس نے فوائد بدریہ میں کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے یا تسلیم میں بیعہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا و نحو ذلک اور اس طرح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب میں پھر قضا بالموجب متعارف ہوگئی تو سع اور آسانی کے واسطے پھر تو بیہودگی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے حکم بالموجب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت میں اس کو کہتے ہیں جس کو کوئی شئے واجب کر دے اور اس کو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وہو عبارۃ عن المعنی المتعلق بما اضیف الیہ فی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ یقتضی بہ اور موجب عبارت ہے معنی متعلق بالعقد سے جو کہ عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہے موجب کی طرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اس کا حکم کرتا ہے م مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضائے بیع ہے یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اس کا مشتری کی ملک میں اور تسلیم اور تسلم ثمن اور مثمن میں الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منسوب ہے بیع کی طرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن میں شرعاً وہی موجب ہے یہاں اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اس کے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہ ہوگا اگرچہ شفعہ مواجب بیع سے ہے اس واسطے کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضی کو اس کا دعیان بھی نہیں تو یہ موجب متعلق بالحکم نہ ہوا اس راہ سے کہ قاضی نے اس کا بھی حکم کر دیا فتامل کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اس کا حکم ہے بطلان بیع کا م یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اس کا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکم بہ کی طرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی لو قال الموثق و حکم بمقتضاہ لا یصح لان الشئی لا یقتضی بطلان نفسہ اور اگر موثق یا قاضی نے کہا اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ شئے اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی م یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضی کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل بے معنی ہوا تو قاضی شافعی اس کی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فضل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضائے بیع مدبر محکم متوجہ نہ ہوا اس واسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہیں اس واسطے بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ و بہ ظہران الحکم بالموجب اعم نہر اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر م نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے فوائد میں کہا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کی قضا کی بعض صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی صورت میں انتہی اور موجب اور مقتضا مجتمع ہو جاتے ہیں بیع صحیح کے قضا بالموجب میں چنانچہ اول مذکور ہو چکا فوائد بدریہ میں کہا حاصل یہ ہے کہ موجب یہاں مقتضا کے ساتھ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا متبادر ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا میں تساوی کی نسبت ہے الی آخرہ ما قال کذا فی الطحطاوی الا ما عری عن دلیل مجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معرا ہو دلیل سے اس کو جاری نہ کرے کذا فی المجمع م صاحب مجمع نے اس کو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معرا عن الدلیل کی ایک صورت یہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ چند سال صاحب دین مطالبہ کرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کترک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جس کی تاویل میں سلف نے اختلاف نہیں کیا

چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا بجواز فروخت متروک التسمیہ عمداً امام سلف سے علاوہ علماء جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمداً حلال ہے اس کا کھانا اور بیچنا اس کی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہیں اور نہ اس کی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی ورد لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ اور نہ کھاؤ اس جانور کو جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ میں ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہیں لہذا اگر شافعی قاضی اس کی صحت بیع کا حکم کرے گا تو قاضی حنفی اس کو باطل کرے گا جاری نہ کرے گا او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفۃ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے ہم سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ نکاح محلل حلال ہو جاتی ہے بدون اس کی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اس کو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہ حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ وکبیع ام الولد لکن للاظہر انہ ینفذ علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع ہونے صحابہ کرام کے اس کے فساد پر اور جیسے ام ولد کی بیع بنابر قول اظہر اور بعضوں نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہے بر قول اصح و اندفاری کا یہ مذہب ہے کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی قول ہے محمد کا اس واسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شیخین کا یہ مذہب ہے کہ قضا مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہیں تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور فتح القدیر میں ہے کہ قضا مذکورہ دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہے بدائع میں ہے کہ اگر قاضی ثانی اس کو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اس کو جاری کرے اور اگر اس کا معتقد ہو کہ یہ اجماع کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نہ کرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفۃ الحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اس پر ہیں جو دعوی کرے اور قسم اس پر ہے جو منکر ہو او بالقصاص بتعیین الولی واحدا من اہل المحلۃ بالقصاص کا حکم دیا بسبب متعین کرنے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم بعضے علما نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعی علیہ میں اور مقتول میں عداوت ظاہر ہو اور اس کی عداوت غیر مدعی علیہ سے معلوم نہ ہو بشرطیکہ مدعی علیہ محلے میں موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم دے ولی مقتول سے اس کے دعوی پر پھر جب وہ قسم کھائے تو اس پر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اس میں دیت اور قسامہ ہے تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اس کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اس کو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ النکاح المتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او بصحۃ بیع عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم مصنف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اس کو جاری نہ کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو مصنف نے ذکر کیا اس میں ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہیں اور اگر مصنف کا قول صحیح ہو تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہے فعل مجتہد فیہ میں کذا فی الطحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ طلاق الدور وبقاء النکاح کا مرافعہ ہو یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقائے نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب میں و قضاء عبد وصبی مطلقا اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقا نافذ نہیں یعنی غلام اور صغیر کسی پر حکم کریں یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی الحلبی وقضاء کافر علی مسلم ابدا و نحو ذلک کالتفریق بین الزوجین بالشہادۃ فرضیۃ لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اس کے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی کی گواہی سے نافذ نہیں ہوتا قضا کے

له یعنی جہاں بوجھ کر بسم اللہ کسی نے چھوڑ دی ہو ۔ له حلال کرنا زوج اول کو ۔ له اس کا بیان کتاب النکاح جلد دوم میں گذرا ۔ له پچاس برس یعنی ۔

جمیع مسائل مذکورہ میں دعد منہا فی الاشباہ نیفا واربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ میں چالیس اور چند مسائل شمار کیے ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ میں بطریق حصر کے مذکور نہیں حموی نے کہا اور جن مسائل میں قضا قاضی منقوض ہوتی ہے ان کا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر میں ہے جس کا جی چاہے اور کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لاینفذ سبع صور منہا کما لو قضت المرأۃ بحد وقود وہی تمنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر میں قضا نافذ کی سات صورتیں مذکور کیں ان میں سے ایک یہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن میں آوے گا کتاب القاضی الی القاضی میں اس کے برخلاف جس کو مصنف نے شرح میں ذکر کیا ہم اس میں دو قول ہیں خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بزدوی نے قضا جامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے موضع اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کے واسطے ام یہ تفرقہ عرفیہ ہے والا فقد قال تعالیٰ (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب) اور حالانکہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارح یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں والا اس کے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وہل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ للصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لایدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے تو اس کی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحطاوی فلو برہن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برہنت امرأۃ ان المیت نکحہا بعد ذلک قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائے گا ام جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث ابن کے ساتھ ثابت ہوگی اس واسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہوں گے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائے گا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے ولو برہن علی قتلہ فیہ فبرہنت ان المقتول نکحہا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہوں گے ہم اس واسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اس کی تاریخ معتبر ہوگی وکذا جمیع العقود والمدائنات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مدائنات ہیں ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مدائنات چنانچہ قرض اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مدائنات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا میں کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی معہا ولد فانہ تقبل بینتہا بتاریخ تناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلے میں جس کے ساتھ لڑکا ہے اس واسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس تاریخ کے ساتھ جو مناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اس کی ولوالجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس کے باپ کو عمداً تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور میں اس کا وارث ہوں کوئی اس کا وارث نہیں سوائے میرے اور اس دعویٰ کو گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ لڑکا اس کا ہے اور اس کا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں یہ مستحسن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولد کو ثابت النسب رکھوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کر دوں اور یہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعویٰ کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے

لہ اور نہیں اختلاف کیا اس میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ دیا گیا ۱۲ ؎ اور نہیں اختلاف کیا انھوں نے جن کو کتاب دی گئی ۱۲

تو ابن مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فاستثنی بخطہ ما من الاول مسائل منہا ادعیاہ میراثا لا عن تاریخ اور اشباہ کے نسخوں سے مستثنی کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث کا دعوی کیا تو میراث اس کے واسطے ہے جس کی تاریخ سابق ہے مثلاً ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں نے اس کو اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہاں تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں میں بنصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برہن الوکیل علی وکالتہ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب مع الدفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہو گیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مر گیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہیں کر سکتا اس واسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا یہاں حکم کہاں ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو تعقد او فیہ ہے دعوی کا برہن انہ اشتراہ من ابیہ منذ سنۃ وبرہن ذوالید علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اس نے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہ ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی لم استثنی بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے تتمہ میں ہے کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسرہ ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لیرتفع بالشہادۃ بخلاف القتل فانہ من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اس کا یعنی موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے دفع نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہے موت سے پہلے تو جس وقت کہ موت ہوگی مال اس کا وارث پائے گا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اجناس میں مذکور ہے کہ محمد نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے اس طرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی لازم نہیں توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بظلم خالی نہیں قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا کلام ہے زمان متاخرین میں چنانچہ مسئلہ مسابقہ میں مذکور ہو چکا اسقاط ہے اس کا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ موت جب قتل ہو تو حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہ ہوں گے بواسطہ متضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر لیے نہیں اس واسطے کہ یہاں عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اس لیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جس طرح حالت انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہیوں میں در باب ارث تعارض نہ ہوا اس کے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہوئے کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوی کرے اور وہ اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر ہو یا باطن میں کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اس کو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اس واسطے کہ رجال غلام ہیں اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیاں ہیں اور مولی کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکوں کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذات پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا باقی گویا عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورہم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہوں کے کذب کو نہ جانتا ہو محل قابل کی قید اس واسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ ہو یا مرتدہ ہو یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ

نہ ہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بحرالرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہ ہوگی کذافی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالۃ وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہداک زوجاک نفذ بشہادت زور نافذ ہے عقود میں نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ میں مانند اقالہ اور طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا ہم یہ امام کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اس نے قائم کیے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیرالمومنین اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اس سے کردیجئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہوجاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کرچکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اس میں دونوں کا محفوظ رہنا زنا سے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے بدلیل قصہ مذکورہ کذافی الدرر بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم نافذ ہے باطن میں بھی امام کے نزدیک اور اس کو اس کی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعویٰ کیا اور اس پر شہود قائم کیے اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اس کی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں اور زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اس کو طلاق نہیں دی اس طرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اس طرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذافی العالمگیریہ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اس واسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب ہوگی حلت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہٰذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنی درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اس واسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر اس کے نزدیک شہادت حق ہے بنابر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذافی الطحطاوی وصدرالشریعۃ بتصرف امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا سے یہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہراور باطن میں تو تفریق بامراللہ اولی بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اس کا مامور ہے حق تعالیٰ کی جانب سے کذافی الفتح وقالا وزفر والثلاثۃ ظاہرا فقط وعلیہ الفتویٰ شرنبلالیہ عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذافی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم یعنی قضا بشہادت زور ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں اس واسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا بھی اسی طرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اس واسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے قہستانی میں حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتویٰ ہے بحرالرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابوحنیفہ ہو الاوجہ یعنی قوی ہے کذافی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہرا فقط اجماعا لتزاحم الاسباب بخلاف قضا املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بلااجماع بسبب تزاحم اسباب کے ہم یعنی املاک مرسلہ عقود اور فسوخ کے مخالف ہیں کہ ان میں ظاہری میں فقط قضا نافذ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح مقدم ہوجاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کردیا یا تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب معین ہے اور بعض سبب اولیٰ نہیں بعض سے بسبب تزاحم اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہ ہوئی تو مقتضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہیں اور مقتضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں

؎ اور ایک نسخے میں بعد رضی اللہ عنہ کے لتلک المرأۃ یعنی جیسا ارشاد علی مرتضیٰ کا اس عورت کو تھا۔

کرے کالاولاک اس کی نسبت بنسق کریں گے یا تعزیر دیں گے کذا فی الطحاوی ومن ہولا بحیث حق لو ذکر سببا معینا ضل بخلاف ان کان سببا یمکن انشاء ہو ذکر ملک
میں سبب معین کو ذکر کرے تو بخلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جس کا انشاء اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بریم یعنی اگر مدعی نے
دعوی کیا کہ فلانی چیز میری ملک ہے بسبب خرید کے اور شہادت کا نصاب پورا قائم کیا اور قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہر اور باطنا
اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں ولا ینفذ اتفاقا کالارث اور مگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہیں کیا جس کا انشا قاضی سے ممکن ہو تو
قضا باطن میں نافذ نہ ہوگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ورثہ اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب نہیں ہے جس کو قاضی انشاء کر سکا اور مدار
نفاذ قضا امام کے نزدیک اس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے طحاوی نے کہا بدائع میں ہے کہ میراث اور مطلق ملک دعوی میں برابر ہیں اور اسی قول کو
ہم کہتے ہیں ومکالو کانت المرأۃ محرمۃ او مرتدۃ او ذلک الاسم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلا کالقضاء بالیمین الکاذبۃ بنہی ونکاح الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرمہ
یعنی مدعی پر حرام ہو بسبب رضاعت یا ارتداد وغیرہ کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہوں کی دروغ گوئی سے واقف ہو جائے کہ وہاں اصلا قضا نافذ نہ ہوگی جھوٹی قسم کی قضا
کے مانند کذا فی الزیلعی ونکاح فتح القدیر میں بہتر تھا کہ صورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتھ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونوں صورتوں
میں اصلا قضا نافذ نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف ارث کے کہ اس میں فقط باطن میں نافذ نہیں یمین کاذبہ کی یہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج
نے اس کو طلاق کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اس کا منکر ہے تو قاضی نے اس کو قسم دی اور اس نے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہو کہ بلا شبہ طلاق واقع ہوئی
تو اس کو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور مرد اس کی میراث لینا اس کو درست ہے ظاہر میں ہے کہ زوج کو اس کی وطی حلال نہیں اجماعا کذا فی الطحاوی
وطی اس واسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے یمین کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال
لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والا کثر الشتیۃ ومنہی مجمع حسابۃ وملتقی وقیل بالنفاذ یعنی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی رائے کے یعنی
اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع ابن کمال تو نافذ ہوگا مطلقا بھول کر یا عمدا صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایۃ
والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سے فتوی منقول ہے کذا فی الطحاوی یہ مسئلہ عنقریب شروع مذکور ہوچکا وفی
شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہدا کحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ
مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اس نے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھ کر تو حکم مذکور نافذ نہ ہوگا بالاتفاق امام اور صاحبین کے
اور اسی طرح اپنا مذہب بھول کر حکم نافذ نہ ہوگا صاحبین کے نزدیک مثلا حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہ ہوگا اور
اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانکہ درر میں ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ
قاضی کا حکم بمذہب امام کی تقیید نہ واقع ہوئی ہو ورنہ وہ معزول ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا
عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے ساتھ مقید کیا ہمارے زمانے میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا اختلاف مقید ہو
کی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت ۵ ولو حکم القاضی بحکم مخالف ۵ مذہبہ ما صح اصلا
یسطرو اصلیتہ میں نے تغییر کردیا وہبانیہ کی بیت کو سو یوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہیں نہ عامدا نہ ساہیا اس کو کیونکہ لکھنا
چاہیے قلت ولا سیما فی مثل ہذا الزمان لعدم وجود المجتہد فیہ فلذا صرح فی الاختیار والخانیۃ وغیرہا بقولہ ولو مقلدا الخ ایسا اختیار خانیہ وغیرہا میں کتابوں اور امیر کا حکم تو جب کہ فصل مجتہد نہیں ہے
کا تو اس کا نافذ ہوگا چنانچہ ہم نے اس کو مقدمہ میں ذکر کیا ہے کتاب امیر تاتار خانیہ وغیرہا سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح
بل ولا ینفذ علی الحق یعنی حکم دیا جائے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اس کے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ

ہی نہیں قول مفتی بہ پر کذا فی البحر امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ[۱] علی المدعی والیمین علی من انکر و حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے کہ جب علی مرتضیٰ کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا چاہیے اول سے سنا اور اس کو احمد اور اسحٰق اور طیالسی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اس کے نائب کے غائب ہونے سے اور اسی واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اس کا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں مگر اس کے غائب کے حضور میں غائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اس کا وصی اور متولی وقف کا خواہ وکیل خصومت اور دعویٰ کا ہو خواہ حکم کے واسطے اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اس نے کسی کو وکیل مقرر کیا اس پر حکم ہوا قنیہ میں ہے اقامت بینہ کی پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اس کا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اس کا وارث حاضر ہوا یا اس کے وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو بینہ مذکورہ سے اس پر حکم ہو گا جو حاضر ہے انتہی اور وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہے نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہ ہو کذا فی الطحطاوی افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان احد الورثۃ ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین والاجنبی بیدہ مال یتیم ولبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف ثابتا کما مر بابہ اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اس واسطے کہ ایک شخص وارثوں میں سے اس طرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور اسی طرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ اجنبی جس کے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے ان میں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا او نائبہ شرعا کوصی نصبہ القاضی فرع المسخر کا سیجئ یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے شرعا نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جس کو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کی طرف سے تاوہ مدعی کا دعویٰ سنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ للمشتری امۃ ثم ادعی ان مولاہا زوجہا من فلان الغائب واراد ردہا بعیب الازدواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقہا وزال العیب ابن کمال لما یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے حکمی نائب کے سامنے اس طرح پر کہ جو دعویٰ کیا جائے غائب پر وہ بہر حالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعویٰ کا جو شخص حاضر پر دعویٰ کیا جائے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی کی پھر لونڈی کے مالک پر دعویٰ کیا کہ اس نے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعویٰ اس کا مقبول نہ ہو گا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اس کو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال ہم شارح نے یہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہ ہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک

[۱] گواہ دعویٰ کرنے والے پر ہیں اور قسم اس شخص پر ہے جو انکار کرے ۱۲

سبب الملکیۃ لا محالۃ مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعویٰ کیا اس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے میں ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلانے
شخص غائب سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائے گا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہ ہوگا
اس واسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالۃ فلذا ہم اس صورت میں اور ماعلی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے ثبوت اور ماعلی الحاضر کا یعنی ملکیت
کا اس واسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الا کلیۃ ولہ صور کثیرۃ ذکر منلا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی
نیابت حکمی کی بہت صورتیں ہیں ان میں سے مجتبی میں انتیس صورتیں مذکور ہیں ہم از انجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس پر کہ اس کا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ
شخص حاضر اس کا ضامن ہے اس کے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہ ہوتا اور از انجملہ یہ ہے کہ مدعی نے
دعویٰ کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور میں اس کا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اس کی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اس
خرید کرنے کا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور از انجملہ مسئلہ ثمن ہے اور از انجملہ اثبات حق علی الغائب کا مسئلہ ہے جس کو شارح ذکر کرے گا کذا فی الطحطاوی عن المنح
عن المجتبی ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لا یدعیہ علی الحاضر کالا فادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید وبرہن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذا
کان فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کان اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار تقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعویٰ کیا جائے غائب پر مگر وہ شرط ہو اس
دعویٰ کی جو حاضر پر ادعا ہو جیسا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میاں پر اس کا دعویٰ کیا کہ اس نے معلق کیا میرے حق کو زوجہ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق
ہونے پر زید کی غیبت میں تو گواہ مقبول نہ ہوں گے قول اصح میں جب کہ اس میں حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر
غائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر مدعی نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل ہو تو اس کی زوجہ مطلقہ
ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہوں گے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہیں دخول دار کے ثابت ہونے میں ہم تعلق الشرط میں اختلاف
مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہیں سبب اور شرط میں فرق یہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت بہ مسبب تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب
کا مانند وکیل کے اور ایسا نہیں جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہیں ہے نسبت بہ مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہیں ہو سکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات
الحق علی الغائب ان یدعی المشہود علیہ ان الشاہد عبد فلان فیبرہن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ فتقبل اور اثبات حق علی الغائب کے حیلوں میں سے ایک
حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ دعویٰ کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اس کے مالک غائب نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو
گواہی حق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کے مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم
صورت اس کی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعویٰ کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو میں تیرے مہر کا ضامن ہوں جو زوج پر ہے سو اس
اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اس نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہاں سے تمام تک جتنے مسائل
ہیں وہ قول ضعیف پر متفرع ہیں چنانچہ منح الغفار میں اس کی تصریح ہے اس واسطے کہ من قبیل شرط معتبر ہیں غائب کے واسطے جامع الفصولین میں ہے
کہ باوجود اس کے اگر قاضی اس پر حکم کرے گا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے و دعویٰ کفالۃ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت
معلق بطلاق کا دعویٰ ہم صورت اس کی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج مجھ کو طلاق دے تو میں نفقہ عدت کا ضامن
ہوں سو اس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان
یحلف فی تحریر الی ولدی الزوجۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فیبرہن علیہا انہا زوجۃ
الحاضر ولا یلتفت الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ نکاح کرے تو اس کا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعویٰ میں ہے کہ دعویٰ کیا

ایک عورت پر کہ اس کے زوج غائب نے اس کو طلاق دی اور اس کی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اس کا نکاح کرلیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اس کے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر بگواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادۂ شہادت کی حاجت نہ ہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہوگا م طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہے تو اس کو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارح اس کا موہم ہے کہ دعوی دروغ میں یہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر میں سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ برہان الطلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونوں میں تلازم نہیں سو اگر یہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونوں پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے انتہی **ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ** فی اظہر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کردیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین میں بیان کیا ہے اس کو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب میں م طحطاوی نے کہا کہ یہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب میں بحر الرائق میں ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگوں نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہیں کہ خواہ قاضی شافعی ہو جس کے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی جس کے نزدیک جائز نہیں اور ظاہرا یہ فتوی اس قاضی کے حق میں ہے جس کے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے اس واسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا ہدم مذہب لازم نہ آوے یا فتوی نفاذ کا مفقود کے حق میں محمول ہے نہ مطلق غائب میں **وقیل لا ینفذ** ورجحہ غیر واحد فی الہدایۃ والبزازیۃ وجمع الفتاوی وعلیہ الفتوی اور دوسرا قول یہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علما نے ہدایہ اور بزازیہ اور جمع الفتاوی میں کہا اور اسی پر فتوی ہے ورجح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر میں قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اس وقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اس کو جاری کر دے م طحطاوی نے کہا بیان شارح اس کا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ یہ بعینہ دہی قول ہے عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورۃ وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق میں ہے اور قول معتمد وہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے م مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جس کو قاضی سماع خصومت کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے اشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز بشرط خیار خریدی سو بائع چھپ رہا م یعنی مشتری نے مدت خیار میں رد مبیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی طرف سے وکیل قائم کرے تا اس کو مبیع پھیر دے صاحب بحر نے اس میں دو قول نقل کیے ہیں بلا ترجیح اختفی المکفول لہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اس کو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہوگیا اور کفیل نے اس کو نہ پایا یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہوگیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اس نے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اس کو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائے گا اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعض روایت میں سے ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفینہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اس کا دین آج ادا کرے گا سو دائن غائب ہوگیا م خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حنث سے ڈرا تو قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اس کو دین ادا کرے تو حانث نہ ہو خانیہ میں کہا اسی قول پر فتوی ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت نہیں اگر قاضی کو دین ادا کرے گا تو حانث نہ ہوگا بر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہ ہو تو حانث ہوگا بقول مفتی بہ کذا فی الطحطاوی جعل امرہا بیدہا ان لم تصل نفقتہا فتغیب چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اس کا نفقہ نہ پہنچے سو عورت چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے واسطے الخامسۃ اذا تواری الخصم فالتاخرون ان القاضی ینصب وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیہ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جب

مقام حبیب ہے عدالت قضا میں حاضر ہو اور متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتوں میں اور یہ قول ہے ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل
شراح الوہبانیہ عن شرح ادب القاضی ان قول الکل دان القاضی یحکم ببینتہ بلا ان ینصب الوکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح ادب القاضی سے نقل کیا ہے
یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہے اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر مہر کرے جس قدر مدت کہ اس کو مناسب معلوم ہو پھر وکیل قائم کرے ولایتہ
بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان الدین غیر ہم ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہے نہ وارثوں کو
بسبب نہ مالک ہونے وارثوں کے جب کہ دین وارثوں کے سوا غیر کسی کا ہو مثلاً متروکہ ہے پانچ سو کا اور میت پر دین اتنا ہے یا زیادہ تو واجب قاضی اس کو بیچ
کرا کے دین کرے گا نہ اس کے وارث مگر جب کہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہوں اور وارثوں کو استخلاص متروکہ کا حق ہے تو اگر وارث استخلاص کا قصد
کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کرایا جاوے گا اور اگر وارث کہیں کہ ہم دین کو ادا کریں گے اور مال نقد حاضر نہ کریں تو قاضی کو
بیع متروکہ کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی لیقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطۃ والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغو
لیشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ اور مال یتیم مال دار امانت دار کو جب کہ یتیم کا کوئی وصی نہ ہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد
مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جس کو قاضی خرید کرے ہم قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہٰذا مستحب
ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض میں تاوان ہے نہ ودیعت میں اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا حال دریافت کرے تاکہ کسی کا حال
پریشان دیکھے تو اس سے مال لے لے اس واسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہے مگر غنی سے نہ محتاج سے و لہٰذا محتاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو
یہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے چنانچہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز
ہے جس میں آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کا سبب ولہٰذا اخذ المال من اب مبذر و دفعہ الی عدل تقیا در قاضی کو جائز ہے فضول خرچ
باپ سے مال کا چھین لینا اور اس کو رکھوا چھوڑنا مرد عادل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اس واسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہ ہو جائے ویکتب الصک
ندبا لیحفظہ اور تمسک لکھوا دیا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تاکہ قرض یاد رہے ہم حموی نے کہا صک عبارت ہے مال
وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہے لا یقرض الاب ولو قاضیا لا نہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو
اس واسطے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اس کی سماعت اور حکم دینا قاضی
سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کے واسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فلو اقرضوا
ضمنوا لعجزہم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسی کو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دیں گے
تو تاوان دینا اس پر لازم ہوگا بسبب ان کے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے ہم شارح نے تعدیت تحصیل تعلیل
سے جواب دیا اس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ روایت اس کی قاضی کی روایت سے عام تر ہے اس واسطے کہ نفس
و مال میں دونوں کی روایت یکساں ہے مگر مزید شفقت میں باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہر ا باپ اس کو قرض دے گا جو بے کر منکر ہو جائے خلاصہ
مطلب یہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت حل الاسترجاع کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت
کہ واسطے باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اس واسطے کہ اگر قاضی گواہوں کو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر
حکم کرے گا یا مال منکر سے کذا فی الطحطاوی عن الکمال ومقتضی التعلیل انہ لو کان القرض معروفا کرق او نصب تجویز لقیام القاضی ہو عدم جواز قرض سے اشخاص مذکورین قرض
دینا مشتق ہے بسبب معروف کے چنانچہ اگر مال ذلیل یا مذکوری کا معروف یا اسی معروف ہو تو بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر و منتہا حاشیۃ القاضی خان فرض ذیل

اور جس وقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اس وقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا یعنی جب کہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اس وقت اس کا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے **ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان متعمدا واقر بہ ای بالعمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی لہ** اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اس کے ذاتی مال میں اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جس کے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر حکم قاضی جب کہ خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد میں ہو تو اگر حق العباد میں تدارک اور رد ممکن ہو اس طرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اس طرح کہ غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اس کے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا اس میں ہوئی جس کا پھیرنا ممکن نہیں اس طرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق میں ظاہر نہ ہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اس طرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید ہ یا کفار یا محدود فی القذف ہیں تو تاوان اس کا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمداً حکم کیا حکم میں اور اس کا اقرار کیا تو اس کے مال میں تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ میں اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمۂ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصًا وفی المنح معزیا للسراج قال محمد لو قال تعمدت الجور انعزل عن القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ ورشوتہ ردت قضایاہ وشہاداتہ اور منح الغفار میں ہے سراج کی طرف نسبت کر کے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ میں نے عمداً ظلم کیا تو معزول ہو جائے گا قضا سے اور اس میں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اس کے فیصلے اور گواہی مردود ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی م یعنی حکم قاضی مظہر ہے خصم کے حق کا اس واسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اس کا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم آپ مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی **وتخصیص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ** اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ سال کے بعد تو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہ ہوگا م ظہیریہ کے مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے یعنی یوں کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نہ کرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی **قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ** میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جائے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسی کا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے اس کو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م حموی نے اپنے استاد یحیی منقار سے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین زمہب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوائے وقف اور ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل اور دفع تزدد کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا تینتیس برس یا چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے در باب عدم سماع سو یہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصرًا امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا اس وقت

نافذ ہوتا ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ پاشاہ کے پانچویں قاعدے اور فوائد شتی میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالموں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے اور امر نہ کروائے جس سے آپ کا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا میرے نزدیک جواز تحلیف منقول ہے یعنی شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابوسعود نے کہا کہ یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اس طرح پر کہ وہ صاحب رائے ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب الرائے نہ ہو تو تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی قضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اس کا قاضی کی طرف جائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہ ہو مصنف باشا امیر کو کہتے ہیں روم میں باشا کی قید اس واسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول امام مفتی بہا نافذ ہے چنانچہ ادب القضاء میں ہے کذا فی الطحطاوی والحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور حکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہے مگر چودہ مسئلوں میں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے شرح کنز میں یعنی بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں سترہ مسئلے مذکور ہیں اس طرح کہ حکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اس کا مرافعہ ہو قاضی یا حکم کی طرف تو اگر اس نے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور تحکیم پر تراضی خصمین شرط ہے اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حدود و قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ یمین مضاف میں جواز تحکیم کا فتویٰ نہ دیا جائے اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہے اور حکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر ادعا علی الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے میں اور جائز نہیں مکتوب حکم قاضی کی طرف جیسے قاضی کا مکتوب اس کی طرف جائز نہیں اور حکم حکم نہ کرے قاضی کے مکتوب پر مگر جب کہ دونوں قائم راضی ہوں اور اگر حکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو گا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کرے گا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر حکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی اور دوسرے پنچ کو اس کا قبول کرنا درست ہے اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثوں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم بعیب بائع کے بائع کی طرف نہیں پہنچتا مگر جب کہ وہ تحکیم سے راضی ہو اور اگر حکم نے وکیل پر عیب بیع کا حکم کیا تو اس کا حکم موکل کی طرف نہیں متعدی ہوتا اور حکم اس کا صغیر کے وصی پر نافذ نہیں جس میں صغیر کا ضرر ہو اور حکم حکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہیں بلکہ اس کا حکم جائز ہے جمیع بلاد میں یعنی بعد رضا متخاصمین اور اگر حکم میں اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہے کہ اس کو خصومت میں وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کی طرف اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے فقیہ کی طرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور حکم کا حکم رافع خلاف نہیں بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ میں حلبی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم میں ہے انتہی متفقاً اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہے کہ لعان بین الزوجین میں حکم کا حکم جائز نہیں چنانچہ برجندی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول میں ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گناہ گار ہوتا ہے اور معزول کیا جائے اس کو اور تعزیر دی جائے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب واذا استمہل المدعی اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشتباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جب کہ مدعی مہلت چاہے مصنف اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود میں شبہ پڑے چنانچہ اس طرح کہ تین گواہوں نے قاضی کے پاس ایک مقدمے میں گواہی دی اور ہنوز ان کی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہوا کہ ایک گواہ ان میں سے بولا استغفر اللہ میں نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر معلوم نہیں کہ تینوں میں سے کس نے یہ کلام کیا سو قاضی نے اس کو ان سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی ان کی گواہی پر حکم نہ کرے اور لسان الحکام میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاویں تو قاضی کو لائق ہے کہ ان کو تھوڑا ٹالے

اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کرلیں اس واسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہوجاتا ہے بھائیوں میں علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا موروث ہے تو حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف نہیں قضائی الفور کے اس واسطے کہ قضائی الفور اس صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اس کا مؤید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل میں ہے کہ جب قاضی کو ارضائے خصمین کی توقع ہو تو ان کے رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کرلیں اور ان کو دو بار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جب کہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فک کا اور ایک صورت اور باقی رہ گئی جس میں تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہوگا چنانچہ خلاصہ میں ہے کذا فی الطحطاوی

ولا یصح رجوعہ عن قضاءہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اس پر عمل نہ کرنا اور اس کو باطل کردینا جائز نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا م اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہوگیا کہ اس کا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں وہاں سے غائب ہوگئے پھر دو شخصوں نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اس کے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً حنفی المذہب نے مشاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا حکم دیا پھر اس کو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہوچکا فتح القدیر میں ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر عمل کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدۂ قضا کے وقت اس شہر میں جہاں کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم ہو حد خالص للہ نہیں چنانچہ قرض دیا یا بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اس کے سامنے آوے یا حالت اپنی قضا میں جان چکا غیر شہر میں پھر اس شہر میں داخل ہوا اور مقدمہ اس کے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ معزول ہوگیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا میں تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہیں انتہی مختصراً فعل القاضی حکم فلو زوج الیتیمۃ من نفسہ او ابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں م فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا تلفظ صیغۂ حکم نکاح مذکور اس واسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جب کہ حکم ٹھہرا تو جائز نہ ہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے واسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں م یہ استثنا ہے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولی القاضی بتزویجہا کان وکیلا ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا م قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم نہ ہوگا تو اگر اس کے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اس کو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

واذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان لہ اعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اس کے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے م اس مسئلہ میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر کے واسطے راتبہ نہ مقرر کردیا ہو اور نہ فقیر قرابت دار کے واسطے حکم نہ کردیا ہو والا قاضی ثانی کو نقض اس کا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلۃ الوقف المذکورۃ فامرہ فتوی فلو صرف لغیرہ صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہوچکا تو امر اس کا فتوی ہے تو اگر اس کے سوا اور کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے م مثلاً قاضی کا یوں کہنا مدعی سے تاوقت برہان کے بعد کہ گھر اس کو تسلیم کرا دیں اور اگر تو یہ حکم ہے اشباہ میں عمادیہ اور بزازیہ سے کہ فقرا پھر بعض قرابت دار واقف کے محتاج ہو گئے قاضی نے امر کیا کہ

بھر وقف میں سے مال لکھوایا جاوے تو یہ امر بحوالہ فتوی ہے یہاں تک کہ اگر متولی یہ ارادہ کرے کہ اس کو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے قال قاضی لیحلف
غریم المیت ولو اقر به المریض قاضی قسم دے میت کے قرض والے کو اگرچہ مریض نے اس کا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم
دینا چاہیے اور اگرچہ وارث قسم طلب نہ کریں کذا فی الطحطاوی الخلیل قبل امین القاضی او حلف المخدرة الا الشاہدین قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اس نے مستورت
پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہدوں سے ہم بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جس کو غیر محارم نہ دیکھیں کنواری ہو یا بیاہی اور جو عورت
جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اس کو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں کذا فی الحموی من اعتمد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی
لم یخرج عن العہدة انتہی جس نے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدے سے خارج نہ ہو گا یعنی بری الذمہ نہ ہو گا انتہی کلام الاشباہ و مثال اس
کی یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو سو دینار خیرات کرے اور وصی دور ہو اس شہر سے اور وہاں تک نہ پہنچ سکے اور وصی
کا اس شہر میں ایک مدیون ہے جس پر ہزار درم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیروں کو دے تو مدیون پر اس کا دین باقی رہے گا
اور مدیون کا دینا تطوع ٹھہرے گا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہے گی کذا فی الطحطاوی وتقدم منافی الوقف عن المنظومة المحبية معزوا للمبسوط ان
السلطان مخالفة شرط الواقف لو غالبه قری و مزارع او ان یعمل بامره وان غایر الشرط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ محبیہ سے نسبت مبسوط کر سلطان
کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہ کہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اس کا امر مخالف ہو واقف
کی شرط کا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم مفتی ابو السعود نے فتوی دیا کہ ملوک اور امراء کے اوقاف میں واقفین کی شروط کی رعایت نہیں اس واسطے کہ وہ قلمی
یعنی اراضی بیت المال کی مملوک یا بیت المال کی طرف راجع ہے اس طرح پر کہ واقف ان کا رقیق ہے بیت المال کا جس کی آزادی ثابت نہیں انتہی اور یہ حکم مطلق
نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جن میں واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر ان کی ملک شرعی ثابت ہے تو شروط کی مخالفت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف
قلت واجاب منقی افندی بانه متی کان فی الوقف سعة ولم یقصر فی اداء خدمته لا یمنع فتنبه میں کہتا ہوں اور منقی افندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں
گنجائش ہو اور جس کے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی
اس کو وظیفہ لینا حرام نہیں سو آگاہ رہنا ہم یہی اسی صورت پر محمول ہے جب کہ وقف واقف کا ملک رہا ہو لیکن اس احتمال سے کہ گنجائش وقف
ظاہرا اس دلیل پر ہے کہ اصل اس کی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیة یحبس الولی بدین الصغیر حتی یوفیه او یظهر فقر الصغیر قلت لکن قدم
شارحها عن قاضی خان الاب والجد والوصی لا یحبس سواء فلیتأمل ثم رأیت ما قال الشرنبلالی اور وہبانیہ میں ہے محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین میں یہاں
تک کہ اس کو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے میں کہتا ہوں لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہے قاضی خان سے کہ باپ اور دادا اور
اور صغیر محبوس ہونے میں برابر ہیں تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حبس کو یہاں یہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہو تو ولی اس کا بھی محبوس ہو گا
م خلاصہ میں ہے کہ صغیر مجور علیہ محبوس نہیں کیا جاتا دین کے استہلاک سے ولیکن اس کا باپ یا وصی حبس کیا جائے انتہی اور ظاہرا وجہ توفیق بین القولین
یہ ہے کہ قاضی خاں کا کلام صغیر ماذون میں اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر مجور علیہ میں ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
قال لیس للقاضی ان یبیع مع وجود ابیہ او وصیہ وہی فائدة حسنة قلت وہی فی القنیة وعن ہاما فعلہ القاضی نقضہ لو اصلح کا نظم الشارح نقضہ المتن مغیر البعض فقلت بقولہ
نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہیں باوجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہے میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ قنیہ میں ہے اور جب کہ باپ اور وصی نے بیع کی
تو قاضی کو اس کا توڑ دینا جائز ہے اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اس کو نظم کیا ہے سو میں نے اس کو متن سے ادا کیا بعض الفاظ کو بدل
کر یوں کہا ہے وینقض بیع من اب او وصیه ولو مصلحا ان کان النقض اصلح اور توڑی جائے بیع باپ یا اس کے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو

مفسد اور حالانکہ نفقہ اصلح ہے یہ حکم مسطور ہے کتب مذہب میں وحبس فی دین علی الطفل والذرد وصی ولتادیب بعض یصور اور حبس کیا جائے طفل صغیر کے دین میں باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے بعضے علما حبس صغیر کو بھی صورت بتاتے ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہ ہو جاوے دفی الدین لم یحبس اب ومکاتب ؛ وعبد لمولاہ کعکس ومعسر ؛ اور صغیر کے دین میں باپ محبوس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہ ہوگا اور نہ مکاتب مولیٰ کے دین کتابت وغیرہ میں اور نہ غلام مولیٰ کے دین میں اور نہ مولیٰ غلام کے دین میں اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہے نعم لو العبد مدیونا یحبس المولیٰ لانہ للغرماء ہاں اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولیٰ محبوس ہوگا اس کے دین میں اس واسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولیٰ اس واسطے ہے تاکہ ان کو وہ دیون حاصل ہو جاویں جو غلام پر ہیں کذافی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الافیما کان من جنس الکتابۃ اور اسی طرح مولیٰ محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر اس دین میں محبوس نہیں ہوتا جو دین کہ کتاب کی جنس سے ہے م یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہوں ہیں اور کتابت ہوئی مثلاً دس درم پر اس صورت میں بدل کتابت مغائر ہے دین کے تو مولیٰ محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہوں پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹھہرا تو محبوس نہ ہوگا فغی عتاق الوہبانیۃ ـہ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا ؛ مکاتبۃ والعبد فیہا مخیر ؛ سو وہبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے اور غیر جنس حق میں محبوس کرے مولیٰ کو مکاتب اس کا اور غلام کتابت میں مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کر دے بدون رضامندی مولیٰ کے کذافی الطحطاوی وفی حجرہا ؛ ویحبس ذوالکتب الصحاح المحرر ؛ علی الدین اذبالکتب ما ہو معسر ؛ اور وہبانیہ کی کتاب الحجر میں ہے اور صحیح کتابوں والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اس واسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفلس نہیں م قنیہ میں ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اس کے پاس کتابیں ہیں تو وہ در حق قضاء دین منفذ و روالا ہے تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے در حق صدقہ ووجوب زکوٰۃ کذافی الطحطاوی

باب التحکیم

یہ باب ہے تحکیم میں یعنی پنچ مقرر کرنے میں تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہے اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کم تر ہے قاضی سے کہ انی میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اسی پر مخصوص ہے جس نے اس کو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہے اس واسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز میں تو میرے پاس آتے ہیں سو میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو مجھ سے فریقین راضی ہو جاتے ہیں تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذافی الفتح ہو لغۃ جعل الحکم فی مالک لغیرک اور تحکیم لغت میں عبارت ہے اس واسطے کہ تو اپنے مال میں غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف میں عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونوں میں حکم کرے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کر لینے دوسرے کے یعنی محکم کے اس کو م یعنی متخاصمین ایک مرد سے کہیں کہ ہم نے تجھ کو حکم مقرر کیا تا تو ہم میں حکم کرے اور وہ اس کو قبول کرے اور مانند اس کے یہ ہے کہ محکم کہے کہ میں تم دونوں میں حکم کرتا ہوں اور متخاصمین اس کو قبول کریں محیط میں ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نہ کرے تو اس کا حکم کرنا جائز نہیں مگر تجدید تحکیم کذافی الطحطاوی وشرطہ من جہۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بالکسر یعنی پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو م پنچ ہونا ذمی کا مسلمین میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذافی النہایۃ وشرطہ من جہۃ المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اس کا ہے قضا کے واسطے چنانچہ اس کا ذکر ہو چکا یعنی پنچ کی شرط یہ ہے کہ حر مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک انتہی م ظاہرا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاہلیۃ المذکورۃ وقتہ ای التحکیم ووقت الحکم جمیعا

فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما لو کان فی مقلد یعنی الامام مشددہ بخلاف الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب حالتوں میں تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کریں غلام کو پھر وہ آزاد ہو جائے یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہو جائے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہ ہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط ادائے شہادت کے وقت اہلیت شرط ہے و تحمل شہادت کے وقت وقد مناہ ہنا تستفتی العبد ثم عتق کقضی صح وعزاہ سعدی افندی للقہستانی اور پہلے ہم نے اس کو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جائے پھر وہ آزاد ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے سعدی افندی نے اس قول کو قہستانی کی طرف نسبت کیا ہے عم طحطاوی نے کہا یہ قول خلاف متن کے ہے اور ظاہرا ضعیف ہے **حکما رجلا معلوما** از لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا بجہالتہ **فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیۃ علی عاقلۃ** متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اس نے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونوں اس کے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو مرد معین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کریں اس کو جو اول مسجد میں داخل ہو تو بالاجماع جائز نہیں بسبب اس کے مجہول ہونے کے ثم شارح نے جو رضائے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ لگے متن کے مخالف ہے اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضائے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بحکمہ کی جگہ رضیا بحکمہ کے تو اولی ہو تاکہ تحکیم کرہ خارج ہو جاتے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم اس امر میں صحیح ہے جس کے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد میں صحیح ہے وحقوق اللہ میں تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف میں انتہی اور قہستانی میں ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ میں اس واسطے صحیح نہیں کہ عاقلہ راضی نہیں اس کے حکم سے اور پنچ کا حکم اس پر نافذ ہے جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا **لان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وہذہ لا تجوز بالصلح فلا یجوز بالتحکیم** اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہ ہوگی **وینفرد احدہما بنقضہ** ای التحکیم بعد وقوعہ **کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب** اور متخاصمین میں سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت میں بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہ ہو **فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما** لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ پھر اگر حکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اس کا ماننا لازم ہو گیا اور اس کا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے **ولا یتعدی حکمہ الی غیرہما** الا فی مسئلۃ لو حکم احد الشریکین وغریما لہ وحکم بینہما والزم الشریک تعدی للشریک الغائب لان حکمہ کالصلح بزازیہ اور متعدی نہیں ہوتا حکم حکم کا متخاصمین کے غیر کی طرف مگر اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین اور اس کے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا ہو اس نے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کہ مال مشترک سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہو گا اس واسطے کہ اس کا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البزازیہ اور صلح طریقہ ہے تجارت کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہو گا کذا فی الطحطاوی عن البحر **فلو حکماہ فی عیب مبیع فقضی بردہ لیس لبائع ردہ علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمہ** فتح تو اگر بائع اور مشتری نے اس کو حکم مقرر کیا بیع کے عیب میں سو اس نے رد مبیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اس کا پھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلاثۃ یفید صحۃ التحکیم فی کل مجتہد فیہ کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مستثنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثناء کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین میں چنانچہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم

کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ہم ازانجملہ یہ ہے کہ خوش دامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا تو وہ دونوں میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا لکن ہذا مما یعلم ویکتم وظاہر الہدایۃ انہ یجیب بالحل فتامل لیکن اس کو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی جواب دے حلال نہیں ہے سو تامل کرو یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح سوال کرے جس کا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اس واسطے واجب ہے تا عوام الناس ہدم مذہب پر دلیر نہ ہو جاویں وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہا اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ہم یعنی اگر مدعی الیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اس کے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اس کی عدالت ظاہر کرے تو نزع صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اس کا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے دو شاہدوں کی شہادت کے کذا فی الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہیں اس کا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اس کی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اس کی ولایت باقی نہ رہی تو وہ منجملہ رعایا کے ہو گیا تو اب اس کا اخبار بجائے شہادت شاہدین نہیں ہو سکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہیں حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور ان کی اولاد اور سسر اور داماد کے واسطے اس کا حکم صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہا ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو پنچ مقرر کیا تو دونوں کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی اب ایک رائے پر فیصلہ صحیح نہ ہو گا تاوقتیکہ دونوں متفق الرائے نہ ہوں ویمضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اس واسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہم اس واسطے کہ ولایت محکم میں قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اس کا رافع خلاف ہو گا ولیس لہ ای للمحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اس واسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اس کو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہو گا کذا فی الطحطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیۃ اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام نہیں بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہ ہو گا فلو رفع الی موافق لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا پھر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہو اس قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے تو وہ سر نو سے لزوم وقف کا حکم کرے اس کی شرط کے ساتھ اور محکم کے حکم جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا م لزوم وقف کی شرط یہ ہے کہ صادر ہو اہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عدنی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج لتحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے مگر چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں ان میں سے بحر الرائق میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو گا پھر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہو گی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا ومنہا لو رد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یلی الحبس ولم ارہ اور لائق یہ ہے کہ محکم متولی حبس نہ ہو اور میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا م یہ بحث صاحب بحر کی ہے طحطاوی نے کہا صدر الشریعۃ نے تصریح کی ہے کہ محکم کو حبس کا اختیار ہے وکذا لم ار حکم قبولہ الہدیۃ وینبغی ان تجوز الا ممن اہدی الیہ وقت التحکیم

اور اسی طرح میں نے نہیں دیکھا حاکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز ہو اگر حاکم نے اس کو ہدیہ دیا ہے حکم کے وقت پ

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اور وغیرہ قولہ والمرأۃ تقضی الخ یہ باب ہے قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کی طرف اور باب ہے غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمرأۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے سوا حد اور قصاص کے سوا اور احکام میں اور کتاب بمعنی مکتوب ہے اور وغیرہ عطف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس باب قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام اس میں ہیں القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق بہ یفتی استحسانا قاضی مکتوب لکھ کر بھیجتا ہے دوسرے قاضی کی طرف ہر ایک حق میں اسی کا فتویٰ ہے بطریق استحسان کے لیعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصاء اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور اعیان منقولہ اور غیر منقولہ سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمدؒ سے اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حد وقود لشبہۃ قاضی خط لکھے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہ بدلیت من الشہادت ہے اور اس واسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہے تو ان میں خط پر عمل کرنا اس کے اثبات کی کوشش ہے کذا فی المدد فان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ لیحفظ سو اگر شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت کرے اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے مگر یہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا توطیہ ہے کذا فی المدد تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بھول نہ جائے ورنہ تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے یا اس کے وکیل سے مگر جب کہ غائب ہو جانے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حق دار کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی وکتاب الحکم ہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی حجت اور سند جس میں قاضی کا حکم مندرج ہے یہ اصطلاح تھی سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جس میں لوگوں کے وقائع اور مقدمات لکھے جاویں اور مغرب میں ہے کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جس میں اس نے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجرا گذرا یعنی وصف دعویٰ اور اسامی شہود اور دراہم انتہی اور کفایہ میں ہے کہ محضر وہ ہے جس میں دعویٰ لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جب اس نے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ توقیع ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان مخالفا لرأی الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہ ہو تو قاضی حکم نہ کرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہے اور لکھے گواہی کو اسی قاضی کی طرف جس کی ولایت میں خصم ہو تا کہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اس کا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہ ابتدا حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اس واسطے کہ قاضی کاتب نے اس میں حکم نہیں لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب مسمی یہ کتاب حکمی ہے اور سجل نہیں ہے سجل اس واسطے نہیں کہ اس میں حکم مندرج نہیں ہے اور اس کو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود الطریق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا ان کو فقط مضمون سے مطلع کر دے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر ان کے سامنے یعنی شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط لے جائیں دوسرے قاضی کے پاس اور ان کے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت سے ادائے شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر اور فتویٰ اس پر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی القستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ وہو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہ کہ اس میں اپنا نام

اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھے م یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تاوقتیکہ وہ لفظ اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس واسطے کہ نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور حموی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہوگی تو قبول نہیں انتہی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بر وجہ امتیاز لکھے اور حق اس میں ذکر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل بہ سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہ ہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائے گا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی العزمیۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسفؒ نے کفایت کی ہے اس پر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اس پر گواہ کرے کہ وہ اس کا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ عزمیہ میں ہے کفایہ سے اور ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں م یعنی ابو یوسف قاضی ہوگئے تھے اور انھوں نے وقائع کو دیکھا اور جس میں مصلحت تھی اس کو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہیں ہوا تو معائن تجربہ کار کا قول اولی وقوی ہے کذا فی الطحطاوی **فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای للقراءۃ الا بحضور الخصم وشہودہ** م پھر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اس کے مہر کو پہلے دیکھے اور اس کو قبول نہ کرے یعنی اس کو نہ پڑھے مگر خصم اور اس کے شہود طریق کے سامنے م تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہیں اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اس سے خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اس کی گواہی دیں کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی **ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی** لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب ان کے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تو بھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے ان کو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا کی شہود کی کچھ حاجت نہیں **بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ** لانہ لیس بلازم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اس میں شہود کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے م منح الغفار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کے واسطے انتہی تو اب اس کی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دیں کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی دار الحرب من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البرات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں فرامین سلاطین درباب وظائف م برأت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہیں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی و دفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہیں بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر یعنی ان کے بہی کھاتے پر م دفتر بیاع معطوف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اس کے قول پر خرید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اس کے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اس طرح اگر بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہیں تو اس پر دین لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسی طرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ الاکمل میں ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھ پر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اس کا اہل شہر اور سوداگروں میں معلوم ہے پھر

مرگیا اور اس کا صاحب دین آگیا اور اس کے وارثوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں تو اس کے دین کا حکم ہوگا اس کے ترکہ میں انتہی طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اس کا اعتبار نہیں کیا اس کی وجہ نہیں کھلتی اشباہ میں کہا ابن وہبان نے اس کا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکھتا مگر وہ دین جو اس کا ہے اور اس پر ہے انتہی مصیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ مسائل کتاب کے اصل وارد اس دین میں ہے جو کاتب پر ہے چنانچہ نصوص مستند الیہا سے معلوم ہو چکا تو اگر اس نے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر آتا ہے اس پر ہرگز عمل نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے ناواقفوں نے ابن وہبان کی تعمیم سے اس کو سمجھا ہے اور سعد رضوی نے وہبان کا قول اس طرح رد کیا ہے کہ کہاں سے ہم کو معلوم ہوا کہ سوائے مال اور رعایا کے وہ کچھ نہیں لکھتا اس واسطے کہ گاہے علاوہ دیگر اس کے سوا بھی لکھتا ہے انتہی بالخصوص جب کہ تاجر معتمد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہے اس زمانے میں تو کیونکر عمل کیا جائے گا اس کے خط پر اس کے دین کے ثبوت میں اور جو اس کا فتوی دے وہ جاہل ہے اصل نص ظاہر الاصل ہے اور منشاء غلط تعلیل ابن وہبان ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وجوزہ محمد لراو وقاض وشاہد ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اس کا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسی کا فتوی ہے ہم خزانۃ الاکمل میں ہے کہ ابویوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہے جب کہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور عادتاً یا وہ ہو انتہی عیون میں کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے در صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہ ہو اس واسطے کہ غلط نادر ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے اور کبھی مشتبہ ہوتا ہے خط ہر وجہ سے تو جب تیقن ہو جائے تو اس پر اعتماد جائز ہے تا لوگوں پر وسعت ہو جائے تنگی اس میں باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی بتصرف تاتارخانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہے سو ایک مرد آیا اور اس نے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اس نے صک ظاہر کی جس میں خطوط ہیں عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اس نے حکم طلب کیا اس وثیقے کا علما نے کہا ہے کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہے اور حجت شہادت ہے اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا اس واسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اسی خانیہ میں ہے کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اس کا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں سو اس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر نکلی تو اس میں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اس پر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے انتہی اور سیدحموی حاوی زاہدی میں ہے کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اس وقت کا باقی نہ ہو اور اس میں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہ ہم نے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد دل کے ہے تو جائز ہے اس کے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغیر اور تزویر کی تہمت اس میں نہ کرے اور اگر تہمت کرے وصاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھائے تو بھی اس کے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نہ کھائے تو اس کا حجت ہونا باطل ہے انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خاں کے مائدہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی ظاہر مذہب نا ان یکتب الیہ مطلقاً اور رملیہ الفقہی علی شرح بنایہ و سراجیہ اور ضرور ہے مسافت تین دن کی دونوں قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکور ضرور ہے ظاہر روایت میں اور ابویوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہے اتنی مسافت میں جس میں آدمی عود کر سکے اسی دن اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ ولایۃ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اس کی معزولی سے قبل پہنچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول قبل اس کے پڑھنے کے اور ابویوسف نے اس کو جائز رکھا ہے وبعدہا فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قراءت کے کاتب مر گیا

معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اس پر عمل ہو گا **ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ**
الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اس کے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے سے بعد اس کے عادل
ہونے کے بسبب نکل جانے کاتب کے بحبت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اس کو جائز رکھا ہے **وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن**
الاہلیۃ اور اسی طرح خط باطل ہو جاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے **الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ** مگر اس وقت
مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یوں لکھے کہ یہ خط ہے فلانے قاضی کی طرف یا جو وہاں
کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے **بخلاف مالو عمم ابتداء** وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف اس کے اگر ابتداءً تعمیم کرے تو جائز نہیں اور
ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصۃ **لا یبطل بموت الخصم** ایا کان لقیام وارثہ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا
متخاصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اس کے وارث یا وصی کے اس کے مقام پر قلت کذا لا یبطل بموت شاہد الاصل کما سیاتی
متنا فی بابہ خلافا لما وقع فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالف لما ذکرہ بنفسہ ثمہ فتنبہ اور اسی طرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے
باب میں متن کے اندر آوے گا بخلاف اس کے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت
علی الشہادت کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور رہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی
الحلبی **واعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء بعلمہ** فی الاصح بحر فمن جوزہ جوزہا ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی
کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہے قول اصح میں کذا فی البحر سو جس نے قضا بعلم قاضی جائز رکھی
ہے اس نے کتابت بھی اس کی دانست سے جائز رکھی اور جس نے قضا بعلم ناجائز کہی اس نے کتابت بھی ناجائز کہی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے
زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم پھر جب قضا بالعلم معتمد نہ ہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہو گی وفیہا الامام یقضی بعلمہ فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ
میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فجعل الامام قیدا کما قدمناہ فی الحدود ولم ارہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی
والمختار الآن عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بالعلم کے مسئلے میں چنانچہ ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود میں میں نے اس کو
مصرح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقاً ہم شارح نے شرح وہبانیہ سے استدراک کا
قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا لقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں
کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود الخالصۃ للہ تعالی کزنا وخمر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود خالصہ اللہ تعالی میں چنانچہ زنا
اور شراب میں مطلقا یعنی خواہ حالت قضا میں اس کو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہ ہوا ہو چنانچہ اس پر قول
آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ یعزر من بہ اثر السکر للتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جس میں اثر ہے مستی کا بسبب تہمت کے ہم اس
واسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرع میں وعن الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولۃ علی وجہ الحسبۃ لا القضاء اور امام سے
روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور
غصب سے واقف ہو اور گواہ نہ ہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت ازواج اور مولی کو عدم استخدام قہری اور عدم وطی کا امر کرے
دفع مغصوب کا یا اس کو کسی امین کے پاس رکھوا دے لیکن یہ امر بطریق احتساب اور امید ثواب کے ہو گا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی **ولا یقبل**
کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام یملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او رستاق واعتمدہ المصنف

والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی حکم کی طرف سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو معین ہے سلطان کی طرف سے کہ جو اقامت جمعہ کا مالک ہے اور بعضوں نے
کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے
کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابۃ ہذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایۃ وقت الخطاب جواہر
الفتاوی قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف جس کو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے
تو مقبول نہ ہوگا بسبب ولایت نہ ہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اس کا مخاطب ہی
نہ ہوا یہ تعمیم ابتدائی مذہب ابو یوسف ہے جس پر عمل ہے وفیہا لو جعل الخطاب للمکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب
الیہ کی طرف معین ہو گیا تو اس مکتوب کے نائب کو اس کا قبول کرنا جائز نہیں م اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منسوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنح
والمرأۃ تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لہا لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوائے حد اور قصاص کے اگرچہ
عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہ ہوا اس قوم کا جس نے اپنا کاروبار عورت کو دیا م بحر الرائق میں لن یفلح قوم ہے
یعنی ہرگز بھلا نہ ہوگا اس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی وجہ مدعا یہ ہے کہ انھوں نے اپنا زعیم ناقص العقل بنایا تو تدبیر ولائق اس سے نہ ہو
سکے گی **وتصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاہدۃ** نہر فتح تقریر الی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہے
وقف کے ناظر ہونے کی اور یتیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی النہر فتح توضیح ہے مقرر کرنا اس کا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ بلا شرط
واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور میں نے
فتوی دیا اس شخص کے بارہ میں جس نے شہادت شرط کی اپنے وقف میں فلانے شخص کے واسطے پھر اس کے ولد کے واسطے سو وہ شخص مرگیا اور اس
نے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی م یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہے کہ
عرف واقفین واجب الرعایۃ ہے اور تا حال کسی وقت اس کا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا ان کے الفاظ کا صرف کرنا ان
کے عرف پر تو واقف کی مراد شاہد کامل ہے تو اس کی غیر مراد کی طرف کیونکر اس کی لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الاشباہ من احکام الانثی
اختار فی المسایرۃ جواز کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ میں منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسایرہ میں عورت کے نبی ہونے کو
اختیار کیا ہے نہ اس کے رسول ہونے کو کیونکہ عورتوں کا حال تستر اور اختفا پر مبنی ہے م اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت دلائل
کے واسطے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہیں بداء الامالی میں کہا کہ عورت کا ہے نبی نہیں ہوئی مسایرہ رسالہ ہے علم عقاید
کا صاحب فتح القدیر نے اس میں حقیقۃ امام عز الملک شرح کی ہے کذا فی الطحطاوی **ولو قضت فی حد وقود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ**
لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص میں پھر اس کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کی طرف جس کے مذہب میں
عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے اسی قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اس کے غیر کو اس کا ابطال جائز نہیں بسبب خلاف شریح
کے کذا فی العینی م عینی نے کہا کہ شریح کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص میں جائز ہے انتہی پھر جب ان کی شہادت جائز
ہوئی تو ان میں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کا مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کے
مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اس کا حکم غیر حد اور قصاص میں صحیح ہوگا **والحکم اذا وقع للقاضی حادثۃ او لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی**
لہ او لولدہ جاز قضاؤہ کالو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیۃ اور حادثہ کہ جب قاضی یا اس کے ولد کا کوئی واقعہ

حادث ہو پھر وہ جس شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اس کے یا اس کے ولد کے واسطے حکم کرے تو اس کی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اس سلطان
کے واسطے حکم کرے جس نے اس کو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ھ اور اسی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے
حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیری وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر والملتقط اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع
اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اس کے نفع اور نقصان میں اس کی قضا بھی صحیح ہے انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے
ھ خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اس کے ولد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی ویقضی النائب
بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ وہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصۃ اور حکم کرے
نائب اس کا جس کی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس اس کے یعنی اصل کا حکم کرنا اس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے
کہ حکم دے اس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اس کے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح
کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نہ کرے قاضی اس شخص کے واسطے جس کے
واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اس شخص کے واسطے جس کے واسطے اس
کی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ ھ معین الاحکام میں ہے نہ قضا کے مانند افتاء ہے تو مفتی کو مناسب ہے
کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتویٰ نہ دے کذا فی الحموی وفیہا لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا فی
الوصیۃ اور اشباہ میں ہے کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت میں ھ یوں مناسب تھا کہنا اگر ایصاء میں صورت اس کی
یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعضے اقارب پر جس کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعویٰ
کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اس پر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہے کیونکہ
اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دے گا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو
جائے گا اور اگر قاضی دین دے گا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اس کی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اس کی وصایت
کا حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اس کی نافذ نہ ہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد ادائے دین قاضی اس مرد کا شاہد نہیں ہو سکتا
کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنی برادت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسی طرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور
مرجائے یا معزول ہو جائے تو قاضی ثانی اس کے حکم کو باطل کرے گا اور مدفوع الیہ کو وصی اقرار نہ کر دے گا اور نہ قاضی اور اس کے قرابت دار کو بری الذمہ
ٹھہرا دے گا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ ابیہ ولو فی حیاۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی
شرح میں صحت قضائے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو وانہ یقضی
فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقاف میں جو اس کے تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے بمضمون مذکور دو
بیتین زیادہ کیں سو یوں کہا ہے ویقضی لام العرس حال حیاتہا ۔ وعرس ابیہ وہو حی محرر ۔ اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ
کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہ حکم محرر ہے وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ ۔ بمیراث مقضی
بہ فتبصروا اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جس کا اس نے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اس میں حکم کرے جس میں قاضی کے
واسطے میراث نہ ہو چنانچہ اس وقف میں دعویٰ ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو تو قولہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ

فتعمروا بما لے بہت ہے یعنی بصارت حاصل کرو اس حکم کو دریافت کرکے. ویقضی بوقف مستحق لوجہ بوصف القضاء والعلم او کان بنظر؛ اور حکم کرتا ہے
قاضی اس وقف میں جس کی آمدنی کا بوصف قضاء وعلم مستحق ہے یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا عالم
پر اور وہ قاضی اس کو جانتا ہے تو اس میں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے مگر یہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی
ای متفرقۃ یہ کتاب القضاء کے چند مسائل متفرقہ ہیں شتی جمع شتیت کی ہے بمعنی متفرق ومختلف قال تعالیٰ ان سعیکم لشتی ای لمختلف الجزء جاؤا شتی
ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتی یعنی متفرق. یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ او ینقب کوۃ البیت
التحتانی منع کیا جائے نیچے مکان والا جس پر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں مثلاً ایک مکان دو منزلہ ہے نیچے کے مکان کا
ایک شخص مالک ہے اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے کے مکان والا میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کرے گا طحطاوی نے
کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ ایسی تصرف جائز ہے خانیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے
اگر بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بفتح او ضم الکاف وکذا بالعکس ودعوی الجمع یا صاحب تحتانی روزن
کھود دے تو منع کیا جائے اور اسی طرح بالعکس کذا فی دعوی الجمع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر گھر بنا دے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بنا دے تو منع کیا جائے
کذا فی العینی کوۃ بفتح وضم کاف وتشدید واو عبارت ہے طاق سے بلا رضی الآخر ہذا عندہ وہو القیاس یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑے اور روزن کھودے
بے بدون رضامندی دوسرے کے روکا جائے گا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لکل فعل ما لا یضر اور صاحبین نے
کہا دونوں میں سے ہر ایک کو وہ فعل درست ہے جو دوسرے کو ضرر نہ کرے اور ظاہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول مقدم ہے کیونکہ
وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر حموی میں ترجیح سے منقول ہے کہ یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے ولو انہدم السفل بلا صنع
منہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اس نے مالک کے بدون کرتب کے تو اس پر اس کے بنانے میں زبردستی نہ ہوگی بسبب عدم تعدی
کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی باذنہ او اذن قاض والا فبقیمۃ البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بنا دے یعنی
نیچے کے مکان کو بصورت انہدام پھر جو اس کا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے بھر لے اگر اس کے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور
نہیں تو جو اس کی قیمت ہو جانے کے دن اس کو بھر لے اور پورا بیان اس کا عینی میں ہے اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اس کے
پڑوسی کا گھر گر گیا تو اس پر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ ینشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی المحل آخر یمنع
اہل الاولی عن فتح باب للمرور لا الاستضاءۃ والریح یعنی فی القصوی الغیر النافذۃ علی الاصح لانہ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغۃ مستطیلۃ یعنی
لمبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ پھوٹتا ہے مانند پہلے کوچے کے بنا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسرے جانب
سے تو روکے جاویں گے پہلے کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ چھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ میں بقول اصح اس واسطے کہ ان کے واسطے چلنے کا حق
ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اس میں دروازہ چھوڑنا جائز ہے یعنی نے کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنے کے واسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ
نکالنا پہلے کوچہ والوں کو جائز ہے مثلاً لمبا کوچہ مستطیل کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ میں اس طرح کہ اس کا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ
اپنی دیوار میں دروازہ نہیں چھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے اس واسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہے اور اس کے واسطے حق
مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اس کا مرور کوچہ غیر نافذ کے لوگوں کے واسطے ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچے والوں کا شفعہ
اس میں ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ نافذہ کہ ان کو پہلے کوچے میں دروازہ لگانا درست ہے کیونکہ اس میں ان کا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ غیر نافذہ

کے کہ اس میں سب کا مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ مرور ممنوع ہے اور صحیح یہ ہے کہ فتح ممنوع ہے چنانچہ جامع میں بنص محمد مصرح ہے اس واسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن اس کی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعائے حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر صحیح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور منشعبہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے وفی زائغۃ مستدیرۃ لزق ای اتصل طرفاہا ای نہایۃ سعۃ اعوجاجہا بالمستطیلۃ لایمنع لانہا کساحۃ مشترکۃ فی دار اور گول کوچے ہیں جن کے دونوں کنارے کوچۂ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ چھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو اس واسطے کہ گول کوچہ مانند اس صحن کے ہے جو گھر میں مشترک ہے دونوں کناروں سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ہم فتح باب اس واسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والوں کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اس واسطے وہ صحن مشترک ہے غایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی الفتح فتح باب اس وقت ہے جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اس میں فتح باب جائز نہیں تو یہاں دو صورتیں تصور کرنا چاہییں پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ صحن مشترک ٹھہرے گا بخلاف صورت ثانیہ کے اس واسطے کہ جب اس کا داخل کشادہ تر ہوا مدخل سے تو وہ دوسرا موضع ٹھہرا مستطیلہ کا تابع نہ ہوا کذا فی شرح وقایہ ہم تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ استدارۃ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اس کی حاشیہ سے واضح ہو گی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا یمکنہم نصب البوابۃ انتہی ابن کمال بہذہ الصورۃ کوچہ مستطیلہ اولی کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اس کوچے کے ہے جو کوچے میں واقع ہے ولہذا کوچہ مربعہ والوں کو نصب بوابہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والوں کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگا دیں اور اس محل کی صورتیں نسخوں میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الطحطاوی) چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دیں ہیں تتمہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہاں کے لوگوں میں سے ایک شخص نے گار بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگوں کے چھوڑی اور مٹی جلد اٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائے گا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہے سو اس نے اپنی دیوار میں مٹی لیپنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں وہاں جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہو گئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہے سو اس نے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اس کا ناب داں ہے دوسرے کے گھر میں سو اس نے اس کے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدون اس کے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو داخل ہونے سے منع نہ کر ناب دان درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کر کے اس کا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنواں یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اس کے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہو گئی تو اس پر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہو گی تو اس پر تاوان نہیں یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنواں کھودا ہے یعنی میری دیوار کو اس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گھر میں اس کے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنواں کھود سو اس نے ایسا ہی کیا تو اس پڑوسی کا کنواں نجس ہو گیا اس نے ناچار ہو کر کنواں بند کر ڈالا امام

منشعبہ غیر نافذہ

نے منع ضرر کا فتویٰ دیا کہ اس کو مقدم پر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجارہ ضررا
بینا فیمنع من ذلک وعلیہ الفتوی بزازیۃ واختارہ فی العمادیۃ وافتی بہ قاری الہدایۃ حتی یمنع الجار من فتح الطاقۃ وہذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نہ کیا جائے کہ شخص
اپنی ملک میں تصرف کرنے کے سبب کہ اس کے پڑوسی کو جو ضرر صریح ہو تو بسبب اس تصرف سے روکا جائے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البزازیہ اور اسی کو
پسند کیا ہے عمادیہ میں اور اسی کا فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائے گا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے مشائخ کا بطریق
استحسان کے ضرر بین یعنی ضرر صریح وہ ہے جو سبب ہدم ہے یعنی جو عمارت کو کمزور یا شکست کر دے یا منفعت سے بالکل خارج کر دے یعنی حاجات
اصلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسی کو علما نے فتویٰ کے واسطے پسند کیا اور اگر لا ذکر منفعت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل
مسدود ہو جائے رازی نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ہے اور اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اس میں تنور بنا دے
جس میں ہمیشہ روٹیاں پکا کریں دکان کے مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیوں کی کندی کرنے کی پڑی بنا دی تو جائز نہیں کیونکہ اس میں پڑوسیوں کا ضرر فاحش
ہے جس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ تنور مذکور سے بکثرت دھواں پھیلے گا اور چکی اور کندی کی پڑی سے دیواریں بودی ہو جائیں گی بخلاف
حمام کے وہ مضر نہیں مگر بسبب طراوت کے اور اس سے بچاؤ ممکن ہے درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھروں میں ہوتا ہے حموی نے علامہ
مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلانسی میں وہ قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اس عمارت میں جو مشرف ہو کسی کی زمین یا گھر پر اتفاق مختار
ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن دھوپ یا شبنم کے واسطے ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو نہ روکا جائے گا یعنی اگر اسفل عمارت میں روزن
ہے تو پہلی صورت ہے اور اگر اعالی عمارت میں ہے یا اس پر شباک یعنی جالی ہے تو دوسری صورت ہے کہ ظاہرا روشنی کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی وجواب ظاہر
الروایۃ عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ ووالدہ ورجحہ فی الفتح وفی تسرۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم نقل وقد اختلف الافتاء وینبغی ان
یعول علی ظاہر الروایۃ انتہی قلت تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر
صریح ہو یا نہ ہو اور اسی کا فتویٰ دیا ہے چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور ان کے والد نے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی
کتاب القنیۃ میں ہے کہ اسی کا فتویٰ ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں وہاں یعنی کتاب القنیۃ میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یوں کہا اور البتہ فتویٰ دینے میں
یہاں اختلاف واقع ہوا ہے اور لائق یہ ہے کہ درصورت اختلاف فتویٰ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے انتہی میں کہتا ہوں اور عجب کہ مصنف کے متن اور شرح
میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا استدلال کر کر جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تصرف
میں مختار ہے کسی کا ضرر ہو یا نہ ہو اور سمجھ کر معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنی درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہے نہ ہر ضرر میں واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی قلت ولی بیتی بالاشکال بل یحرم وقد ذکر محشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لا یسد اذا اضر وکذا ما اشکل علی المختار للفتوی
کما فی الخانیۃ قال المحشی فکذا التصرف فی ملکہ ان اضر واشکل یمنع وان لم یعلم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ فلیغتنم فانہ من خواص کتابی انتہی میں کہتا ہوں اور باقی
رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہیں اور البتہ اس کے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے
مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو میخ دیوار میں ٹھونکے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع
ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اس قول کے جو فتویٰ کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانیہ میں ہے محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر
کہ مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائے گا اور اگر مضر نہیں تو منع نہ کیا جائے گا محشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے اس
تفصیل پر آگاہ کیا ہو تو اس کو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہی کلام المحشی طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے

مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب میں کافی تھا ادعی علی آخر ہبۃ مع تقبض فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحدنیہا ای الہبۃ فاشتریتہا منہ اولم یقل ذلک ای جحدنیہا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلانی چیز مجھ کو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اس نے کہا کہ مدعاعلیہ ہبہ کر کے منکر ہو گیا ہبہ سے تو میں نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعاعلیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعویٰ کیا پھر اس کے بعد خرید کا ومفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وہو مختار شیخ الاسلام من اقوال الاربعۃ اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہے بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے کہ جس موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا مشہود سے یا مدعاعلیہ سے تو اس کی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہا کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعاعلیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے خجندی کا مختار ہے جس کو شارح ذکر کرے گا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد وکذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعویٰ کیا پھر مدعاعلیہ کا انکار ہبہ بیان کر کے خرید کا دعویٰ کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعویٰ کیا پھر بلا ذکر انکار خرید کا دعویٰ کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختارہ الخجندی انہ یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی لانہ مستحق وذلک دافع والظاہر یکفی للدفع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعاعلیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اس واسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعاعلیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیۃ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اس کا ظاہر ہے اور ظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعد وقتہا ای وقت الہبۃ تقبل فی الصورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلاً شوال کی خرید پر گواہی مقبول ہو گی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعاعلیہ نے ہبہ کا مجھ سے انکار کیا دوسری یہ کہ نہ کہا لم بعد وقتہا ظرف ہے شراکا نہ اقام کا کذا فی الحلبی وقبلہ لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہو گی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کی وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلاً دعویٰ کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اس نے خرید کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہے اس واسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اس کی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اس کو شعبان میں خرید کیا تو اس میں قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہے اس واسطے کہ دعویٰ ہبہ میں اس کا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی بس اقرار کی مناقض لہٰذا مقبول نہیں ولو لم یذکر لہما تاریخا او ذکر لاحدہما تقبل لامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی تاریخ مذکور کی تو دعویٰ مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہ ہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وہل یشترط کون الکلامین عند القاضی اوالثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بحر لان بہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے بس میں خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اس واسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جب تک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائے گا تب تک تناقض متحقق نہ ہو گا تو گویا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامہ فی البحر واقرہ المصنف اور تناقض مرتفع ہو جاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو چھوڑا اور اب میں یہ دعویٰ کرتا ہوں

اور حاکم کی تکذیب نہ ہوئی چاہیے اس کا بحر الرائق میں ہے اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ۔ش تکذیب حاکم کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعویٰ کیا
کہ عمرو اس کے مدیون کا ضامن ہے سو عمرو نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اس کے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور کفیل کو ضامن سے مال
لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعویٰ کیا کہ میں اس کا ضامن ہوا تھا اس کی اجازت سے اور گواہ لایا تو عند اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال
ضمانت پھر لینا چاہتا ہے یعنی مدیون یہ نہیں کہہ سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اس واسطے کہ کفیل کے انکار کی شرط تکذیب ہو گئی
بسبب قضا کے کذا فی البحر بحث کالولاء کی او الانساب للولد بشرط وقف علیہم ثم ادعاہ لغیرہ ثم ادعاہ لنفسہ لا یقبل للتناقض چنانچہ اگر دعویٰ کیا اول کہ یہ شے
وقف ہے مجھ پر پھر اس کی ملکیت کا دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعویٰ کیا کہ دیگر شخص کا ہے پھر اس کی ملکیت کا اپنے واسطے دعویٰ کیا تو مقبول نہیں بسبب
تناقض کے ۔م یہ تشبیہ ہے نفی قبول میں جب وقف کا پھر ملکیت کا دعویٰ کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہیں اس واسطے کہ وقف مملوک نہیں ہوتا ۔م قیل تقبل
ولو بان قال کان ملکہ ثم اشتریتہ وصایا اواخر الدعویٰ اور بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ میں توفیق دے مدعی اس طرح پر کہے کہ گو اول فلانے شخص کا تھا پھر میں نے
اس کو خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ وصایا کتاب الدعویٰ کے اواخر میں ہے قال لو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی الوقف یقبل صاحب درر نے کہا اور اگر
اول دعویٰ ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعویٰ کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہے تو مقبول ہے ۔م منح الغفار میں اسی طرح ہے اور بحر الرائق اور مجمع میں تقیید بلفظ علیہ
نہیں تو بسبب عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اس طرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی اس کو وقف کر دے اور بصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ
تناقض ظاہر ہے جس میں توفیق نہیں مگر بقول امام ابو یوسف توفیق ہو سکتی ہے کہ ان کے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہ لنفسہ ثم لغیرہ
فانہ یقبل چنانچہ اگر اس کا دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لآخر
اشتریت منی ہذہ الجاریۃ فانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطاها ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا لمنزلہ
لان جحود جمیع العقود ما عدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ سے لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو
اس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو
رکھ لینا اور اس کو اپنے مکان میں لے جانا جماع اس واسطے جائز ہے کہ کتابت میں لکھا ہے کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہو گئی مشتری
کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک میں داخل ہو گئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع رد بالعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی یعنی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب
قدیم جائز ہے بباعث تمام ہو جانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ۔م اس عیب قدیمی سے رد جائز ہے جس پر اس کو اطلاع نہ ہوئی تھی قبل بیع کے ورنہ رد
جائز نہیں کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز میں ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری
کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اس کی سماعت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہو گیا کذا فی الطحطاوی اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلا فلو جحد
انہ تزوجہا ثم ادعاہ وبرہن علی النکاح یقبل برہانہ اور نکاح تو اصلا فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر
بعد اس کے نکاح کا دعویٰ کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اس کی مقبول ہے ۔م نکاح محتمل فسخ نہیں کسی سبب سے تو اگر عورت دعویٰ کرے ایک مرد
پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے کہ اس کے بعد یوں کہے
کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی یا مرد یوں کہے کہ اگر یہ میری زوجہ تھی سو میں نے اس کو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت منکر
تھی پھر مرد مر گیا اور عورت نے اس کا دعویٰ کیا تو اس کو میراث ملے گی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ لو انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف
نکاح کے بخلاف بیع کے اس واسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعویٰ کرے گا تو مقبول نہ ہوگا بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے

بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں مناسب تھا مگر یہاں ان کا ذکر اس واسطے ہوا تا حکم قضا ان میں مذکور ہو **اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبہرجۃ صدق بحلفہ** لان اسم الدراہم یعمہا بخلاف الستوقۃ لغلبۃ غشہا اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ ان کو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے ان کے غش کے م زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جائے اور سوداگروں میں اس کا لینا دینا رائج ہو اس واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جس کے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی حموی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لفظ میں ب مقدم ہے نون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی **ولذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق ان کان البیان مفصولا وصدق لو بین موصولا** نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایۃ تو تفصیل مذکور مفصول میں ہے نہ موصول میں م یعنی تفصیل زیوف اور نبہرجہ میں اور ستوقہ میں در صورت انفصال بیان ہے یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ **ولو اقر بقبض الجیاد لم یصدق مطلقا** و لو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درموں کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق نہ ہوگی مطلقاً اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب جودت کا اقرار کیا تو اب اس کے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے **ولو اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ** لو بین موصولا والا اور اگر اقرار کیا کہ اس نے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اس نے اپنا حق پورا بھر لیا تو اس کی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس کو موصول بیان کیا ہو اور اگر اس کو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی م نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند ہے دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ میں ہے کہ اگر اپنے قبض راحق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم رصاص ہیں تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصلا کذا فی الطحطاوی لان قولہ جیاد مفسر فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر او نص فیحتمل التاویل ابن کمال اس واسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اس میں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال م مفسر میں مشدد وہ ہے جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اس طرح پر کہ اس کے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اس میں زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید بالبعد ہے **اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربوا** و برہن علیہ برہانہ تقبلہ من علاء الدین ویجی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی اس کی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ میں ہے علاء الدین سے اور آگے کتاب الاقرار میں آوے گا **قال لآخر لک علی الف درہم فردہ المقر لہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شئی علیہ للمقر لہ الا بحجۃ** او اقرار ثانیا وکذا الحکم فی کل ما فیہ الحق لواحد ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مجھ پر ہزار درم ہیں سو جس کے واسطے اقرار کیا اس نے اس کا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درم تیرے ہیں یا فلانے شخص کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اسی مجلس میں تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہ ہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوبارہ اقرار سے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اس چیز میں جس میں ایک شخص کا حق ہے م مقر لہ مذکور کا دین اس واسطے ثابت نہ ہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہو گیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی ہے تو اس کے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اس واسطے لگائی کہ رقیت اور ولا اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے

مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کے قید اس واسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کر لے گا پھر رد کرے گا تو مردود نہ ہوگا اور اسی طرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے
سے تمام ہو جاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اس نے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہ ہوگا اور اگر قبل قبول رد کرے گا تو رد ہو گا
تصدیق مجلس کی قید اس واسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس کے طریق اول پر دین ثابت نہ ہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہاں مقر منفرد بر قرار ہے
بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اس کو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی قرار کی تصدیق کرے اس واسطے کہ عاقدین فسخ بیع میں منفرد نہیں ہے
حد میں منفرد نہیں فقط اور ہے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا حق ہے اگر اس میں حکم بجانب تصدیق کی طرف قبل اس بات کے کہ شخص اول اس کے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے
چنانچہ بیع اور نکاح اور جس چیز میں ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اس کی تصدیق بعد انکار نافع نہیں کذا فی الطحطاوی متضاد من ادعی علی آخر مالا فقال
المدعی علیہ ما کان لک علی شیء قط فبرہن المدعی علی انہ لہ علیہ الف و برہن المدعی علیہ علی القضاء ای الایفاء او الابراء و لو بعد القضاء ای الحکم بالمال لذا الدفع بعد
قضاء القاضی کما فی الاشباہ والمسئلۃ المخمسۃ کلک فی تقبل برہانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی ویبرا منہ دفعا للخصومۃ اور جس نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا
کہ تیرا تو مجھ پر کچھ دینا ہرگز نہ تھا سو مدعی اس پر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار ہیں اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگر چہ گواہی ایفا یا ابراء کی بعد قضا قاضی کے ہو
یعنی اگر چہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا ہو اس واسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا
ذکر کتاب الدعوی کی فصل دفع دعاوی میں آوے گا تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء میں اس واسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے
کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے ثم یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا پھر کہا کہ میں مال دے چکا ہوں یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اس کو
بگواہی ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر میں تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہاں متصور ہے بس احتمال ہے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے
جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا یا یہ کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے
کہ اس میں علماء کے پانچ قول ہیں دیکھئے فی الاقرار و لو برہن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی کذبۃ او لیس لی علیہ شیء ثم الدفع الی آخرہ و ذکرہ فی الدرر قبیل
الاقرار فی فصل الاستثناء اور کتاب الاقرار میں آوے گا کہ یہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا
اس پر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور صدر میں اس کو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثناء میں ذکر کیا ہے استثنا یعنی خواہش خریداری کا لا یقبل لو ادعی
القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرہن المدعی علی القصاص ثم برہن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول
ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس کا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص
سے عوض مال کے ثم یہاں بھی کلام مدعی میں رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اس پر قصاص نہ ہو اور اس نے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دے کر
صلح کر لی ہو یا قصاص ہو کر معاف کر دیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرہن المدعی ثم برہن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یصالحہ کاد
ایسا ہی حکم ہے دعوی رق میں اس طرح پر کہ دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اس نے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اس کی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے
اس کو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر اس نے صلح نہ کر لی ہو مدعی سے ثم یعنی برہان در صورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کر
لی پھر گواہ ایفا یا ابراء پر تو اس کی برہان مسموع نہ ہوگی ایفا پر کذا فی البحر و لو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء بحر اور اگر مدعا علیہ نے ایفائے دین مدعی کا دعوی کیا پھر کچھ
سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اس کا برہان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر یعنی صلح دعوی ایفا کی مبطل نہیں ہے اس واسطے کہ دفع خصومت کے واسطے گاہے غیر حق بھی دیا جاتا ہے کذا
فی الطحطاوی وغیرہ بہ یفتی لا تسمع الدعوی بعد ما قال ثم ادعی علیہ انک ثلاث مائۃ سقط عن المنکر مائۃ و قیل او دعیۃ الفتوی تسقط دعواہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فقد صار غیر
مشتغل فصار ذمتہ تقبل القاضی اور بحرالرائق میں ہے کہ مدعی کا ... اس کے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر تین سو ہیں

تو چار سو سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اس کا ذمہ مشغول نہیں اس کے گمان میں پھر مقامہ یعنی باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہے **واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک ونحوہ کما ایتک لا یقبل لتعذر التوفیق** اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا ہوں اور مانند اس کے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہے بسبب متعذر ہونے توفیق کے م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھ کو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلط نہیں اور نہ دینا اور نہ لینا یا نہیں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور مانند اس کے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اس واسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہیٰ **وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یعمل بنفسہ لا یقبل** اور بعضوں نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اس واسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے خاصم کے راضی کر دینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اس کو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اس کی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہ ہوگی م یہ تفریع ہے قاضی خاں کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جس کو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی **نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح درر فی آخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار** ہاں اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے جس پر دفع یا ایفا کا دعویٰ کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر فی آخر الدعویٰ اس واسطے کہ تناقض مدیوں صحت اقرار دائن کا مانع نہیں م طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہ ہو تو تناقض مندفع نہ ہوگا چنانچہ اس نے کہا کہ میں نے اس کو کچھ نہیں دیا پھر اس نے دینے کا دعویٰ کیا تو مسموع نہ ہوگا کیونکہ محال ہے کہ شے واحد میں دافع غیر دافع ہو ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے یعنی جس پر دفع دین اور قضاء دین کا دعویٰ ہو چکا اس کے اقرار کا دعویٰ کرے اس طرح کہ اس نے یہ اقرار کیا کہ دین اس کو پہنچ گیا ہو مدیون سے یا مدیوں نے اس کو پہنچا دیا ہے اور گواہی سے اس کو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی الطحطاوی **تبصرف اقر ببیع عبدہ من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل** اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اس کا انکار کیا تو اس کا انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہے م صحت انکار کا مطلب یہ ہے کہ کلام متناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں **ادعی علی آخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الآخر لم ابعھا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بھا عیبا واراد ردھا فبرھن البائع انہ ای المشتری بری الیہ من کل عیب بھا لم تقبل بینۃ البائع للتناقض** دعویٰ کیا دوسرے پر کہ اس نے اپنی لونڈی اس کے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اس تیرے ہاتھ نہیں بیچا ہرگز سو گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اس کے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اس پر کہ مشتری بائع سے برأت کر چکا ہے اس کے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہ ہوگی بسبب تناقض کے م وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اس واسطے کہ برأت عیوب مبیع بدون بیع متصور نہیں **وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق ببیع وکیلہ وابرائہ عن العیب** اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے م جب اس کے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ میں نے بیع نہیں کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہیں ہوا اور برأت عیب کی نسبت اپنی طرف کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے **ومنہ واقعۃ سمرقند** اور اسی مسئلہ سے واقعہ ہے سمرقند کا جس میں تناقض واقع ہے م طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو صریح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا **ادعت انہ نکحھا بکذا وطالبتہ بالمھر فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعھا علی المھر تقبل لاحتمال انہ تزوجہا وھو**

صغیرۃ لم یعلم خلاصۃ زوجہ نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو
مرد نے دعویٰ کیا کہ اس نے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعویٰ مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعویٰ پر گواہ طلب ہوں گے مقبولیت دعویٰ اس احتمال سے ہے
کہ مرد کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اس کو معلوم نہ ہو کذا فی الخلاصۃ م یعنی اس کا انکار نکاح اس پر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا
اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں ہے پھر جب ایسا ہوا تو بعد اس کے دعویٰ خلع بعوض مہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحطاوی **یبطل جمیع الصک ای المکتوب**
کتب ان شاء اللہ تعالیٰ فی آخرہ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اس صک یعنی کاغذ مرقوم کا جس کے آخر میں ان شاء اللہ لکھا ہے م شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ
باطل ہو جاتا ہے خواہ اس میں ایک مسئلہ مرقوم ہو یا چند اشیاء وللہ صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے وقالا آخرہ فقط وہو استحسان راجح علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہا کہ
فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح وجہ استحسان یہ ہے
کہ جمل میں اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد و استیثاق کے واسطے تو اگر استثنیٰ کل کی طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے
اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنیٰ اسی کی طرف راجع ہوگا جو اس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی **واتفقوا علی ان الفرجۃ کفاصل السکوت** اور امام اور
صاحبین متفق ہیں اس پر کہ فرجہ خط میں فاصل سکوت کے مانند ہے م فرجہ یعنی اثناء تحریر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا فان شاء اللہ تعالیٰ
بالعبد فرجہ کی طرف راجع ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہے **وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط** اور علماء متفق ہیں ان شاء اللہ
تعالیٰ کے راجع ہونے پر کل کی طرف اور ان جمل منطوقہ میں جن میں عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور ان کے اخیر میں شرط ہے م چنانچہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اس کی عورت
مطلقہ ہے اور اس کا غلام آزاد ہے اور اس پر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور مشی کچھ لازم
نہیں جمل منطوقہ کی قید ترجمہ میں اس واسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ صک میں مذکور ہو چکا **واما الاستثناء بالا واخواتہا**
فللاخیر الا لقرینۃ مائۃ درہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثناء بلفظ الا اور اس کے امثال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر بقرینہ اول کی طرف
راجع ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثناء اول یعنی درموں کی طرف راجع ہے نہ اخیر کی طرف بطریق استحسان کے
م قرینہ یہاں اتحاد جنسیت مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ ہے **واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا** اور استثنیٰ بلفظ ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونوں
کی طرف بالاتفاق راجع ہے م جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ[1] مراد ہے جس میں تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں کہا کہ انت[2] طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی البحر
وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنیٰ واقع ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے
تو دونوں کی طرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف کے نزدیک م دو طلاق معلق کی مثال (ان[3] دخلت الدار فانت
طالق وطالق ان شاء اللہ) اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال (ان[4] دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر) اور یہ خلاف نطق میں ہے اور صک میں تو دونوں
کا اتفاق ہے **ولو بلا عطف او بعد سکوت فللاخیر اتفاقا** اور اگر شرط واقع ہو بعد جمل وغیرہ متعاطفہ کے یا جملوں میں عطف ہو لیکن مابین میں سکوت واقع
ہوا ہو تلفظ میں یا فرجہ واقع ہو اثناء خط میں تو استثنیٰ اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد مابعد سکوت ہے کذا فی الطحطاوی **وعطف بعد سکوت لغو الا فیما**
فیہ تشدید علی نفسہ وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اس میں لغو نہیں جس میں سخت گیری ہے اس کی ذات پر اور پورا بیان
اس کا بحر الرائق میں ہے م یعنی جس میں متکلم کی ذات پر درشتی ہے تو وہاں عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے

[1] تعلیق جس جملہ کا حکم واقع ہو اگر اسی وقت منظور ہو کسی شرط پر منحصر کیا جانے اور یہی اس لیے کہ آگے اسمیہ ہے اس کے مقابلہ میں اور یہ یہاں غیر معلق ہونا چاہیئے [2] تو طلاق
والی ہے اور یہ آزاد ہے اگر خدا چاہے [3] اگر تو گھر میں داخل ہو تو طلاق والی ہے اور طلاق والی ہے انشاء اللہ [4] اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھ کو طلاق ہے اور میرا غلام آزاد ہے

پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہ ہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے اور جس میں سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ یمین میں داخل ہو گی کذا فی الطحطاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا تحکیما للحال ذمی مرگیا سو اس کی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اس کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہو گی باعتبار تحکیم حال کے م یعنی بدلیل استصحاب حال اس واسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت رہے گا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہے اس امر محقق کے ابقاء حکم سے جس کا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں م یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہ ہوا اس کے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اس کے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا ثم الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعویٰ کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اس مسلمان کے باب میں جو مرگیا سو اس کی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اس کی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اس کی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہے یعنی مابعد موت اقرب ہے ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کی طرف منسوب ہو گا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی م طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ خلل یہ ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن میں نہ تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں میں وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں لانے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول لمدعی الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس کے والدین ذمی ہیں اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملے گی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر المیت لا وارث لہ غیرہ دفعہا الیہ وجوبا کقولہ ہذا ابن دائنی کما مودع بالفتح نے یعنی جس کے پاس غیر کی ودیعت ہے اس نے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اس کا یہ بیٹا ہے کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے تو واجب ہے کہ ودیعت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قید بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعہا مصنف نے[1] وارث کی قید لگائی اس واسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل مشتری ہے میت سے تو اس کو ودیعت نہ دے فان اقر ثانیا بابن آخر لم یفد[1] اقرارہ اذا کذبہ الابن الاول لانہ اقرار علی الغیر پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اس کا اقرار مفید نہ ہو گا جب کہ پہلا بیٹا اس کی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہے غیر کی مضرت کا م اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اس واسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اس کا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہو گا میت کا ولا یضمن للثانی خطاء ان دفع للاول بلا قضاء زیلعی اور درصورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اس کے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دے چکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی النہر طبعی م قول بالضمان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اس کے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود ولم یقولوا لا نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرہا

[1] لم یفد کی جگہ لم ینفذ ہے یعنی اس کا اقرار نافذ نہ ہو گا۔

وانحصر له وارثنا او غریما لم یکفلوا انا لانعلم له المکفول له ترکہ مقسوم ہو گیا درمیان وارثوں کے یا درمیان قرضخواہوں کے ان گواہوں کی گواہی سے جنھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسی طرح سے لفظ نعلم کا بالصرف نفی متن اور شرح کے نسخوں میں اور عبارت درر وغیرہ کی یوں ہے کہاں خصوصًا شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا مجہول لے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں تو ضامن نہ لی جائے گی وارثوں یا صاحب دین سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک حاضر ضامن لی جائے گی ام طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح نے نسخہ متن و شرح میں نعلم ہو گا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اس میں لانعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا مبنی للمجہول مضعف العین ہے اور ضمیر ورثہ وغیرہم کی طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص متروکہ چھوڑ کر مر گیا اور شاہدوں نے قاضی سے کہا کہ میت نے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین میں لیکن انھوں نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کر دے ان میں اور ان سے ضامن طلب نہ کرے ویتلوم القاضی مدة ثم یقضی اور قاضی کچھ مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے ام تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا اب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحطاوی نے ایک سال کی مدت ذکر کی ہے کذا فی الطحطاوی فلو ثبتا بالاقرار كفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو ضمانت دیں باتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشهود ذلك لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہیں یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوائے ان کے نہیں جانتے ہیں تو نہیں ضمانت بالاتفاق کذا فی الطحطاوی ادعى على آخر دارا لنفسه واخيه الغائب ارثا وبرهن عليه على ما ادعاه اخذ المدعي نصف المدعى مشاعا وترك باقيه مع ذي اليد بلا كفيل جحد ذواليد دعواه اولم يجحد خلافا لهما وقولهما استحسان نهاية ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گھر لے بطور مشاع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک درصورت انکار دعوی باقی کو اس کے پاس نہ رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایہ امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہیں غائب کی طرف سے استیفاء ارث میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اس کی خیانت ثابت ہوئی تو اب اس کے پاس رکھنا مصلحت سے خالی نہیں ولا تعاد البينة ولا القضاء اذا حضر الغائب لان انتصاب احد الورثة خصما عن الميت یعنی نہ اعادہ بینہ اور گواہی کا اعادہ نہ ہوگا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول امام میں بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے قائم ہو کر میت کی طرف سے یہاں تک کہ ادا کیے جاویں گے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما يكون خصما بشروط ثلاثة مبسوطة في البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اس امر میں جو میت پر دعوی کیا جائے تو شرطوں سے جو شرح مذکور میں بحر الرائق میں ام سید حموی نے کہا کہ بہتر ہوتا کہ شارح بشروط ثلثة کہتا ایک شرط یہ کہ عین بالکل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اس میں قسمت نہ ہو گئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اس کی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہے میت سے انتہی اس واسطے کہ مجموعہ بحر الرائق میں مذکور ہیں دو شرطیں نہیں بلکہ بعضے شروط میں اور بعضے احکام اور وہ بھی کاظم میں ہے کذا فی الطحطاوی فتقرأ والحق الفرق بين الدين والعين اور حق یہ ہے دین اور عین میں فرق ہے یعنی احد الورثہ خصم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اس عین کے دعوی میں جو میت پر ہے مگر جب کہ عین اس کے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اس کے ہاتھ میں عین ترکہ نہ ہو اس واسطے کہ دائن کا حق جمیع متروکہ میں شائع ہے بخلاف [illegible] صاحب البحر اور بدائع اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی دین میں بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ میں ہونا ضرور ہے بحر الرائق میں کہا کہ ومحصلہ میں یعنی فرق مذکور ہو جاتا ہے باقی سہو ہوا ہے اس صورت میں ہے جب کہ ورثہ [illegible] ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض ہو تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اس کے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگرچہ اپنے اور ان کے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نہ

کرسکا ہو اور مدعا علیہ نے اس کا دفع کر دیا ہو اس طرح پر کہ میں نے اس کو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعویٰ ارث کا حاضر اور غائب کے حق میں مندفع ہو گا کذا فی الطحطاوی ابی السعود **ومثلہ** اوشل **العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح** درر اور مانند اس کے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی ہے امر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدرر لیعنی اگر مال منقول میں دعویٰ ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے **لکن اعتمد فی الملتقی انہ یوخذ منہ اتفاقا** ومثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول سے لیا جائے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی کے مانند بحر الرائق میں ہے اس واسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے **قال** وا**جمعوا انہ لا یوخذ لو مقرا** صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقر ہو طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے **اوصی لہ بثلث مالہ تقع ذلک علی کل شیٔ لانہا اخت المیراث** ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہو گی یعنی جمیع مملوکہ پر اس واسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی **ولو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ** استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوٰۃ کی جنس پر واقع ہو گا بطریق استحسان کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب عبد بھی واقع ہو گا مال زکوٰۃ میں سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہ ہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہ ہوں اس واسطے کہ جس چیز میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اس کی جنس معتبر ہے قطع نظر اس کی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی **وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ** اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سوائے مال زکوٰۃ کے یعنی اس کے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہ ہو تو اس میں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوائے اس کے جب کہ مالک ہو تو بقدر اس کے تصدق کرے م علمائے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جس کو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اتنا رکھے جو اس کو کفایت کرے یہاں تک کہ اس کو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی **فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل بثوب فی مندیل ولیقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرویۃ فلا یلزمہ شیٔ** بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جس کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اس کپڑے کے جو رومال میں لپٹا ہوا ہے اور اُسے قبضہ کرے بدون اس کے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اس پر کچھ صدقہ لازم نہ آوے گا م اس واسطے صدقہ لازم نہ ہو گا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اس کی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اس واسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت **ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک ولم یکن لہ شیٔ لا یجب شیٔ** اور اگر بولا کہ ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہیں اگر میں ایسا کروں پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کم تر کا مالک ہے تو اس پر اتنا صدقہ لازم ہو گا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اس کی ملک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں **وصح الایصاء بلا علم الوصی فصح تصرفہ** اور صحیح ہے وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا ترکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اس کی بیچ ڈالی تو صحیح ہے **لا یصح التوکیل بلا علم وکیل** نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنی اس کا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہیں **والفرق ان تصرف الوصی خلافۃ والوکیل نیابۃ ایضا** اور توکیل میں فرق یہ ہے کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے م جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہ ہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا

تصرف بطریق نیابت موکل ہے وبطریق ملامت کیونکہ موکل کا تصرف بنفسہ باقی ہے تو یہاں علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درہم امانت رکھا ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ میں نے شلاً زید کو اس کے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے امر سے القبض ہونے کا علم نہیں پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم تو کیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرا دے اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہیں کذا فی البحر عن الحاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل ولو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ ممیز یا فاسق سے معلوم ہو تو اب اس کا تصرف صحیح ہے ولا یثبت عزلہ الا باخبار عدل او فاسق ان صدقہ عنایہ او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہیں ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر میں کذا فی العنایۃ یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص مستور العدالت سے یا دو فاسقوں کی خبر سے قول اصح میں کاخبار السید بجنایۃ عبدہ و نحو بادہ کان مختارا للفداء مانند خبردار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جانب سے تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر پہنچی پھر اس نے اس کو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہے یعنی اس کو فدیہ جنایت دینا پڑے گا والشفیع بالبیع اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہنچا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہنچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہو گیا والبکر بالنکاح اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہنچا یعنی سکوت بکر رضا نہیں مگر جب کہ اس کو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دیں اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا نہیں والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اس مسلمان کو جس نے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی احکام شرعیہ کی خبر پہنچا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اس پر عمل احکام شرعی کا لازم نہیں تا آنکہ عادل یا دو مستور خبر دیں تو عمل لازم ہے یہاں تک کہ اگر فرائض ترک کرے گا تو قضا اس پر لازم ہو گی عمومی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہے کہ ایک فاسق کی خبر اس میں کافی ہے وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وحجر ماذون وفسخ شرکۃ وعزل قاض ومتولی وقف فتح ویشترط فیہا احدی شطری الشہادۃ لا لفظہا اور اسی طرح عیب مبیع کی خبر دینا خرید کے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزیں ہیں جن میں شہادت کے دو جزو ہیں ایک جز شرط ہے نہ لفظ شہادت ہم شہادت کے دو جز ہیں ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کے اخبار میں ایک جز شرط ہے یا عدد یا شرط عدالت بالاشرط عدد وعزل قاضی اور متولی وقف بحث ہے صاحب بحر کی نہ نص مذہب کذا فی الطحاوی ولیشترط سائر الشروط فی الشاہد اور بجز مذکورہ ثانی شروط شاہد کی شرط ہیں یعنی آزاد ہونا اور بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہ ہو تا مع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ خبر میں دو شرط ہے بجز لفظ شہادت یا حضور مجلس قضا اور یہ سب مذکورہ امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر میں شرط ہے کذا فی الطحاوی وغیرہ فی البحر بالعزل القصدی وعلاوۃ لم یصدقہ ویکون المخبر غیر المرسل ورسولہ فلو یعمل بخبرہ مطلقا کما یجیٔ فی بابہ اور قید لگائی ہے بحر الرائق میں قصدی معزولی کی اور اس کی کہ جب کہ وکیل مخبر کی تصدیق نہ کرے اور اس کی کہ مخبر غیر مرسل ہو اور موکل کا پیام رساں نہ ہو اس واسطے کہ پیام رساں کی خبر پر مطلق عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب میں آوے گا یعنی عزل قصدی میں عدد یا عدالت شرط ہے اور عزل حکمی میں تو قبل علم معزولی کے معزول ہو جاتا ہے عزل حکمی یہ کہ موکل مر جائے یا اس کو جنون مطبق ہو جائے یا مرسل غلط ہے بلکہ صواب بدل خصم ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے یعنی اگر خصم مخبر ہے تو عدد یا عدالت مخبر شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کرے گا تو حق ساقط ہو گا پیام رساں کی خبر پر مطلقا عمل لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اس کی تکذیب کرے کذا فی الطحاوی باع قاض او امینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعہ [illegible] عبدا للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہما لا یضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اس کے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے تجھ کو امین مقرر کیا اس کی بیع میں قبول مجھ

سلہ مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جس سے کسی وقت افاقہ نہ ہو

کذا فی الولوالجیۃ غلام کو بیچا دین والوں کے ادائے دین کے واسطے اور مال لیا سو اس کا ثمن ضائع ہوگیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اس کی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک ان میں سے تاوان نہیں دیتا بلکہ ان سے قسم بھی نہیں لی جاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اس کا قول بدون قسم کے معتبر نہیں ہم قاضی اور سلطان پر اس واسطے تاوان نہیں کہ اگر ان پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کریں تو رعایا کی مصالح معطل ہو جاویں کذا فی العینی و رجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والوں سے پھیرے بسبب متعذر ہونے رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد کی طرف اقرب الناس وہ ہے جس کو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہاں اصحاب دیون ہیں جن کے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہیں دیتا جب تک صاحب دین طلب نہ کرے کذا فی الحموی بتصرف ولو باعہ الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ ثم یرجع علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والوں کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اس کے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کی جانب سے اور ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیرے اس واسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر حقوق عبد وصی ہی کی طرف راجع ہوں گے اور وصی دین والوں پر رجوع کرے گا کیونکہ وہ عامل ہے انھیں کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اس پر ضمان لازم آوے گا تو وہ تاوان اس سے پھیرے جس کے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یرجع کہتا بجائے فیرجع کے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اس کے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال میں سے پھیرے یہی قول اصح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک من مالہم ای الفقراء والثلثان للورثۃ امر قاضی نے ترکہ میں سے تہائی نکالی فقیروں کے واسطے اور ان کو نہیں دی یہاں تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیروں کا مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیاں وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ام یعنی قاضی فقیروں کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہ ہوگا امرک قاض عدل برجم او قطع فی سرقۃ او ضرب فی حد قضی بہ بما ذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامراء مخاطب تجھ کو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے کا چوری میں یا مارنے کا حد میں جس کا وہ حکم کر چکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھ کو اس کے فعل میں گنجائش ہے تنگی نہیں بسبب واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہے ومنعہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنوہ فی زماننا وفی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علماء نے اس کو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور عیون میں ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے ہم وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہے اس واسطے کہ اکثر قاضی رشوت دے کر عہدہ قضا حاصل کرتے ہیں تو احکام ان کے باطل ہیں اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہے بحر الرائق میں کہا لیکن میں نے بعد اس کے صدر شہید کی شرح ادب القاضی میں دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر انکار رجوع کرنا شیخین کے قول کی طرف صحیح ہوا کذا فی الطحطاوی الا فی کتاب القاضی للضرورۃ مگر قاضی کے خط میں اس کے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت احیاء حق اور اس واسطے کہ خیانت اس میں کم واقع ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضوں نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے ابو منصور کا اس واسطے کہ عدم اعتماد بعلت فساد اور غلط کے ہے اور یہ امر عالم عادل میں منتفی ہے اور اسبیجابی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت میں ہے جب کہ قاضی عالم عادل ہو اس واسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہیں اور اس کا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاہلا ان استفسر فاحسن

ہم یعنی جس کا نکاح ہوگیا ہو اور باوجود اس کے پھر زنا کرے ہم وسعک فعلہ کا ترجمہ یوں مناسب تھا کہ تو اس فعل کو کر سکتا ہے یعنی اگر قاضی رجم اور ضرب کا حکم دے تو مخاطب کو تعمیل ممکن ہے

تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اس کی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہ ہوگی
مثال اس کی ایسا ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس صورت سے اس نے زنا کیا اس کا سوال مقر سے کیا تو اس نے اقرار کیا جو
اس کا معروف ہے اور اس پر میں نے سنگساری کا حکم کیا اور سرقہ میں کہے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ اس نے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا اس میں کچھ
شبہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اس نے عمداً بلا شبہ قتل کیا تو اب اس کی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی المنح وکذا الا یقبل قولہ لو کان فاسقا الا ان
یعاین الحجۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اسی طرح قاضی کا قول مقبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہیں عالم عادل ہے یا
جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہے تو قاضی اول کے قول پر قطع یہ جانے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اس کی
واجب ہے اور قطع جانے اور ثالث اور رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا گر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے
تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول مقبول ہے ہم اس واسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہ رہے شارح نے حجت کو عادل بسبب اس واسطے کیا تو اقرار کو بھی شامل
ہو جائے صبی وہبنا الانسان عند الشہود فادعی ملکہ ضمانہ وقال الصبی کانت الدہن نجسۃ وانکرہ المالک فالقول للصبی لانکارہ الضمان والشہود
یشہدون علی الصب لا علی عدم النجاسۃ ڈھلکایا کسی آدمی کا تیل گواہوں کے سامنے سو اس کے مالک نے اس کے تاوان کا دعویٰ کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا
کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اس کا انکار کرتا ہے تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست
پر ثم الظاہر ان الجواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جائے تو اس کی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ جلانا درست ہے غیر مسجد میں اسواگر
اس کو اس پر حمل کیجئے کہ اس پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی جو تعدد صحیح ہے کذا فی الطحاوی ولو قتل رجلا وقال قتلتہ
لردتہ او لقتلہ ابی لم یسمع قولہ لو یعدی الی فتح باب السفدین فانہ یقتل ویقول کان مستحقا لذلک وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال اقرار بزازیۃ اور اگر ایک شخص نے
قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ میں نے اس کو قتل کیا بسبب اس کے ارتداد کے یا بسبب کے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہ ہوگا تا سرکشی اور
شورش کا دروازہ نہ کھل جائے یعنی اگر اس کا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو ہر شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اس کے ارتداد وغیرہ کا دعویٰ
کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جائے گا اور قاضی کے کہ قتل اس کے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیہ من
کتاب الاقرار خون کا امر عظیم ہے لہذا مال میں ایک قسم کفایت کرتی ہے اور خون میں پچاس قسمیں صدق قاض معزول بیمین قال لزید اخذت منک
الفا قضیت بہا لبکر ودفعتہا الیہ فقال قضیت فقطع یدک بحق فادعی زید اخذ الالف وقطع یدہ ظلما واقر بکونہ ای الاخذ والقطع
فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسندہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الا ان یبرہن زید علی کونہ فی غیر قضائہ
فالقاضی خصم بکر ابن ملک صدر الشریعۃ تصدیق کی جائے گی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جس نے زید سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم لیے جن کا میں نے حکم
کیا تھا بکر کے واسطے اور میں نے اس کو دیے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق میں اور زید نے اس کے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا ظ
ظالم کے دعویٰ کیا اور اقرار کیا کہ دونوں امر یعنی اخذ اور قطع اس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسی طرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اس کے فعل مذکور کو
گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح میں اس واسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے
تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ دے اس پر کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی مبطل ہوگا اس فعل میں کذا فی صدر الشریعۃ حالت
قضا اس واسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اس کا شاہد ہے اس پر کہ عادل قاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر قسم اس واسطے نہیں کہ فعل اس کا قضا میں باوجود عدل

اسلامیہ نے یہ تحقیق کر کے معمول بہ اور قابل قبول بنا دیا کہ قاضی کا فعل قابل قبول ہے جبکہ وہ عادل ہو اور اس کے خلاف ثابت نہ ہو

ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شئ فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی مذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہ ہو تو اس کو دسواں حصہ اموال تیامی اور اوقاف سے جن کا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے م صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اس کے انکار میں مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں م اس مسئلہ کا یہاں ذکر بے محل ہے علاوہ بریں یہ قول محرر اور منقح بھی نہیں اشباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچ کی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقاطعہ جس میں متولی کی کچھ حاجت نہیں اور اس پنچ کی والے لوگ اس کا غلہ لیا کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اس میں واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجر کے تو مستوجب اجر نہ ہوگا بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقت میں مقرر ہوا تو مراد اس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہوا اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دے اور تخمیس کرے اور خزانۃ الکل اور ولوالجیہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجر بہ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ وکجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتابتہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونوں کو اس کی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اس واسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر ان کی کتابت اس واسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے م خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا نہیں اور اس کے سوائے حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لے گا تو بیع نافذ نہ ہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور اصح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور گاہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جس میں اجناس مختلفہ ہیں زیادہ ہوتی دس لاکھ نقد کی مشقت پر میں کہتا ہوں اور عمادیہ میں ملتقط سے ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درم اجرت ہے سو معتمد نہیں اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہیں اور کون سی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر میں اس کو تو اجرت مثل ہے بقدر اس کی محنت کے اور بقدر اس کی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور ثقاب کے مشقت قلیلہ میں اور شرح تمرتاشی میں نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول اور قصر اور اس کی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیہا ○ ولیس لہ اجر وان کان قاسما؛ وان لم یکن من بیت قال مقرر ما اور شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اس کے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہ ہو اور رخص بعض لانعدام مقرر؛ وفی عصرنا فالقول الاول ینصر؛ اور بعضوں نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں تو پہلا قول منصور اور مختار ہے + وجوز للمفتی علی کتب خطہ علی قدرہ اذ لیس فی الکتب یحصر؛ اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اس کے لکھنے پر بقدر اس کی کتابت کے اس واسطے کہ مفتی کتابت میں منحصر نہیں یعنی اس پر کتابت واجب اور لازم نہیں م شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابوالمحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے میں اس واسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھ دینا اور باوجود اس کے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے بچے اور ابروا بتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم ؛

❋

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں م شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف اس کو بصیغہ جمع لایا باعتبار اس کے انواع کے اخرہا عن القضاء لانہا کالوسیلۃ وہو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اس واسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جس میں شک اور تردد نہیں وشرعاً اخبار صدق لاثبات حق فتح قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے م اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بہ لفظ اشہد تکلم کرے۔ بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بہ لفظ علم ویقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو جیسے لونڈی کی آزادی میں م مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق جاریہ اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادت حسبہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اس طرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہو جانے حق سے تو اس کو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدعی کے کذا فی الفتح یعنی آدمی کے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب آدمی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادا کے شہادت میں تو شاہد شرعاً طالب ہے شرطہا احد وعشرون شہادت کی شرطیں اکیس ہیں شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں تین ہیں عقل کامل ہونا شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جس کی گواہی دی جائے مگر اس کا معاینہ شرط نہیں جس میں تسامع سے گواہی ثابت ہے م جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا فاسق پھر صغیر

لے [illegible] کی ادائے صرف ثواب مقصود ہے کسی آدمی کے حق کا اثبات بلکہ حق اللہ کا ثابت کرنا منظور ہے ۱۲　لے یعنی ایک دوسرے کے سننے سے متحقق ہو ۱۲

بالغ ہو جائے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی۔ کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط ازاں جملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک و تردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافاً للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلماً اور من جملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اس طرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمیز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور ازاں جملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سن کر اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولادۃ وزوجیۃ اور من جملہ شرائط عدم قرابت ہے باعتبار ولادت اور زوجیت کے تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اس کے بالعکس جائز نہیں اور اسی طرح زوجین کی گواہی او عداوۃ دنیویۃ اور من جملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں او دفع مغرم او جر مغنم کما سیجئ یا من جملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہ ہونا ہے چنانچہ عن قریب اس کا ذکر آوے گا یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے م ماتن اور شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اس طرح ہے کہ بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہیں ان میں سے پانچ وجوب وقبول کی شرطیں ہیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہ ہو اپنی ذات کے واسطے جر منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹادے اور یہ کہ شاہد خصم نہ ہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضے شرائط شہادت کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شروط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں ان میں سے اسلام ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جس میں توافق شرط ہے اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادۃ علی الشہادت میں تو یہ ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تو تحمل اور ادا دونوں میں شرط ہیں اور معائنہ مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہے نہ ادا کی، تو یہ سب بیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا سماعت سے یہ شروط سے زائد ہے جس کو شارح نے اعتبار کیا ہے تو باعتبار سمع اکیس شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی ورکنہا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہا معنی مشاہدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد اطلعت علی ذلک وانا اخبر بہ وہذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما اعلم بطل للشک اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہے بصیغہ مضارع متکلم نہ کوئی اور لفظ سوائے اس کے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد بول کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوں اس پر اور میں اس کی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو اسی واسطے لفظ اشہد کا متعین ہو گیا یہاں تک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کرے گا یعنی یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنی میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے م لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہے تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اس واسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اس

میں محتمل ہو گی تو شاہد فی الحال کا مخبر ہو گا پھر جب کہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہ ہو گا یعنی اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہے تو شہادت مقبول نہیں اور اسی طرح یہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحطاوی وحکمھا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ بمعنی افتراضہ فورا الا فی ثلث قدمناہا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمعنی افتراض حکم ہے فورا مگر تین صورتوں میں جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی الشرنبلالیۃ فلو امتنع بعد وجود شرائطہا اثم لترکہ الفرض واستحق العزل لفسقہ وعزر لارتکابہ ما لا یجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہو گا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہو گا بسبب اس کے فاسق ہو جانے کے اور اس کو تعزیر دی جائے گی بسبب اس کے مرتکب ہونے اس چیز کے جو شرعا جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکفر ان لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ علیہ ابن ملک واطلق الکافیجی کفرہ واستظہر المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جائے گا اگر اس کا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہ ہو تب کافر ہو گا کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول یعنی درصورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہے م کافیجی ایک عالم ہے جس کا رسالہ ہے مسمیٰ بسیف القضا علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب اداؤہا بالطلب ولو حکما اور واجب ہے ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا ہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت واجب ہے م افتراض ادائے شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اس کو چھپاوے تو اس کا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہد وں پر پھر کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اس کا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید پر تاکید ہے اس واسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کی طرف جو اشرف الاعضاء ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو دہی بالکل معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جن کا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالیٰ کے اس قول میں کہا (ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نہ کریں شاہد جب کہ وہ بلائے جاویں کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادائے شہادت میں لیکن تحمل میں متعاقدین کو شاہد کرنے کے واسطے شاہدوں کے پاس جانا چاہیئے شاہدوں کو ان کے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور ادائے شہادت میں شاہدوں کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیئے نہ کہ قاضی ان کے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے سوا تحمل اور ادا کے واسطے کوئی نہ ہووے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا بیاعات اور مداینات پر مستحب ہے مگر تھوڑی چیز میں چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی میں ہے کہ اشہاد عقود میں مستحب ہے مگر نکاح میں ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسی طرح رجعت میں شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جب کہ اور شخص موجود ہوں تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہ ہوں تو امتناع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا الخ بشرط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر منہا عدالۃ قاض وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ

ملے یعنی جو کہیں جانتا ہوں یا میرے گمان میں ۱۲ ملے یعنی تحقیق کر کے دریافت کر لیا گواہ عادل اور قابل قبول شہادت ہیں ۱۲

او یکونہ اسرع قبولا وطلب المدعی لوفی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او اداء ولیکن اداے شہادت کا وجوب سات شرطوں سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ میں مشرح ہیں از اں جملہ عدالت قاضی اور اس کا مکان قریب ہونا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اس کے شتاب تر قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد میں بشرطیکہ اس کا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہ ہو اس واسطے کہ شہادت فرض کفایہ سے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور اداء کے واسطے سوائے دو شاہدوں کے اور کوئی نہ ہوم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطیں ذکر کیں ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہے قبول نہیں کرتا۔ اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ اداء اور شہادت اس پر متعین ہو ۲ اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہ ہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا کیونکہ اُس کو اس میں ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نہ کرے گا تو اس پر گواہی دینا لازم نہیں یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہو گی بہ نسبت اور شاہدوں کے تو اس پر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہوں چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اس میں تامل ہے وجہ تامل شاید یہ ہے کہ جب وہاں وہ شخص موجود ہے جس سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں ۴ طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہیں مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت شاہد ۵ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہ ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہوں اور انھوں نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اور اگر مقبول نہ ہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہوگا شرط سادسہ یہ ہے کہ شاہد کو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اس کو عادلین نے اس طرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اس کو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر مخبر عدول نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں شرط سابع یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اس نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اس کے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا الکاتب اذا تعین لکن لہ اخذ الاجرۃ لا للشاہد حتی لو رکبہ بلا عذر لم تقبل وبہ تقبل لحدیث اکرموا الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو جائے یعنی جب اُس کا کوئی بدل نہ ہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر لے گا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہو گی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود م عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہ ہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہ ہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے یہ حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے یوں روایت کی ہے کہ اکرموا الشہود فان اللہ تعالیٰ یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدوں کی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور ان کی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الطحطاوی تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا من جملہ توقیر اور تکریم کے ہے وجوز الثانی الاکل مطلقا وبہ یفتی بحر واقرہ المصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا دینا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م تجویز اکل مطلقاً ہے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہدوں کے آنے سے پہلے یا انھیں کے واسطے تیار کیا ہو اور محمدؒ نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے ویجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ

فی حقوق اللہ تعالی اور اداء شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالی کے حقوق میں ہو م واجب سے مراد فرض ہے
خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالی کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد
بھی بھی جدا ان کے ہے جن پر یہ واجب ہے تو شاہد مدعی ٹھہرا من جہۃ الوجوب اور شاہد ٹھہرا من جہۃ تحمل الشہادت تو اور مدعی کی کچھ حاجت نہ ہوئی
اور بعضوں نے حق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وہی کثیرۃ عدہا فی الاشباہ اربعۃ عشر اور حقوق اللہ تعالی کے بہت ہیں ان میں سے اشباہ
میں چودہ شمار کیے ہیں م حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوائے حد قذف و سرقہ نسب
خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے کہ وقف میں جواب
علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر یا بیانہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہیں اور اگر فقیروں اور مسجدوں پر وقف ہو تو امام کے
نزدیک بدون دعوی مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہے اسی کا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ
ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی مقبول ہے اور عمادیہ میں فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہے اور
اضحی میں اختلاف ہے بعضوں نے اس کو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے ہلال فطر پر اور نسب میں خلاف ہے صاحب محیط نے قبول
بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہیں اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح
بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہے اور عتق عبد میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اس واسطے
کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عیدین اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اس واسطے
کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال ومتی اخر شاہد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ
اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائے گا پس گواہی اس کی مردود ہوگی م بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ
نے ان گواہوں میں جواب دیا جنہوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ ان کی گواہی مقبول نہیں کاکی نے کہا حسبہ
وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امرأۃ ای بائنا وعتق امۃ وتدبیرہا حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن
اور لونڈی کی آزادی اور اس کا مدبر ہونا م عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اس واسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں زوجین کا پاس رہنا
بطور ازدواج مخالف شرع نہیں اس واسطے کہ اس طرح کا رہنا رجعت میں شمار نہ ہوگا. لونڈی کی آزادی اس واسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اس کی
شرمگاہ اب حرام ہو گئی اور اسی طرح تدبیر سے اس کی شرمگاہ وارثوں پر حرام ہے مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبد
وتدبیرہ شرح وہبانیۃ اور اسی طرح ہے غلام کی آزادی اور اس کا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیۃ م ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر میں
خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسی طرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب
الرضاع میں مذکور ہو چکا وہل تقبل جرح الشاہد حسبۃ للظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالی اشباہ اور کیا طعن کرنا شاہد میں بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہیں جواب
ظاہر یہ ہے کہ ہاں مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے کذا فی الاشباہ م حسبۃ حال ہے جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد میں بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر
مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق
اللہ اٹھارہ تک پہنچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اس کی تدبیر
اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اس کی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ میں داخل ہیں بالجملہ حقوق اللہ

حقوق مذکورہ میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے پہلے بہ لفظ کثرت اس کی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہیں ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقف میں بنا بر قول ضعیف کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت میں دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اس پر ہے کہ دعوی مسموع نہیں مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہ ہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وسترہا فی الحدود ابر لحدیث من ستر ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک بحر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود میں نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائے گا وہ چھپایا جاوے گا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہے مگر بے حیا پردہ دَرکے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر م ہر چند قرآن مجید میں نہی من الکتمان عام ہے لیکن اس کی تخصیص حدود کی شہادات میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس واسطے کہ اس میں پردہ پوشی ہے ازاں جملہ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی ہے (مَن ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ الستر اور بہتر یہ ہے کہ شاہد چوری میں یوں کہے کہ اس نے لیا تاکہ صاحب مال کا حق تلف نہ ہو اور یوں نہ کہے کہ اس نے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے م یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہے اس کا جواب دیا کہ اس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہ ہو اور مالک کی حق تلفی نہ ہو اس واسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعائے ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہیں اور باوجود اسکے کہ اس میں مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اس واسطے کہ اگر چوری کی گواہی دے گا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے ان میں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے اس کا مال اس کے گھر سے لے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہاء سے سوال کیا انھوں نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اس واسطے کہ اس نے چوری کا اقرار نہیں کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اس نے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہاء نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے ان کے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اس نے اوّل اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اس پر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اس کے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہ ہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہاء اس جواب سے متعجب ہو گئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کا نصاب وہ چار مرد ہیں جن میں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہ ہو م ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اس واسطے کہ چار مردوں کا بہ صفت خاص گواہی دینا کم تر واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو ابن زوج کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں ان میں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ان کی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب کہ باپ مدعی زنا ہو یا ان کی ماں زندہ ہو تو گواہی ان کی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقہ بالزنا وقع برجلین ولا حد اور اگر مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولیٰ کے زنا کی گواہی دیں تو ہر چند مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شہد العتقہ ثم اربعۃ بزناہ محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجم رجع الکل ضمن الاولان

قیمتہ لمولاہ والا ابنہ دیتہ لہ ایضا لورثتہ اور اگر دو شاہدوں نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کردیا یعنی اس کی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اس کے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں اگر مولی غلام کا وارث ہو ولبقیۃ الحدود والقود ومنہ اسلام کافر ذکر لمالہا لقتلہ بخلاف الانثی بحر ومنہ ردۃ مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور من قبیل قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کے کذا فی البحر اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہے مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد اس واسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے گا تو قتل کیا جائے گا بخلاف اسلام عورت کافرہ کے کہ اس کے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اس کا مآل کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اس واسطے کہ در صورت اصرار اس کا بھی مآل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی اس واسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین بعدہ ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدماء) یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کی اس واسطے کہ معظم تمہید شرع اور طریق احکام انہیں دونوں کے زمانے میں ہوا اور ان کے بعد اور خلفاء میں نہ تھا مگر ان کا اتباع انتہی الا المعلق فیقع ولا یحد کما مر گزشتہ عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائے گی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورات کی مجال نہیں کذا فی الطحطاوی والولادۃ واستہلال الصبی للصلوۃ علیہ وللارث عندہما والشافعی واحمد بحر ورجح فی الفتح والبکارۃ وعیوب النساء فیما لا یطلع علیہ الرجال امراۃ حرۃ مسلمۃ والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اس پر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب نساء کے واسطے جس عضو میں مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہے۔ اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح م یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسبت نہ بحق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اس کی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہے عورت کے عیوب چنانچہ شرم گاہ میں ہڈی یا گوشت زائد ہونا لونڈی خرید کرنے میں اس کے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ میں بالغہ عاقلہ عادلہ کی قیود زیادہ مذکور کی ہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جس کو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا ہے (عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ) یعنی مجاہد اور سعید اور عطا اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اس میں جس کی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء

جمع محلی بالف ولام ہے اور مراد اس سے جنس ہے تو قلیل او رکثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبدالرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اس پر کہ عورتوں کی گواہی اس امر میں جائز ہے جس پر ان کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اس قبیل سے ہے ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی والاصح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصۃ م بحرالرائق میں ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس ناگہاں جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اس پر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے بالقصد اس کی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی اس واسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہوگیا وفی البرجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اس کی گواہی مقبول ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم دیت مقبول ہے تاکہ خون مفت ضائع نہ ہو ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہیں خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب میں اس واسطے کہ ان میں تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی میں ہے تجنیس سے م ابوسعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہرا یہاں صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں نصاب شہادت دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالیٰ (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان) یعنی اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا میں چار مرد اور باقی حدود اور قصاص میں دو مرد اور ان کے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور ان امور میں جن میں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نساء کے ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالیٰ فتذکر احدہما الاخریٰ اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول حق تعالیٰ تو یاد دلا دے ایک عورت دوسری کو م جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تاکہ عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہ ہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے ان کو عدالت میں آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع میں ثابت نہیں وخصہن الائمۃ الثلثۃ بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور ان کے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں ان کی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں توابع اموال جیسے شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ او رقتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق م یعنی شہادت میں یہ ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہیں تو اگر یوں کہے کہ

میں جانتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں اس کا تو مقبول نہیں کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہیں فتح القدیر میں ہے کہ لفظ شہادت اس واسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط اسی پر ناطق ہیں قال تعالیٰ (واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا تبایعتم فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا رأیت مثل الشمس فاشہد) الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اس واسطے کہ لفظ شہادت اقویٰ ہے اخبار اور تیقن سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہے بخلاف تکبیر افتتاح کے اس واسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم میں برابر ہے اللہ اکبر کے لہٰذا تعظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ میں منحصر نہیں انتہی ملخصاً بتصرف وکل مالا یشترط فیہ ہذا اللفظ کطہارۃ ماء ورؤیۃ ہلال فہو اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رؤیت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں والعدالۃ لوجوبہ اور مراتب اربع میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت فلہذا عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور اس واسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اس واسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم تو اس سے اس کا راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اس پر عمل کیا جائے کذا فی الفتح فی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب لخروجہ من البطن ینابیع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہ ہو پیٹ اور شرم گاہ میں اور ازاں جملہ کذب ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے م علامہ عبدالبر نے کہا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہ ہو صغائر پر صلاح اور صواب اس کا اکثر ہو اس کے فساد اور خطا سے صدق اس کے استعمال میں ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اس کی شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور آذرجندی نے اس میں یہ قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اس نے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی لا لصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ واثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت کے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہ گار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مرانہ یتاقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوال ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کر دے اس سے یعنی قضاء بشہادت فاسق سے تو اب قضاء نافذ نہ ہوگی اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضاء موقت اور مقید ہو سکتی ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضاء نافذ نہ ہوگی اقوال ضعیفہ میں وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی میں ہے صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اس کو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے م فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے

۱؎ اور شاہد کرو دو عادل کو اپنے آپ میں سے ۱۲ ۲؎ اور شاہد کر لو جب تم باہم سودا کرو ۱۲ ۳؎ اور شاہد کرو دو گواہ اپنے مردوں سے ۱۲ ۴؎ پس شاہد کرو ان کے اوپر چار مرد اپنے میں سے ۱۲ ۵؎ اور قائم کرو شہادت کو ۱۲ ۶؎ جب تو دیکھے مثل آفتاب کے تو گواہی دے ۱۲۔

مصاحب تو اس کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ بسبب اس کی رواداری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اس کے واسطے اجورہ مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہی نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہو وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ ای ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہے تو شاہد کو تین موضع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دینا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین م مثلاً یوں کہے شاہد کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارک فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو چنانچہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اس کے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہے نسبت مشہود علیہ کی اس کے دادا تک تو ذکر کرنا اس کے نام اور اس کے باپ کے نام اور اس کے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں۔ مگر جب کہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اس طرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اس حرفے میں اس کا شریک نہ ہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد[۱] حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہاں تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص میں البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم بحر سرا وعلناً بہ یفتی وہو اختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی ان کا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اس واسطے کہ صاحبین چوتھے قرن میں تھے م حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گناہ گار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہ ہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جس کو مستورہ بھی کہتے ہیں مزکی[۲] کے پاس بھیجے اور اس رقعہ میں شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد میں وہ نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اس میں لکھے اس طرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جس کی عدالت یا فسق اس کو معلوم نہ ہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہے اور جس کا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اس کی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تاکہ مسلمان کی پردہ دری نہ ہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر میں تصریح نہیں کرتا تو اس کی شہادت پر حکم ہو جائے گا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ بنایہ میں ہے اور اخفائے سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تاکہ مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہیں مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع میں لوگوں کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہٰذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہؒ کے کہ وہ قرن ثالث میں تھے جن کے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع میں موجود ہے فرمایا رسول خدا

[۱] یعنی جس صورت میں کہ گواہ مشہود علیہ کے دادا کا ذکر نہ کرے ۱۲ [۲] تزکیہ پاک کرنے کو کہتے ہیں یہاں مراد گواہوں کی راستی کے ثبوت سے ہے۔ مزکی وہ شخص جو گواہوں کی راستی بتلا دے ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جس میں میں ہوں پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں پھر کذب پھیل جائے گا یہاں تک کہ مرد قسم کھائے گا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دے گا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہ مبنی ہے اس پر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ اخضری نے شرح مسلم میں مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اس کی تحدید میں اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک بیچ ستر اور سو برس کا قول میں نے نہیں دیکھا انتہی طبقات عبد القادر میں مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس میں ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی میں ہوا اور محمدؒ کا انتقال ایک سو ستاسی میں ہوا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بالسر جاز مجمع و به یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی السراجیہ م فقط تزکیہ علانیہ صدر اول میں تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار درر یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو بعبارتہ جواب عن النقص بالعبد وبدلالتہ عن النقص بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ میں مزکی کا یوں کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح میں بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنی جو شخص کہ دار الاسلام میں رہتا ہے اس میں اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ میں اس واسطے کہ اس کا غلام نہ ہونا اور محدود فی القذف نہ ہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا یہ اس وقت مسلم ہو جب کہ حریت لفظ عادل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہ ہوتا ہو حالانکہ ایسا نہیں ولہذا سرخسی کا مختار یہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اس واسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادت ہے اور اسی طرح باپ جب کہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو مزد سے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہی خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں ہیں اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاہد کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہے چہارم یہ کہ شاہد دینار اور درم کی خوش معاملگی میں معروف ہو پنجم یہ کہ ادائے امانت میں قاصر نہ ہو ششم یہ کہ راست گو ہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہ ہو انتہی ما فی الطحطاوی والتعدیل من الخصم الذی لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جس کی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں م جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہ ہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولیٰ صحیح نہیں حموی نے کہا تعدیل خصم اس واسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اس کے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کاذب ہے انکار دعویٰ میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہٰذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ اُن لوگوں میں ہو جن کی طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اس کی صحیح ہے کذا فی البزازیہ والمراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ہم عدول زاد لکنہم اخطأوا او نسوا ولم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اس کا تزکیہ ہے یوں کہنے سے کہ شاہد عادل ہیں خواہ اس نے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدوں نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو م جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اس کی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اس کے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار م یعنی اگر مدعا علیہ دعویٰ مدعی کا انکار کرے

اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعوی ہے تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اس کا انکار بسبب
تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ
المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحر الرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر
ہونے تزکیہ کے اس واسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اس نے صیرفیہ سے نقل
کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے م تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول
اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہے تو وہ شاہد مجہول کو کیا بتاوے گا قلت ولا
تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا م کتاب القضاء میں قبل تحکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان
اپنے قاضیوں سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اس کا نصیحت کرنا واجب ہے اس طرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیوں کو اس
امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر
کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں اور
یوں نہیں کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اس واسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کے مانند غالباً اور مجہول بتایا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ
ہم یوں کہتے ہیں کہ فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جائے یعنی تفتیش عدالت اور تقوی میں نہایت کد و کاوش
کیا جاوے تو دائرہ تنگ ہو جائے اور کوئی مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہے س ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا + کفی المرء نبلا ان تعد
معائبہ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہے جس کے سبب سے خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اس کی برائیاں گنی جاویں
ولہ ان یشہد بما سمع او راٰی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے
اس کی جس کو سنے یا دیکھے بیع کے مانند میں اگرچہ بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی من جملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے
اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار من جملہ مبصرات ہوگا م یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اس کو سن کر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھ
کر گواہی دینا جائز ہے اور گاہے شئی مسموع اور مرئی دونوں ہوتی ہیں دو اعتبار سے بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور
اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی دیں گے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور
خریداری کی شہادت میں بیان ثمن متردد ہے اس واسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار لسانی مسموعات سے ہے اور اقرار
بالکتابہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدین کی روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اس
طرح کہ اس نے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ شخص غائب
کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ (اما بعد فلک علی کذا) یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرلے مخاطب کہ تیرے مجھ پر اتنے درم ہیں اور اگر لکھے
اور شہود کے روبرو پڑھے تو ان کو اس کے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار پر اور اگر شاہدوں
کے روبرو لکھا اور کہا اس کے گواہ رہنا تو اگر ان کو اس کا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر
اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہ ہو کذا فی الطحطاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ
المقر ونغمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اس پر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اس وقت چھپا لگا ہو اس طرح

پھر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہوا اور اس کا اقرار سمجھتا ہو تو علامہ میں ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہ ہوں اور اس کا کلام سنتے ہوں تو ان کو گواہی اس کے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در صورت آیندہ کذا فی الطحطاوی ولا یشهد علی محتجب بسماعه منه الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیره لکن لو فسر لا تقبل درر اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہے اس پر گواہی دے اس سے بات سن کر مگر جب کہ ظاہر ہو جائے قائل اس طرح کہ نہ ہو کوئی کوٹھری میں سوائے اس کے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کرے گا تو گواہی مقبول نہ ہو گی کذا فی الدرر یعنی جب کہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نکل کر اس کے دروازے پر بیٹھا اور اس کوٹھری میں کوئی راہ نہیں سوائے دروازے کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصها ای القائلة مع شهادة اثنین بانها فلانة بنت فلان بن فلان ویکفی هذا للشهادة علی الاسم والنسب وعلیه الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین م رویت شخص کی قید اس واسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اس کا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ کا بتا دیں تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع گواہی شہادت پر شاہد کریں تاکہ شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالہ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الجواهر عن محمد لا ینبغی للفقهاء کتب الشهادة لان عند الاداء یبغضهم المدعی علیه فیضره جواہر میں ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اس واسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کرے گا ان سے تو بغض اس کو ضرر کرے گا م وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے جو شرعا محبوب ہیں یعنی اہل العلم کی محبت شرعا لازم اور تحمل شہادت آخرکار موجب بغض ہو گا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یا اس صورت میں ہے جب کہ اہل علم میں تحمل یا ادائے شہادت متعین نہ ہو۔ وان کان بین الخطین بان اخرج المدعی خط اقرار المدعی علیه فانکر کونه خطه فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابهة ظاهرة علی انهما خط کاتب واحد لا یحکم علیه بالمال هو الصحیح خانیة وان افتی قارئ الهدایة بخلافه فلا یعول علیه وانما یعول علی هذا التصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاته کذا ذکره المصنف هنا وفی کتاب الاقرار واعتمده فی الاشباه اور اگر دو خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرار نامہ نکالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اس نے لکھا اور رہا کہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہ ہو گا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اس کے مخالف فتوی دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اس پر اعتماد نہ کیا جائے گا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہو گا اس واسطے کہ جن لوگوں کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے ان میں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح منح یہاں اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے م مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اس کو لکھا ہے لیکن مجھ پر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہ ہو گا کذا فی المنح ملخصا فی شرح الوهبانیة لو قال هذا خطی لکن لیس علی هذا المال ان کان الخط علی وجه الرسالة مصدرا معنونا لا یصدق ویلزم بالمال وذکره فی الملتقط وفتاوی قارئ الهدایة فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ میں ہے اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیغام مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہ ہو گی اور مال اس پر لازم کیا جائے گا اور مانند اس کے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے

تو اس کی طرف مراجعت کرم یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اس واسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائے گا انتہی لیکن جمہور علماء اس کے خلاف پر ہیں اس واسطے کہ لکھنا کبھی تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصاً ولا یشہد علی شہادۃ غیرہ مالم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اس کو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اس کے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضا میں اس کو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اس کو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ م وجہ جواز یہ ہے کہ شہادت اب ملزم ہے اور یہ تعلیل اس کی مفید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اس واسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں ویخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر م صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے شہادت کو سنا تو اس کو اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اس کو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جائے کذا فی الطحطاوی وقولہم لابد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہاء کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے یعنی گواہ کر دینے سے اور ضروری ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر م قولہم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اس واسطے کہ شاہد عند القاضی نے اس کو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اس کو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی ونعم الشہادۃ لقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ ملا حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اس پر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا اشہاد اس وقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اس میں زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ یکفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں ہے ازاں جملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس میں بعد مدت حبس کے م عادل کی قید اس واسطے لگائی کہ مستور العدالت کی خبر اور اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزوں میں مقبول نہیں خبر قاضی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اس مال میں جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اس کی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک اس کو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اس کے افلاس کی خبر دے تو اس کی خبر کو قبول کرے اور اس کو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللتزکیۃ ای تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ میں یعنی تزکیہ مخفی میں اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع م تو تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہے جو شہادت میں شرط ہے سوائے لفظ شہادت کے اور ظاہر اتزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتیں مراد ہیں تنبیہ قاضی کو چاہیئے کہ اس کو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون نہیں لالچی اور مفلس نہ ہو تا مال پا کر دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی میں یا اہل بازار میں کوئی شخص لائق اعتماد کے نہ ہو تو اب تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود میں کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد و خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہے م مصباح میں ہے ترجم کلامہ عرب بولتے ہیں جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے وترجم کلام غیرہ بولتے ہیں جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی میں تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا و ضم جیم لغت فصیح میں اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور کہا ہے جیم اور تا دونوں کو مفتوح بولتے ہیں انتہی امام اعظمؒ کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد او خصم کا مترجم اندھا نہ ہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا

ہو تو ترجمہ کی کچھ حاجت نہیں اور ترجمہ کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونوں میں واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت یہود کی سیکھ کر عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی میں قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصوں کے ہونے میں زیادہ ترا احتیاط ہے م اسی طرح مزکی کی پیام رسانی میں قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیۃ عبد ولو والدا اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولی کے واسطے اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ میں بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلے نظم میں بیان کیے ہیں سو یوں کہا ہے ۵ ویقبل عدل واحد فی تقوم ، وجرح وتعدیل وارش یقدر اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں اور جرح اور تعدیل شاہدوں میں اور دیت مقدر میں یعنی غیر محرم کی قید ٹھہرانے میں اور تلف کر ڈالنے کی قیمت یوں اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اس کی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اس کی نہ تھی تو اس کے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب صرف اس کلام سے مستثنی ہے کہ اس میں دو شخصوں کی تقویم ضروری ہے چنانچہ وہبانیہ میں ہے اور سر کے زخموں کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہے ۔ وترجمۃ والسلم ہل ہو جید ؛ وافلاس والارسال والعیب یظہر ؛ اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ میں اور مسلم فیہ میں کہ وہ عمدہ ہے یا ناقص اور افلاس محبوس میں اور قاضی کی پیام رسانی میں اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے م سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم اور مسلم الیہ میں اختلاف ہوا اس کے عمدہ یا ناقص ہونے میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری میں اختلاف ہو عیب مبیع کے اثبات میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے کذا فی الطحطاوی وصوم علی ما مر او عند علۃ ؛ وموت اذا الشاہدین یخبر اور صوم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے کے وقت اور موت میں جب کہ دو شاہدوں کو ایک عادل موت کی خبر دے م مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان میں عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہ ہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایہ میں ہے کہ درصورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اس کی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ للذمی تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ فان لم یعرفہ المسلمون سألوا عنہ عدول المشرکین اسیار ہو اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اس کے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہ کہ وہ ہوشیار ہے مبہوت نہیں ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہوں تو اس کا حال عدول مشرکین سے دریافت کریں کذا فی الاختیار م دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ سارق نہ ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہوں تو قاضی عدول کفار سے اس کا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم قبلت شہادتہ ولو سکر الذمی لا تقبل اور ملتقط میں ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دے چکا ہے اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اس کی مقبول نہیں م طحطاوی نے کہا اس واسطے کہ نشا اور مستی انجیل میں حرام ہے تو وہ فاسق ٹھہرا نصاری کے دین میں ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکرہا ای الحادثۃ وکذا اور وہ شخص گواہی نہ دے جس نے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اس کو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط للخط اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھ کر بدون یادداشت کے بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے م خلاصہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے تجریح لوریت تنگ روی اختیار کی لہذا ان سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امام نے بارہ سو موہدوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضروری ہے تو اگر ان میں سے کوئی چیز یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاہد

چھوٹا" زور ہے کذا فی المنح اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہیں وجوزاہ لوفی حرزہ وبہ ناخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر کاغذ مرقوم اس کے قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتغی م خلاصہ میں ہے شرط یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدعی کے ہاتھ میں نہ ہو جب ہے کہ اس نے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سوا گر ایسا نہ ہو تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں انتہی بحر الرائق میں ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور راوی کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہ ہو لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اس میں متفق ہیں اور جو بحر الرائق میں ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسی طرح عینی اور زیلعی میں ہے ابو سعود نے کہا دفعہ ثانی یوں ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی مافی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اس چیز کی جس کو اس نے معائنہ نہیں کیا بالاجماع مگر دس مسئلوں میں بلا معائنہ گواہی درست ہے جیسا کہ وہبانیہ کی شرح میں ہے م عدم معائنہ سے مراد عدم تیقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آنکھ کے معائنہ یا سماع سے اس کی گواہی دے اور سماع کی مثال عقود میں کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیۃ من جملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے ۲، ولاء ابو یوسف کے نزدیک ۳ مہر بقول اصح کذا فی البزازیہ م شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اس میں خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق میں جیسے ولاء میں عدم قبول معتمد ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت حلال نہیں ہمارے نزدیک خلافًا للشافعی پھر اس نے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولاء میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر میں محمد دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع میں چنانچہ علامہ البر نے اس کو ذکر کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بحر الرائق میں ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی والنسب ۴ نسب م تو جس نے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلاں ہے تو اس کو اس کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے اس کی ولادت اس کے فراش پر نہیں دیکھی اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحطاوی والموت ۵ موت م ترجب لوگوں سے سنا کہ فلانا شخص مرگیا تو اس کو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اس نے موت کا معائنہ نہ کیا ہو بزازیہ میں ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مرگیا تو اس کو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط میں ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سو اس کے اپنوں نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہیں اس کی موت کی خبر دے جب تک شخص معتمد اس کو یہ خبر نہ دے کہ میں نے اس کی موت کا معائنہ کیا اس واسطے کہ مصائب گاہے موت پر مقدم ہو جاتے ہیں خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الطحطاوی والنکاح ۶ نکاح م تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلوں سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عمادیہ میں ہے کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح میں جائز ہے تو اگر ایک مرد ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگوں سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہے تو اس کو اس کی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے عقد نکاح کا معائنہ نہیں کیا اور رد در میں ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت میں اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند میں ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اس کی جورو ہے کذا فی الطحطاوی والدخول بزوجتہ ۷ دخول بزوجہ یعنی یہ بھی بالسماع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہیں چنانچہ عدت اور مہر اور نسب و ولایۃ القاضی ۸ ولایت قاضی م یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اس کو اس کی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اس نے تقلید سلطان کا معائنہ نہیں کیا بحر الرائق میں معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا

چاہیئے واصل الوقف و اصل وقف م یوں گواہی دی کہ یہ وقف ہے فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہیں کافی میں مرغینانی سے مروی ہے کہ ہاں شرط ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ شرط نہیں بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیروں کی طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطہ فی المختار لکمال فی بابہ اور قول ضعیف میں شرائط وقف کی بھی گواہی بسماع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب میں م طحطاوی نے کہا اس کو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونوں قول کی تصحیح ثابت ہے بحر الرائق میں فصول عمادیہ سے ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہیں انتہی اور مجتبیٰ میں ہے قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہے معراج اور شرح فتح القدیر میں واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جس پر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ شرائط وقف سے ہے م تعلق صحت وقف شرط صحت وقف سے ہے چنانچہ وقف کا صحیح ہونا معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہ ہو وغیرہ ذلک اور جس پر صحت موقوف نہیں جیسے جہات مصرف ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جس پر شاہد اعتماد رکھتا ہے اس جماعت کی خبر دینے سے جن کا متفق ہونا کذب پر متصور نہیں بلا شرط عدالت محض یا دو عادل کی شہادت سے سوائے موت کے کہ اس میں ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح م فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ شہرت کی دو قسمیں ہیں ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اس طرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بہ لفظ شہادت خبر دیں مگر موت میں ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی ہوا مذکورہ میں باوجود عدم معائنہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ میں ہر شخص حاضر نہیں ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ نکاح میں ہر شخص موجود نہیں ہوتا اور دخول زوجہ میں کوئی واقف نہیں ہوتا اور اسی طرح ہر شخص موت کو معائنہ نہیں کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہے سو وہاں کوئی موجود نہیں ہوتا سوائے دائی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہے سو اس کو کوئی معائنہ نہیں کرتا سوائے وزیر وغیرہ خواص کے اور اسی طرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہیں جو مدتہا مدید باقی رہتے ہیں تو اگر ان امور میں تسامع مقبول نہ ہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جائیں کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت میں کافی ہے نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دے گا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر دونوں مل کر قاضی کے روبرو گواہی دیں تو قاضی ان کی شہادت پر حکم کرے کذا ذکرہ ابو السعود وقیدہ شارح الوہبانیۃ بان لا یکون المخبر متہما کوارث وموصی لہ اور شارح وہبانیہ نے مخبر موت میں یہ قید لگائی کہ وہ متہم نہ ہو چنانچہ وارث میت کا اور جس کے واسطے میت کی وصیت کی م وجہ تہمت یہ ہے کہ وارث شاید اس واسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اس کا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شیء سوی رقیق علم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع لک ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض اور تصرف میں کوئی چیز ہو سوائے اس رقیق کے جس کی رقیت معلوم ہے اور وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو تجھ کو اس متاع مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہے کہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبول قابض کی ملک ہے م خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا قبضہ

ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اس کی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اس واسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی پہلے سرے کی دلیل ہے کیونکہ جمیع اسباب میں مرجح دلالت قبض ہے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اس کی ملک کا مدعی ہے تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہے کہ اپنی رقیت یا حریت کو بیان کر سکتا ہے تو بمجرد معائنہ قبض اس کی مملوکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اس کی مملوکیت کی گواہی معائنہ قبض سے درست ہے طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہے اور شارح کو دھوکا پڑا شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہے رقیق معبر کے سوا یعنی جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معائنہ قبض سے اس کی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر معبر میں اس کی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اس کی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہے تو اس کی مملوکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جب کہ اس کی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا سوا[۵] ... رقیق یعبر عن نفسہ دلم یعلم رقہ والا فہو متاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی شرنبلالیہ میں ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اس واسطے کہ حلت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اس واسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہے بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہ ہوا تو مجرد قبض مفید نہ ہوا لہذا علماء نے کہا ہے کہ جب انسان گراں قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جس کے آباء اور اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اس کی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہیں انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اس کی خبر نہ دیں کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر دیں تو ملک قبض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہیں مگر جب کہ تیرے دل میں یہ جم جائے کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھ کو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شبلی کے حاشیہ میں ہے خانیہ سے والا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھ کو اس کی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء بہ بزازیۃ ای اذا ادعاہ المالک والا اور اگر قاضی اس کو یعنی قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اس کو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی البزازیۃ یعنی اس وقت حکم جائز ہے کہ جب کہ مالک اس کا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہیں م دعوی ملک کی قید میں شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہے اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہیں خلافاً للخلاصہ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو سعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وان فسر الشاہد للقاضی ان شہادتہ بالتسامع او بمعائنۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسر او قالا فیہ اخبرنا بہ من نثق بہ تقبل علی الاصح خلاصۃ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اس کی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت میں جب کہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہم کو وقف یا موت کی خبر دی ہے اس نے جس پر ہم کو اعتماد ہے تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی

---

[۵] سوائے اس مملوک کے کہ اپنا حال بیان کرے اور اس کا مملوک ہونا معلوم نہ ہو ورنہ وہ متاع ہوگا ۱۲

کذا فی الخلاصہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا علماء نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اس کی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض کو ذکر نہ کرے بل فی الخزانۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہدین کہیں کہ ہم نے گواہی دی اس واسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اس کو معائنہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے م شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اکثر میں اور سماع من الناس کہ یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا او لا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق مثلا کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کی واجب نہیں نہ یہ کہ کس کی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اس کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنا عشرۃ فرقۃ فصار وا اثنین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہو گئے م ہوی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالف سنت کے ہے بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے مغرب میں ہے کہ اہل اہواء وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کجروی کریں اور اہل قبلہ ہوں یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہوں ان کی گواہی اس واسطے مقبول ہوئی کہ ان کا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اس کو نہیں ڈالا مگر اس کی تدین نے یعنی اپنے نزدیک حق جان کر اس نے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اس کی گواہی مقبول نہیں جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور قہستانی میں عوض ان کے مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی میں سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجبرہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں ان کی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بحر الرائق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب ولم یبق لمذہبہم ذکر یعنی اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہیں روافض سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ میں حق پر ہوں تو ان کی شہادت کا مردود ہونا ان کی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور ان کے مذہب کا ذکر باقی نہیں رہا کذا فی البحر یعنی اس مذہب والا کوئی باقی نہیں رہا م خطابیہ نسبت ہے ابو الخطاب محمد بن ذہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب نے کوفہ میں خروج کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی آیت

کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خدائے اکبر ہیں اور جعفر صادق خدائے اصغر سو کوفہ میں سولی دیا گیا خطابیہ کی رد شہادت فقط بدعت سے اس واسطے
نہیں کہ محض بدعت لائق تکفیر کے نہیں بشرطیکہ اپنے دین کے مانند اعتقاد نہ رکھتے ہوں کذا فی الطحطاوی ومن الذمی لو عدلا فی دینہم جوہرۃ علی مثلہ الا
فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اس کے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجوہرۃ مگر پانچ صورتوں
میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں جیسے اشباہ میں ہے م من جملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانے کی گواہی
دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسلام لانے پر زبردستی کی جائے گی ۲ جب کہ دو ذمی نصرانی
میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا مدیون ہوا اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو ۳ جب کہ ذمی ایک خرید مسلم سے گواہی دیں اور مسلم منکر بیع ہو ۴ جب کہ چار شخص
گواہی دیں نصرانی پر کہ اس نے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر در صورت استکراہ مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعویٰ کیا جو کافر کے پاس ہے اور
اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اس کا غلام ہے اور فلانے مسلم قاضی نے اس کا حکم دیا ہے وتبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کقود بحر اور
باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اس کے مسلمان ہوجانے سے قبل قضا کے اور اسی طرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی دی چنانچہ قصاص
کذا فی البحر م اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہوجانے تو گواہی باطل ہوجاوے گی کیونکہ اگر اس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے
اور یہ جائز نہیں وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصاری ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاریٰ
اس واسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول
نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اس واسطے کہ دار الاسلام میں رہتا ہے ولا مرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے
مرتد کی بقول اصح و تقبل منہ علی مستامن مثلہ مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی
گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جب کہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اس واسطے کہ دونوں کا ملک مختلف
ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے م مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی
دوسرے پر مقبول نہیں اور اسی طرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہ ہوگا اور ملک مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف سلطنت و حکومت کے کذا فی البحر
وتقبل من عدو لسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول علیہ کما سیجئ اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اس واسطے کہ
کہ عداوت دینی بسبب دین داری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اس میں اطمینان نہیں دروغ گوئی سے چنانچہ آگے آوے گا اسی باب میں
م یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دین داری اور عدالت کے واسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہے اس طرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب
خلاف شرع دیکھے اور اس کے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے لہٰذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا
فی الحموی واما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر فتاوی المصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست
کی گواہی تو دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اس طرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں
تو اب مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے فتاویٰ میں ہے معین الحکام کی طرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر کلہا وغلب
صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال ہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اس کی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اس
کا غالب ہو اس کے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے م تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اس کے
کرنے سے خوش ہو یا اس کو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہوگیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو

ابو یوسف سے تفسیر عادل کی یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور صواب اس کا اکثر ہو خطا سے اور مروت اس کی ظاہر ہو اور مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سو نیکیاں کریں اور ننانوے صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم فاقرہ ابن کمال اور خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑ آدے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ابن کمال نے م رمح القدیر میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ قول منضبط اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت وکرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال وفی ارتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اس کی عدالت ساقط ہو گئی م حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اس وقت حکم ہوگا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں پہنچے لہذا شرب محرم میں ادمان شرط ہے اور قہستانی میں خلاصہ سے ہے کہ مختار یہ ہے کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایک بار مرتکب کبیرہ ہوا تو اس کی شہادت مقبول ہے ومن اقلف لو من عذر والا لا وبہ نأخذ بحر اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر م عذر یہ ہے کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان تلف ہو جانے سے اور جیسے اس کی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اس کی امامت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے سن میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہیں اور آخر وقت بارہ برس ہیں کذا فی المنح والاستہزاء بشیء من الشرائع کفر ابن کمال اور طوعل جلبی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال وخصی واقطع اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ کی م اس واسطے کہ خوجہ کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسی کا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جس کا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا اس کی گواہی اس وقت مقبول ہے جب کہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے م اس واسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال اور خنثی عورت کے مانند ہے اگر خنثی مشکل ہو تو کچھ اشکال نہیں م شرنبلالیہ میں ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انتہی تو اس کی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہ ہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اس کا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا وعتیق لمعتقہ وعکسہ الا لتہمۃ لما فی الخلاصۃ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائع ومشتر لم تقبل بجر النفع باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنے والے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب تہمت کے مقبول نہیں اس واسطے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف ثمن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے م جر منفعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہ ہوتی تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اس واسطے مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کے واسطے قبول کی تھی اور قنبر ان کے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او مصاہرۃ الا اذا اشتدت الخصومۃ وعام مدعی ما فی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتے کے محرم سے گواہی مقبول ہے مگر جب کہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قنیہ میں ہے م محرم رضاعی جیسے رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کے محرم جیسے خوش دامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور بھائی میں مذکور

لہ خنثی مشکل اس کو کہتے ہیں جو دونوں علامتیں رکھتا ہو اور کسی کو غلبہ نہ ہو ۱۲

کی گواہی اس واسطے درست ہے کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرابت
ولاء لیکن جب کہ شاہد مدعی کے ساتھ خصومت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہوگیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی
علیہ تقبل لو عدولا اور خزانہ میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعی علیہ کی گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں م یہ قول قنیہ کا ظاہرا مخالف ہے صاحب بحر
نے توفیق بین القولین کیواسطے اس کو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی
وکیل حر کافر موکلہ مسلم لا یجوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا وفی الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جس کا مولی مسلم ہے یا اس وکیل
حر کافر پر جس کا موکل مسلمان ہی نہیں جائز ہے اس کے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصداً اور اول میں قیام شہادت ضمناً
...... جائز ہے نہ قصداً م بالعکس یہ ہے کہ گواہی دے کافر اس مسلمان غلام پر جس کا مولی کافر ہے کذا فی الطحطاوی وتقبل علی ذمی میت
وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم بحر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جس کا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہ ہو کذا
فی البحر وفی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما مر او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق
للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول
نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے
میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جس پر میت کافر کا حق
ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اس نے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور
یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے م وجہ استحسان یوں مذکور ہے کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور
وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت
اثبات مسلم پر اثبات ایصاء میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جس کی بنا نکاح پر ہے مقبول نہ ہو تو وہ حقوق ضائع ہو جاویں جو ایصاء سے
متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہرا قبول شہادت اس صورت میں ہے
جب کہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی
گواہی اس پر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی والعمال للسلطان
اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے م عمال بضم عین وتشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ مانند خراج وغیرہ کے
رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اس واسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم
فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ
والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادۃ علی باطل فتح وبحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں
تو ان کی گواہی مقبول نہیں بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اس کی ستم گاری کے اور خراج جمع کرنے والے
کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور جہازوں کے معرف کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام
اہل حرفہ کے چودھری اور مہتروں کی اور اس کی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی اور
قبالہ نویسوں کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں مانند ان لوگوں کے جو ٹھیکیداروں کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ

حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اس کی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جس کے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور صرافت مراد پیشہ وروں کے نہیں اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خوری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلاے منعقدہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو ان کی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خوری کے مقبول نہیں اور ان کو مقتل اس واسطے کہا کہ لوگ ان کی جعل سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد وبعدہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی یعنی کاتب وثائق وقبالہ نویس ان کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور ضامن درک ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکور واقع نہ ہوں اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کر کے لکھتا ہو تو مقبول الشہادت ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ وتشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں اس کی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اس کے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ کے لیتا ہے یا اس کے وثیقے پر گواہی لکھتا ہے مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دیں تو ان پر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا مباشرین سلطان سے جو ضمانات جہات اور اجارات معتادہ پر گواہی دیتے ہیں انتہی نخاسین بجائے مہملہ ہے اور بعضے کتب میں بجائے معجمہ جمع نخاس یعنی بائع دواب ور قیق کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد عمالہ ونوابہ ورعایاہم لاتقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ میں ہے امیر کبیر نے دعوی کیا سو اس کے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اس کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق میں مقبول نہیں م عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لایقۃ بہ وہی حرفۃ ابائہ واجدادہ والا فلا مروۃ لہ لو دنیئۃ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ شرح وہبانیۃ للمصنف اور بعضوں نے کہا کہ عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور مراد ہیں یعنی وہ پیشہ جو اس کے لائق ہے یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادوں کا پیشہ ہے اور اگر اس کا پیشہ نالائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اس پیشہ ور میں مروت اور جوانمردی نہیں اگر اس کا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اس کی گواہی بھی جائز نہیں اس واسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م فتح القدیر میں ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تعریف میں بعضوں نے یوں کہا کہ انسان ایسا فعل نہ کرے جس سے اس کا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جائے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے رذائل نیک اور حفظ لسان اور سب کی عقل کے اجتناب سے اور بدخلق ودنی کے ارتکاب سے انتہی لاتقبل من اعمی ای لایقضی بہا ولو قضی صح وعم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی مقبول نہیں گواہی اندھے کی مطلقاً یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہے اور مصنف کا مطلقاً کہنا عام ہے اس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد ادائے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جس میں شہادت بالتسامع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے م عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہے کہ ادائے شہادت میں اشارے سے تمیز کی حاجت ہے مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان... اور اندھا امتیاز نہیں کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اس کو کچھ خصم تلقین کرے اس واسطے کہ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہوتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولی م گونگے کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں خواہ اس میں شہادت ہو جس میں تسامع کافی ہے یا اس کے غیر میں خواہ بے اشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہ یہ ہے کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہیں بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام مکاتب یا اس کا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا فی حال صحۃ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر

دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہے م محیط میں ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت میں گواہی
دے تو مقبول ہے کہ یہ بمنزلہ بے ہوشی کے ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنوں سے ہے کذا فی الطحطاوی الا ان تحملا فی الرق والتمیز وادیا بعد الحریۃ
ولو لمعتقہ کما مر و بعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کریں تو گواہی
مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد لینے آزاد کرنے کے حق میں گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد ابصار واسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال
الاداء شرح تکملہ اور اسی طرح گواہی اندھے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد
طلاق زوجہ کے اس واسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہے کذا فی شرح التکملۃ م عطف اس کا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمیٰ ہو اور ادا کے
وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل ثلثہ میں حکم صحیح ہے
کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بردہ لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم یقبل الا اربعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق میں ہے جب کہ شاہد کی گواہی
بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جائے پھر شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہ ہو گی مگر چار شخصوں کی گواہی
مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلم پر م حادثہ اولی کی قید اس واسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اس کی گواہی مقبول ہے بعد رد
شہادت کے عدم قبول کو مطلق اس واسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اس کی گواہی اس حادثہ میں
قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثناء سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اخرس
اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اس پر محمول ہے کہ تحمل اور ادائے شہادت حال بصارت
میں ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا بعد ابصار واسلام کذا فی الطحطاوی وادخال
الکمال احد الزوجین مع الاربعۃ سہوا اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے م چنانچہ منح الغفار سے
عنقریب گزرا ومحدود فی قذف تمام الحد وقیل بالاکثر وان تاب بتکذیبہ نفسہ لان الرد من تمام الحد بالنص اور اس کی گواہی مقبول نہیں جس پر پوری حد قذف
ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغ گوئی ظاہر کر کے کذا فی الفتح اس واسطے کہ رد شہادت من جملہ کمال
حد قذف کے ہے بسبب نص قرآنی کے م قاذف کے حق میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ
ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم یعنی جو حرام کاری کا عیب لگا دیں محصنات کو پھر چار
گواہ نہ لا دیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اس کے نیکو کاری کی تو البتہ
اللہ غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر اعطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے اس واسطے کہ عدم قبول شہادت
مولم اور دردناک سبب کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابیدا اس کی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ وہو واولئک ہم الفسقون)
اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون م استثناء یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون
کی طرف ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اس واسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثناء جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف
راجع ہوتا ہے مگر جب کہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہو گا چنانچہ آیت محاربین میں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے وتمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلامہ علی الظاہر
بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی مقبول ہو گی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اس کے

مسلمان ہونے سے کے ماری جائے گی بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف اس غلام کے جس پر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہو گی م کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو اس کی رد شہادت من جملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اس کی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اس واسطے کہ غلام میں رقیت کی حالت میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت صدور شہادت پر موقوف رہا پھر جب اس میں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد شہادت من جملہ اس کی تمامی حد کے ہوئی اولیقم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو برہن قبل الجلد بحر محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اس طرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعا علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی المنح اس کے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاوے گا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اس کی اب مقبول ہو گی کیونکہ افترا کی تہمت اس پر سے اب مندفع ہو گئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بقذف والمعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اس کی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں م مشہور بالکذب کی اس واسطے گواہی مقبول نہیں کہ اس کا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاہد الزور لو عدلا لا تقبل ابدا ملتقط لکن سیجی ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو اس کی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول شہادت مذکور آگے آوے گی م عادل کی قید اس واسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کرے گا تو گواہی اس کی مقبول ہو گی اور ترجیح موعود یہ ہے کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی المنح و مسجون فی حادثۃ تقع فی السجن وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجات لمنع الشرع عما یستحق بہ السجن وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیۃ وصغری وشرنبلالیۃ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہیں گواہی محبوس کی اس حادثہ میں جو واقع ہو محبس اور جیل خانے میں اور اسی طرح لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں ان حوادث میں جو انواع لہو ولعب میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اس واقعہ میں جو حماموں کے اندر واقع ہو اگرچہ مس اس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اس فعل کے جس کے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے تو عدم قبول شہادت میں تقصیر انہیں کی طرف منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیۃ والصغری والشرنبلالیۃ لیکن حاوی میں ہے کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے بحکم ثبوت دیت کے تاکہ خون ضائع اور باطل نہ ہو جائے انتہی تو مفتی کو چاہیے کہ فتوی دینے کے وقت خبردار رہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان میں م عبارت صغری ظاہرا اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر ہو تو اس کی بھی گواہی مقبول نہیں کیونکہ وہ وہاں جانے سے فاسق ہو گیا اور ہر محبوس کے فسق میں گفتگو ہے اس واسطے کہ گاہے انسان بے قصور بھی قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق محبوسین اور نساء میں البتہ ظاہر ہے نہ اطفال میں کیونکہ وہ شرعا مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والفرع والاصل بہا ولولہا وجد علیہا اور مقبول نہیں فرع کی گواہی اپنے اصل کے حق میں اور نہ اصل کی فرع کے حق میں اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے [illegible] کذا فی الطحطاوی عن عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے حق میں اور عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ [illegible] کے واسطے اور شریک کی اپنے شریک کے واسطے اس چیز میں جو دونوں میں مشترک ہے لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں [illegible] کی اپنے مولا کے واسطے انتہی لیکن خصاف نے ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ

[illegible]

ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی) کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہیں م پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدوں کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اس کا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم منع الزوجیۃ عند القضاء لا التحمل والاداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اس واسطے کہ قنیہ میں ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیۃ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادائے شہادت کے وقت م شارح کو مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے اس کی گواہی رد نہ کی یہاں تک کہ اس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گزر گئی تو اس کی گواہی نافذ ہے انتہی جب زوجیت عند التحمل منع نہ ہوئی تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت میں اور بعد انقضائے عدت اس نے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پردادا اور نانا پرنانا م دلیل اس کی قول شریح اور حدیث عائشہؓ ہے جو مذکور ہو چکی اور اس واسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی و لہذا ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہاں تک کہ حسن مجتبیٰؓ کی گواہی جو انھوں نے قنبر کے ساتھ علی مرتضیٰؓ کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی مرتضیٰؓ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسنؓ اور حسینؓ دو سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے بعض روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ان کو قضا سے معزول کیا پھر ان کو بحال کیا اور روزینہ ان کا زیادہ کر دیا تو بعضو نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جب کہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ م صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ میں ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اس نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اس کے دلہنے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونوں کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار میں وہبانیہ کی شرح عبدالبر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقاً منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہے کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اس کی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہے فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اس کی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہے م اصل کی مضرت پر اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں اس واسطے مقبول نہ ہوئی کہ اس میں جر منفعت ہے ماں کے واسطے کذا فی الحموی و فیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اس کی

طرف م القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اس کی اشباہ میں یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا پھر قاتلوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہم کو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر اس طرح کہ ان میں سے دو شخص کہیں کہ ہم کو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے انتہی تلخیص کبریٰ میں ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہ ہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و بالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے م وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہے تو گویا اپنے حق میں گواہی دی و سید لعبدہ و مکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہیں میاں کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے اس واسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایک وجہ سے فی الاشباہ للخصم ان یطعن بثلثۃ برق وحد و شرکۃ اشباہ میں ہے کہ مدعی علیہ کو جائز ہے کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے م جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہیں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیئے ان کی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طاعن پر اقامت بینہ لازم اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اس پر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہیں خلاصہ المرادیہ میں ہے کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی و فی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل ما لم یکن خراج کل ارض معینا او لا خراج للشاہد اور فتاوی نسفی میں ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہ ہو یا شاہد کے واسطے خراج میں منفعت نہ ہو م اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اس میں جر منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسی طرح جب کہ شاہد کو خراج میں دخل نہ ہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لا تقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہا لو غیر نافذۃ و فی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا آخذ شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتہی فلیحفظ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ ان کے گاؤں میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دیں من جملہ مصالح اور منافع کے مثلاً قطعہ زمین کو کہیں کہ ہمارے سکنے میں سے ہے کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہیں بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اس طرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں کچھ نہ لوں گا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتہی ما فی فتاوی النسفی تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ میں تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی م بالجملہ مسائل مذکورہ میں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اس میں فائدہ ہے تو محل تہمت ہے والاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم والتابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ و نفعہ نفع نفسہ وہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت او الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہواری یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اس کے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں تابع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش ان سے یعنی گھر والوں سے طلب کرے تابع مشتق ہے قنوع بالضم سے بمعنی سوال و تذلل نہ قناعت سے م اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علماء اجیر خاص

سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور
ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑا ہے اس حدیث کا جو ابوداؤد میں عن عمرو بن شعیب عن
ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمرۃ علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا
لغیرہم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع
کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں
نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگانی بسر کرے
بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اس واسطے لگائی کہ اجیر مشترک
کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور بخار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے مقبول ہے اس واسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر
اپنے عمل سے تو جب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہ ہوا تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف اجیر خاص کہ اس کے منافع مستاجر کے مستحق ہیں
ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت اجارہ میں تو اگر اس کی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اس کی شہادت
بھی من جملہ اس کے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لہ اور مفاد حدیث مذکور
کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کے واسطے قبول ہے یعنی اس واسطے کہ وہ اس کا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے م
یہ مسئلہ فتح القدیر میں مصرح مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی ولوطی اور مخنث کی گواہی مقبول نہیں مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل
کرے اور لواطت کراوے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل میں ان کے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لواطت ہو
اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی
ہے سنن ابوداؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنث من الرجال والمترجلات من النساء
یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر اور عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں واما بالکسر فالمتکسر
المتلین فی اعضائہ وکلامہ خلقۃ فیقبل بحر اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدائشی جرم راتح بچا ہوا اپنے اعضاء اور گفتگو میں تو اس کی گواہی
مقبول ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں پیدائشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے ومغنیۃ ولو لنفسہا لحرمۃ رفع صوتہا درر اور گانے
والی عورت کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگوں کو سناتی نہ ہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے
کے کذا فی الدرر قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اس واسطے کہ نہی[۱] صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ۔ دریافت کرنا
چاہیے کہ تغنی یعنی گانا لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسی طرح نوحہ گری خصوصاً جب کہ عورت سے ہو اس واسطے کہ عورت
کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وینبغی تقییدہ بمداومتہا علیہ لیظہر عند القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللہو ذکرہ الواقی
اور لائق ہے راگ میں مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اس کا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب[۲] علی اللہو میں
مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الواقی م اسی طرح جمیع ابواب کبائر میں مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں
ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہیں ہے ونائحۃ فی مصیبۃ غیرہا باجر در وفی فتح زاد العینی فلو

[۱] منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو احمق آوازوں سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے ۱۲ [۲] ہمیشہ پینے والا لہو پر لہو کے واسطے ۱۲

فی مصیبتہا تقبل وعللہ الوانی بتیاقتہ اضطرارہا وانسلاب صبرہا واختیارہا فکان الشرب للتداوی اور اس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہیں
جو غیر کی مصیبت میں نوحہ کرے اجرت لے کر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا اگر اپنی مصیبت میں نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ
وانی نے اس مسئلہ کی یہ وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب بیتاب ہونے اسکے اضطرار کے اور بسبب ہونے اسکے صبر کے اور اختیار کے تو اس کا نوحہ اپنی مصیبت میں مانند شرب مسکر کے ہوا علاج کے واسطے
وعدو بسبب الدنیا اور مقبول نہیں اس دشمن کی گواہی جس کی عداوت بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے م عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی
کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ میں لٹا اس کی گواہی رہزن غارت گر پر اور یہ مطلب
نہیں ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق میں خصومت اور نزاع کرے وہ اس کا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے کذا فی البحر
جعلہ ابن کمال عکس الفرع لا اصلہ تقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لا اصلہ بالعکس قرار دیا ہے تو اس
کی گواہی اپنے دشمن کے نفع میں مقبول ہے نہ اس کے ضرر پر واعتمدہ فی الوہبانیۃ والمحبیۃ قبولہا مالم یفسق بسببہا قالوا الحقد فسق للنہی عنہ اور
وہبانیہ اور محبیہ منظومہ میں قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہ ہو گیا ہو فقہاء نے کہا ہے کہ دل
میں کینہ رکھنا فسق ہے اس واسطے کہ شرع میں کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے م یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار متاخرین ہے قہستانی
میں ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے ان کے زمانے اور ہمارے زمانے میں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام ولو
العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا یتجزی اور اشباہ میں اجتماع حلال و حرام کے قاعدے کے تتمہ میں ہے اور اگر
دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہیں خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اس کے غیر پر اس واسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے
اور فسق قسمت پذیر نہیں وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ شرعا فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ
ولا علی غیرہ وللحاکم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من الترکیب کما یحق وینبغی اور مصنف کے فتاوے میں ہے کہ مقبول
نہیں گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اس چیز کے ترک کرنے سے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے شرعا یعنی احکام شرع
پھر جب کہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اس کی گواہی مقبول نہیں ویسے دوسرے جاہل و غیر جاہل پر اور حاکم کو جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف
نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع میں ثابت اور لائق ہے م عالم کی تفسیر اس واسطے کی کہ کوئی نہ
سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور استخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر اس تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ اور بعض آلات علوم
شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحطاوی ومجازف فی کلامہ اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پرواہ نہ
رکھتا ہو جس کو باتونی اور بکی کہتے ہیں اس واسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہیں کذا فی الطحطاوی م فتح القدیر میں حکایت ہے کہ فضل
ابن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اس کی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے
کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تم نے اس کی گواہی کیوں نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا
تھا کہ میں آپ کا غلام ہوں تو اگر وہ اس کلام میں صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ
نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہیں کیونکہ حر کا یوں کہنا کہ میں تیرا غلام ہوں باختیار مجاز کے ہے یعنی تمام خدمت
بجا لانے اور مجاز کلام میں شائع ہے یہاں تک کہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مخصوص میں آپ
کو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہے والحاصل ترک مروت مسقط للعدالۃ انتہی مختصرا او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرہم لانہ
معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہیں اس کی جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیاں دیا کرتا ہو اس واسطے کہ اعتاد شتم یعنی گالیاں

دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے م کثرت حلف اگرچہ راستی میں ہے مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہنچتی ہے اور گالی دینا یا اس کے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چشمی اور سوء ادب اور کمینوں کی عادت ہے جن میں مروت اور حیا نہیں اور اگر پیچھے ہے تو غیبت ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت ہے چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوۃ او حج علی روایۃ فوریۃ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور م یعنی تاخیر ادائے زکوۃ بلا عذر فسق ہے یعنی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے م بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تینوں کی قید ہے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اس طرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا بتاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں بعضوں کے نزدیک ایک بار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بعذر موانست مہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالۃ نہیں کذا فی الطحطاوی وغیرہ وخروج لفرجۃ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے م ظہیریہ میں فتوی اس پر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نہ نکلیں بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالۃ ہیں کذا فی الطحطاوی ورکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے م اس واسطے کہ جب بحر ہند میں سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالا تاکہ مال دار ہو کر اپنے گھر میں پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لے کر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہرا رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اس وقت تھا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیوں کر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہولاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر میں سوار ہوا کیے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص وشتام للدابۃ وفی بلادنا الیشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور بیچنے والے کو گالی دیتے ہیں کذا فی الفتح وفی شرح الوہبانیۃ لاتقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ لیستقصی فیما یتقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں شہادت بخیل کی اس واسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگوں سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ رہا م ایک نسخہ میں یقبض ہے بجائے یتقرض کے اور اسی طرح خلاصہ میں ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی میں یقرض ہے بہ یائے تحتانیہ وقاف کذا فی الحلبی ولا شہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب ان کے تعصب کے م اہل عراق کی عادت ہے کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اس کے واسطے گواہی دیتا ہے اور اس کی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ جھوٹی گواہی دے یعنی پاس داری قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اس کی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے م مصنف نے آخر باب میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب

شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اس کو جرأت ہوا یک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کے واسطے تو اس کی گواہی مقبول نہیں انتہی ملخصا تو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وکذا بائع الاکفان والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی شرح میں اور اسی طرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو م جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اس کی گواہی مردود ہے ذیرکپڑا بیچنے والے کی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہیں م طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہے کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہیں اس واسطے کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہم نے اس چیز کو بیچا ہے فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدیر میں ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جولاہا اور حجام اصح یہ ہے کہ ان کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادح شہادت معلوم نہ ہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہے نخاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا امرأتہ تقبل والحیلۃ ان یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیہ وتسہیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یوں گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیہ والتسہیل م اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمد قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینہ معزیا الی البزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المفتعلۃ علی ابواب القضاۃ ونحوہ فی فتاوی مؤید زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے اس کو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسمی بالمعین کی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کی طرف نسبت کر کے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور ان کی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہیں اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے ہیں اور اسی کے مانند مؤید زادہ کے فتاویٰ میں ہے م فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہوں تو صحیح قول یہ ہے کہ ان کی گواہی مقبول ہے انتہی فخر الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر ہوتے ہیں ان کی گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا ولی اخرج من الوصایۃ بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابدا وکذا الوکیل بعد ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤید زادہ میں ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسی طرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہیں م اس مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن میں آوے گا ومدمن الشرب بغیر الخمر لان بقطرۃ منہا یرتکب الکبیرۃ فترد شہادتہ وما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لان شربہ صغیرۃ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشہ پینے والے کی سوائے شراب کے اس واسطے کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اس کی مردود ہوگی اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق میں اس کی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اس واسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے م یہ شارح نے بالتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سو لائق اعتماد کے نہیں کہ صریحاً نقول مذہب

کے مخالف ہے کافی میں ہے کہ ادمان اس واسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اس کا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اس کا یہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہوا اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہیں کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادمان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ نقول مصرح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہ غلط ہے اس واسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادمان اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اس واسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللہو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبھۃ الاختلاف صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اس واسطے لگائی تاکہ دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جائے تو عدالت ساقط نہ ہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال م لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول اور فعل کے جو مقتضائے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہ ہو تو عادت کا پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالباً کافی اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اس کی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی م لڑکوں سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اس پر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع میں تو اس کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجامع میں کشتی کرے تو گواہی اس کی مقبول نہیں کیونکہ وہ نخیف ہے والطیور الا اذا امسکہا لاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی وعنایہ اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اس کی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایۃ م کبوتر بازی وغیرہ سے اس واسطے گواہی مردود ہوگی کہ مورث غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نساء پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور وکل لہو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانیہ لدخولہ فی حد الکبائر بحر اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو طنبورا اور ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبورا اور مزامیر اور اگر معیوب نہ ہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جب کہ اس میں مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اس پر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیۃ بسبب اس کے داخل ہونے کے حد کبائر میں کذا فی البحر م محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشت کی ہو یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامر فی بمحق المعازف والمزامیر یعنی حق تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھ کو حکم کیا

معازف اور مزامیر کے سنانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح میں اور نکاح کے مانند ہے ہر سرور حادث اور اس کے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اس کو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث مذکور مشکوۃ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہیں مانند عود اور طنبور کے اور مزامیر جمع مزمار آلہ غنا اور حسب قصبہ یعنی نی اور بانسری میں گاویں اس کو زمارہ اور مزمار کہتے ہیں امام نووی نے اس کی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کذا فی ترجمۃ المشکوۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کے واسطے اس واسطے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہے وکلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجر تامل اور سعدی افندی کا کلام مغنی میں اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لے کر گاتا ہو سو تامل کر اس کو مرحوم طحطاوی نے کہا قید مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہاء کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا بأس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایۃ اور اس کو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے محل اباحت سرود وہ ہے کہ باجا نہ ہو اس کے ساتھ اس واسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ سرود باجے پر ہو چنانچہ عود اور بنایہ اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعض فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اس میں جائز ہے اور بعضوں نے اس کو مباح کہا ہے مطلقاً نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اس کو مکروہ کہا ہے مطلقاً باجا ہو یا نہ ہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقاً حرام ہے تو اختلاف علماء کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے واسطے ہو اور ثابت ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق میں سے کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور بنایہ اور عنایہ میں ہے کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں کہا اور زیادات میں کہا کہ اگر اس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور من جملہ اس کے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہو گئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا انتہی ما فی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہیں کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہے اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اس وقت ہو گی جب لوگوں کے سامنے گاوے وجہ افادۂ قید شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے متعارف کی طرف اور عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اس کو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح جو وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اس کی جو لوگوں کے واسطے گاوے اور ان کو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہو تاکہ وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اس کا مضائقہ نہیں اور عدالت اس کی ساقط نہیں ہوتی قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو ولعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بلا خلاف اگر تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اس کی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقاً حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اس طرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے تاکہ اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے

کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے سنانے کے واسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی میں فقہاء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زہاد صحابہ میں تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اسی قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محمل حدیث براء بن مالک کا یہ ہے کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے جن میں مواعظ اور حکم تھیں اس واسطے کہ لفظ غناء جیسے غناء معروف کو بولتے ہیں ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا[ل] اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جب کہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ صاحب ہدایہ تعمیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ تغنی محرم وہ ہے جس کے الفاظ ایسے ہوں جو حلال نہیں جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اس کی طرف یا ہجو ہو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف میں ہوں تو مباح ہیں بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اس پر انکار نہیں فرمایا ہاں اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہوں مغنی میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسرے مباح وہ دف ہے نکاح اور اس کے مانند اور سرور حادث میں اور اس کے غیر میں مکروہ ہے عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اس کے سوا اور کچھ ہوتا تو درہ لیتے اور اجناس میں ہے کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہے جواب دیا کہ یہ اس کی شہادت کا قادح نہیں اور قرآن خوانی الحان سے بعضوں کے نزدیک مباح ہے اور بعضوں کے نزدیک منع ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو مباح ہے اور نہیں تو غیر مباح ہے ایسا کچھ علماء نے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان میں مذکور کر چکے ہیں کہ تلحین بدون تغیر مقتضیات حروف کے نہیں ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہے انتہی ما فی الفتح ملخصاً بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ من یسمع الغناء او یجلس مجلس الغنا وزاد العینی او مجلس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہم وترکہ الامر بالمعروف یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس میں بیٹھتا ہے عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشانہ پیتا ہو اس واسطے کہ اس کا مختلط ہونا ان کے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اس کی عدالت کا مسقط ہے ہم مجلس غنا میں بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور اسی طرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس میں نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما یحد بہ للفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو مرتکب ہو اس چیز کا جس کے سبب سے اس کو حد ماری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ایسا کچھ کہا ہے مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد میں اقوال مختلف ہیں اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول الجمیل میں اختیار کیا ہے یعنی حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جس پر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید میں یا حدیث صحیح میں جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہے یا اس کے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوۃ متعمدا کو یا اس کے مرتکب پر شرع میں حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور

ل جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ۱۲

سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا اسی مذکورہ کے برابر یا ان سے زیادہ ہو شر اور برائی میں بحکم نجاست عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہے جو شرع میں منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا وعید کے طریقہ بالنص کا وارد ہوا انتہی شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں کہا کہ میں نے ان احادیث کو جمع کیا جن میں کبائر کی تصریح وارد ہے تو سترہ کبائر پائے چار دل میں شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور نا امیدی رحمت الٰہی سے اور بے خوفی مکر الٰہی سے اور چار زبان میں شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ میں شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور دو شرمگاہ میں زنا اور لواطت اور دو ہاتھ میں قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤں میں یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی حقوق والدین انتہی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو ان سے بچاوے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو حمام میں غسل کے واسطے بلا ازار برہنہ جائے اس واسطے کہ برہنگی حرام ہے او یلعب بنرد او طاب مطلقا قامرا ولا یا اس کی گواہی مقبول نہیں نرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی بدے یا نہ بدے م فتح القدیر میں ہے کہ لعب طاب کھیل ہے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ میں نرد کے مانند اس کو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہیں جو کھیل ایسا ہو جس کو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اس کو کرتے ہوں وہ مطلقاً حرام ہے انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہے چوسر کے پانسوں کی طرح اس کو پھینکتے ہیں اما الشطرنج فلشبہۃ الاختلاف شرط واحد من ستۃ لهذا قال او یقامر بشطرنج اور شطرنج میں تو بسبب شبہہ اختلاف کے سقوط عدالت کے واسطے چھ چیزوں سے کوئی ایک چیز مشروط ہے تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جوا دے شطرنج سے تو اس کی گواہی مقبول نہیں م امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا او یترک بہ الصلوۃ حتی تفوت وقتہا یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہاں تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے م ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقاً نہیں بلکہ از قضا کرنا مراد ہے او یحلف علیہ کثیرا یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کھاتا ہو م زیلعی نے اور اتقانی نے اس میں حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب بہ علی الطریق او یذکر علیہ فسقا[1] اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اس پر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ م یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ فحش اور تقذف اور غنا او یداوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں اس کو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا م اس واسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہے اور غالباً بعض مروتوں میں خلل پڑتا ہے یہاں تک کہ بعضے شطرنج بازوں کا لڑکا مر گیا اور اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے انھوں نے بازی موقوف نہ کی نعوذ باللہ[2] منہ او یاکل الربوا قیدوہ بالشہرۃ ولا یخفی ان الفسق یمنعہا شرعا الا ان القاضی لا یثبت ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سواء بحر فلیحفظ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو بیاج کھائے بیاج کھانے میں علما نے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اس میں برابر ہیں کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م بعضوں نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا میں اس طرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھائے ایک بار تو گواہی اس کی مقبول نہیں اور بیاج خوری میں شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اس کو رد کیا کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں فسق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اشتراط شہرت میں دونوں یکساں ہیں شہرت تو اس واسطے شرط ہے کہ قاضی اس کو ثابت کرے تو اس میں سب گناہ برابر ہیں تخصیص بلا دلیل ہے او یبول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروۃ ومنہ کشف عورتہ لیستنجی من جانب البرکۃ والناس حضور وقد کثر فی زماننا فتح یا اس کی گواہی

[1] ایک نسخے میں فسقا کی جگہ فسقاء ہے جمع فاسق کی ۱۲ [2] ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں گناہوں میں مستغرق ہونے سے ۱۲

مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کھائے راہ میں اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہے ازاں جملہ اپنی شرم گاہ کھولنا تالاب کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہیں اور ہمارے زمانے میں یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح م فتح القدیر میں ہے اس کی گواہی مقبول نہیں جو افعال مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگوں کے روبرو راہ میں کھانا اور فقط سراویل یعنی پاجامہ پہن کر چلنا پھرنا اور لوگوں کے روبرو پاؤں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اس کو شمار کریں اس واسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہیں کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لوگوں نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھ کو جائز ہے تو جو تیرے دل میں آوے سو کر انتہی طحطاوی من جملہ افعال خلاف مروت لقمہ کے چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینوں کی صحبت میں بیٹھنا اور لوگوں کو ذلیل کرنا اور بازار میں غل و شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور اصلاح سے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان سے اور بکی عقل سے کنارہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی او یظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانہ فاسق مستور عینی قال المصنف وانما قیدنا بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب المسلم لسقوط العدالۃ بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنہایۃ یا اس کی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اس کے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہے اس واسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادت ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاء مصنفین کے اور نہیں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف میں سے نہ ہو چنانچہ سراج اور نہایہ میں ہے م سب دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو میں ایسی گفتگو کرنا جو اس کے حق میں معیوب ہو حدیث میں وارد ہے کہ سباب المسلم[1] فسق وقتالہ کفر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین منہم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور نہایہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے ان میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جن کو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر م صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علمائے مجتہدین ماضیین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ من العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اس کی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اس کی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اس واسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل میں رکھا بخلاف بدگو کہ اس نے اپنا فسق ظاہر کر دیا م ظاہر یہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسفؒ کی طرف اس واسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اس کے شہدا ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصیہ بثالث علی الایصاء دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اس کا دعویٰ کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی ان کی گواہی کسی کے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اس واسطے

[1] مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے ۱۲

کہ قاضی مالک نہیں کسی کو دیوے یعنی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لاتقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل اوانکر والفرق ان القاضی لایملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے مقبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کہ اس میں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق المیت بعدما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعدما ادرک الورثۃ لاتقبل شہادتہ للمیت فی مالہ وغیرہ خاصم اولا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لایملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت لنفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اس کے کہ قاضی نے اس کو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں اس کے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نہ کی ہو بسبب ہو جانے وصی کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنے کا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اس کی خصومت اور عدم خصومت برابر ہو گئی م در صورت بقائے وصایت وصی کا بجائے میت کے ہونا ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان یعنی پہلے حسب بجائے میت کے ہوا تو گویا اس نے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہٰذا مقبول نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لاتقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اس کی خصومت اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اس نے خصومت کی ہے مجلس قاضی میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے م تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہے یعنی وکیل جس میں خصومت کر چکا ہے اس میں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دے کر والا قبلت لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی مراتہا اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہ ہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک در صورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لاتقبل شہادتہ فیہا ومن کان بعرضیۃ ان یصیر خصما ولم ینصب خصما بعد تقبل وہذان الاصلان متفق علیہما وتمامہ فیہا در شرح زیلعی کی کتاب القسامۃ میں ہے کہ جو شخص کہ مخاصم ہو گیا کسی مقدمے میں تو اس مقدمے میں گواہی اس کی مقبول نہیں اور جس کا مخاصم ہونا درپیش ہے اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہیں ہوا تو اس کی گواہی مقبول ہے اور یہ دونوں قاعدے بالاتفاق ہیں اور پورا بیان اس کا اسی شرح میں ہے م زیلعی نے اپنی شرح میں کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ جب کہ اس نے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول نہیں اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اس کو ترک کیا تو اس کی گواہی بیع میں مقبول نہیں اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اس نے خصومت نہ کی اور شفیع ہے جب کہ اس نے شفعہ طلب نہ کیا اور گواہی دی تو دونوں کی گواہی مقبول ہے کذا فی الطحطاوی قیدنا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزلہ قبلت عندہما کما لو شہد فی غیرہا وکل فیہا وعلیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہم نے مجلس قاضی کی اس واسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی میں حکومت کی ہو پھر موکل نے اس کو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اس مقدمے کے سوا جس میں وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی معزت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیۃ وکلہ بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درہم عند القاضی ثم عزلہ فشہد ان لموکلہ علی المطلوب بمائۃ دینار تقبل بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی خاصم وتمامہ فیہا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اس نے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درہم کا پھر موکل نے

وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اس کے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہیں تو گواہی مقبول ہے یعنی اس واسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق ہو کالت بخلاف اس صورت کے کہ اس کو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اس نے خصومت کی تو گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اس کا اسی کتاب میں ہے مم باقی بیان بزازیہ اور کافی میں یوں ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہ ہوا اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اس کو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اس کی مردود ہے ہر ایک اس حق میں جو وقت توکیل کے قائم ہے مگر جب کہ اس حق کی گواہی دے جو نیا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندہما خلافا للثانی فی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکۃ لا فی ذلک بخلاف الوصیۃ بغیر عین کما فی وصایا المجمع وشرحہ وسیجی ثمہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصوں کی گواہی دو مردوں کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اس واسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمہ پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اس میں بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین میں ہو چنانچہ مجمع اور اس کی شرح میں ہے اور اس کا ذکر کتاب الوصایا میں آوے گا م دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شرکت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہے اور وہ مانع شہادت نہیں بخلاف وصیت غیر معین یعنی اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اس کے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ ان کا حق ترکہ میں ہے یعنی ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں مقسوم ہے تو یہ گواہی ہوئی اس میں جو دونوں میں مشترک ہے اور اگر دونوں شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصوں کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اس میں شرکت نہیں۔ وکشہادۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشئ معین لوارث بالغ فیقبل بزازیۃ اور جیسے گواہی دو وصیوں کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا میں کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البزازیہ م وارث بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں بسبب تہمت کے کذا فی الطحطاوی ولو شہد فی مالہ ای المیت لا تقبل اتفاقا لہما ولو لصغیر لم یجز اتفاقا وسیجی فی الوصایا اور اگر دو وصیوں نے میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا میں آوے گا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح ای فسق مجرد عن اثبات حق اللہ تعالی او للعبد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجرد پر یعنی اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے م جرح بالفتح اصطلاح شرع میں عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ چنانچہ حد او حق العبد چنانچہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہے جس پر دفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب نہ ہو فتح القدیر میں ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضروری ہے کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اس واسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اس کے دفع پر فی الحال قادر ہے توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ بمجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہو جاتا ہے کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہیں بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر اشاعت میں منحصر نہیں اس طرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس میں گواہی بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر دے تو بھی مطلب حاصل ہے انتہی وان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول

ہے اور نہیں تو مقبول نہیں بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای الشہادۃ قبل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد وکذا اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال ردہا تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہیں بعد ثبوت عدالت مشہود معہٗ کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ کے قرار داد کی پیروی کر کے اور اسی کو ثابت رکھا ہے ملا خسرو نے درر غرر میں اور داخل کیا ہے اس کو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہے رفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہے بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اس کی وجہ بیان کی ہے اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہے باتباع عامۂ کتب فقہ اور اس کی وجہ مذکور کی ہے م ملا خسرو نے وجہ یوں بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیوں مقبول ہے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہیں مگر نصاب شہادت در صورت کہ غیر مجرد ہو اس کا جواب تحقیقی یہ ہے کہ جرح مشاہد قبل تعدیل دفع ہے شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہے ولہذا اس میں خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے رفع ہے شہادت کا بعد ثابت ہو جانے شہادت کے یہاں تک کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہے جب تک جرح معتبر روبرو نہ ہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہے کہ دفع اسہل ہے رفع سے اور یہی بھید ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے میں قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہے انتہی اور ابن کمال نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ جرح مجرد پر اس واسطے گواہی مقبول نہیں کہ تحت حکم داخل نہیں اور گواہی اس میں مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار میں اس کا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام میں لفظی خلاف ہے نہ معنوی اس واسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اس کی یہ ہے کہ وہ معتبر نہیں بایں معنی کہ وہ ایسی شہادت نہیں کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کر دے اور بعد اس کے تعدیل مقبول نہ ہو چنانچہ ابن کمال نے اس کو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہے قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو میں جواب دوں کہ ہاں مانع ہے لیکن یہ منع اس سبب سے ہے کہ خبر فسق طعن ہے ان کی عدالت میں نہ اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہو گیا جس نے شاہدوں کو حیز قبول سے ساقط کر دیا ولہذا اگر شاہدوں کی عدالت ثابت ہو بعد اس کے تو ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہو جاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہیں کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اس واسطے کہ ہر چند اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر شاہدوں کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وظاہر کلام الوانی و عزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے م علامہ وانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی طرف شہادت در حقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اس کا تعلق نہ ہوا اس واسطے کہ اس باب میں ان کا ذکر ہے جن کی گواہی مقبول ہے اور جن کی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں گو قبل تعدیل ہو انتہی اس واسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہ ہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی فی حیث قال وثمرتہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرا وعلنا

فان عدلوا قبلہا وعزاہ للمضمرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ قہستانی نے کہا اور اس میں یعنی نقایہ کے کلام میں اس کا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر ان کی عدالت ثابت ہو تو گواہی ان کی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے م نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد معدل میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے (قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی) ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو دو صورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جا م طحطاوی نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہو چکا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خلاف نقل ہے نہ معنوی مثل ان لیشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں م جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں سبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہ ہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے مصنف نے م طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہ لشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے ان کی اجرت مقرر کی اس گواہی پر م جرح مرکب اس واسطے کہا کہ اس جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اس پر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اس واسطے مقبول ہوئی کہ شاہدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اس کے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانہ اکمل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار کی کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جس میں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایۃ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں یا گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا اس کا باپ ہے کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہے اور حالانکہ مقذوف اس کا مدعی ہے او انہم زنوا وصفوہ او سرقوا منی کذا وبینہ او شربوا الخمر ولم یتقادم العہد کما مر بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھوں نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا اور مال مسروق کی اس نے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب میں م حد شرب میں مذکور ہو چکا کہ شرب کا تقادم جیسے غائب رہنے

یعنی جب بیہ نے ہی مقابلے امیر لشکر کے قتلوا ایک جیسا گز دیا ہے او قتلوا النفس عمداً یعنی یا گواہی دی کہ شاہدوں نے آدمی کو مار ڈالا جان
بوجھ کر کذا فی العینی او شرکا للمدعی والمدعیٰ مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہیں مدعی کے اور حالانکہ جس میں دعویٰ ہے وہ مال ہے مراد یہ ہے کہ شاہد
شریک مفاوض ہے مدعی کا تو جو اس دعویٰ باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اس میں فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ شاہد مدعی کا شریک ہے مدعی پر یہ دلیل
اس کا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہے کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہا الشہادۃ واعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من طلال
ولو لم یقلم لم تقبل لا صاحہ الا ستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدوں کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے
اور ان کو اجرت دی اس مال میں سے جو میرا جا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب دعویٰ کرنے استیجار کے غیر شخص کے
واسطے اور حالانکہ اس کی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی تو وہ حاکم نہ ٹھہرا یعنی جب یہ کہے گا کہ اجرت میرے مال سے دی اس وقت شہود مدعی کی
گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوے استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہے جو مقبول نہیں او انی صالحتہم علی کذا و
دفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم ادفعہ لم تقبل علی ان لا یشہدوا علی زورا وقد شہدوا زورا و انا اطلب ما اعطیتہم یا
گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے میں نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال ان کو بطور رشوت کے میں نے دیا تھا اس شرط
پر کہ مجھ پر جھوٹ گواہی نہ دیں ساتھ اس کے انہوں نے جھوٹ گواہی دی اور میں ان سے طلب کرتا ہوں وہ مال جو ان کو میں نے دیا شارح نے کہا
کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ کرے گا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہ ہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے میں نے مال نہیں دیا تو گواہی مقبول نہیں و
انما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق اللہ او العبد فمست الحاجۃ لاحیائہما اور ان صورتوں میں تو گواہی اسی واسطے مقبول ہے کہ امور مذکورہ یا
حق اللہ یا حق العبد ہیں تو دونوں حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح من مجلس القاضی ولم یطل المجلس
ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطات بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی
خانیہ وغیرہ گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہیں ہوا اور مجلس بھی دراز نہیں ہوئی اور مدعی نے اس کی تکذیب نہیں کی یہاں تک کہ
شاہد نے کہا کہ میں نے خطا کی بعض شہادت میں اور حالانکہ دونوں قولوں میں مناقضہ نہیں تو اس کی گواہی مقبول ہے سب چیز میں جس کی اس نے
شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ والبحر خطاء بعض
شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اس طرح کہ ہزار درہم کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا حقیقت میں پانچ سو درہم ہیں اور کمی کی یہ
مثال ہے کہ پانچ سو کی گواہی دی پھر بولا کہ میں بھول گیا وہ تو ہزار درہم ہیں تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونوں صورتوں میں مقبول ہے اس واسطے
کہ عین مجلس قضا سے گواہ ایسا ہوجاتا ہے کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اس واسطے لگائی کہ در صورت تناقض شہادت چنانچہ اول یوں
گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہے پھر بولا کہ میں نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت
وانہ یقضی بما بقی وہو ما علیہ السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل والسعدی ترجیحہ فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن عبارت ملتقی الابحر اس کی مقتضی ہے کہ شاہد کا
یہ کہنا کہ مجھے وہم یعنی خطا کا شبہ ہے اور اس کی کہ ما بقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہم کے نزدیک مختار ہے اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس
قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے تو خبردار اور ہوشیار ہو جاؤ شاہد کا استدراک بے معنی ہے کیونکہ اس قول میں صریح اختلاف ہے
کذا فی الشلبی وفی فتح القدیر یہ ہے کہ دعویٰ کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا اس کا حق تو پندرہ سو ہے تو
اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور بعضوں نے کہا فقط ما بقی کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہاں تک کہ اگر ہزار کی

گواہی دے پھر کہے میں نے غلط کہا وہ پانچ سو ہیں تو فقط پانچ سو کا حکم ہوگا اس واسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اس کے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے انتہی مختصراً وان قالہ الشاہد بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطاً اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ام وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت میں شاید مدعی نے اور کمی میں مدعا علیہ نے اس کو ورغلایا ہو طمع دنیا دے کر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم قبول اس صورت میں ہے جب کہ محل شبہہ ہو یعنی چنانچہ زیادت یا نقصان میں اور اگر شبہہ کا مقام نہ ہو تو باوجود تغائر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اس نے ذکر نہ کیا پھر دوسری مجلس میں اس نے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسی کا نام نہ لیا تو مقبول ہے اس واسطے کہ قضا متصور نہیں بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب میں کذا فی الہدایۃ م مثلاً حد غربی کے مکان میں شرقی ذکر کیا یا بعض نسب میں خطا کر گیا چنانچہ بجائے محمد بن علی بن عمران کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس میں تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہیں کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہدوں نے ایک حد یا دو حد میں غلطی کی پھر اس کا تدارک کیا اسی مجلس میں یا غیر مجلس میں تو درصورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یوں بولے کہ اس کا نام فلانا تھا پھر اس کا نام فلانا ہو گیا بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح الاولی من بینۃ الموت بعد البرأ اس کی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولی بالقبول ہے اس گواہی سے کہ بعد صحت کے مرگیا م یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اس کے اولیاء نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگاروں نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولی ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا جرحہ وقتلہ واقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے اس پر گواہی قائم کی کہ زید نے اس کو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھ کو زخمی نہیں کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولی اور اقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے وبینۃ الغبن من یتیم بلغ اولی من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امرا زائداً ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ درر خلافاً لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہو گیا اولی ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنی جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خرید کیا اس وقت میں یعنی وقت عقد اس واسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اس واسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اس کے وہ ہے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اس میں بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہے م درر میں صورت مسئلہ یوں مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اس نے دعوی کیا کہ بیع میں غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت اس وقت میں مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولی بالقبول ہیں انتہی امابدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیۃ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی المنیۃ م شرح وہبانیہ میں ہے کہ جب بالغ اور مشتری میں اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور درصورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع او خصومۃ ذا عقل اولی من بینۃ الورثۃ مثلاً کونہ مخلوط العقل او مجنونا اور اس کی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات میں صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثوں کی مثلاً اس گواہی سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا م یعنی لونڈی

نے گواہی قائم کی کہ اس کے مولی نے اس کو اپنے مرض الموت میں مدبر کیا اور حالانکہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثوں نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لاندری کان فی صحۃ او مرض فہو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ طلاق یا اعتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی العلطاوی ولو قال الوارث کان یہذی یصدق حتی یشہدا نہ کان صحیح العقل بزازیۃ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی یہاں تک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیۃ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان اتحد تاریخہما فان اختلفا او لم یورخا فبینۃ الطوع اولی ملتقط وغیرہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقربین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اس کے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ شرح وہبانیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ م طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مشارضین کے ساتھ وفی الاشباہ اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے م مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کم تر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اس کے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع اولی اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلف فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفاء میں تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا فی ید الخصم فشہد بہ آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اس کی گواہی دی م دونوں گواہیاں مل کر مقبول ہیں اس واسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور ان کے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ المسمی بہ ورد یا دو شاہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد ولم یبرح حتی قال اوہمت بعض شہادتی تقبل لو عدلا بشہادۃ وعلیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مثل تو مقبول نہ ہوگی یہاں تک کہ ہر شاہد اس کی سی گواہی کو بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے م یعنی اگر نفی متواتر

جو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا کہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم و نصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتمد محمدؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ قلت وزاد محشیہا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے م ازاں جملہ یہ ہے کہ لقطہ سے کافر اور مسلم کے قبض میں سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ کافر مرگیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہوگیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ۵

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا م اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعوی کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو مبنی ہذا الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بنا احکام چند قواعد مقررہ پر ہے م مبنی مصدر میمی ہے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی بخلاف حقوقہ تعالی من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوی کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور ازاں جملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اس کا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا کہنہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقبل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا و معنی

وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط و سیتضح اور ازاں جملہ موافقت شہادتین ہے یعنی ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں معتبر ہے اور یہ آگے واضح ہوگا کہ شہادت اور دعوی کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضروری ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کی خوبی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظاً اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃً نہ ہو بلکہ وکالۃً ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے م جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اس میں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا باعتبار وجوب اقامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا توافقہا لا تقبل وہذا احد الاصول المتقدمۃ جب کہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہ ہوگی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے م شارح نے تقدم دعوی کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر کے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں فلو ادعی ملکا مطلقا فشہد بہ بسبب کشراء وارث قبلت لکونہا باقل مما ادعی فتطابقا معنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدوں نے ملک بالسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ میں م شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کنز کے اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اس کو عنقریب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب وشہدا بمطلق لا تقبل لکونہا باکثر کما مر اور بالعکس اس کے اس طرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہیں قلت وہذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسط الکمال میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک نسبی کے دعوی میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہ ہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوائے میں ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں م اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یوں دعوی کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اس واسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور بائع کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحلبی وتصرف ومعلق فقالوا ثلثہ عشر ہا اور بحر الرائق میں تئیس صورتوں کو استثنا کیا ہے م یعنی اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے

ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہ ہوگا اور اس کے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تاکہ اس کی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہ ہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اس کا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتمد محمدؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ قلت وزاد محشیہا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے م ازاں جملہ یہ ہے کہ لقطہ سے کافر اور مسلم کے قبضہ میں ہو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر اس پر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اس کے دو بیٹوں نے اس کا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازاں جملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ہ

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا م اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعوی کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو مبنی ہذا الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بنا و احکام چند قواعد مقررہ پر ہے م مبنی مصدر میمی ہے نہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی بخلاف حقوقہ تعالی من جملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوی کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہا اور ازاں جملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کم تر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کم تر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اس کا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور ازاں جملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جس میں ملک کا سبب مانند خرید یا ہبہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے م ملک مطلق اس واسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا ومعنی

وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی لفظاً وسیتضح اور ازاں جملہ موافقت شہادتین ہے یعنی ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظوں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں منظور ہے اور یہ آگے واضح ہوگا م شہادت اور دعوی کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اس میں تطابق لفظی اور معنوی دونوں منظور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کی ضبط نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظاً اور معنیً شرط ہے کذا فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عبادت کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہ ہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اس میں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے م جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اس میں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا باعتبار وجوب اقامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا توافقہا لاتقبل وہذا احد الاصول المتقدمۃ جب کہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہ ہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے م شارح نے تقدم دعوی کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اس کو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر کے اس واسطے کہ مذکور ہوچکا کہ تقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں فلو ادعی ملکا مطلقا فشہد بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مساوی لتطابقہا معنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدوں نے ملک بالسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہوچکا قواعد متقدمہ میں م شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کنز کے اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اس کو عنقریب ذکر کرے گا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب وشہدا بمطلق لاتقبل لکونہا بالاکثر کما مر اور بالعکس اس کے اس طرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہیں قلت وہذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسط الکمال میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک سببی کے دعوی میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہ ہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوائے میں ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں م اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یوں دعوی کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس واسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اس واسطے کہ مطلق مقید اولیت سے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مقید اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ میں نے اس کو خرید کیا اور بائع کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اس کو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الفتح والمجتبی وتصرف فی الحلبی فادا بعض ما ذکرہ وشرحہ وفی البحر الرائق فی تنیس صورتوں کو استثنا کیا ہے م یعنی اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے

اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہ ہو تو مقبول نہیں بحر الرائق میں تیئس صورتیں مستثنی کی ہیں طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اس کو متن
کے اس قول کے بعد (فاذا وافقہا قبلت والالا) مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے من جملہ صور مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح (فی کل قول جمع
مع فعل) کے تحت میں مذکور کرے گا اور بائیسویں صورت شراء من المجہول سے جو مذکور ہو چکی انتہی مختصرا وکذا یجب مطابقۃ الشہادتین
لفظا ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظاً اور معنی واجب ہے م امام اعظمؒ کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہے اور
لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادۂ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی
دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ ثلثۃ
عشر آخر ترکتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے
اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں ہم نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا م یعنی اس مقام میں بخوف تطویل مسائل
مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں مذکور کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ وبہ قالت الثلثۃ
تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبینؒ نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے
ائمہ ثلثہ باقیہ کا م وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ
بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ دونوں لفظ متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت میں مشترک ہیں اس واسطے کہ لغت میں خلیہ کے
معنی غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر ولو شہد احدہما بالنکاح والآخر بالتزوج قبلت لاتحاد معناہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور
دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں م مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امامؒ کے نزدیک موافقت
میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اس کا مرادف یعنی ہم معنی وکذا الہبۃ والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور ان کے مانند
کی گواہی مقبول ہے م مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ
یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شہد احدہما بالف والآخر بالفین او مائۃ ومائتین او طلقۃ وطلقتین او ثلث ردت
لاختلاف المعنیین اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے
ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی مقبول نہیں م رد ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے
م صاحبینؒ کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار
کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو مجتمع علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف
لفظی اور اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشہد احدہما بہ والآخر بالاقرار
بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں م اس
واسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشاء اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں
نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے م اس واسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف
تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادتین میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع
مع فعل بان ادعی الفا فشہد احدہما بالدفع والآخر بالاقرار بہا لا تسمع للجمع بین قول وفعل قنیۃ اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا

فعل کے ساتھ اس طرح کہ دعویٰ کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیۃ ثم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ کشہادۃ احدہما ببیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار بہ فیقبل لاتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فان یقول فی الانشاء بعت واقرضت وفی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشاء متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہے جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشاء اور اقرار کے یعنی تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اس واسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہ ہوا اتحاد صیغہ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار کے ہے والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اس کے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی

بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عمدا بالسیف والآخر بالسکین لم تقبل لعدم تکرر الفعل بتکرر الآلۃ محیط وشرنبلالیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمداً تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے آلہ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیۃ فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے اور مؤلف نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا شرنبلالیۃ عن المحیط اس واسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل علی الف فی شہادۃ احدہما بالف والآخر بالف ومائۃ ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل الا ان یوفق باستیفاء او ابراء ابن کمال اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہوں گے اس واسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو میں منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول نہیں اس واسطے کہ مدعی مکذب ہے اس شاہد کا جس نے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہاں اگر مدعی اس طرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے سو میں سو درم لے چکا یا میں نے اس کو معاف کر دیے تو دعویٰ اقل میں بھی گواہی مقبول ہے وہذا فی الدین اور یہ یعنی اشتراط موافقت بین الشہادتین لفظاً بحسب وضع دین کے دعویٰ میں ہے تو اسم اشارہ اس کی طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحطاوی وفی العین تقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان ہذین العبدین لہ وآخر ان ہذا قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقا درر اور دعویٰ عین میں گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جس پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوا با جماع امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا فی الدرر ہذا وفی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرہما عزمی زادہ اور اثبات عقد میں کی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعویٰ اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو شہد واحد لشراء عبد او کتابتہ علی الف وآخر بالف وخمس مائۃ ردت لان المقصود اثبات العقد وہو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علی کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اس کے مکاتب ہونے کی ہزار درہم

پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اس واسطے کہ یہاں مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہ ہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہ ہوئی ہر واحد پر م عقد مختلف ہوتا ہے اختلاف بدل سے اس واسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر **ومثلہ العتق بمال والصلح عن قود والرہن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأۃ** لف ونشر مرتب **اذ مقصودہم اثبات العقد** کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی ہو صلح میں اور راہن رہن میں اور خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن میں لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اس واسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہ ہوئی **وان ادعی الآخر کالمولی مثلا فکدعوی الدین اذ مقصودہم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر** کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولی مدعی ہو تو دعوی دین کے مانند ہے اس واسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہو گی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا م توضیح دعاوی مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ میں نے تجھ کو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر **والاجارۃ کالبیع لو فی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد** اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے م یعنی اگر مستاجر یا موجر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہ ہو گا مانند بیع کے اس واسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہ ہو گا کذا فی الفتح **وکالدین بعدہا لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا** اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گزر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی ہے بالاتفاق م دعوی موجر میں بعد تسلیم عین موجر اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہے تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہو گا اس واسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں بعد مدت کے سوائے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہو گا بقدر اس کے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہ ہو گا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح **وصح النکاح بالاقل ای بالالف مطلقا استحسانا خلافا لہما** اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبینؒ کہ ان کے نزدیک نکاح باطل ہے م وجہ استحسان یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اس میں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہو گا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہو گی کذا فی الفتح **ولزم فی صحۃ الشہادۃ بارث الجر بان یقولا مات وترکہ میراثا للمدعی** اور میراث کی گواہی کی صحت میں جر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا م جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ میں ولہذا مورثہ لونڈی میں وارث پر استبراء واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متعدد محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال مثبت نہ ٹھہرے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جر میراث لازم نہیں اس واسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت

کے مورث سے ملنا ذکر کرے تو بسبب عیب کے کر سکتا ہے تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہے الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ
او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر و مستعیر و غاصب و مودع فیغنی ذلک عن الجر لان الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان
فاذا اثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں مورث کے ملک کی اس کے مرنے کے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث
تا مرگ اس کا مالک رہا یا اس کے ہاتھ کی یعنی اس کے قبض اور تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے
قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یعنی شہادت ملک یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے اس واسطے
کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث مرتے ثابت
ہو گئی م تا وقت موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہے اس واسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک
لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے
مر جائے تو مغصوب اور ودیعت اس کی ملک ہو جاتی ہے اس پر ضمان واجب ہو کر شرعاً کذا فی الفتح علامہ خسرو نے درر میں کہا تا موت قیام تصرف
دلیل ملک میت ہے بواسطہ ضمان کے اس واسطے کہ ظاہر حال مسلم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اس کے پاس ہوتی تو ایسے
وقت نازک میں بیان کر دیتا پھر جب اس نے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اس کے تصرف میں تھا سو اس کا مملوک تھا انتہی ملخصاً ولا بد مع الجر
المذکور من بیان سبب الوراثۃ و بیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث میں جر مذکور کے ساتھ بیان کرنا
سبب وراثت کا ضروری ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا بیٹا اور یہ بیان ضرور لکھے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری
بھائی ہے یا مادری اور مانند اس کے کذا فی الظہیریۃ م اور مولی کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولی ہے میت کا جس نے اس کو آزاد
کر دیا اور کوئی اس کا وارث نہیں سوائے اس کے اس واسطے کہ لفظ مولی مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحطاوی وبقی شرط ثالث وہو قول
الشاہد لا وارث او لا اعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی اور وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوائے
مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سوائے اس کے والرابع وہو ان یدرک الشاہد المیت والا فباطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہما البزازی اور
باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالث اور
رابع کو بزازی نے ذکر کیا وذکر اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں وان شہد بید حی سواء قالا منذ شہر
او لا ردت لقیامہا بمجہول لتنوعہ بدائع اور اگر شاہدوں نے شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یوں کہا کہ ایک مہینے یا ایک
سال سے قبضہ تھا یا یوں نہ کہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب قائم ہونے گواہی بامر مجہول بسبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے م یعنی مثلاً ایک گھر
ایک مرد کے قبضہ میں ہے سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ سابق میں مدعی کے قبضے میں تھا تو مقبول نہیں
بسبب جہالت مشہود بہ کے اس واسطے کہ محتمل ہے کہ اس کا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب شک
کے حکم دے کہ گھر اس کو دیا جاوے کذا فی العینی بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان
انہ اقر انہ کان فی ید المدعی دفع الیہ لصحۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ
مثلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض
میں تھا تو وہ گھر مدعی کو دلا دیا جائے گا بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہیں م پہلی صورت میں دلانے کی وجہ یہ

ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال اور مقربہ یعنی جس کا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہیں کہ اس کے قبضہ میں بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دلانے کے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق میں مدعی کے قبض میں تھا تو قاضی حکم کرے گا کہ مدعی کو تسلیم کرے اس واسطے کہ انسان کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے بعد اس کے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اس کی گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی تبصرف والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیۃ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیۃ م قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اس واسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقرانہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض میں ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہاں یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد اس کے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالف الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدوں نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانچ سو ادا کیے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانچ سو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانچ سو میں مقبول ہوگی م اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہ ہوگی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اس شہادت میں ہے جو اس کی حضرت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے یہاں تک کہ مدعی اس کا اقرار کرے م تبیین اور کافی میں ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اس کو معلوم ہو کہ مدیون نے اس میں سے پانچ سو ادا کیے ہیں تاوقتیکہ مدعی پانچ سو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدوں نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اس کے رنگ میں تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبینؒ کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے م امامؒ کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگت میں دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اس کا اختلاف مانع شہادت نہیں وہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ اس وقت ہے جب کہ مدعی اس کی رنگت مذکور نہ کی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کرے گا تو بالاتفاق گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہرے گا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا بطریق ادائے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یک بارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سالہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ بحر شاہد نے گواہی دی زندہ کے دین میں اس طرح کہ اس پر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جب کہ مدعا علیہ نے شاہدوں سے اب تک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مرگیا اور دین اس پر موجود ہے کذا فی البحر قلت ویخالفہ ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین انتہی والاحتیاط لا یخفی میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام میں ہے ثابت ہو جانے دین سے بمجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اس پر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہیں م یعنی بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہے تاکہ مال میں توفیر ہے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف

ہے اور احتیاط اس میں اس قدر کافی ہے کہ خصم سے قسم لی جاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا به فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعویٰ کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول اصح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین م ادعائے ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں اشہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین ؛

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا م شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنیہ ہے اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہاء نے بدلیل استحسان اس کو جائز رکھا ہے بسبب شدت حاجت کے اس واسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہ ہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ بکثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت پھر ان کی گواہی کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدرر لطحطاوی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہما بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہو جانے دونوں کے شبہہ سے وجاز الاشہاد مطلقا اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح سے یعنی بعذر و بلا عذر خزانۃ المفتین میں ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہ ہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دیں لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت ای موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ فنبہ وہو خطاء والصواب ما ہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضاء سے نقل کیا ہے اس میں کلام ہے سو قہستانی نے اس کو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ میں خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضاء میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہے م قہستانی نے کہا لیکن نہایہ ذخیرہ کی کتاب القضاء میں ہے کہ اصل جب مر جاوے تو اس کی فرع کی شہادت مقبول نہیں توجیات اصل کی شرط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے عبارت قہستانی کی دیکھی اس میں نقل نہایہ خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا (فانہ نقلہ عنہا عن الخانیۃ) چنانچہ خود شارح نے اس کی تصریح کی ہے شرح ملتقی میں انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبۃ بحیث یتعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسفؒ نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اس طرح کہ متعذر ہو اس کو اپنے لوگوں میں رات کا پہنچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اس قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا میں حاضر نہ ہو سکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایت ہے تاتارخانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جائے اور اپنے گھر میں رات تک نہ آ سکے تو اشہاد جائز ہے اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ او کون المرأۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل متعذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردوں سے مخالطت نہ کرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیۃ وفیہا المجوز الاشہاد بسلطان وامیر اور قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں م یعنی جب

کہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو ان کو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمدؒ کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وہل یجوز للمحبوس ان من
غیر حاکم الخصومۃ نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اس کو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو ہاں جائز
ہے مصنف نے اس کو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اس میں ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف
ہیں بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اس کو حبس سے نکال کر گواہی سن کر پھر قید کر سکتا ہے اور
اگر والی کے محبس میں ہو اور نکالنا اس کو ممکن نہ ہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لا طلاق جواز الاشہاد
لا الاداء کما مر اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادائے شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض
اور سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادائے شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقا ولشرط
شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامراتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں
وما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی میں ہے غلط ہے کذا فی البحر م حاوی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی مقبول نہیں کذا
فی الطحطاوی عن کل اصل ولو امراۃ نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا التغائر فرعی ہذا وذلک
خلافا للشافعی نہ مغائر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی م یعنی یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغائر
ہوں بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں
یا وہی دو شاہد دونوں کے ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اس کے اور دو اس کے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل
مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اس کا یہ ہے کہ اصل کہے فرع سے
مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں م یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے
اس واسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع د
لو ردہ ارتد قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اس کو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نہ کرے تو اشہاد رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنی بعد رد کرنے
کے اگر گواہی دے گا تو مقبول نہ ہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہیں فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی
پر جو اس کے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی م بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نہ جانتے
تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں مسئ یعنی بدکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ
بکذا وقال لی اشہد علی شہادتی بذلک ہذا اوسط العبارات وفیہ خمس شینات والاقصر منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع
اشہد علی شہادتہ بکذا وعلیہ فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی کہ فلانے
شخص نے مجھ کو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں سے اوسط عبارت
ہے اور اس میں پانچ شین ہیں اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اس کی اس شہادت
پر اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتویٰ ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے م اوسط عبارت اس واسطے اختیار
کی کہ شہادت فرع کا اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ[1] اسی واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے (اشہدان فلانا

[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلاں شخص کا فلاں پر اس قدر مال ہے اور مجھ کو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اس
کی گواہی پر گواہی دوں اور میں اس کی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۱۲

شہد عندی ان لفلان بن فلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد علی شہادتہ بذلک) اس عبارت میں آٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں مثلاً یہ ہے کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث اور ان کے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الصدر ویکفی تعدیل الفروع لاصولہم ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیل الکل اور کفایت کرتی ہے تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول و فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح میں اس واسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے ہم بعضے بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ وہ متہم ہے اس واسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اس پر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہے اس واسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہیں جیسے اپنی ذاتی شہادت میں متہم نہیں یعنی اس کی ذاتی شہادت بھی اس منفعت کی متضمن ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اس کی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اس کی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل مثل میں بھی کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیۃ وشرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل علی ما فی القہستانی عن المحیط فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال میں یعنی فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے اور نہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ میں اس کے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ اور شرح المجمع اور اسی طرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہیں چنانچہ قہستانی میں محیط سے ہے سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور منہا نہی الاصول عن الشہادۃ علی الاظہر خلاصہ وجعلی متنا یعنی لغو اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کی شہادت سے یعنی اصول نے فرع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فرع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آگے متون میں مخالف اس کے ہے ومنہا خروج اصلہ عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مانند فسق اور گونگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد وانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہدہم او شہدناہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے ان کو گواہ کیا اور ہم نے غلط کہا کافی میں ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور ان کی شہادت پر شہادت دی اس حادثہ میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہیں اگرچہ اصول منکر نہ ہوں کذا فی الصدر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ کیونکہ اس مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ و قالا اخبرانا بمعرفتہا وجاء المدعی بامراۃ لم یعرفا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدوں نے گواہی دی کہ دو شخصوں کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعین نے کہا کہ ہم کو اصلین نے خبر دی اس کی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو لایا جس کو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائے گا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ میں وہی عورت ہوں ام صدر الشریعت نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہوں الا وہ یہ غرض نہیں کہ نسبت معتبر پوری ہے اور گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ شاہدین نے جب کہ اس کے دادا کا ذکر کر دیا تو مسئلہ

صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کی طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضروری ہے تاکہ نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے دُرر میں کہا کہ مدعی سے اس واسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت مذکورہ میں ثابت ہے مگر دیا احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اس کی تو ضرور ہوا اس کا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند ہے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ یحلف لاثبات انہ ہو ولو مقرا الاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اس واسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جس کو قاضی کے خط کے دو شاہد نہیں پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے قاضی خان نے م قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اس میں مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان خلافی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اس کو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہوں سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے مندفع ہو گی انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قالا فیہا التیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا کجدہا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو تمیمیۃ کہا تو جائز نہیں یہاں تک کہ اس کو اس کے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کریں چنانچہ اس کے دادا کی طرف م بنو تمیم میں بکثرت قبائل ہیں لہذا ان سے معرفت حاصل نہیں ہوتی جب تک قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت نہ ہو بدایہ میں فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جد اعلی کی ہے خلاصہ میں ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور انقطاع اشتراک کا ایضاح میں ہے کہ عجم یعنی غیر عرب میں ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اس واسطے کہ عجم میں انساب ضائع ہیں انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہیں اس واسطے کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہیں اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اس کے زوج کی طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جس طرح سے کہ حاصل ہووے اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اس کو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنی منع کرنا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اس پر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اس کے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے م چنانچہ شارح اس کو عنقریب ذکر کرچکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسی طرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر مقبول نہیں وتقبل شہادۃ رجل . . . . . . علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضاء پر قول صحیح میں کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنی اس میں عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا ولا غلطا کما

حرہ لانہ کان جس شاہد کا حال ظاہر ہو کہ اس نے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور
سہو کا دعویٰ نہ کیا یا غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اس کی تحریر کی ہے م یا شہادت زور کے ظاہر کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک
مرد یا اس کی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گزر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت
نہیں اور چاند نہ دکھائی دیا اور مانند اس کے کذا فی الدرر فقہاء کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ سے حتیٰ کذا فی الطحطاوی
ولا یکون اثبات بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زور کا اثبات گواہوں سے اس واسطے کہ من قبیل نفی ہے م اس واسطے کہ گواہ
یہ کہیں گے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اس کی طرف التفات نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتویٰ سراجیہ جس کی
گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی السراجیہ م تشہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری ہے
تو قاضی اس کو بازار میں بھیجے اور اگر بازاری نہیں تو اس کی قوم کی طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہوں بھیجے اور قاضی کا آدمی
یہ کہہ سنے اس کو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگوں کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت میں یہی کیا کرتے تھے لہٰذا امام اعظمؒ نے
اسی کو پسند کیا وزاد اضرب وحبسہ مجمع اور صاحبین نے اس کا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا کذا فی المجمع م فتح القدیر میں اسی قول کو ترجیح دی
اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم ان للقاضی ان یسخم وجہہ اذا راٰہ سیاسۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہاء یہ ہے کہ قاضی
کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اس کو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم یعزر
اجماعا اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہوکر تو باجماع امامؒ اور صاحبینؒ کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے
تو بالاتفاق اس پر تعزیر نہیں م اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھروں گا کذا فی الفتح
وتفویض مدۃ توبتہ ولو لرأی القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لا تقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی
کی رائے پر موقوف ہے بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اس کی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کی
توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتی عینی وغیرہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ شاہد زور
عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی العینی وغیرہ م اس واسطے کہ ممکن ہے اس کی توبہ ظاہر
ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دے کر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنے اس چیز سے جس کو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول
رجعت عما شہدت بہ ونحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھر اور پلٹا اس چیز سے جس کی میں نے گواہی دی اور مانند اس
کلام کے م چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں مبطل تھا شہادت میں یعنی ناحق
پر تھا اس میں کذا فی الدرر فلو انکرہا لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ
مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط
قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اس واسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت
ہے فسخ شہادت سے یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے

اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنی شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اس کی توبہ بھی مقید مجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند
غیرہ وبرہن اواراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوی کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو
اور اس کو بگواہی ثابت کیا یا درصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوی کے م یعنی
بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلف
شاہد کذا فی الدرر بخلاف مالو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اس کے اگر دعوی کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے
پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی م یعنی اگر یہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور
قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا ان پر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے
کذا فی الدرر وبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع
شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشاء قرار دیا جائے گا کذا ذکرہ ابن الملک یعنی گویا بالفعل رجوع
واقع ہو فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے
حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اس پر حکم نہ کرے ولا ضمان وعزروا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم
شاہد پر ضمان نہیں اور اس کو تعزیر دیجائے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اس واسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق
کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی المنح م قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور
تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور میں مذکور ہو چکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبینؒ کے نزدیک اور بعض شہادت
سے رجوع چنانچہ زمین اور اس کی عمارت کی اور گھوڑی اور اس کے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے میں رجوع کیا وبعدہ لم یفسخ
الحکم مطلقا لترجحہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہ ہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت
کے وقت تھا یا ادنی یا اعلی ہو کذا فی المنح بسبب راجح ہوجانے خبر اول کے قضا سے م اگر شارح توضیح کرتا (لترجح الخبر الاول من الشاہد
بالقضاء) تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ ترجحہ کی ظاہرا ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اس واسطے فسخ نہ ہوگا کہ شاہد
کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہیں ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اس واسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر
اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا
او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود لما ان الحاکم اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ
شرح تکملۃ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اس واسطے کہ قضا اس صورت میں باطل ہوجاتی ہے اور مقضی لہ پھیر دے
جو اس نے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مذکور
ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم میں تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ م صورت مذکورہ میں خطائے حاکم یہ ہے کہ اس نے حال
شہود کا تفحص نہ کیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر
لانہ کالملجأ الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دیں مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کروایا اس واسطے کہ شاہدین تلف
مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اس واسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے

حکم دینے میں ہم امام شافعیؒ کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں جب کہ وہ رجوع کریں اس واسطے کہ شہود سبب ہیں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے اس کا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اس واسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہوتا ایں کہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو وقبض المدعی المال او لا یفتی بحر و بزازیہ و خلاصہ و خزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دیں مدعی نے مال کو قبض کیا یا نہ کیا ہو اسی کا فتوی ہے کذافی البحر والبزازیہ والخلاصہ وخزانۃ المفتیین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز اور درر اور ملتقی الا بحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اس واسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہیں وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بمماثلت ہے سو عین میں تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اس میں تصرف جائز نہیں اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین میں ملک اس کی زائل نہیں ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہ ہو کذافی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان میں اس کا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جس نے شہادت سے رجوع کیا ہم یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اس واسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں حجت باقی رہی تو راجع پر اس کا ضمان واجب ہے جس میں حجت باقی نہ رہی وہ نصف ہے کذافی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدوں میں سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دے ہم اس واسطے کہ دو شاہد باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دیں ہم اس واسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاہد وان رجعت امراۃ من رجل وامراتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے ہم اس واسطے کہ شہادت پر اتنے شخص باقی ہیں جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں ہم اس واسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ لم یضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دے ہم اس واسطے کہ اس قدر شاہد باقی ہیں جن کی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد کا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے ہم اس واسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذافی الدرر تو نو عورتوں کی رجوع سے تلف نہ ہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سو ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان چھٹی حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں پر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجائے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کے ہوئیں تو ایسا ہوگا کہ گویا چھ مرد

گواہی دے کر پھر گئے تو ان پر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنی ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن النصف کما لو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے م صاحبینؒ کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کے ہیں ولہذا ان کی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی ان کی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل او الاقل اذ الاتلاف بعوض کلا اتلاف اور ضمان نہیں دینا شاہد راجع نکاح میں جس نے مہر مثل یا کم تر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کم تر اس واسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ اتلاف کے ہے م شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ ماتن خود اس کی تصریح کرے گا صورت اس کی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا نکاح کا اور اس پر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دیں گے خواہ مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمنا ہا لوہی المدعیۃ وہو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ م صورت اس کی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اس کا مہر مثل کم تر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اس واسطے کہ شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقاً ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلۃ بین البضع والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کم تر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرم گاہ عورت کے اور مال کے م یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں لکھتا (ولو باقل فلا ضمان) تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرم گاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرم گاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اس کے اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف مالو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لہا لاتلافہا المہر بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دیں گے بسبب تلف کر دینے مہر کے وضمنا فی البیع والشراء ما نقص عن قیمۃ المبیع لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتری للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضمان دیں بیع اور شرا میں اس قدر کا جو کم ہو گیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دیں اس قدر کا جو زیادہ ہو گیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے م اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اس مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدوں نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضمان دیں کیونکہ انھوں نے اس کے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہ

غلام ہزار درہم کو لیا اور اس پر قبضہ ہے اور مشتری اس کا منکر ہے سو شاہدوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دیں اس واسطے کہ انھوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر ولو شہدا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدوں نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کے ساتھ ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دیں اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنی ایک بار بیع کی گواہی دی اور دوسرے بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دیں کذا فی العینی م اس واسطے کہ پہلی صورت میں مقتضی نہ بیع ہے ثمن اور دوسری صورت میں ثمن بالاستقلال مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شہدا علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایام اختار بری الآخر وتمامہ فی خزانۃ المفتیین اور اگر شاہدوں نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یک سال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنی ہزار کا اور چاہے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یک سال اور دونوں میں سے جس کو بائع اختیار کرے گا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے خزانے اور پورا بیان اس کا خزانۃ المفتیین میں ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یک سال اور قیمت اس کی ایک ہزار ہے سو شاہدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار پھیر لیں ان کو ایک ہزار حلال ہیں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کر دیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اس کو پھیر دے سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے دو ہزار درم لے اور اس کا کچھ مواخذہ نہیں شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا تو جو دو ہزار اس نے شاہدین کو دیے ہیں ان کو پھیر لے اور جو شاہدوں نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیر لیں کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات وشرح الطحطاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب سمجھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی او المتعۃ ان لم یسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دیں یا متعہ کا ضمان دیں اگر مہر مسمی نہ ہو ولو شہدا انہ طلقہا ثلثا وآخران انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فالضمان نصف المہر علی شہود الثلث لا غیر لحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو ایک بار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے نہ ان کے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے م اس واسطے کہ طلاق واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دے گا کیونکہ وہ مفید نہیں اس واسطے کہ طلاق واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی النہر حلبی نے کہا قبل دخول دونوں گواہیوں کی قید ہے ولو بعد وطی او خلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہیں م یہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے کہ ضمان نہیں مگر اتنا جو مہر مثل پر زیادہ ہے کذا فی النہر ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المہر وشہود الطلاق ربعہ اختیار اور اگر دو گواہوں نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدوں نے دخول کی گواہی دی پھر چاروں شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دیں اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دیں

کذا فی الاختیار ولو شہدا بالعتق فرجعا ضمنا القیمۃ لمولاہ مطلقا ولو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولی کو اس کی قیمت کا ضمان دیں مطلقاً اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اس واسطے کہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحویل العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء بدایہ اور ولاء یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولاء ان کی طرف منتقل نہ ہوگا کذا فی الہدایۃ وفی التدبیر ضمنا ما نقصہ وہو ثلث قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اس قدر کو جس کو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اس کی تہائی قیمت م یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اس کے مولی کو تہائی قیمت کا ضمان دیں اس واسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے قن سے ولو مات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ وتمامہ فی البحر اور اگر مولی مر گیا تو آزاد ہوگا مدبر اس کی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اس کی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے م یعنی اگر مولی مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دیں اس کی پوری قیمت اور اگر مولی چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے م یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانچ سو ہے اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دے سو اگر وہ تضمین شاہدین اختیار نہ کرے تو اس کو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ رہے گا ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دے گا اور اگر مولی اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لے گا ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یودی ما علیہ الیہما وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہ ہوگا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اس پر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اگر ہو اس قیمت سے جس کا وہ ضمان دے چکے ہیں مولی کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانچ سو ان کو حلال طیب ہیں اور پانچ سو کو خیرات کریں یہ مذہب ہے طرفین کا والولاء لمولاہ ولو عجز عاد لمولاہ ورد قیمتہ علی الشہود اور ولاء مکاتبت کی اس کے مولی کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادائے کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آ دے گا اپنے مولی کی طرف اور مولی اس کی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پھیر دے وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم ام ولد لو جاز بیعہا وقنا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اس کی بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اس قدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہے م صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اس کے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہ ہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان دیں کذا فی الطحطاوی عن العینی وہکذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی در صورت جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا الثلثین للورثۃ وتمامہ فی العینی اور اگر مولی مر گیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کا ضمان دیں اس کی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اس کا عینی میں ہے وفی القصاص الدیۃ فی العینی فی مال الشاہدین وورثاہ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث

ہوں گے م یعنی شاہدین گواہی دی کہ مثلاً خالد نے محمود کو عمداً قتل کیا سو قاضی نے اس کے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحرالرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لی جائے گی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اس کے وارث ہوں گے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا بعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائے گا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے سے اس کو قتل نہیں کیا جو قصاص ان پر آتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو ان پر ضمان نہ ہوگا اس واسطے کہ قصاص مال نہیں جو ان پر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب ان کے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے ان کی طرف م اس واسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھیں کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدنا ہم وغلطنا نہ ضمان دیں شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہم نے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہم نے ان کو شاہد کیا اور ہم نے غلط کیا م بعد قضا کے قید اس واسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار اشہاد اصول کریں گے تو حکم نہ ہوگا اس واسطے کہ انھوں نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور عملاً کہ وہ ضروری ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسی طرح اگر اصول کہیں کہ ہم نے شہادت سے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہ ہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فرع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھوں نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اس واسطے کہ جو حکم قاضی کا ہو گیا وہ نہیں ٹوٹتا ان کے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ انھوں نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھرے تو فقط فروع ضمان دیں گے م یہ قول ہے شیخین کا اس واسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اس واسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھیں کی شہادت معائنہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اس واسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں ان کے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو الدیۃ للرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدًا خلافا لہما اور ضمان مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود ان کی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبینؒ کے م امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہے شاہد کی طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبینؒ کی یہ دلیل ہے کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محبوس ہیں اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو ان پر ضمان نہیں اور نہ شہود کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر اور خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبینؒ کے م خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دیں شہود تعلیق کی

قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج م صورت اس کی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر اور دو شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت حکم ہیں اس واسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم ہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اس واسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہ ہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اس کا بیان شہود تعلیق میں ہو چکا ولو وحدہم علی الصحیح عینی اگرچہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح ان پر ضمان نہیں کذا فی العینی م شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان نہ دیں چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال وضمن شاہد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دے شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اس واسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب م بحرالرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دے اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب شرط اور علت اور سبب اور علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیئے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم نہ مؤثر ہو نہ اس کی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں مؤثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہ ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں و وکالت بفتح وکسر واو لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ ہے کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اس
پر اعتماد کرکے اپنی آسائش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے بمعنی مفعول یعنی جس کی طرف
امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے جب کہ بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت میں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل الحفاظ
کہا اور یہی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلا من الشاہد والوکیل ساع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب
الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے
التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ فابعثوا احدکم بورقکم اور غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالیٰ نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت
میں بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لے کر وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہیں جب کہ اللہ اور اس کا رسول
بیان کرے بلا انکار اور اس کا منسوخ ظاہر نہ ہو کذا فی منح ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء الاضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام
کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں ابو داؤد نے اس سند سے روایت کی جس میں ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار
دے کر بھیجا کہ آپ کے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اس کو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری
قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور ان کی تجارت کے
واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اس کے ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اس کی صحت پر
اجماع اور اتفاق ہے وہو خاص وعام کانت وکیل فی کل شیء عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر طلاق وعتاق ووقف واعتمدہ
فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر ویفتی ان یقولہ واعتمدہ فی الملتقط
فقال اما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد اھ توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں
یہ توکیل عام ہے اور شامل ہے سب تصرفات کو یہاں تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتویٰ ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اس کو بغیر طلاق
و عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات
میں وکیل تصرف نہ کر سکے گا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے آوے گا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر ملتقط
میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہ ہوگا ابو حنیفہؒ کے نزدیک بخلاف محمدؒ کے تم توکیل عام کی یہی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے
اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ ولم یکن للموکل
صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہ ہو تو وکالت باطل ہے مع یہ قول کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنے جمیع
امور میں اور قائم کیا تجھ کو بجائے اپنی ذات کے تو توکیل عام نہیں ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلا تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اس کا
کوئی پیشہ مقرر ہی نہیں اور معاملات اس کے مختلف ہیں تو وہ وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز

معلوم اور اصطلاح شرع میں توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسائش یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف میں جو جائز اور معلوم ہے م جائز
کی قید سے یہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے میں وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول
کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی شخص کہے کہ توکیل عام جائز ہے اس میں تصرف معلوم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلاً معلوم
نہ ہو چنانچہ وہ شخص جس کے معاملات بکثرت ہیں تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنیٰ ثابت
ہو گا اور وہ نگہبانی ہے م تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر میں ہے کہ اگر تصرف معلوم نہ ہو تو ادنیٰ
تصرفات وکیل ثابت ہو گا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شئے میں تو فقط حفظ کا وکیل ہو گا انتہیٰ درر میں ہے کہ قول
مذکور میں فقط حفظ اس واسطے مراد ہوا کہ لغت میں وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی
ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیاء میں بسبب
عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال م اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہ ہو تصرف میں قطع نظر حکم شرعی کے تو اس میں
داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع میں اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع میں اور یہ قول مبنی ہے اس پر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے ملک تصرف ہو کل اس
واسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار
نحو طلاق وعتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہیں وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقاً خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونوں کا محتمل ہو اور صحیح نہیں
وکیل کرنا غیر عاقل کا تصرف ضار میں چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ میں م توکیل مجنون اور صغیر اس واسطے صحیح نہیں کہ وہ تصرف کے مالک نہیں اور معلوم ہو چکا
کہ توکیل میں موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے غیر عاقل کا وکیل کرنا بدوں اذن اس کے ولی کے اس تصرف میں
جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا
وکیل کرنا اس تصرف میں جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور میں اور اگر اس کو اس کے ولی نے اذن نہ دیا ہو
تصرف کا تو وکالت موقوف رہے گی اس کے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت
پر موقوف رہے گا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہیں وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب
کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور موقوف رہے گا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور
اگر حالت ارتداد میں مر گیا معاذ اللہ یا دار الحرب میں جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہیں بخلاف صاحبینؒ کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما
کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صیدہ وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور
ان کے خرید کرنے میں چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد میں اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع میں اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ
نہی شارع کے چنانچہ ہم نے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف میں سو آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط
کو ذکر کیا سو یوں کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو م یعنی وکیل میں اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن
فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل میں بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام
غیر ماذون ہو م محجور صبی اور عبد دونوں کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل میں تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لا یخفی ان الکلام الآن فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع
الوکیل فلا ناقل ولقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اب اسباب میں صحت وکالت میں گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے

یہاں یوں نہ کہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز و درر مذکوم ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا میں وکیل کی شرط میں یوں مذکور ہے کہ یعقل العقد ویقصدہ یعنی وکیل میں شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اس کا ارادہ کرے قصد کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کرے گا تو موکل کی طرف سے واقع نہ ہوگی شارح نے کہا کہ بصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہیں لیکن یہاں گفتگو صحت وکالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں ثم ذکرضابطۃ الموکل فیہ فقال بکل مایباشرہ الموکل بنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنی صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اس چیز میں جس کو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے لنفسہ کی قید اس واسطے لگائی تاوکیل سے احتراز ہو جائے اس واسطے کہ وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اس کام میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہیں اس واسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض کے توکیل کا مالک نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ در صورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اس واسطے کہ خانیہ میں مصرح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی خصومت کو معلوم مصنف کا یہ قول بکل مایباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل مایعقدہ اس واسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنی خصومت وغیرہا کو شامل ہے خصومت لغت میں بمعنی جدل ہے اور شرع میں ہاں یا نہیں کا جواب ہے یعنی مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس کے جواب میں اقبال کیا یا انکار یہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جوہرہ میں ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا اس خصومت میں جو حقوق العباد میں ہے مخاصم کی رضامندی سے وجوزا بلارضاہ وبہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدوں رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا امام اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل میں ہے نہ جواز میں یعنی امامؒ کے نزدیک اگرچہ بدوں رضائے مخاصم جائز ہے لیکن بدوں اس کے راضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف صاحبینؒ مذہب صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ خصومت میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کرنا ہے تو موقوف نہ ہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب مستحق ہے مخاصم پر اور لوگوں کی عادت پر خصومت میں متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوئے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اس کی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیثؒ وغیرہ واختارہ العتابی وصحہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبینؒ کے قول پر فقیہ ابواللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اس کو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اس کو نہایہ میں اور فتوی کے واسطے یہ ہے کہ اس کو حاکم کی رائے پر منوض کرنا چاہیے کذا فی الدرر درر میں ہے کہ اگر قاضی کو لعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت میں معلوم ہو تو مخاصم کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نہ کرے بدوں رضائے خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی میں ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کے اختیار دینے میں تو فساد ہے انتہی واللہ تعالیٰ اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدوں رضائے مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اس کو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدموں سے ممکن نہ ہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدوں رضامندی مخاصم کے خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر ہو یعنی اگرچہ منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضائے خصم لازم ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جب کہ مخاصم انتظار نہ کرے والا فلا محیط یعنی کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدوں رضائے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر نہیں کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جب کہ وہ راضی ہو جائے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ میں انتہی مدت سفر

کی قید اس واسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیبت ہو تو بمنزلہ حضور کے ہے کذا فی الطحطاوی او مریدا لہ دیکھی قولہ انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً البحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے تو اس پر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اس کا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اس کے حال کو ملاحظہ کرے اور اس کے میلان میں اس واسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے مخالطت نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے م پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اس واسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کر سکے گی حیا کے سبب سے تو اس کو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہ ہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم بالمسجد اذا لم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جب کہ مخاصم تاخیر جواب سے راضی نہ ہو کذا فی البحر م اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہ ہوگا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضا او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر بزازیہ بحثا یا موکل محبوس ہو اس حاکم کی جانب سے جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حبس اس حاکم کی طرف سے ہو جس کے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیہ بحثا م اس واسطے عذر نہیں کہ محبوس اس حاکم کے اختیار میں ہے اس کو مجلس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہ ہو پھر اس کو قید کرے کذا فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیۃ یا موکل دعوی خوب نہ کر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیۃ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اس کی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہ ہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ م رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایک دن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا فیرسل ابنۃ لیحلفہا مع شاہدین بحر واقرہ المصنف اور اگر متخاصمین اختلاف کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہ ہو ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین شاہدوں کے ساتھ اس کے پاس بھیجے تاکہ اس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م امین کے ساتھ دو شاہد اس واسطے جاویں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی نے کہا دو اور شاہد گواہی دیں اس کے حلف پانکول پر وان من اوساط فالقول لہا لو بکرا وان ہی من الاسافل فی الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور ارذال میں سے ہے تو اس کا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ م عمل بالظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے کہا ظاہراً اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیائے دنیا وی اس میں داخل ہیں کہ ان کی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہ ہوں وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ من المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت صحیح نہیں درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی م ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا

سے قبض یعنی لینا حقوق موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اس واسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اس کا وکیل اور استیفائے حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اس واسطے صحیح نہیں کہ حدود ٹل جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی و حقوق عقد لا بد من اضافتہ ای ذلک للعقد الی الوکیل کبیع و اجارۃ و صلح عن اقرار یتعلق بہ ما دام حیا و لو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہے چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اس کے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک وہ زندہ ہے اگرچہ وہ غائب ہو کذا صرح ابن ملک م اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل یوں کہنا کہ میں نے اس گھر کو بیچا یا موکل کا فلانا گھر میں نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کرے گا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نہ رہے گا فضولی ہو جائے گا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مر گیا امام فضل نے کہا تو عقد کے حقوق اس کے وصی کی طرف منتقل ہوں گے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہ ہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد موت وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہو گی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی و ان لم یکن محجورا بشرطیکہ وکیل محجور یعنی ممنوع التصرف نہ ہو م یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اس واسطے کہ ان کی وکالت جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہوں گے کذا فی الدرر کتسلیم مبیع و قبضہ و قبض ثمن و رجوع بہ عند استحقاقہ و خصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ و غیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ و حکما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبض کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع میں بدوں فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اس کے غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اس واسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃ و حکما م عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں تو وہی حکما عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی اخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل میں لو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فقولہ لا بد فیہ ما فیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہوں گے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہے وہ خلل ہے جو کہ اس میں ہے اور اسی واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اس وقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہوں گے سو اس کو بوجھ لے م خلاصہ اعتراض شارح یہ ہے کہ وکالت میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لا بد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ میں ابن ملک کے مخالف ہے یعنی خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام میں نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہیں اس واسطے کہ وکیل نے امر موکل کا خلاف کیا اس واسطے کہ اس کا امر یہ تھا کہ عقد اس کی طرف راجع نہ ہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل نہ رہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہے گا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ ہو گا مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کی طرف نسبت کرے گا تو اس میں اختلاف ہے اور منح الغفار میں ہے کہ وکیل کی قید اس واسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لا بد کہنا لا بد تھا و شرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ ای بالوکیل لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا کہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرۃ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول اصح میں م یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے

پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہ ہوگا قرابت دار وکیل کا اس کے خرید کرنے سے اور فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے م یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتداسے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابوطاہر ہے اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہے اس واسطے کہ اس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحرالرائق میں کہا کہ ابوطاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اس واسطے کہ احکام مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہے ولکن ہما ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ وزوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونوں یعنی عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل کے قرابتدار اور اس کی زوجہ کو خرید کیا اس واسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے م یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے نہ ابوطاہر کے قول کے چنانچہ مشرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بدمن اضافتہ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن الاضافتہ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اس کا وکیل کے موکل کی طرف ضروری ہے یعنی موکل کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے گا تو صحیح نہ ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو موکل کا نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائے گا تو اب تفریع آئندہ سے منافاۃ باقی نہ رہی یعنی قولہ (حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح)[1] کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابتہ وہبۃ وتصدق واعارۃ وایداع و رہن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ عینی تتعلق موکلہ لا بہ لکونہ فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کا م یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہے تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں وللمشتری الاباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص کے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجھ کو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کر دے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہیں وان دفع لہ صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اس کو پہنچ گیا اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اس کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ ولیضمنہ لموکلہ ہاں واقع ہوتا ہے باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وکیل نے

[1] یہاں تک کہ اگر عقد کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرے گا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا۔

اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط دین مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں کا دین ہو اس مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم و صرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی م یہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ ح یعنی اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دونوں صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بجائے وکیل یتیم وصی یتیم ہے صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اس کا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہ ہوگا بلکہ اس کو واجب ہے کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اس واسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اس کا دینا تضییع ہے اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ش مثلہ اسے مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض دیونہ ولو قبض استحسانا مالم یکن علیہ دین لانہ للغرماء بزازیہ اور مثل اس کے یعنی وکیل کے مانند عبد ماذون فی التجارۃ ہے جبکہ پر دین نہیں اپنے مولیٰ کے ساتھ تو مولیٰ مالک دیون عبد کے قبض کرنے کا نہیں اور اگر قبض کرے گا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جب تک غلام پر دین نہ ہو اس واسطے کہ غلام کے دین میں اس کے دائنون کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اس کے دیون پر قبض مولیٰ کا صحیح نہیں کیونکہ اس میں ماذون کے دائنون کا حق ہے فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ درر قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر و ... ہے توکیل بالاستقراض اس واسطے باطل ہے کہ ملک غیر میں تصرف کو تفویض کرنا جائز نہیں اور استقراض کی رسالت باطل نہیں کیونکہ اس میں تفویض تصرف نہیں اس واسطے کہ رسول سفیر محض ہے اور مذکور ہو چکا کہ توکیل بالاقراض یعنی قرض دینے میں وکیل کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ اس میں تفویض تصرف ہے اپنی ملک میں انتہی مختصر الطحطاوی میں خانیہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یوں کہے کہ مجھ کو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اس کو جائز ہے کہ درم آمر کو نہ دے اور اگر یوں کہے کہ فلاں شخص تجھ سے دس درم قرض مانگتا ہے سو اس نے قرض دینا قبول کیا تو دس درم آمر کے ہوں گے لیکن مامور اس صورت میں رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہی والتوکیل بقبض القرض صحیح تنکیہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض میں صحیح ہے سو آگاہ رہنا صورت اس کی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھ کو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اس کے قبض کرنے کا کسی کو وکیل کرے۔

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت میں الاصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے م وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھ کو بہتر معلوم ہو کیونکہ اس نے تفویض امر اس کی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کرے گا امتثال امر ہو جائے گا یا معلوم ہو اور متعین ہو اس طرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کر دی ہو جو معین نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اس میں کسی چیز کی حاجت نہیں یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اس کی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضروری ہے چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اس کی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضروری ہے تاکہ جس کے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہو جائے تاکہ امتثال امر ممکن ہو انتہی نوع خالص کی قید اس واسطے ہے تاکہ اس نوع سے احتراز ہو جو متردد ہے الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اس میں تفصیل ہے وان فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابۃ تو وکالت باطل ہے م دابہ لغت عرب میں ہر جاندار کا اسم ہے جو زمین پر چلے اور عرف میں گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہیں تو اس میں چند اجناس جمع ہو گئیں اور اسی طرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کمخواب سے تا گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا لا اور اگر جہالت متوسطہ ہو مابین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اس کا ثمن بیان کر دے یا اس کی

صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہ ہو تو وکالت باطل ہے م اگر دو شئے حقیقت اور مقاصد میں متحد ہوں تو دونوں ایک جنس ہیں اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہیں پھر اگر جہالت جنس کی بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جس کے تحت چند اجناس ہوں چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم میں دو جنس ہیں بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک لونڈی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام میں اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام میں اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایۃ وکلہ لشراء ثوب ہروی او فرس او بغل صح بما یتحملہ حال الآمر زیلعی فراجعہ وان لم یسم ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اس کو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال آمر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل ثمن مذکور نہ کیا ہو اس واسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہالت یسیر کہ عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے م اتقانی نے کہا کہ جہالت نوع کی عفو ہے اس واسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہیں ہے لیکن وکالت متصرف ہو گی اس کی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہی زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اس واسطے لگائی کہ وکیل قادر ہو گا مقصود موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنی اس کے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولشراء دار او عبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ غلام حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے ثمن معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہوں یا جو م یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنی گھر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اس واسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خاں کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہاں گھروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے منح الغفار میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہوں خرید کر تو صحیح نہیں جب تک کہ گیہوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی والا یسم ذلک لا یصح والحق بجہالۃ الجنس وہی مالو وکلہ لشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اس کو معین نہ کرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہ ہو گی اور ملحق بجہالت جنس ہو گی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اس کا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے م یہ قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جس کی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اس کی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دے تو قطعاً وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اس کے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کر دیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولشراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اس کی مقدار بیان کر دی یا اس کا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہو گی ہمارے عرف یعنی صاحب نازیہ کے عرف میں اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جس کا کھانا بدوں سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے م اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہوں اور اس کے آٹے سے اور مصر عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت

اس واسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اس کی جنس میں جہالت فاحشہ ہے وفی الوصیۃ لہ اے لشخص بالطعام یدخل کل مطعوم ولو دواء بحلاوۃ کسکنجبین بجوز ستاد اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جس میں شیرینی ہے چنانچہ سکنجبین کذافی البزازیۃ م بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کرے اس پر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذافی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب مادام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک اے الرد بالعیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک مبیع اس کے ہاتھ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اس کے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہ ہو تو اس کے موکل کو وہ درست ہے یعنی بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے م یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اس کو پھیر دی جائے گی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائے گی اور موکل اجنبی ہے خصومت بالعیب میں کذافی الطحطاوی من البحر عن البزازیۃ وہذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنی رد بالعیب اس وقت ہے جب کہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہیں کردی اور اگر اس نے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اس کو پھیر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسدا فلہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قنیۃ بخلاف اس وکیل کے جس نے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذافی القنیۃ م مطلقا یعنی اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیرے بدون اس کی رضامندی کے کذافی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ اولا بان لم یدفعہ لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولی حبس جائز ہے اس واسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن میں ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وہی الحیلۃ ملتقط اگر وکیل نے اس کو بثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے اور یہی حیلہ ہے کذافی الملتقط م یعنی تعجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہراوے کذافی الطحطاوی ولو وہبہ کل الثمن یرجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن پھیرے اس واسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذافی البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط نہ ہوگا موکل کے ذمے سے اس واسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے م اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے دیا سو ہلاک ہوا کذافی الطحطاوی ولو ہلک بعد حبسہ فہو کمبیع فیہلک بالثمن وعند الثانی کرہن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اس کے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہے تو ہلاک مبیع کی ثمن سے ہے یعنی اس کا ثمن ساقط ہوگیا موکل کے ذمے سے اور ابویوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہے م مبیع کے مانند ہے یعنی اس مبیع کے مانند ہے جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جب کہ حبس مبیع کرے گا استیفاء ثمن کے واسطے تو اس کے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا اور ابویوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھر لے گا کذافی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا الی اعتمدہ المصنف تبعا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے

بحرالرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے م عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پھر اگر اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں حموی نے اس کا
جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد میں اور حقوق عقد میں وہ اصیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل
ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد
باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اس واسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنی چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض
تو عقد باطل ہوگا اس واسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہے والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد
سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اس واسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکرہ ابن کمال م اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ
وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیہما
اے الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اس کے
بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہے اس واسطے کہ پیام رسانی عقد میں ہے نہ قبض میں واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم
کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہ تھا کہ شارح اس کو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ
ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع منہ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ
قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دوچند گوشت اس کا خرید
کیا یعنی بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف
صاحبین اور آئمہ ثلثہ کے یعنی ان کے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اس واسطے کہ وکیل نے اس کے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب میں امام کی طرف سے
کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنی دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی م خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو
زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو اشتری ما لا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون اور اگر گوشت خرید کیا جو اس کے برابر نہیں یعنی مثلاً جو
گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہے اس کو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے کہ غیر موزون کی بیع
م غیر موزون کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم
کا ہے تو یہ بیع موکل کو لازم نہ ہوگی اس واسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اس واسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہوسکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے
تو ثمن اس کے اجزا پر منقسم ہو جائے گا کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منہ والفرق فی الوافی
غیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل اخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اس کو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہے
تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولیٰ خرید کرے موکل کی غیبت میں جب کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت
نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی المدنیہ اور فرق
خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ روانی کے حاشیہ درر میں مذکور ہے م غیر موکل کی قید اس واسطے لگائی تاکہ وہ صورت نکل جائے جس میں چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ
ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اس کو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا
اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شے معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ وکیل کو جائز ہے
کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے جن کی اضافت موکل کی طرف ضرور

ہے اور اس کا ثبوت نہیں ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہرصورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اس کی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شئے معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اس واسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے در ضمن مخالفت امر کذا فی العینی م یہ تفریع ہے حیث لم یکن مخالفا وان اشتراہ بشیء بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اس کو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے اس کی نیت کرے گا خرید کرنے کے وقت یا اس کو موکل کے مال سے خرید کرے گا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر باہمی وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت میں تو نقد پر حکم ہوگا باتفاق یعنی اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہیں تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہ لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونوں میں اتفاق ہو اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اس میں دو روایتیں ہیں م تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحرالرائق میں اس طرح ہے کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف کی خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسی کی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہوا تو محمدؒ کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو (الا اذا نواہ للموکل) واجب ہے کہ اس صورت پر محمول کیجیے جب کہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اس کو موکل کے مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد ہے کہ موکل کے مال کی طرف اس کو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادائے ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں تکاذب اور توافق اس وقت کا مراد ہے جب کہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہو اور دو روایتوں سے صاحبینؒ کا قول مراد ہے کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبدا للموکلہ فھلک وقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وھو حی قائم فالقول للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن اولا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اس نے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہو گیا اور اس کے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہے مطلقا خواہ اس نے ثمن ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو اس واسطے کہ وکیل نے اس کی خبر دی جس کے استیناف کا وہ مالک ہے م استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہے یعنی اگرچہ وکیل نے اس کو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اس کو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہے اس طرح پر کہے کہ میں نے اس کو موکل کے واسطے خرید کیا اس واسطے کہ شئے معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت اور حالانکہ ثمن نقد ہے تو اسی طرح حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہے والا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ منکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو موکل کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہے وان العبد غیر معین وھو حی او میت فکذلک یکون للمامور ان الثمن منقودا لانہ امین اور اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اور اگر ثمن نقد ہے اس واسطے کہ مامور امین ہے والا فللآمر للتہمۃ خلافا لھما اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو آمر کا قول معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبینؒ کے م تہمت یہ ہے کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اس میں نقصان دیکھا تو آمر پر ڈالا قال بعنی ھذا لعمرو فباعہ ثم انکر الآمر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو لسابق اقرارہ بتوکیلہ م ایک شخص نے کسی کو کہا کہ اس کو تو مجھ سے عمرو کے واسطے بیچ پھر اس نے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اس کا انکار کیا کہ عمرو نے اس کو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لے گا

اور اسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اس کے انکار کے اس کی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھ سے بیچ عمرو کے واسطے یعنی
جب اس نے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اس کا کہ میں اس کا وکیل ہوں پھر اس نے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ ان کا
لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ اے بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری ارتد بردہ
مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اس کو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اس کو عمرو نہ لے گا اس واسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اس کے رد کردینے سے الا
ان یسلمہ المشتری الیہ اے الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو
عمرو اس کو لے اس واسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادائے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی تراخی ثمن
مروج ہے امرہ لیشترا شیئین معینین او غیر معینین اذا نواہ فللموکل کما مر بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین
چیزوں کی خرید کا جب کہ وکیل نے اس کی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی البحر عنقریب مذکور یہ ہوچکا کہ اگر غیر معین
چیز کی خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم
ثمنا فاشتری لہ احدہما بقدر قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الغبن فاحش اجماعا
بخلاف وکیل البیع کما سیجئ معین دو چیزوں کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اس کا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید کی
بقدر اس کی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جس قدر میں لوگوں کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں
یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہیں اس واسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہیں بخلاف
وکیل بیع کہ اس کو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا الشراء ہما بالف وقیمتہما سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح
اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے ان دو میں سے ایک چیز خرید کی پانسو
یا کمتر سے تو صحیح ہے کم قیمت کی خرید میں اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اس میں موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو یسیرا لا یلزم الآمر
الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول المقصود اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل
ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونوں معین چیزوں سے ہزار کی مابقی سے قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید
لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اس نے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید
کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ہاں اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درم سے خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول
مقصود کے یعنی حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درم سے وجوزاہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبین نے اس کو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اتنی
قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجل مدیونہ لیشترا شیئا معینا بما لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا
بالقبض دلالۃ فیبرا الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اس دین کے جو اس کا اس پر ہے اور مبیع کو
اس نے معین کردیا یا بائع کو معین کردیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائے گا قبض دین میں باعتبار دلالت حال کے
تو مدیون بری الذمہ ہوجائے گا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الآمر ونفذ علی المامور
فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے اس واسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع
کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہ ہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اس کی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین کے کہ ان کے

نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ
وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہما اور اسی طرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف
کرے بعوض اس دین کے جو اس پر ہے بنائے خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالت میں امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات میں
صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اس واسطے
کہ تصرف مامور کا آمر کے تصرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو در صورت تعین نقود غیر معین
کو یہ تملیک دین شخص ہی بدون اس بات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو امرہ ان امر رجل مدیونہ بتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعل المال للہ تعالیٰ وہو معلوم اور اگر اس نے اس کو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو اس کے ذمے
پر ثابت ہے تو اس کا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالےٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ تو کیا لغو من دین صحیح نہ ہوم یعنی
جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اس نے حق تعالیٰ کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب تصدق میں نائب ہے خدا جل شانہ کا کما صح امرہ
لو امر لا جبر المستاجر بمرمۃ ما استاجرہ مما علیہ من الاجرۃ وکذا لو امرہ لیشتری عبدا یسوق الدابۃ وینفق علیہما صح اتفاقا للضرورۃ لانہ لا یجد الآجر کل وقت فجعل
المؤجر کالمؤجر فی القبض جیسے صحیح ہے امر اس کا اگر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اس کی مرمت کا جس کو اس نے اجارہ لیا اس اجرت سے جو مستاجر پر ہے
اور اسی طرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خریدنے کا جو غلام کرایہ کے جانور کو ہانکے اور اس پر خرچ کرے تو امر اس کا باتفاق امام اور صاحبین کے
صحیح ہے بسبب ضرورت کے اس واسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی م موجر بفتح جیم
عبارت ہے یعنی مستاجر سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب
قیل علی الخلاف الیٰ آخرہ فراجعہ میں کہتا ہوں اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں
اور بعد وجوب کے بعضوں کے نزدیک بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اس کی طرف مراجعت کرم بیان خلاف یہ ہے کہ امر موجر کا بعد وجوب
اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں بدون تعیین مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین بیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بہر صورت آمر پر نافذ ہوگی کذا فی
الطحطاوی ولو امرہ لیشترائہ بالف ودفع الالف فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین ہو اگر
اس کو امر کیا اس کی خرید کا بعوض ہزار کے اور اس نے ہزار دیئے سو وکیل نے اس کو خرید کیا اور قیمت اس کی ہزار ہی ہے سو موکل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید لیا
اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین درر وابن کمال
تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بغیر الحلف وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ تحریف وصوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اس کی پانسو ہو تو موکل کا قول
معتبر ہے بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہے صدر الشریعۃ کے تابع ہو کر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ موکل کی تصدیق
ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہے افاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہے کہ قول
بغیر الحلف تحریف ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی م طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص صریح بیان
نہیں کی تو ادعائے تحریف در حق افاضل بلا سند بدگمانی ہے اور تخطیہ بے محل ہے وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین تحالفا المصنف
تبعا للدرر لکن فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی اربع فالبینۃ فتنبہ اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہیں دیئے اور حالانکہ قیمت اس کی پانسو ہے
تو موکل کا قول معتبر ہے بدون قسم کے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے درر کا تابع ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں لیکن اشباہ میں ہے کہ وکیل کا قول معتبر ہے

قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں گواہی کے ساتھ قول اس کا معتبر ہے تو خبردار رہنا اس اختلاف سے م طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ
موکل میں ہے اور یہ وکیل میں تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اس کے اشباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے تو نفی یمین اس کو لازم نہیں انتہی ملخصا
وان کان قیمتہ الفا یتحالفان ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اس کی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں
میں عقد فسخ کیا جائے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وکذالو امرہ لبشراء معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر
وقال الآمر بنصفہ تحالفا لوقوع الاختلاف فی الثمن وموجبہ التحالف اور اسی طرح اگر اس کو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے
سو وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اس کا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اس کو نصف ثمن سے خرید کیا
تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہے م تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول
اظہر مذکور ابومنصور کا قول ہے اور قاضی خاں نے باتباع فقیہ ابوجعفر اس کی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان اختلفا
فی مقدار ای الثمن فقال الآمر امرتک لبشرائہ بمائۃ وقال المامور بالف فالقول للآمر بیمینہ فان برہنا قدم برہان المامور لانہ اکثر اثباتا اور اگر
دونوں نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں یعنی تسمیہ مقدار ثمن میں تو موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار
درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اس کی قسم کے ساتھ پھر اگر دونوں گواہ لاویں تو وکیل کے گواہ مقدم ہیں باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ
لبشراء اخیہ فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس ہذا المشتری باخی فالقول لہ بیمینہ ویکون الوکیل مشتریا لنفسہ والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی
الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اس کو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا یہ جس کو خرید
کیا میرا بھائی نہیں تو موکل کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اس کا مشتری ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ خریداری
جب کہ موکل پر نافذ نہ ہوگی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب میں مذکور ہو چکا یعنی درصورت بطلان بیع موکل ملک
باقی رہے گی وعتق العبد علیہ ای علی الوکیل لزعمہ عتقہ علی موکلہ فیواخذ بہ خانیۃ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اس کا آزاد
ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیۃ ولو امرہ عبد لبشراء نفس الآمر من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریتہ لنفسہ
فباعہ علی ہذا الوجہ عتق علی المال وولاؤہ لسیدہ لکان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے
بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اس کو دیا سو وکیل نے اس کے مالک سے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اسی کی ذات کے واسطے سو مالک نے اس کو بیچا
اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اس کے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے م جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اس کی طرف راجع
نہ ہوں گے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اس واسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور غلام کا خرید کرنا
قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسہ فالعبد ملک للمشتری والالف للسید فیہما لانہ کسب عبدہ
وعلی العبد الف اخری فی الصورۃ الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلہا فی الثانیۃ لان الاول مال المولیٰ فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل
نے کہا میں نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونوں صورتوں میں مالک کا مال ہے
اس واسطے کہ وہ اس کے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت میں واجب ہیں عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہیں مانند اس کے
دوسری صورت میں اس واسطے کہ اول ہزار مال ہے مولیٰ کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہیں رکھتا وشراء العبد من سیدہ اعتاق فتلغو احکام الشراء ہذا
قال فلو شری العبد نفسہ الی العطاء صح الشراء بحر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جائیں گے

تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا مطلقاً تو خرید صحیح ہے کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصتہ اذا اشتری نفسہ من مولاہ ومعہ رجل آخر و بطل الشراء فی حصۃ شریکہ جیسے صحیح ہے خرید غلام کے حصہ میں جب کہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولی سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے میں مراد یہ ہے کہ غلام اور اس کے شریک نے بعقد واحد خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اس پر دال ہے بخلاف ما لو اشتری الاب ولدہ مع رجل آخر فانہ یصح فیہما بیوع الخانیۃ من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی لا الاول لان الشرع جعلہ اعتاقا ولذا بطل فی حصۃ شریکہ للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور مرد کے ساتھ شریک ہوکر کہ یہ خریداری دونوں شریکوں کے حق میں صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع میں ہے استحقاق کی بحث سے اور دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ بیع منعقد ہو جاتی ہے دوسری صورت میں یعنی باپ کی شرکت میں نہ پہلی صورت میں یعنی غلام کی شرکت میں اس واسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہے ولہذا بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے میں بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے م یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام میں اعتاق اس کے شریک کے حق میں مفید ملک نہ ہوگی خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنی اعتاق میں اور معنی حقیقی یعنی ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان ففعل اسے باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اعتبار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اس نے کیا یعنی اس کے مالک نے اس کو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اس میں کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہیں اس واسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اس کو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختار م غلام کو رد بیع کا اس واسطے اختیار رہا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان عتق لانہ اتی بتصرف آخر فینفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہما لزوال حجرہ بالعقد باشرہ مقترنا باذن المولی درر اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھ کو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھ کو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھ کو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہوگا اس واسطے کہ وکالت کے سوا اس نے دوسرا تصرف کیا تو اس پر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنی در صورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل ہونے منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جس کا وہ مباشر اور غافل تھا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر م یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر اس کی یہ ہے کہ وکیل یہاں غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اس کی طرف راجع نہ ہوں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلاصۃ درر وکیل نے جب کہ امر موکل کی مخالفت کی اور اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درم سے کذا فی الخلاصۃ والدرر م یہ مسئلہ درر میں خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم۔

فصل یہ فصل ہے بیع اور شراء وغیرہما کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوہا

مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور ان کی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص کے ساتھ جس کی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے م مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اس واسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا اس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اس کے ہاتھ بیع کرے گا جس کی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کرے گا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن البحر وجوزاہ بمثل القیمۃ لامن عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبیع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقاً وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جب کہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اس کا بیچنا ان لوگوں کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقاً امے بیعہ لاشراؤہ باکثر منہا اتفاقاً جیسے جائز ہے عقد وکیل کا ان کے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنی بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اس کی اکثر قیمت دے کر بالاتفاق م شارح نے بیع قید کی لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید میں کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لایجوز اتفاقاً وکذا بیسیر عندہ خلافاً لہما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبینؒ کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لو صرح بہم جاز اجماعاً الامن نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل اوکثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے م یعنی امامؒ کے نزدیک بیع ہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اس واسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہے گی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البزازیہ م محل خلاف درصورت تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دے گا تو اس کا خلاف جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولایجوز فی الصرف کدینار بدرہم بغبن فاحش اجماعاً لانہ بیع من وجہ وشراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ م اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لایجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لہا وتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع ادہار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادہار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ م اس واسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جس میں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اس کو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وہذا ایضاً ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنی تجارت میں ادہار سے بیچنا اس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادہار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کرے گا تو جائز نہ ہوگا اسی کا فتویٰ ہے کذا صرح ابن ملک ومتی عین الآمر شیئاً تعین الافی بعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جب کہ موکل کی کوئی چیز مقرر کرے گا تو وہ متعین ہو

۱۲

جائے گی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اس کو ہزار درہم ادھار سے سو وکیل نے اس کو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر اور اگر موکل نے
کہا کہ بیچ مدت مقرر کر کے بلا تعیین ثمن سو اس نے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وقد منا ان من
خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے
اور نہیں تو جائز نہیں وانما تتقید بزمان ومکان الخ البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان سے لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہ
فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اس کے بھی وکیل ہے اور
اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہ ہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برای فلان او علمہ او معرفتہ
وباع بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود فلان او بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب
واشتری بلا معرفۃ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اس کو گواہوں کے روبرو
یا بیچ اس کو فلانے شخص کی تجویز سے یا اس کی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اس کو بیچا بدوں اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس
قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدوں ان کے بیع جائز نہ ہوگی اور اسی کا فتوی ہے میں کہتا ہوں
اور اس قول سے معلوم ہو گیا اس واقعہ فتوی طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی
معرفت سو وکیل گیا اور اس نے بدوں معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے کہ خرید نہ کرنا
مگر فلانے شخص کی معرفت تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد میں کی جو اصلا مفید نہیں بلکہ اس کو مضر ہے
تو وکیل پر اس کی مراعات واجب نہیں خواہ اس کی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اس نے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ ڈالیوں کہا کہ نہ بیچنا مگر
ادھار ہزار درم سے سو اس نے ہزار نقد سے بیع کی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہیں
تو اگر اس کی تاکید نفی سے کرے گا تو مراعات اس کی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یوں کہا کہ اس کو فلانے بازار
میں بیچنا سو اس نے دوسرے بازار میں بیچا تو اگر اس نے تاکید بہ نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہ ہوگی کذا فی الذخیرۃ
اور قسم ثالث چھوٹ رہی وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر ان کی تصریحات سے اس وقت میں تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وصح اخذہ
رہنا وکفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان جواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن
میں رہن لینا اور ضامن لینا تو اس پر تاوان نہیں اگر رہن ضائع ہو گیا اس کے ہاتھ میں یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اس واسطے کہ جواز شرعی تاوان کی
منافی ہے م ہلاکی مال کی صورت یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس جس کے مذہب میں اصیل بری الذمہ ہو جاتا ہے ضمانت سے پھر
ضامن مفلس ہو کر مر جائے لہذا بعضوں نے کہا کہ کفالت سے یہاں حوالہ مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت
یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہو کر مر جائے کذا فی الطحطاوی عن الوانی من شرح الہدایۃ وتقیید شراۂ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یقوم بہ
مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اس کے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کار قیمت کرتا
ہو کذا فی الدرم وغبن یسیر کا اولی معنی اور ہے اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الطحطاوی ہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان
سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایۃ اور یہ یعنی وکیل کی خرید
جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اس وقت ہے جب کہ نرخ اس کا مشہور نہ ہو اور اگر نرخ اس کا معروف اور مشہور ہو لوگوں میں جیسے کہ روٹی اور

گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہ ہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسی کا فتوی ہے کذا فی البحر والبنایۃ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والالا وہو استحسانا ملتقی وہدایہ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اس کو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا کہ اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایہ اور ظاہر ہدایہ میں قول صاحبینؒ کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اس کے مخالف ہے کذا فی البحر م امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع میں عموم اور اطلاق مراد ہے تو توکیل بالشراء میں وہ متعارف مراد ہے جس میں ضرر اور تہمت نہیں اور صاحبین کے نزدیک دونوں برابر ہیں وقید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا فلیراجع اور ابن کمال نے امامؒ اور صاحبینؒ کے خلاف میں اس کی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جائے اور اگر شرکت سے معیوب نہ ہو تو باتفاق جائز ہے اور اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ میں م بحر الرائق میں ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جس کی تبعیض میں ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اس سے جس کی تبعیض میں ضرر نہیں جیسے گیہوں اور جو کہ وہ باتفاق جائز ہے چنانچہ معراج میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا اور نصف غلام کی خرید میں خرید موقوف ہے اس کی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے یعنی اگر قبل خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ ونکولہ او اقرارہ فی مالا یحدث مثلہ فی ہذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اس کی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اس کو پھیر دے گا موکل پر ولو باقرارہ فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل اور اگر رد مبیع ہوا وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیرے گا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے م ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضروری ہے بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ابداع کا مالک ہے وفرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے ادھار اور موکل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی اس واسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضارب کے اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنی مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا کوکلتکما بکذا وحدہ ولو الآخر عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جن کو موکل نے ساتھی وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے تم دونوں کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہوگیا ہو م اس واسطے کہ ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں وکیلوں کی رائے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جس میں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اس میں رائے کی حاجت ہے اور توکیل بلفظ واحد نہ ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما یجیء فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس

صورت میں نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصوں کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ ہی بہ لفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت ایک وصی کا تصرف
بدوں دوسرے کے نافذ نہ ہوگا چنانچہ باب الوصایا میں آوے گا وفی خصومۃ بشرط رأی الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ
نہیں مگر خصومت میں نافذ ہے بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنابر قول صحیح کے م خصومت میں تصرف ایک وکیل
کا اس واسطے نافذ ہوا کہ وہاں اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدر منح الغفار میں عینی سے مذکور ہے کہ خصومت
میں وکیل ثانی کی رائے مشروط ہے تو اگر بدوں رائے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض حتی یجمعا جوہرہ خصومت
میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کی طرف یعنی جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں وکیل
مجتمع ہوں کذا فی الجوہرۃ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق
اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے م عتق اور طلاق معینہ بلا عوض میں رائے کی حاجت نہیں
لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اس میں ایک وکیل کا تصرف بدوں دوسرے کے کافی نہیں وتعلیق
بمشیتہما اے الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اس واسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر
عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے م چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اس کو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا
فعل شرط ہے اس واسطے کہ جو چیز دو شے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شے کے وجود سے اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت و
ظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا کما یعلم من العینی والدرر فحق العبارۃ ولا علقا بمشیتہما فتدبر میں کہتا ہوں اور ظاہراً عطف بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے
چنانچہ عینی اور درر سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یوں تھا ولا علقا بمشیتہما سو تامل کرو م تو اب ترجمہ یوں ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر عتق
معین اور طلاق معینہ میں جن کا بدلا نہیں لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونوں معلق کیے گئے وفی تدبیر ورد عین کودیعۃ وعاریۃ ومغصوب و
مبیع فاسد خلاصۃ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر مدبر کرنے اور رد عین میں چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے میں کذا فی
الخلاصۃ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن الکل لعدم امرہ بقبض شیٔ منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب
اور مبیع فاسد کو پھیر لے گا تو اس کے پورے کا تاوان دے گا یعنی درصورت ہلاکی شی مسترد بسبب نہ ہونے امر موکل کے اس میں سے کچھ قبضہ کرنے کا
تنہا یعنی موکل نے یہ کہا تھا کہ ایک وکیل تنہا بعض شے پر قبضہ کرے کذا فی السراج م یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسترد کے پورے
تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یوں تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اس واسطے کہ یہ وکیل نصف حصے کے قبضہ پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ
کہ اس کو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا پھر جب اس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اس پر لازم آیا
وفی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا للواہب الیہ اور تسلیم ہبہ یعنی موہوب میں احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اس میں اجتماع وکیلین ضرور ہے
کذا فی عمادیہ وقضاء دین بخلاف اقتضائہ عینی اور ادائے دین کے ادا میں ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اس میں انفراد کافی نہیں کذا فی العینی
م استرداد عین اور قبض ہبہ اور اقتضائے دین میں ایک وکیل کا تصرف اس واسطے کافی نہ ہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اس میں موکل کی غرض صحیح
ہے اس واسطے کہ حفظ دو شخصوں کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہیں وبخلاف الوصایا لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ
علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد بحر بخلاف دو شخصوں کے وصی ہونے کے اور اسی طرح دو شخصوں کی مضاربت
اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چھ چیزیں وکالت کے مانند ہیں تو ایک شخص کو دو شخصوں میں سے انفراد اور تنہائی جائز نہیں کذا فی البحر

م اشیاء مذکورہ پانچ ہیں نہ چھ تو شائد کہ شارح نے وصایت میں دو صورتیں ٹھہرائیں ایک صورت یہ کہ دونوں کو ساتھی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ
کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ میں رائے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہیں مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی
مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہ ہوگا کذافی الطحطاوی مختصراً بتصرف الافی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان
للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ میں جب کہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص
کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال میں انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذافی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر
علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائے دین کا وکیل خواہ ادائے دین وکیل کے مال
سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اس پر زبردستی نہ کی جائے گی ادائے دین میں بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہ ہو اور یہ واقعہ بھی فتوی طلب تھا چنانچہ
اس کو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا م اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اس میں یوں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں
اگر وہ باز رہے اس فعل سے جس میں وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلوں میں انتہی اور ملتقات میں علت اس کی یہ مذکور ہے کہ اس کا کرنا اس پر واجب نہیں
لیکن تنویر البصائر میں ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین میں جب کہ اس کے پاس موکل کا مال ہو کذافی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع من مال
الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا
مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادائے دین کے واسطے تو اس پر جبر نہ ہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر
جبر نہیں مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہیں عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اس کے
ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے میں متبرع ہے یعنی افعال مذکورہ اس پر لازم الفعل نہیں الافی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم
غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ لطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلوں میں وکیل پر جبر
کیا جائے گا جب کہ موکل نے اس کو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا یا اس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جس کے عقد رہن میں بیع مشروط ہے
یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح میں یا اس کو وکیل کیا خصومت میں مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذافی الاشباہ بخلاف
فتوی قاری ہدایہ م بیان شارح ظاہرا دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ میں مخالف ہے حالانکہ مخالف اس کی فقط متن کے مسئلے میں ہے کہ وہ جبر
وکیل کا قائل ہے درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار میں مشرح مذکور ہے کذافی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ
ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر میں کہتا ہوں اور ظاہر اشباہ یہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اس کو م اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں
بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصراً اور ابن ضیا کی شرح مجمع میں ہے کہ جو اجرت لے کر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اس پر جبر کیا جائے گا
استیفاء ثمن پر اس واسطے کہ اس کو پہنچ گیا بدلا اس کے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذافی الطحطاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی و
راجع تنویر البصائر لعلہ اوفی اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کی طرف کہ اس نے پورا اس کو بیان
کیا ہے م واقعۃ الفتوی یہ ہے کہ جب وکیل ہوا اس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اس پر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلوں کے ساتھ
ملا کر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضائے دین پر اپنے مال سے تو اس پر جبر نہیں اور اگر آمر کے مال سے
مامور ہو تو اس پر جبر ہے کذافی الطحطاوی ملخصاً وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او مسافرا
او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق میں ہے وکیل کرنا بدوں رضامندی مخاصم کے جائز نہیں امام کے نزدیک مگر یہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو

یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہم یہ مسئلہ مقرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ میں مذکور ہو چکا الوکیل لایوکل الا باذن آمرہ وجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہیں کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ اس کو تصرف متوقف ہے نہ توکیل اور موکل تصرف میں وکیل کی رائے سے راضی ہوا اور کچھ لوگ رائے میں مختلف ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ جس کام میں وہ وکیل ہوا اس میں دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع میں وکیل نہیں کر سکتا لیکن تقاضائے ثمن میں بلا اذن موکل کر سکتا ہے اس واسطے کہ حقوق عقد میں وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا مگر جب کہ وکیل کو دفع زکوۃ میں وکیل کیا سو اس نے دوسرے کو وکیل کیا دوسرے نے تیسرے کو تیسرے نے چوتھے کو وعلیٰ ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہے اور یہ جواز موقوف نہ رہے گا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الاضحیۃ الخانیۃ یعنی موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہیں مگر قبض دین کا وکیل جب کہ وکیل کرے اس کو جو اس کے عیال میں ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای للوکیل فیجوز بلا اجازتہ لحصول المقصود درر اور وکیل کو توکیل جائز نہیں مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر اس واسطے کہ رائے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہاں حاصل ہے بخلاف اس صورت کے جب کہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا لیا اس واسطے کہ جب دو شخصوں کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ غرض موکل اجتماع رائے وکیلین ہے زیادت ثمن اور اختیار مشتری میں کذا فی العنایۃ والتفویض الی رایہ کالتوکیل برہان کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما مما یحلف بہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیۃ اور سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے میں مگر طلاق اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اس واسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ ان امور کے ہے کہ ان سے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجائے وکیل نہیں ہو سکتا کذا فی القنیۃ ہم یہ حکم بنظر تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلاشبہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ بدونہما بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اس کو جائز رکھا تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنی وکیل ثانی سے متعلق ہوں گے بقول صحیح اس واسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے الا فی ما لیس بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنی دونوں تعلیق بالشرط کی قابل ہیں تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وابراء عن الدین قنیۃ وخصومۃ وقضاء دین فلا تکفی الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیۃ اور دین سے ابراء کرنے میں کذا فی القنیۃ اور خصومت اور ادا کرنے میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک خلاف خانیہ کے ہم خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہے اس میں یوں ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل سامنے ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اس نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اس کو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہے گا جب کہ

دہ انفاذ یا دے وان وکل بہ اے بالامر او التفویض فہو اے الثانی وکیل الآمر وحینئذ فلا ینعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنی موکل اول کا وکیل ہے اور اس وقت میں تو وہ معزول نہ ہوگا اپنے موکل یعنی وکیل اول کے معزول کرنے اور مر جانے سے اور دونوں وکیل معزول ہوں گے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا میں وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ماشئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل برأیک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ماشئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول میں کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اس کا معزول کرنا بھی اس کی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رائے پر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جائے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اس کو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدوں اس بات کے کہ اس کو معزول کرنا صریحاً مفوض ہوا اس واسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسی کا فتویٰ ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ درر کہا ایک مرد سے کہ میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اس کا مجلس میں یعنی اگر اس مجلس میں طلاق دے گا تو صحیح ہے نہیں تو صحیح نہیں بخلاف اس قول کے کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنی عورت کے امر میں تو طلاق مقید نہ ہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنی اگر بعد اس مجلس کے طلاق دے گا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی او حربی عینی مال صغیرۃ الحر المسلم او شری واحد منہم بہ او زوج صغیرۃ کذلک اے حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہیں اپنے غیر پر تو اس کا تصرف جائز نہیں اس غیر کے حق میں اور اس وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص ان میں سے بعوض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کی صغیرہ کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہ ہوگا بسبب نہ ہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہیں اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہیں تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہیں والولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذ الوصی یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال میں اس کے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اس کے وصی کے وصی کی اس واسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہیں پھر دادا کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی پھر اس کی جس کو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اس کے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہیں ماں کے متروکہ میں اور اسی طرح بھائی کے متروکہ میں باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اس کے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد مما ذکر فلہ ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی شخص نہ ہو اربعہ مذکورہ سے تو اس کو یعنی ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ میں حفاظت کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول لا العقار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیر منقول کی ہم بیع منقول اس واسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید نہ کرے سوائے

طعام اور لباس صغیر کے اس واسطے کہ وہ دونوں منجملہ حفظ صغیر کے ہیں کذا فی الخانیۃ فروع مسائل متفرقہ شایع کے وصی القاضی کوصی الاب الااذا قیدہ القاضی بنوع تقیید بہ ولی الا بہا لیم انکل عبارۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اس کا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی میں جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیہ یعنی اگر باپ نے ایک نوع میں وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع میں وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا یرجع حقوق عقد باشراہ للیتیم ایسما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن للقاضی او امینہ ثم ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلافہم اور بحر الرائق کی متفرقات میں ہے کہ قاضی یا اس کے امین کی طرف اس عقد کے حقوق راجع نہیں ہوتے جس کے وہ فاعل اور مباشر ہوئے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اس کا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جس کو قاضی یا اس کے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگوں یعنی وکیل اور وصی اور باپ کے کہ قاضی اور امین کا تاوان اس واسطے صحیح ہوا کہ دونوں حقوق عقد سے اجنبی ہیں بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ ان کے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو ان کا ضمان دینا اپنی ذاتوں کے واسطے صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فعدان لا ینفرد بمال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ میں ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز میں جس کو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے وصی کے کہ اس کو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر محقق ابو السعود نے حاشیہ لکھا ہے اس میں بجائے وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے میں وکیل کرے سو اس نے اس کو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ شی مامور سے پھرے اور مامور اپنے آمر سے اور وکیل آمر اول سے نہ لے گا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے بانداز ترجمہ وکیل طلازمت اور تقاضا وغیرہ ہمارے میں مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اس طرح کہ ہاں یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر وبہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا بمعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوی صغیر سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہو کہ تقاضا کرنے والا وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اس واسطے کہ صلح مغائر ہے اس کی جس کے واسطے وہ وکیل ہوا اور رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولا عنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہنا کہ ارسلتک یعنی میں نے تجھ کو پیام رساں کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولا عنی یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رساں ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو امر کیا اس کے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنی زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای الخصومۃ والقبض وکیل

الملازمۃ اور وکیل ملازمت کا مالک نہیں خصومت اور قبض کا م ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سو اس کو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لایملک الخصومۃ وکیل الصلح بحر جیسے وکیل صلح کا مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر ووکیل قبض الدین یملکہا اے الخصومۃ خلافا لہما ولو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لایملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے وہ خصومت کا مالک نہیں کوکیل لقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں م اس واسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذو الید نے گواہ قائم کیے اس پر کہ موکل نے اس کو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہے گا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لایقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ فلم یصر وکیلا والامر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا الایقبض درہما دون درہم بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اس کا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے تو اس کا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بھر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح نہ قبض کرے ایک درم سوائے ایک درم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذخیرہ تو اگر مدیون کے گواہ نہ ہوں ادائے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادائے دین کا اور وکیل نے اس پر قبضہ کیا سو اس کے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لے گا جو اس نے وکیل کو دیا اس واسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لایجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ وفی الاشباہ لایجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جب کہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہ ہو گی مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جب کہ وہ باز رہے اس سے جس میں وہ وکیل مقرر ہو ابسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں پر جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اس پر جبر ہو گا خصومت پر بسبب التزام کے م یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اس پر جبر ہو گا اور تصویر اس کی یوں ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اس پر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کی جائے گی اس مال میں جو مدیون پر ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لایکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ہذا التوکیل فلو اثبت اے لموکلہ المال لہ الوکیل اثم اراد الخصم الدفع لایسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے حقوق کے لینے میں لوگوں سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہ ہو گا اس میں جو موکل پر دعویٰ کیا جائے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اس کا دعویٰ وکیل پر مسموع نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ اس میں وکیل نہیں کذا فی الدرر تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہو گا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ

استحسانا او رصحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوائے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی رو سے
نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقاً نہ قاضی غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں وان
انعزل الوکیل بہ اے بہذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض در روکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ
وکیل معزول ہو جائے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائے گا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا
الدرر صورت اس کی یہ ہے کہ موکل نے اس کو وکیل کیا اس کا کہ خصومت لے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر
اقرار کیا کہ اس نے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب زید کا ثمن مدعی سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا استثنی
الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیۃ اور اسی طرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار
مستثنی کر لیا اس طرح کہ میں نے تجھ کو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ہم بحر الرائق
میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو
مستثنی کر دے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنی کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر روایہ میں ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار
میں وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار میں وکیل کرے اس میں متاخرین کا اختلاف ہے
کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ اے القاضی لا یصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے
نزدیک تو صحیح نہ ہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائے گا تو اس کا خصومت کرنا مسموع نہ ہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ
اے بالتوکیل مقرا بحر اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہو جائے گا کذا فی البحر طحطاوی نے اس کی توجیہ
یوں مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اس پر کچھ حق واجب نہ ہو کا اس
واسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں سوا اگر مخاصم اس پر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اس پر حکم نہ کرے گا وبطل
توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تا کہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہ ہو جائے م صورت اس
کی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اس کا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ
اصل سے تو توکیل صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے
یعنی وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی العینی کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ اے الدین
من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویصح عزلہ ابرائہ لنفسہ اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل اگر موکل وکیل کرے
قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اس کے غلام ماذون مدیون سے اس واسطے کہ وکیل نے جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جب کہ
دائن مدیون کو ابرائے ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا
فی الاشباہ م قولہ اذا وکل اس میں ضمیر فاعل ہے راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل ابرائے نفس مدیون کا وکیل
کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اس واسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اس کے
دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی جب یہ معلوم ہوا تو شارح کا یوں کہنا
کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہے مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل

المحتال المحیل لقبضہ من المحال علیہ او وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا ومقتضیا قنیۃ یا وکیل کرے محتال[1] محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہے کذا فی القنیۃ م اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اس کی توکیل کیوں صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی برأت نفس میں اس واسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مر جائے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہو گا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا اسباب بیچ کر صاحب دین کا دین لوا کر سو اس نے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اس کا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا میں کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول ووکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لان کلا منہم سفیر بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول لقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ ان کا تاوان دینا صحیح ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے سفیر اور معبر محض ہے یعنی حقوق عقود ان کی طرف راجع نہیں جو ان کا ضمان صحیح نہ ہو الوکیل یقبض الدین اذا کفل صح وتبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی للزومہا فتصلح ناسخۃ قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جائے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہو گی اس واسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنی جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہ ہو گی یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسی طرح جب کہ وکیل لقبض دین کی ضمانت صحیح ہو گی وکالت اس کی باطل ہو جائے گی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا مؤخر ہو بسبب اس دلیل کے جس کو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اس کی ناسخ ہو گی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری لم یجز لما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جب کہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہ ہو گا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ عامل لغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان رجع لبطلانہ وبدونہ لا لتبرعہ پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدوں حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھیر لے بسبب اس کے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب لقبض دینہ فصدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعویٰ کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اس کے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اس پر ادائے دین کا حکم جاوے گا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہ ہو گی اگر وہ ایفائے دین کا دعویٰ کرے گا یعنی بمجرد دعوی ایفائے دین ثابت نہ ہو گا فان حضر الغائب فصدقہ فی التوکیل فبہا ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اس نے اس کے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہو جانے ادائے اول کے اس کے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ م یعنی جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہٰذا اس پر دوبارہ ادائے دین لازم ہو گا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصہ اور مدیون وکیل سے دین پھیر لے اگر دین اس کے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہو نہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اس پر ضمان لازم ہو گا کذا فی الخلاصۃ وان ضاع لا عملا بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہو گیا وکیل کے پاس تو مدیون اس کو نہیں لے سکتا اس کی

---

[1] محتال دائن کو کہتے ہیں اور محیل مدیون ہوتا ہے اور محال علیہ جو حوالہ قبول کرے ۱۲

تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اس نے دین دیا اس کی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ہے لہذا رجوع نہیں کر سکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع
بقدر ما یاخذہ الدائن ثانیا لا ما اخذہ الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اس وقت وکیل سے دین پھیرے جب وکیل دفع دین کے وقت
ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اس کے جس کو دائن دوسرے بار لے نہ اس مال کے جس کو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جس کی ضامنی جائز نہیں کذا
فی الزیلعی وغیرہ اور مال ضامنی کی صورت یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہاں تو اس کا وکیل لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور
مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال لہ قبضت منک علی انی ابرأتک من الدین فہو کما لو قال
الاب للختن عند اخذ مہر بنتہ اخذ منک علی انی ابرأتک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا ہذا بزازیہ یا وکیل نے مدیون سے
کہا کہ میں نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا دین سے بری الذمہ کر دیا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے
مہر لینے کے وقت کہ میں اس شرط پر تجھ سے لیتا ہوں کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لے گی تو داماد باپ سے پھیرے گا
سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیہ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفع لہ ذلک علی زعمہ الوکالۃ فہذہ
اسباب للرجوع عند الہلاک اور اسی طرح وکیل نے مال ضامنی کی جب موکل اس کی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اس کو دین دیا وکالت
کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جب کہ دین ہلاک ہو جائے وکیل
کے پاس اور رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہو دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرائے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو در
صورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوے
کرے تو اس کی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ اور تصدیق وکیل سوائے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوہ المذکورۃ
کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حضور موکل غائب
وان برہن انہ لیس بوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استحلافہ لم یقبل لسعیہ فی نقض ما وجب للغائب اور اگر مدیون گواہ لایا اس پر کہ وہ شخص وکیل
نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت اقرار پر یا اس نے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب سعی کرنے مدیون
کے اس چیز کے توڑنے میں جس کو اس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہے غائب کا اور واقع اس کا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی
الطحطاوی نعم لو برہن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر ہاں اگر مدیون گواہ لاوے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے
اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر یعنی اس واسطے مقبول ہے کہ نقص موکل کی جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان
ثابت بالعیان کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل وورثہ غریمہ او وہبہ لہ اخذہ قائما ولو ہالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مر گیا
اور مدیون اس کا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اس کا تاوان لے
مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکلہ علیہ اور اگر
مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائی کہ اس کو معلوم نہیں کہ دائن نے اس کو وکیل کیا ہے کذا فی العینی قال انی وکیل بقبض
الودیعۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سو امانت والے نے اس کی تصدیق کی تو اس
کو وکیل کے دینے کا حکم نہ ہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ ثم حلبی نے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور یہاں مذکور ہے
تو کچھ معارضہ نہیں ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا لما مر اور اگر امانت دار وکیل کو دے گا تو استرداد کا مالک نہ ہے گا کسی طرح خواہ اس نے تصدیق کی
ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گزشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءہا من المالک وصدقہ المودع لم یومر بالدفع لانہ اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہے اگر

ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی تو اس کے دینے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر م یہ علت ہے دونوں مسئلوں کی **ولو ادعی انتقالها بالارث او الوصیة منه وصدقه امر بالدفع الیه لاتفاقهما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولابد من** التلوم فیهما لاحتمال ظهور وارث آخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانتدار نے اس کی تصدیق کی تو اس کو اس کے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق متروکہ نہ ہو اور ضروری ہے انتظار سے دونوں صورتوں ارث اور وصیت میں دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے **ولو انکر موته او قال لا ادری لا یؤمر** مالم یبرہن اور اگر امانت دار نے اس کی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہ ہوگا جب تک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعوی الایصاء کالوکالۃ فلیس لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوی کے مانند ہے تو میت کے امانت دار اور اس کے مدیون کو جائز نہیں دینا ودیعت اور دین کا قبل اس کے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل **ولو لا وصی فدفع الی بعض الورثۃ بری عن حصتہ فقط** اور اگر وصی نہ ہو سو مدیون نے بعضے وارثوں کو دیا یعنی سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائے گا یعنی باقی وارثوں کا مواخذہ اس پر باقی رہے گا **ووکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ ای الوکیل لان جوابہ تسلیم** مالم یبرہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اس کے موکل کے حق کو ساقط کر دے چنانچہ ادائے دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنے مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اس واسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہے دین اور وکالت کا جب تک گواہ نہ لاوے اپنے دعوی پر یعنے جب مدیون نے ادائے دین کا دعوی کیا مثلاً اس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اس پر دینا لازم ہوا سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جس کو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکورہ سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین بمجرد دعوی ثابت نہ ہوا تو اس کے حق میں تاخیر نہ ہوگی **ولا تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافا لزفر** اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا مثلاً ادائے دین کے انکار میں موکل سے نہ وکیل سے اس واسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی بخلاف زفرؒ کے **ولو وکلہ بعیب فی امۃ وادعی البائع ان المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف مامر خلافا لہما** اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نہ کرے جب تک مشتری قسم کھائے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسائل سابقہ میں یہ ہے کہ قضا یہاں وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اس کے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبینؒ کے کہ ان کے نزدیک رد مبیع ہوگا ہم یعنی اگر رد مبیع کے ہم قائل ہوں تو قضا فسخ ٹھہرے گی کیونکہ رد ہے عیب سے اور اس طرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اس میں تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم کھانے کے وقت اس واسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر بمجرد تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ میں نہ ٹھہری کذا فی الحلبی **فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء لا عن دلیل بل للجہل بالرضی** ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اس نے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے قول اصح میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ ناواقفی سے ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہ ہوگا باطن میں کذا فی النہایۃ **والمامور بالانفاق علی اہلہ او بناء او القضاء لدین او الشراء او التصدق عن زکوۃ**

اذا امسک ما دفع الیہ و نقد من مالہ ناویا الرجوع کذا قید الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا بل تقع المقاصۃ استحسانا اذا لم ینفق الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنائے عمارت پر یا مامور ہو اس کی ادائے دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جب روک رکھ چھوڑے وہ مال جو اس کو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کر کے اسی طرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ میں اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہ ہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہو جائے گا بطریق استحسان کے جب کہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نہ کیا ہو یعنی صرف کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے مال سے دیتا ہوں بلکہ موکل کی طرف نسبت کیا یا مطلق دیا ہو اور رجوع کی نیت یوں ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اس کو عوض ٹھہرا لے اس مال کا جو اس نے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید ظاہرا اتفاقی ہے فلو کانت وقت الانفاق مستھلکۃ او لو صرفہا الی دین نفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن و صار مشتریا لنفسہ متبرعا بالانفاق لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ و بزازیۃ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہوں اگرچہ ان کا استہلاک مامور کے دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنی یوں کہا ہو خرید کے وقت مثلا کہ میں اس کو اپنے دراہم سے مول لیتا ہوں تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائے گا اور اہل و عیال کے خرچ کرنے میں متبرع اور متطوع ہو جائے گا یعنی موکل کے مال سے مجرا نہ کر سکے گا اس واسطے کہ یہ دراہم وکالت میں متعین ہو جاتے ہیں کذا فی النہایۃ والبزازیۃ م انفاق کے مانند شرا اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں مصرح ہے جب کہ وکالت میں دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک ہو گئی تو وکالت باطل ہو گئی پھر اگر مامور صرف کرے گا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اس کو موکل سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی نعم فی الملتقی لو امرہ ان یقبض من مدیونہ الفا و یتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا ہاں ملتقی میں ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار درم لے اور صدقہ کرے سو اس نے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پھیر لے اس کے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے م بحر الرائق میں یہ روایت ملتقی بالنون کی طرف منسوب ہے اور اسی طرح درمختار کے بعضے نسخوں میں ہے اور اسی طرح منح الغفار میں ہے بلا استدراک اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو دراہم کہ مدیون پر دین ہیں گویا قائم اور موجود ہیں تو وکیل متبرع نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو اے الوصی کالاب متطوع الا ان یشھد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ و عللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا ببینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اس وقت موجود نہیں تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہے مگر یہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کر لے اس کے سوا خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے کہ وہ پھیر لے گا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اس کی خلاصہ میں یوں بیان کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے میں معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھیر لینے میں مقبول نہیں بلا شہادت م غائب ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ مال یتیم کا حاضر ہوگا تو بطریق اولی متبرع ٹھہرےگا

فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم و بیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنی جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہیں اور بیان اس کا درر میں ہے م درر میں صغرے سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جب کہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اس نے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہ ہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہیں یعنی قاضی اس کو سماعت نہ کرےگا انتہی بقدر ضرورت و صح التوکیل بالسلم اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے میں م صورت اس کی یہ ہے کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلا گیہوں پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول عقد السلم صحیح نہیں وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے میں م صورت اس کی یہ ہے کہ کسی کو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے

سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام[1] وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہریں گے اس واسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظران یسلم من رجل فی زیتہ وحصیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیوں میں م یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور اس نے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم تیل میں یا فرش کے واسطے چٹائیوں میں سلم کیا تو صحیح ہے اسلئے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور ترکیب بالسلم صحیح ہے ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا علی القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویسلم منہ اذ ترکہ باطنًا لانہ وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ .... لایصح بیعہا وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور جائز نہیں ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہے قریۂ وقف پر کچھ مال معین کرکے ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج میں جو وقف کی زمین میں پیدا ہو اور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطن میں بعوض اس وظیفے کے جو ناظر کیواسطے مقرر ہوا یہ اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جس کی بیع صحیح نہیں اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے م امین کو جسکو ارض وقف میں عقد سلم اس واسطے جائز نہیں کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہیں اور ناظر کو امین سے مال لینا اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر واقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اس نے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا۔

باب عزل الوکیل

یہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام میں **الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلہا شرط** وکالت ان عقودمیں سے ہے جو لازم نہیں چنانچہ عاریت تو وکالت میں خیار الشرط داخل نہیں ہوتا م عقد لازم میں خیار شرط کی حاجت ہے تاکہ صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اس میں خیار شرط کی کچھ حاجت نہیں **ولا یصح الحکم بہا مقصودًا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم** وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہیں ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہیں ہوتا مگر درضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اس کا درر میں ہے م قبل اس باب کے عنقریب گذرا درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہو اور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہے کہ حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہے پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول میں **فللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر** کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجئ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تا وقتیکہ اس سے حق غیر متعلق نہ ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آوے گا۔ م یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اس کو معزول نہیں کر سکتا اس واسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اس کا حق فوت ہو جائے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں موکل کو اس کے معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ماصححہ البزازی وسیجئ عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق میں بنا بر اس قول کے جس کی تصحیح کی ہے بزازی نے اور عنقریب اس کے مخالف آوے گا عینی سے تو خبردار رہنا م وکالت دوری یہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ میں نے تجھ کو فلانے کام کا وکیل کیا جب کہ میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر **بشرط علم الوکیل** ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہے بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنی عزل قصدی میں علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت میں تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائے گا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے **ولو عزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق بہ** ای بالشرط بزیفتی شرح وہبانیۃ اگرچہ اس کا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت میں جو معلق بشرط ہے اسی قول کا فتوی ہے

[1] یعنی مثلا زید نے عمرو سے طعام میں سلم کرنے کا پیام کیا اور عمرو نے قبول سلم کے لیے خالد کو وکیل کیا کہ طعام کے لیے روپیہ لے لے۔ ۱۲

كذا في شرح الوهبانية **ويثبت ذلك اي العزل بمشافهته به وبكتابة مكتوب بعزله وارسال رسولا مميزا عدلا او غيره اتفاقا حرا او عبدا**
صغيرا او كبيرا صدقه او كذبه ذكره المصنف في متفرقات القضاء اور وہ یعنی معزول کرنا بالمشافہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی کے
خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اس کی تصدیق کرے
رسالت میں یا تکذیب ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں متفرقات قضا کے مسائل میں اور ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر
غیر ممیز خارج ہو گیا **او قال الرسول الموكل ارسلني اليك لابلغك عزله اياك عن وكالته** عزل ثابت ہوتا ہے جب کہ پیام رساں یوں کہے
کہ موکل نے مجھ کو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجھ کو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہنچا دوں **ولو اخبره فضولي بالعزل فلابد من احد**
شطري الشهادة عددا او عدالة كأخواتها المتقدمة في المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر دے تو شرط ہے ثبوت عزل میں شہادت
کے دو جزوں میں سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اس کے مانند اور مسائل میں جو اول مذکور ہوئے ہیں ابواب متفرقہ میں ایک جز
شہادت کا شرط ہے ہم اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہنچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور غیر مسلم مہاجر کو احکام شرعیہ کی
خبر اور عیب کی خبر قاصد کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار میں یہ شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کریں
یا ایک عادل **وقدمنا انه متى صدقه قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملك** اور ہم نے مقدم کیا ذکر جب کہ وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اس کی خبر مقبول ہے اگرچہ
مخبر فاسق ہو بالاتفاق كذا صرح ابن ملك **وفرع على عدم لزومها من الجانبين بقوله** اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونوں جانب موکل و وکیل
سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے **فللوكيل اي بالخصومة ولشراء المعين والوكيل بنكاح وطلاق وعتاق وبيع ماله ولشراء شيء بغير عينه كما في الاشباه**
عزل نفسه بشرط علم موكله خصومت کے وکیل اور شئی معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نکاح
اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئی غیر معین کی خرید کے وکیل کو كذا في الاشباه یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے
اگرچہ اس کا موکل معزولی کو نہ جانے **وكذا يشترط علم السلطان بعزل قاض وامام نفسهما والا لا كما بسط في الجواهر** اور اسی طرح دانست بادشاہ
قاضی امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہے اور نہیں تو معزولی ثابت نہیں چنانچہ جواہر الفتوی میں اس کو شرح بیان کیا ہے یعنی
اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عیدین نے آپ کو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے **وكل لقبض الدين ملك**
عزله ان بغير حضرة المديون وان وكله بحضرته لا لتعلق حقه به کسی مرد نے وکیل کیا کسی کو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہے اگر اس کو موکل نے بلا حضور
مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اس کو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے مدیون کے ساتھ اس کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در
صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے ہم تعلق حق مدیون یوں ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون مغرور یعنی فریب خوردہ ہو جائے گا در صورت
ادائے دین تو کیل **الا اذا علم به بالعزل المديون فيستند ينعزل ثم فرع عليه بقوله** مگر جب کہ مدیون معزولی کو معلوم کر جائے تو اب اس وقت میں وکیل معزول ہو
جائے گا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا **فلو دفع المديون دينه اليه الوكيل قبل علمه اي المديون لعزله برئ ولبعده لا لانه غير**
وكيل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہ ہوگا بسبب
دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب اس کو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اس کو دین دیا تو بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے غیر وکیل
کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دین ادا نہیں ہوتا **وعزل العدل الموكل ببيع الرهن نفسه بحضرة المرتهن ان رضي به بالعزل صح والا لا لتعلق حقه به**
وكذا الوكالة بالخصومة بطلب المدعي حتى غيبته كما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا رہن کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا

مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اس کے اور اسی طرح ہے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب م طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً قید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح لانہ لاحق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی لعزلہ بکلما وکلتک فانت معزول عینی اور نہیں ہے اس قسم سے جس میں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اس واسطے کہ زوجہ کا حق اس میں کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کا یوں کہنا کہ ہر بار میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے بسبب اس کے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار میں تجھ کو وکیل کروں تو تو معزول ہے کذا فی العینی م طحطاوی نے کہا (کلما عزلتک فانت وکیلی) میں اس واسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حق وکیل متعلق نہیں وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیت توکیلی او انا بریٔ من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکل بقولہ لم اوکلک لایکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشیٔ فقد عرفت تہاونک فعزل زیلعی اور وکیل کا یوں کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہوں وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یوں انکار کرنا کہ میں نے تجھ کو وکیل نہیں کیا عزل نہ ہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ میں تجھ کو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سوا البتہ میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو اس پر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر م یعنی انکار موکل اس صورت میں عزل ہے جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت میں وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اس میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرح جحود وکالت میں وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت اور جحود متبایعین یا متاجرین میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جحود رجوع ہے اس واسطے کہ جحود فسخ ہے انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت میں ہے یا سب میں انتہی اور ظاہر اجمیع کی تصحیح متبادر ہے چنانچہ تعلیل قہستانی کی اس کی مؤید ہے کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشیٔ الموکل فیہ کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہ الوکیل بزازیہ اور معزول ہو جاتا ہے وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے منتہی ہونے سے جس میں وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اس کو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اس پر بذات خود قبضہ کر لیا یا اس کو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ ہی بیع کی اور معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں مشتری مبیع میں شریک اور مختار ہیں چاہیں بیع قائم رکھیں چاہیں فسخ کریں کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونہ مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہر وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونوں میں سے ایک کے مر جانے سے اور اس کے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ میں ہے مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون

سے معزول ہوتا ہے اسی کا فتوی ہے اور اسی طرح قہستانی اور باقانی میں ہے اور قاضی خاں نے اس فصل میں جس میں قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون
شہری کو قول ابوحنیفہ کا قول قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہے اور بعضوں نے
بمعنی دائم تفسیر کیا ہے بحرالرائق میں مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح بابولتے ہیں و بالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لاتعود لعودہ مسلما علی المذہب
ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہو جاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دارالحرب سے مرتد ہو کر پھر وکالت عود نہیں کرتی اس کی پھر آنے سے دارالاسلام
میں مسلمان ہو کر اور نہ اس کے جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر جب کہ مرتد ہو گیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دارالحرب میں جا کر مل گیا اور
قاضی خاں نے لحوق دارالحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہوگا اس واسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہیں امامؒ کے نزدیک تو اسی طرح وکالت
مرتد بھی موقوف ہے اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہے اگر مقتول ہوا یا دارالحرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان
الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لاتبطل بہذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل
فلا ینعزل بالعزل ولا بموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع میں ہے کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی
تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آتے تو وہ معزول
نہ ہوگا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اس کے جنون سے م مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اس کا عطف کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ
مرتہن بیع کا مالک نہیں کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لاینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق
بزازیہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہیں ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی
البزازیہ یعنی وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اس میں موت اور جنون موکل سے معزول ہو جاتا ہے قلت والحاصل کما فی البحر ان
الوکالۃ ببیع الرہن لاتبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ وفیما عداہا من اللازمۃ لاتبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج
عن الاہلیۃ قلت فاطلاق الدرر فیہ نظر میں کہتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہیں ہوتی عزل سے خواہ عزل
حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہو جانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور ارتداد کے اور اس کے سوا وکالت لازمہ باطل نہیں ہوتی عزل
حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہو جانے سے میں کہتا ہوں تو درر کے اطلاق میں بحث ہے م درر میں یوں کہا
ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اس میں ایسا
حکم نہیں کذا فی المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے
احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے
م اطلاق ماتن اس کو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جائے قبل خرید کے
تو وکالت ضمنیہ باطل ہوگی اور اس کو شامل ہے کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا و
ینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا وحجرہ لو ماذونا کذلک اے علم او لا لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے
سے اداے بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے
یعنی اس کو علم ہو عزل کا یا نہ ہو اس واسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا
فی قضاء دین واقتضائہ وقبض ودیعۃ فلا ینعزل بعجزہ وحجرہ اور یہ یعنی عزل بسبب عجز اور حجر کے اس وقت ہے جب کہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت

ہیں اور جب کہ وکیل ہو ادائے دین اور طلب دین اور قبض ودیعت میں تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اگر مولی نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہ ہوگا وینعزل بتصرفہ اے الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ والالا کما لوطلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اس کے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جائے اور اگر وکیل عاجز نہ ہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایک بار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اس واسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اس کو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اس کو تین بار طلاق دی یا ایک بار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج ولحق وقع طلاق وکیلہ مالم تبن العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دارالحرب میں لاحق ہوا تو اس کے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحرالرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جائے تو وکیل کی طلاق عورت پر تا بقائے عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اس کی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام میں لحوق اس لحوق پر محمول ہے جس پر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جس پر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی وتعود الوکالۃ اذا عاد الیہ اے الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جب کہ موکل کی طرف اس کی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اس کو بیچ ڈالا اس کے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہے گا اپنی وکالت پر اولبقی اثرہ اے اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنی زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف مالو تجدد الملک بخلاف اس کے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اس کو بیچ ڈالا پھر اس کو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہ کرے گی اس واسطے کہ یہاں قدیم ملک نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکتب لاینعزل مالم یصلہ الکتاب ملتقط میں ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہ ہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنی اس واسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اس میں علم وکیل شرط ہے اور علم خط بھیجنے سے ہے وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اس کو معزول کیا قبل اس کے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنی قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدوں علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ قمقمۃ لیدفعہا الی انسان یصلحہا فدفعہا ونسی لایضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ کہ اس آدمی کو دے جو اس کو درست کر دے سو وکیل نے اس کو دیا اور بھول گیا کہ کس کو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے موافق اس کے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اس کی ثابت نہیں ابرأہ مما لہ علیہ بری من الکل قضاء واما فی الاخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اس دین سے جو اس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہ ہوگا مگر اس قدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اس کا اتنا ہے اس پر ہم یعنی مجملا اس نے دین معاف کر دیا لیکن اس کا گمان یہ ہے کہ میرے دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اس کے سو درم ہیں تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ میں ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لے کر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اس کو دیجیو تو صحیح نہیں اس

واسطے کہ یہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہ ہوگا اس کے دینے سے وفی الوہبانیۃ ومن قال اعط المال قابض خمسۃ فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یضمن اور وہبانیہ میں ہے اور جس کے دائن نے کہا کہ دے مال چنگی کے پکڑنے والے کو سو دیا اس کو تو مدیون بری الذمہ نہ ہوگا اور مال میں اس کو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اس کو دینا پڑے گا وبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ فلو یجوز التغیر اور جس موکل نے کہا بیچ اس کو اور بیچ خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اس کے خلاف کیا یعنی ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علمانے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے م ولعلہ وبع لخالد یہ دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اس واسطے جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہوں خریدکرنا تو اس کو جو خریدنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ سے ہے اس کے بخلاف اس قول کے کہ بعہ بالنقد یا یوں کہا کہ بعہ من فلان تو اب اس کو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وعن شرح الوہبانیۃ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم ٭ وکذا قول رب الدین والخصم یجبر ٭ اور مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائے گا م صورت اس کی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ میں نے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہ ہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اس نے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط درحق برأت ہے نہ درحق سقوط دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لے گا اور دائن کا قول موکل و وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اس کا دلایا جائے گا بعد اس کے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لی جائے سو اگر اس نے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہ ہوا اور اگر قسم نہ کھائی تو اس کا حق ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لی جائے کذا فی الطحطاوی ولو قبض الدلال مال البیع کی یسلمہ وضاع یشطر اور اگر دلال نے مال مبیع یعنی ثمن لیا مشتری سے تو بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا اور بائع میں نصفا نصف کیا جائے م یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تا وقتیکہ دلال اس کا فرستادہ نہ ہو بائع کی طرف ثمن پہنچانے میں کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہ کتاب ہے دعوی کے احکام میں لایخفی مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں م مناسبت یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کی طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوی کی طرف حاجتمند ہوتا ہے ہی لغۃ قول یقصد بہ الانسان ایجاب حق علی غیرہ لغت میں دعوی وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید منازعت و مسالمت اور اس میں دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہیں والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اس پر تنوین داخل نہیں کی جاتی وجمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہے بفتح واو مانند فتوی اور فتاوی کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنی دعاوی اور فتاوی میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے م عبارت مختلف ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اس واسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعوی عبارت ہے اس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار م قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اس واسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اس واسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسی طرح اقرار بھی اودفعہ اے دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعوی التعرض فتسمع بہ یفتی بزازیۃ دعوی عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اس میں داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہو گا اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی البزازیہ م دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلاں شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اس کے دفع تعرض کا مطالب ہوں تو یہ دعوی مسموع ہے قاضی اس کو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اس کے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اس کو حجت ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیۃ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ م صورت اس کی یہ ہے کہ قاضی کے پاس جائے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھ پر کچھ ہو تو دعوی کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائے گا دعوی میں اس واسطے کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنی تعریف دعوی میں او دفع عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اس وقت ہے جب کہ تعریف مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے م جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہ ہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی تاکہ دفع بھی دعوی کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اس واسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کف عن المنازعۃ مراد ہے فلو ارید مایعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنی زیادت دفع کی حاجت نہ رہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک اے لایجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جب کہ اپنا دعویٰ ترک کرے تو چھوڑا جائے یعنی حاکم اس سے زبردستی دعوی نہ کروادے والمدعی علیہ بخلافہ اے یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک

خصومت سے چھوٹا نہ جائے بلکہ اس سے زبردستی کروائی جائے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد بہ یفتی بزازیۃ ولو اتفقا فی المذاہب
الاربعۃ علی الظاہر وبہ افتیت مرارا بحر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے
حاضر ہو محمدؒ کے نزدیک اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہاں چاروں مذہب کے قاضی ہوں بنا بر قول ظاہر کے اور اسی کا میں نے فتویٰ دیا ہے کئی بار
کذا فی البحر علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنی مدعی کو اختیار ہے اس واسطے کہ ابو یوسف
کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرۃ لمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ
لزم اعتبارہ لعزلہ بالنسبۃ الیہا کما مر مرارا کما مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محالات شہر میں تو مدعی کا اعتبار
ہے ہاں اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اس کا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اس قاضی کے جس کو مدعا علیہ نے پسند نہیں کیا
اس دعویٰ کی سمت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی الطحطاوی قلت وہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علیحدۃ
اذا کان فی المصر حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لما انہ صاحب الحق کذا بخط المصنف
علی حاشیۃ البزازیۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں یہ خلاف محمدؒ اور ابو یوسف کا اس صورت میں جب کہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ کا حکم ہو اور جب کہ شہر میں حنفی اور شافعی
اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس میں ہوں اور ولایت ایک یعنی حکومت عام ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی میں خلاف واقع ہو اس واسطے کہ یہاں تک مدعی ہی تو صاحب
حق ہے اسی طرح لکھا ہے مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا تو
اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا ورکنہا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا کلی علیہ کذا او اضافتہ الی من ناب المدعی منابہ کوکیل ووصی عند
النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعویٰ کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرا مال اس پر
آتا ہے یا نسبت کرنا حق کا اس کی طرف جس کے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے واہلہا العاقل
الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا لا اشباہ اور دعویٰ کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار باتمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اس کے ولی نے اس کو خصومت کی
اجازت دی ہو اور اگر اس کو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعویٰ نہیں کذا فی الاشباہ وشرطہا ای شرط جواز الدعویٰ مجلس القضاء وحضور خصمہ فلا یقضی علی
غائب اور دعویٰ کی شرط یعنی جواز دعویٰ کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اس کے مخاصم کا تو حکم نہ کیا جائے مدعا علیہ غائب پر ولا یحضرہ بمجرد الدعویٰ
الا بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ والا فمتی یبرہن او یحلف منیۃ اور کیا قاضی مدعا علیہ کو بمجرد دعویٰ کرنے مدعی کے حاضر کرے اور اگر مدعا علیہ اسی شہر میں یا شہر سے
باہر ہو اس طرح پر کہ جوابدہی کر کے اپنے گھر رات کو جا پہنچے تو ہاں بمجرد دعویٰ حاضر کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم
کھائے کذا فی المنیۃ م مدعا علیہ بعید کے احضار میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضوں کے نزدیک بعد قسم قاضی خاں نے کہا کہ یہ
گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شبلی نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کا عمل برخلاف ماتقدم ہے کہ بمجرد دعویٰ مدعا علیہ کو
طلب کرتے ہیں اور دریافت نہیں کرتے کہ دعویٰ صحیح ہے یا فاسد اور یہ ان کی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومیۃ المال المدعی
اذ لا یقضی بمجہول اور دعویٰ کی شرط معلوم ہونا اس مال کا ہے جس کا مدعی نے دعویٰ کیا اس واسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ وبہ الا ان
یتضمن الاخبار لعدم مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہیں کہتے مگر جب کہ لفظ ادعا بمعنی اخبار کے متضمن ہو اب مدعا بہ بولنا درست ہے م مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست

لہ قد نظم الحموی شروط الدعوی بقولہ ایا طالبا منی شروط دعوۃ تخالف ثمان من نظامی لما سوبہ فحضرۃ خصم واتضاد تناقض وفی مجلس حکم بالصالۃ مع بلا ولہ کذلک معلومیۃ لمدعاہ
وامکان استقلال مال کذلک لسان المدعی من شرطہا واختار خصما یتکلم کمولہ ۱۲

نہیں اگرچہ متفقہین بولتے ہیں مگر یہ مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطہا ایضا کونہا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی
شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا خصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہ ہوتا تو بے فائدہ ہوتا مثلاً جب ملزم ہونا دعوی کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل
حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی مما یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب
فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب اولمن لا یولد مثلہ لمثلہ ہذا ابنی وظہورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی آخر انہ اقرضہا ایاہا دفعۃ واحدۃ او غصبہا
منہ فالظاہر عدم سماعہا بحر وبہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جس کا دعوی کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہے تو اس کا دعوی جس کا
وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا اس کو اپنا بیٹا کہنا کہ
ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ مفلس مشہور کا دعوی اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اس طرح
کہ اس نے اس کو مال قرض دینے میں ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہر یہ دعوی غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر یقین
کیا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم وہو المدعی علیہ بلا او نعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ علیہ الا ان یکون اخرس اختیار
مستحققہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہیں یا ہاں کر کے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہیں بولا نہ ہاں تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائے گی
مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اس کا سکوت انکار نہ ہوگا کذا فی الاختیار اور آگے اس کو ہم محقق بیان کریں گے یعنی قضی بنکولہ کی شرح میں وسببہا تعلق البقاء المقدر
بتعاطی المعاملات اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور
توکیل وغیر ذلک جاری ہے تو دعوی کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقائے عالم مکلفین کا مقتضی ہے اس واسطے کہ اگر دعوی نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہو جائیں فلو کان
ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرہونا فی یدہ او محبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جس کا مدعی دعوی کرتا ہے مال منقول
مدعا علیہ کے ہاتھ میں ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا یہ محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اس کے پاس وطلب المدعی احضارہ
ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اس کے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اس کا ممکن ہو بلا مشقت
تو مدیون پر احضار اس کا واجب ہے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے دعوی اور شہادت اور استحلاف میں وذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین بان کان
فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معزیا للخزانۃ اور مدعی اس کی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اس طرح کہ اس کے لے آنے میں مؤنت ہو اگرچہ مؤنت
قلیل ہو ابن کمال نے اس کو ذکر کیا ہے نسبت بخزانہ کر کے ہم کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ میں ہے نہ ہلاک عین میں تو شارح کا یہاں اس کو ذکر کرنا سہو ہے
کذا فی الطحطاوی بہلاکہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنا قیمت بیان کرے اگر احضار اس کا متعذر ہو اس کے ہلاک ہو جانے سے یا اس کے غائب ہونے سے
اس واسطے کہ قیمت اس کے مانند ہے باعتبار معنے کے یعنی قیمت اس کی مماثل معنوی ہے وان تعذر احضارہا مع بقائہا کرحی وصبرۃ طعام وقطیع
غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اس کا متعذر ہو باوجود اس کے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گیہوں کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی
اپنا امین بھیجے تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جاوے والا تمکن باقیۃ اکتفی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعوی میں بذکر قیمت کفایت
ف المدعی
کرے وقالوا لو ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان درر وابن ملک ولہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس
والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینتہ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا
مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اس کی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی در صورت انکار یا اس پر
بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر و ابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اس کی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی

نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفة کا دعویٰ کیا اور سب چیزوں کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعویٰ میں بقبول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت میں مقبول ہوں گے یا اس کے مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی سب چیزوں پر ایک بار ہم اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہوں اور جو اور مختلف الصفة چنانچہ عمدہ گیہوں اور ناقص وان لم یذکر قیمة کل عین علیحدة لانہ لما صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح اذا بین قیمة الکل جملة بالاولیٰ قیمت مجمل کا دعویٰ مسموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اس واسطے کہ جب دعویٰ غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر مدعی ہو سب کہ کل اشیاء کی قیمت مجملاً بیان کرے تو بطریق اولیٰ وقیل فی دعوی السرقة یشترط ذکر القیمة لیعلم کونہا نصابا فاما فی غیرہا فلا تشترط عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ چوری کے دعویٰ میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اس کا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوائے میں تو بیان قیمت شرط نہیں کذا فی العمادیة وہذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمة شیء مستہلک اشترط بیان جنسہ و نوعہ فی الدعوی والشہادة لیعلم القاضی بماذا یقضی اور یہ سب اکتفا بذکر قیمت عین کے دعویٰ میں ہے نہ دین کے دعویٰ میں تو اگر مدعی نے شیء مستہلک کا دعویٰ کیا تو اس کی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعویٰ اور شہادت میں تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورة والانوثة فی الدابة فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیة اور فقہا کے اندر اختلاف ہے جانور کی نری اور مادگی کے بیان میں تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اس کو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار میں پسند کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اس کا عمادیہ میں ہے وفی دعوی الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعویٰ میں مکان ایداع کا بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہ ہو ہم بیان مکان اس واسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہیں مگر اس مکان میں جہاں ودیعت رکھی گئی اور اس میں بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب بعینہ ودیعت ہے نہ اس کی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنة فلا بد لصحة الدعوی من بیانہ والا حمل لہ لا اور غصب کے دعویٰ میں اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اس کے صحت دعویٰ کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہ ہو تو مکان ضرور نہیں وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب میں روز غصب کے اس کی قیمت بیان کرے بنابر قول ظاہر کذا فی العمادیة ولیشترط التحدید فی دعوی العقار کما لا یشترط فی الشہادة علیہ ولو کان العقار مشہورًا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعویٰ میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اس کی گواہی میں تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبینؒ کے کہ ان کے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہیں ہم عقار بروزن سلام لغت میں عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور کبھی متاع کو بھی عقار بولتے ہیں اصمعی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اس میں شفعہ نہیں جب کہ اس کی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جب کہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہوں تو اس کے حدود کے بیان کی حاجت نہیں ہم اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقة بحر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعویٰ کیا تو تحدید شرط نہیں اس واسطے کہ وہ فی الحقیقة دین کا دعویٰ ہے نہ زمین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدة فیہا الدار ثم المحلة ثم السکة فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان سے جس میں وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب میں ہم یعنی یوں کہے کہ وہ گھر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ میں ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا جس کا نام مثلاً جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہیں تو خاص تر کی طرف ترقی کرے۔ دریوں کہے کہ جعفر بن محمد

سو اگر معلوم ہو جائے تو بہتر نہیں تو دادا کی طرف ترقی کرے اس طرح کہ جعفر بن محمد بن عبداللہ **ویکتفی بذکر ثلثة فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط لاتقبل لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد** فصولین اور تین حدوں کے ذکر میں کفایت ہے تو اگر چوتھے کو ذکر کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اس میں غلطی کرے تو صحیح نہیں ملتقی اس واسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اس واسطے کہ تعریف پوری نہیں ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الحموی **وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود واسماء آبائہم ولابد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود** اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور ان کے باپوں کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے ان میں سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اور مرد صاحب مشہور نہ ہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اس کا نام کافی ہے بسبب حاصل مقصود کے ہم ملتقط میں ہے کہ اگر دادا معروف نہ ہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اس کے موالی کے ذکر سے یا اس کے پیشہ یا وطن یا اس کی دوکان یا اس کے حلیہ سے تو مقصود تمیز ہے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے **وذکر انہ ای العقار فی یدہ لیصیر خصما** اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ مخاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اس واسطے کی کہ یہاں بیان تھا عقار کا کذا فی الطحطاوی **ویزید علیہ بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مر** اور زیادہ کرے اس پر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جس کا دعویٰ کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اس واسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اس کے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو **ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما بل لابد من بینة او علم قاض لاحتمال تزویرہما بخلاف المنقول لمعاینة یدہ** اور ثابت نہیں ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اس میں تصادق متخاصمین مثبت قبض ہے بسبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہے کہ شائد متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو **ثم ہذا لیس علی اطلاقہ بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا** پھر یہ یعنی اشتراط بینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر اطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا دعویٰ کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جس میں ملک کا سبب مذکور نہ ہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ **اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر لبینة لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا بزازیة** اور غصب کے دعویٰ اور قابض سے خرید کرنے کے دعویٰ میں تو حاجت نہیں گواہی کی اس واسطے کہ فعل کا دعویٰ جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا ہی غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعویٰ میں اور فعل کے دعویٰ میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے **وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادة بغیر حق فافہم** اور اس کا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اس کا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اس کی طلب پر اور اس کے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اس کو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ مغنی ہے اس سے **ولو کان ما یدعیہ دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ** اور جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے اگر دین ہو یا مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو سوائے اس کے تو اس کے وصف کو مذکور کرے اس واسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہیں ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہوں مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اس وقت حاجت ہے جب کہ شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی الحموی **ولا بد فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفة والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیہ ولم یذکر سببا لم تسمع** اور ضرور ہے مثلیات کے دعویٰ میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہوں کے دین ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کا سبب نہ ذکر کیا تو دعویٰ مسموع نہیں

م جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے سرخ گیہوں یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر فقی السلم انما المطالبۃ فی مکان عینا اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم میں اس کو مطالبہ جائز نہیں مگر اسی مکان میں جس کو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اس کے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان میں کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولیسال القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا والا تصد صحیحۃ لا یسال لعدم وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ فلانے مدعی نے تجھ پر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہیں ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نہ کرے بسبب نہ واجب ہونے اسکے جواب کے م قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اس کی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ فان اقر فبہا وان انکر فبرہن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنی اس کو بتاوے اور مدعی کو جتاوے بدون طلب مدعی کے م اگر مدعا علیہ کہے کہ میں مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اس کو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اس پر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھ پر حکم کرتے ہیں مستحب ہے لازم نہیں کذا فی الطحطاوی والا یبرہن حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربعۃ علے ما فی البزازیۃ اور اگر مدعی گواہوں سے اپنا دعوی ثابت نہ کرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اس واسطے کہ جمیع دعاوی میں مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسفؒ کے نزدیک چار مواضع میں طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البزازیہ م مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے مشتری نہ اکی قسم کھلائے کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے ۲ شفیع قسم کھائے کہ میں نے تیرا شفعہ باطل نہیں کیا ۳ صورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یوں قسم کھائے کہ زوج نے اس کو نفقہ نہیں دیا اور نہ کچھ اس کے واسطے چھوڑ گیا ۴ مستحق قسم کھائے کہ میں نے نہیں بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسفؒ نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین میں م صورت تحلیف یہاں یوں ہے کہ قاضی اس کو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اس کی طرف سے تجھ کو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے اس پر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور کسی کا تو نے اس پر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اس کی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جب کہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو حاکم قسم نہ دے بلکہ اس کو قید رکھے تا کہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہ امام کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس میں قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جائے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق میں کہا اور اسی کا میں نے فتوی دیا اس واسطے کہ متعلقات قضاء میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی ما فی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تر تحقیق یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی م متبادر یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اس واسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا قیدنا بتحلیف الحاکم لانہما لو اصطلحا علے ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریا فہو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ بیمین ولا نکول عند غیر القاضی ہم نے تحلیف حاکم قید لگائی اس واسطے کہ متخاصمین اگر آپس میں اس پر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھا دے اور بری الذمہ ہو جائے

تو وہ باطل ہے اس واسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلو برہن علیہ
اسے علی حقہ یقبل والا یحلف ثانیا عند قاض بزازیۃ الا اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر
برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے قاضی کے پاس کذا فی البزازیۃ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لی
گئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف
نے اپنی شرح میں قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہ ہوگی معتبر نہ ہوگی ھم یہ مسئلہ مغایر ہے متن کے
مسئلے کا اس واسطے کہ مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے پاس قسم کھائی مدعی کے استحلاف
سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال وحلف اے المدعی لم یضمن الخصم لان فیہ
تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اس پر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہے مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ
ضمان نہ دے اس واسطے کہ اس میں بگاڑنا ہے شرع کا ھم وجہ تغییر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس
شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمین لا ترد علی مدع لحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث
کی دلیل سے بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہے ھم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباسؓ یوں ہے (البینۃ
علی المدعی والیمین علی من انکر) کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرتا ہے طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین میں قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہے اس واسطے
کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جب کہ وہاں معہود نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو
اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاہد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہے بلکہ اس کو
یحییٰ بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی ھم مسلم اور ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے (قضی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین وشاہد) کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد
پر کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہے سہیل بن صالح سے اور سہیل اس کی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت
باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اس کے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہو سکے گی انتہی برہن المدعی علی دعواہ طلب من
من القاضی ان یحلف المدعی انہ محق فی الدعوی وعلی ان الشہود صادقون او محقون فی الشہادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم
لا یحلف مرتین فکیف الشاہد لان لفظ اشہد عندنا یمین ولا یکرر الیمین لانا امرنا باکرام الشہود ولذا لو علم الشاہد ان القاضی یحلفہ ویعمل
بالمنسوخ لہ الامتناع عن اداء الشہادۃ لانہ لا یلزمہ بزازیۃ گواہ لایا مدعی اپنے دعوی پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم
لے اس پر کہ وہ اس دعوی میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاویں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ حق پر ہیں تو قاضی اس کی خواہش کو نہ مانے
اس واسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دو بار قسم نہیں لیجاتی تو مشاہد سے دو بار کیونکر قسم لی جائے گی اس واسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے
اور دو بار قسم نہیں لی جاتی اس واسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اس کو قسم دے گا اور منسوخ پر

لہ مترجم اول نے ترجمہ لا ترد بتشدید دال کا کیا ہے مناسب یہ تھا کہ لا ترد صیغہ معروف مصدر وردہ کا ترجمہ کرتا کہ قسم وارد نہیں ہوتی مدعی پر ۱۲

ف امتناع شہادت سے درصورت تحلیف

عمل کرے گا تو اس کو ادائے شہادت سے باز رہنا جائز ہے اس واسطے کہ اب اس کو ادائے شہادت لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم اب ہندوستان میں نصاریٰ کی کچہریوں میں شاہدوں پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادائے شہادت میں پہلوتہی کریں تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار نہ ہوں گے واللہ اعلم و بینۃ الخارج فی الملک المطلق وھو الذی لم یذکر لہ سبب احق من بینۃ ذی الید لانہ المدعی والبینۃ لہ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے ملک مطلق میں اولیٰ بالقبول ہیں قابض کے گواہوں سے اس واسطے کہ وہ خارج مدعی ہے اور گواہ اسی کے واسطے ہیں موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جس کا سبب مذکور نہ ہو مانند خرید یا میراث ہم صورت اس کی یہ ہے شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور دونوں گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہ ہوں گے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعویٰ کیا اور قابض نے ملک مقید مورث کا دعویٰ کیا اور تاریخ قابض مقدم ہے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بخلاف المقید بسبب کنتاج و نکاح فالبینۃ لذی الید اجماعا کما سیجیٔ بخلاف دعویٰ اس ملک کے جو مقید بسبب ہو جیسے نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں بالاجماع چنانچہ آگے آوے گا ہم صورت نتاج یہ ہے کہ ایک نے گواہ قائم کیے کہ لونڈی اس کے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ دونوں کے گو مثبت ملک ہیں اور قابض کے ساتھ ترجیح ہے قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہے کہ دونوں نے گواہ اس پر قائم کیے کہ اس نے نکاح کیا اس عورت سے تو قابض کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں تو ملک سے مراد وہ ہے جو ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ لقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایک بار کے نہ قسم کھانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس میں ہو فی الحقیقۃ مدعا علیہ کے یوں کہنے سے کہ میں نہیں قسم کھاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اس کا آفت سے نہیں مانند گونگے اور بہرے ہونے کے قول صحیح میں کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہے یعنی مستحب ہے نہ واجب وہل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف ودرر ولم ار فیہ ترجیحا قال المصنف قلت قدمنا انہ لیفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا شرط ہے حکم دینا انکار قسم کے بعد فوراً اس میں خلاف ہے علما کا کذا فی الدرر اور اس خلاف میں میں نے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں میں کہتا ہوں کہ ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فوراً فرض ہے مگر تین صورت میں ہم پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضا میں جیسے گواہوں میں ۲ یہ کہ مدعی مہلت مانگے ۳ یہ کہ امید صلح ہو اقارب میں کذا فی الطحطاوی فقضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہے کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنی برہان اور یمین اور نکول وعد فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار و یمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاضی کما یرجح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا فورا فرأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ میں طرق قضا سات شمار کیے ہیں گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بطور ضعیف اور ساتواں یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتھڑی چھری لیے نکلا پھر اس گھر میں فوراً لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اس کے خون میں ماخوذ ہوگا اس واسطے کہ اس کے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کہ تمام اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہے کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہے

ا۔ وقد نظمہا الحموی فقال شعر علم القضاء طرقہ بینۃ و یمین واقرار نکول قسامۃ ثم وبینۃ علم بہا انما العلاء کذلک الذی یبدو لہ من قرائن اذا بلغت حد الیقین فحصلوا

بلاحاجت قضا اور قسامہ یمین میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہے اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہیں
قنائل کذا فی الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اس میں جس کا اس نے دعوی کیا
مدعا پر تو لائق یہ ہے یعنی واجب ہے کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور نہ قسم لے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رأیہ ان
المدعی مبطل حلف والا فان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اس کا مخاصم نہ مانے سوائے قسم کے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر ہے
تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہ ہوا اس طرح کہ اس کو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہ یہ مسئلہ مغائر ہے مسئلہ شک کے
خلاصہ یہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعوی کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم
کھائے اور نہیں تو قسم نہ کھائے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور اگر گواہ مقبول ہوں
گے اگر مدعی نے ان کو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہیں کذا فی السراج برخلاف اس قول کے جو شرح مجمع میں ہے محیط سے ہم شرح مجمع میں
محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اس دعوی پر پھر وہ گواہ لایا تو امام صاحب کے نزدیک مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب
کر چکا اور امام محمد کے نزدیک مقبول ہیں اس احتمال سے کہ اس کے گواہ ہوں گے پر وہ بھول گیا انتہی اس میں خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اس میں تعرض نہیں مگر شرح مجمع
کے حاشیہ میں سرلوحیہ سے قول محمدؒ کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے
بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضا بالنکول کذا فی الخانیۃ عند العامۃ وہو الصحیح بقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالخلف
عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم
مردود کرنے کے لائق تر ہے عادل گواہوں سے اور اس واسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا
کذا فی البحر ویظہر کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حتی یحنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق
الخانیۃ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے
قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اس قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے درر میں کہا
صواب یہ ہے کہ اس کا کذب ظاہر نہ ہوگا تو وہ معاف بعقوبت شاہد زور نہ ہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعوی سبب کے ساتھ ہو
یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ
الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب
مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہ ہوگا اس واسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی
قول مفصل پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ
احدہما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ وموالاۃ ادعاہ
الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت
بعد عدت کے اور ایلا میں جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اس استیلاد میں جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اس کے بالعکس یعنی
ادعائے استیلاد مولی حاصل نہیں ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولی کے اقرار سے اور رقیت اور نسب میں قسم نہیں اس طرح کہ دعوی کیا شخص
مجہول پر کہ وہ اس کا غلام ہے یا بیٹا یا اس کے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولی ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولائے عتاق

یا ولا امولات میں قسم کا اور لا کا دعویٰ کیا شخص اصل نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجہول پر دعویٰ کیا یا مجہول نے معروف پر اور حد اور لعان میں قسم نہیں ہم اشیائے سبعہ
میں امام کے نزدیک تحلیف نہیں خلافاً للصاحبین رجعت میں بعد عدت کے اس واسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جائے گی مرد کے قول سے
اگرچہ عورت اس کی تکذیب کرے اور ایلا میں بعد مدت کے قید اس واسطے لگائی کہ ایلا کی مدت میں ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعویٰ سے اور اگر عورت مدعی
ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ مواضع خلاف سے والفتویٰ علی انہ یحلف المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او
الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتویٰ اس پر ہے کہ قسم لی جائے گی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں اور جس نے ان کو چھ شمار کیا
ہے اس نے ام ولد ہونے کو نسب میں ملایا ہے یا رق میں خلاصہ یہ ہے کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوائے حدود کے ومنہا حد قذف
ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا بان علق عتق عبدہ بزنی نفسہ فللعبد تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور منجملہ حدود کے حد قذف اور لعان کی حد ہے تو
اس میں قسم نہیں باجماع امام اور صاحبین کے مگر جب کہ حد حق العبد کو متضمن ہو اس طرح پر کہ مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی تو غلام کو قسم
لینا مولیٰ کا در صورت انکار جائز ہے سو اگر مولیٰ قسم نہ کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یوں کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جس پر میری آزادی معلق
کی تھی اور یہ نہ کہے کہ اس نے زناکاری کی تاکہ اپنے مولیٰ کا قاذف نہ ہو ایسے کذا فی الطحطاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن
ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لی جائے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نہ کھاوے تو تاوان دے مال کا اور اس کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے
گا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائے گا وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسط فی الدرر اور علما نے کہا ہے قسم لی جائے گی تعزیر میں چنانچہ اس کو
درر میں مشرح بیان کیا ہے ہم وجہ اس کی یہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہے ولہذا عبد اس کو ساقط کر سکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول
ادعیٰ نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا تحلف اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ یہ ہے کہ وہ
نکاح کر لے تو اس سے اب قسم نہ لی جائے گی وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احدی وثلثین مسئلۃ اور خانیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلوں میں نہیں ہم یہ مسائل کتاب
الوقف کے اخیر میں مفصل مذکور ہو چکے النیابۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی واب الصغیر
یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے میں نہ قسم کھانے میں اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے
اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اس کو مطالبہ اپنے خصم کی یمین کا جائز ہے ہم اس کا مخاصم کما
باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ مخاصم ہے اصیل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے
مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد وصح اقرارہ علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی
الموکل فکذا انکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نہ لی جائے گی مگر جب کہ اس پر عقد کا دعویٰ کیا جائے یا اس کا اقرار صحیح ہو
اصیل پر تو اب اس وقت قسم لی جائے گی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اس کا اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اس کا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے وفی
الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا والصواب فی اربع وثلثین لما مر عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد
اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لاوردتہا کلہا اور خلاصہ میں ہے کہ جس مواضع میں
کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اس کو اقرار لازم آوے پھر جب اس کا منکر ہو تو اس سے قسم لی جائے گی سوائے تین صورتوں کے جس کو صاحب
خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چونتیس صورتوں میں حلف نہیں چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا یعنی اکتیس صورتیں خانیہ کی اور تین
صورتیں خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئیں اور چھ صورتیں اور بحر الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر

زیادہ کی ہیں اور اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ان سب صورتوں کو مفصل بیان کرتا م تو سب چونسٹھ صورتیں ہوئیں جن میں منکرین پر قسم نہیں اور ان سب کو شارح کتاب الوقف میں مذکور کرچکا ہے اب یہاں مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن معنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے تو یہ خطا اغلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم **التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی البتات** اے القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنی یقین ہوا اس طرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہیں م منکر اپنے ذاتی فعل پر قسم کھائے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور اس کے گواہ نہیں تو زید یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس کی حویلی نہیں چھینی اس واسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ بالیقین جانتا ہے **والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم** اے انہ لایعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ دعوی مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر نفی علم کی اس واسطے قسم ہوئی کہ اس کو ظاہرا علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا **اللہم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل بہ** اے بالحالف **وفرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری العبد سرقۃ العبد او اباقہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا اکد ولذا اعتبر مطلقا** درر عن الزیلعی غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہے بارخدایا مگر جب کہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالت سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کھائے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلاعیب واجب ہے تو غیر کا فعل اس کے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اس واسطے کہ حالف علی القطع موکدتر ہے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اس کے عکس کے یعنی یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزیلعی م بحر الرائق میں ہے کہ جس مقام میں کہ یمین علی العلم واجب ہے پھر اس نے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہے اور اس سے یمین ساقط ہوگئی اور بالعکس اس کے نہیں یعنی بجائے حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اس پر واجب نہیں اس کے نکول سے قاضی حکم نہ دے گا انتہی وفی شرح المجمع عنہ ہذا اذا قال المنکر لاعلم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض ربہا اور شرح مجمع میں زیلعی سے منقول ہے یعنی یمین علی العلم اس وقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجھ کو اس دعوی کا علم نہیں ہے اور اگر اس کی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا م یعنی قبض صاحب ودیعت ہرچند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اس کے علم کا دعوی کیا تو اب اس پر یمین علی القطع لازم ہوگی **وفرع علی قولہ وفعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بکر سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا بینۃ یحلف خصمہ وہو بکر علی العلم** اے انہ لایعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مرا ور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوی سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اس کا مخاصم یعنی بکر قسم کھائے علم پر یعنی وہ یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اس کو خرید کیا قبل اس کے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے م اولی یہ تھا کہ شارح بجائے وہو بکر کے وہو زید کہتا اس واسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی **کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقر بہ المدعی او برہن الخصم علیہ فیحلف علی العلم** اسی طرح جبکہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اس کی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اس کی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اس کی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے م صورت اس کی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جس کا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اس واسطے شرط ہوا

لہ یعنی غیر کے فعل پر قسم علم کی نفی پر ہوتی ہے ۱۲

کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہ ہوگا تو یقین پر قسم لے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر میں مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اس طرح صورت ممکن ہے کہ
ایک مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ چیز اس کی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز تھا اور اس کی یمین علی القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے
کہا کہ وہ میراث ہے اور اس نے یمین علم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اس کا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائے گا خلاصہ یہ
ہے کہ دعویٰ عین میں تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ امور ثلثہ میں سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاہما اے الدین والعین الوارث
علی غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کموہوب ومشتراہ ۔۔۔ اور دعویٰ کیا دونوں کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے
کہ اس میں مورث کا حق نہیں ہے جیسے موہوب اور خرید کذا فی الدرر ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور
اس نے اس پر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا غلام ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو
مدعا علیہ پر قسم کھائے نہ علم پر طحطاوی نے کہا کہ والعین کا عطف ہمزہ اوپر ہے کہ لا یخفی ویحلف جاحد القود اجماعا اور قسم کھائے قصاص کا منکر باتفاق
امامؒ اور صاحبینؒ کے م خانیہ میں ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حاصل پر قسم کھائے کہ واللہ مجھ پر فلانے
کا خون نہیں اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اس خون کا جس کا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھائے یعنی میں نے واللہ فلاں بن
فلاں کو عمداً قتل نہیں کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات میں حاصل پر قسم کھائے یعنی سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقراو
یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس میں دعویٰ ہو تو قید کیا جائے یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے وفیما دونہ یقتص لان الاطراف
خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہ الابتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات میں درصورت نکول قصاص لیا جائے اس واسطے
کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پاؤں حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہیں مال کے مانند تو اس میں ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبینؒ کے
م ایک نسخہ میں بذل ہے بجائے ابتذال کے اور بذل[1] اوضح ہے ابتذال سے صاحبینؒ نے کہا ما دون نفس میں نکول سے قصاص لازم نہیں اس واسطے کہ
نکول وہ اقرار ہے جس میں شبہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہ ہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین
خصمہ لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہیں شہر میں اور اس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین
کے م امام کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم میں مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لی جائے اور صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اس کی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا
ابن ملک وقدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم میں حاضر ہوں تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہوں شہر سے تو قسم کھائے
بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی میں غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہوں تو مدعا علیہ قسم ہے
گواہوں کا وہاں سے بلانا ضرور نہیں ویاخذ القاضی فی مسائل التی فیما لا یسقط بالشبہۃ کفیلا ثقۃ یومن ہروبہ بہ فلیحفظ من خصمہ ولو وجیہا
والمال حقیرا فی ظاہر المذہب یعنی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جب کہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر میں حاضر ہیں اس دعویٰ میں جو شبہ سے
ساقط نہیں ہوتا یعنی غیر حدود میں قاضی معتمد ضامن لے کہ اس کے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی
مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح میں اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہے ظاہر مذہب میں کذا فی العینی
وعن الثانی الی المجلس الثانی وصح اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع

[1] اس لیے کہ بذل کے معنی دے ڈالنے ہیں اور ابتذال کے معنی خرچ ہو جانا تو مناسب مقام اول ہی کے معنی ہیں۔ ۱۲

من اعطاء ذلک الکفیل لازمۃ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اس
کا اس کے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہ ہو جائے الا ان یکون الخصم غریبا اے مسافرا
فیلازم او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت سفرہ یکفلا الیہ وینظر فی زیہ او یستخبر رفقاوہ لو انکرہ المدعی بزازیہ مگر یہ کہ
مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اس کے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن لے تا انتہائے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہاں تک کہ اگر مدعا علیہ
کا وقت سفر معلوم ہو تو اس وقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اس کے سفر کے رفیقوں
سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اس کی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ م شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تاکہ معلوم ہو کہ
مقیم مرید کا سفر بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام
ہنہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا یا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان
مدعی کی جانب سے امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینۃ اتی بہا فہی شہود زور او قال اذا حلف فانت برئ من المال فحلف ثم برہن علی
الحق قبل خانیۃ وبہ جزم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری
الذمہ ہے مال سے پھر اس نے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیۃ اور اسی طرح پر یقین کیا ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہو
چکا (وتقبل البینۃ لو اقامہا بعد یمین) کی شرح میں وقیل لا یقبل قائلہ محمد کما فی العمادیۃ وعکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے
مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور اس کو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول
کو امام کی طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاہد لا شہادۃ لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ
المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی
نہیں پھر اس نے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اس
کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل
حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیۃ مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اس کا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اس کے مدعا
پر سو مدیون نے اس کی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر یعنی حاضر کر پھر مجھ سے قسم لے تو اس کو اس میں اختیار ہے کذا فی القنیۃ
م طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقد ہے اس واسطے کہ قاموس میں ہے کہ مختم موزن منبروہ آلہ ہے جس سے پرکھتے ہیں اور
مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہے کہ میرا حق ہتھیلی میں سر بمہر کر کے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین
باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی او لیذر وہو قول واللہ خزانۃ وظاہرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم
ہوتی ہے اللہ تعالی کے پاک نام سے جل وعلی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور
اور یمین باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانۃ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھلائے تو یمین نہ ہوگی
اور میں نے اس کو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تاتارخانیۃ لان التحلیف بہما حرام خانیۃ قسم نہیں
طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اس پر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیۃ اس واسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے
کذا فی الخانیۃ وقیل ان مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم

کی ضرورت ہوگی تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاءہ علی قول الاکثر کذا فی خزانۃ المفتیین وظاہرہ انہ مفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بہما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا فلا فائدۃ بحر واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اس کو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اس نے قسم نہ کھائی تو اس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ ہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتیین اور ظاہر اس کلام سے متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م علامہ مقدسی نے کہا کہ بے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جائے جب کہ مدعی پر دعویٰ مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اس کی تصدیق کرے گا تو تحلیف بطلاق وعتاق باوجود عدم قضا بنکول بے فائدہ نہ ہوئی۔ قلت لو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ان شہدوا علی السبب کالاقراض لا یفرق وان شہدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اس پر مال نہیں پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہدوں نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائے گا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائے گا اس واسطے کہ سبب مستلزم نہیں قیام دین کا م اس واسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اس کو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہے کما فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ للعلامۃ عبدالبر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقد تقدم اور امام محمدؒ نے کہا کہ قیام مال کی گواہی میں حانث نہ ہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدمہ کے ذکر کرنے سے م از انجملہ ایک یہ مثال ہے کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھ کو قسم ہے اس اللہ پاک کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہیں ہے وقید بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہیں والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم میں اور قسم کی صفت یعنی تشدید میں قاضی کا اختیار ہے م یعنے تعیین قسم میں قاضی کو اختیار رہے جیسے اس کو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یوں کہے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہ ہو جائے م یعنی یوں نہ کہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اس واسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف میں تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ اے بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اس نے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اس پر نکول سے حکم نہ کرے اس واسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی وظاہرہ انہ مباح مستحب نہیں مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنی اس واسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہیں تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسیٰ والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسے والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے عیسی علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آگ پیدا کی تو قسم میں تشدید کرے ہر دین والے پر اس کے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار م مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اس واسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہیں بلکہ آگ کے خالق کی قسم

لے اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جس نے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالیٰ لانہ یقربہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اس واسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے م مصباح العلوم میں ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اس کے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لایعتقدونہ تعالیٰ قلت وعلیہ فیماذا یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اس کا کہ دہریہ آدمی حق تعالیٰ کا اعتقاد نہیں رکھتے میں کہتا ہوں اور بموجب اس کے تو یہ لوگ کس کی قسم کھاویں ولقی تحلیف الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اور اس کا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالف ہو جائے گا م اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی القنیۃ اور اگر قاضی گونگے سے یوں نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اوپر اس کا حق نہیں کہ یہ قسم نہ ہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں اس واسطے کہ اس کا اشارہ گویا یوں ہو جائے گا کہ میں قسم کھاتا ہوں اور حالانکہ یہ قسم نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولو اصم ایضا کتب لہ لیجیب بخطہ ان عرفہ والا فباشارتہ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم لکھے تاکہ وہ اس کا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہیں تو اس کے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیۃ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی تو اس کا باپ قسم کھائے یا اس کا وصی یا جس کو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ م شارح کو یوں کہنا لازم تھا ثم من نصبہ القاضی) اس واسطے کہ قاضی اس کی طرف سے نائب کو اس وقت قائم کرے گا جب کہ باپ یا اس کا وصی نہ ہو چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اس واسطے کہ متعلق بغیر ہے بالیقین پر اس کو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول ماتقدم کے مخالف ہے کہ نیابت استخلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتہم لکراہۃ دخولہا بحر اور یہود اور نصاری اور بت پرستوں سے قسم نہ لی جائے ان کے عبادت خانوں میں وہاں کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر م یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد میں جانا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر اکراہت تحریمی ہے اس واسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتوی دیا ہے اس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے تتارخانیہ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی صورۃ انکار المنکر اور اس سبب کے دعوی میں جو زائل اور اٹھ سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر م حاصل کی یہ تفسیر بمعنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور ماسوا اس کے جاتا رہے چنانچہ قاموس میں ہے انکار منکر کی صورت پر اس واسطے قسم ہوئی کہ منکر یوں کہتا ہے کہ ہمارے مابین میں بیع اور طلاق اور غصب واقع نہیں کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ وما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما او بدلہ لو ہالکا وما ہی بائن منک وقولہ الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تم دونوں کے مابین میں نکاح قائم نہیں اور تم دونوں کے درمیان بیع قائم نہیں اور تجھ پر اس کا پھیر دینا واجب نہیں اگر وہ قائم ہو یا اس کے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہیں اس دم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی میں اس کلام میں لف ونشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اس دم ثابت نہیں لا علی السبب ای باللہ ما نکحت وما بعت خلافا للثانی نظر للمدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاقہ واقالتہ نہ قسم لے سبب مرتفع پر اس طرح کہ تجھ کو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو م ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیفائے حق مدعی کے واسطے ہے تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعوی تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم میں صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بایعت اور بعد رد غصب

واللہ ماخصبت اور بعید بانت تجدید نکاح سے واللہ ماطلقت کہنے میں صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب اے علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والخصم لایراہما لکونہ شافعیا لصدق حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جب کہ حاصل پر قسم کھلانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے یعنی دعوی مدعی کی صورت پر جیسے شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ[1] کے دعوی میں اور حالانکہ مدعا علیہ دونوں کو واجب نہیں رکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اس کی قسم کے حاصل پر اس کے اعتقاد میں تو مدعی کا ضرر ہوگا کہ شافعی مذہب میں شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہیں تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یوں قسم کھاوے کہ واللہ مجھ پر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہیں تو اس میں صریح مدعی کا ضرر ہے تو یہاں سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس گھر کو نہیں خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت میں نہیں ہے شفعہ جوار اور مبتوتہ کی اس واسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی میں حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ واما مذہب المدعی ففیہ خلاف والاوجہ ان یسأله القاضی ہل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمدہ المصنف میں کہتا ہوں اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہیں تحلیف میں اور مدعی کے مذہب میں اختلاف ہے علما کا اور قول موجہ تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہے یا نہیں اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح متن میں تو اگر مدعی کہے کہ میں وجوب کا معتقد ہوں تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہ ہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا اے یحلف علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر رقہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب میں جو مرتفع نہیں ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے سبب نہ مکرر ہونے اس کی رقیت کے واما فی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما بالحاق حلف مولاہما علی الحاصل اور لونڈی میں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں تو بسبب مکرر ہونے ان کی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے دونوں کے مالک کو حاصل پر یعنی مولی کو یوں قسم دے کہ تم دونوں کے درمیان اب عتق قائم نہیں نہ یوں کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا اس احتمال سے کہ شاید اس نے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب میں جا ملا ہو پھر وہ دار السلام میں پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اس نے عود کیا تو اس یمین کی صورت سے اس کو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع وسبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہے کہ تحلیف میں حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے وصح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دے کر اپنی آبرو بچاؤ ﴿م فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھوں نے مال دے کر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی میں قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگوں نے کہا کہ آپ تو سچے ہیں کیوں نہیں قسم کھاتے ہیں جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذب گمان کرے انتہی اور اس واسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے میں حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلا وشرعا کذا فی الحموی ﴾ مخلصا وقال الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر اے ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الرائق میں کہا کہ واجب بمعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ﴿م یعنی واجب سے واجب شرعی مراد نہیں کہ سچی قسم کھانا جائز نہ ہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہے ﴾ ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دی جائے گی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے

[1] یعنی نفقہ اس عورت کا جس کو طلاق بائن قطعی مل چکی ۔

اس واسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کردیا مال لے کر و قید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ اے الیمین قصدا بان قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البرأۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے سقوط یمین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اس واسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کردے اس طرح کہے کہ مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہو گیا قسم سے یا میں نے اس کو چھوڑ دیا یا اس کو ہبہ کردیا تو صحیح نہیں اور اس کو قسم لینا جائز ہے بخلاف برأت عن المال کے اس واسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی لطلب مدعی کذا فی البزازیہ برأت عن المال یعنی مال کا معاف کردینا مدعی کے اختیار میں ہے بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسی طرح جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہیں بسبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر رکن بیع یہ ہے کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند حاکم او محکم و برہن قبل والا فلہ تحلیفہ در ر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے چکا ہے ایک بار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے پاس ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مدعی کو اس کی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدر قلت ولم ار مالو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا احلف ملیح پس میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اس کی طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاؤں گا تو اس کے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اس کو قسم دے گا یا نہ دے گا م ثابت ہو چکا ہے کہ استحلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولیٰ ہے تو بموجب اس کے حلف بالطلاق کے دعوی میں مدعا علیہ معذور نہ ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اس پر مال کا حکم کیا جائے گا کیونکہ اس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچایا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اس کی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی۔

باب التحالف

یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اس نے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا اے المتبایعان فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برہن لانہ نور دعواہ بالحجۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اس کے وصف یا جنس میں یا مبیع کی مقدار میں تو اس کے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اس واسطے کہ اس نے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کردیا حجت اور برہان سے م مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن بدنانیر تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اگر دونوں برہان لاویں اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہیں م مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اس واسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلفا فیہما اے الثمن والمبیع جمیعا قدم برہان البائع ولو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو م صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اس کو اور دوسری لونڈی کو اس کے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولیٰ ہیں ثمن میں اور مشتری کے گواہ اولی ہیں مبیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملیں گی سو درم کو کذا فی الطحطاوی وعن الغایۃ وبرہان المشتری لو فی المبیع نظرا لاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجزا فی الصور الثلث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الآخر فیہا اور اگر متبایعین تینوں صورتوں میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑا نہ رہا م صورت ثلثہ میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور

دونوں میں اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما بدعوی الآخر تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین میں سے کوئی راضی نہ ہو دوسرے
کے دعوی سے تو دونوں قسم کھاویں جب تک بیع میں خیار نہ ہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جس کو خیار ہے ہم دونوں پر قسم اس واسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے
کے دعوی کا منکر ہے خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونوں پر قسم نہیں انتہی حموی نے کہا اور خیار میں بائع مشتری کے
مانند ہے وبدأ بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اس واسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا اس
واسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وہذا لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اس وقت ہے
جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضۃ او صرفا فہو مخیر وقیل لقرع ابن ملک اور اگر عین کی
بیع نقد سے ہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ
قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ہم بیع مقایضہ اور صرف میں اس واسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ ولیقتصر علی النفی فی الاصح
اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم یہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل میں تو بائع یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض ہزار نہیں بیچا اور
مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادت میں ہے کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے
واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدہما او بطلبہما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونوں کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف و
لا بفسخ احدہما بل بفسخہما بمراد بیع فسخ نہیں ہو جاتی دونوں کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونوں کے
فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنی درصورت فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہیں ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر
بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونوں میں سے قسم نہ کھائے اس کو دوسرے قسم
کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائے گا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف
کریں اور جنس مبیع بعینہ موجود ہو تو دونوں قسم کھاویں اور باہم رد بیع کریں وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شی کالاختلاف فیہما فی الزق فالقول
للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہ سب یعنی تحالف اور فسخ اس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل میں مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن میں ہو
جیسے متبایعین کا اختلاف مشک میں تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اس میں کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف نہ ہوگا ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے
کچھ خرید کیا مشک میں جس کا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جس کی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں اور اس
نے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھی تو یہاں مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اس کے ضمن میں اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اس کو نوے ٹھہراتا ہے
اور مشتری انتی کذا فی الحموی کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریۃ
چنانچہ اگر دونوں نے وصف مبیع میں اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یوں کہنا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا
ہے کہ میں نے یہ شرطیں نہیں کیں تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہیں دونوں پر کذا فی الظہیریۃ ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن میں اختلاف ہو تو تحالف ہے
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر وصف مبیع میں اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہیں وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما
لکونہ لا یختل بہ قوام العقد کما اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض لبعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اس واسطے کہ ان
دونوں کے سوا میں تحالف نہیں اس واسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہیں ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار
یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنی بائع کہے کہ میں نے مشتری سے یہ شرط کر لیا ہے کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی چیز میرے

پاس گرو رکھے اور مشتری اس کا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے میں نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسی ضامن دے اور قبض
لبعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنی قبول قول بائع **والقول للمنکر وقال زفر والشافعی**
یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ میں منکر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا ان میں بھی دونوں قسم کھاویں **ولا تحالف لو**
اختلفا بعد ہلاک المبیع اوخروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونوں پر نہیں جب کہ متعاقدین اختلاف کریں بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس
یا اس کے خارج ہو جانے سے اس کی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اس کے سبب رد بیع نہیں ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا
لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع میں مشتری کے پاس ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاوے
گی کذا فی الطحطاوی **وحلف المشتری الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری** اور قسم کھائے فقط مشتری مگر جب کہ مبیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے
تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں گے اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا۔ **وقال محمد والشافعی یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الہالک** اور
محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر **وہذا اذا کان الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہما**
فیرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہی فقط مشتری پر قسم جب ہے کہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاویں بالاتفاق اس لئے کہ عوضین میں سے ہر ایک مبیع ہے اور
اور مثل ہالک پھیر دیا جائے اگر ہالک مثلی ہو یا اس کی قیمت پھیری جائے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو **کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان**
قال احدہما دراہم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اس
طرح پر کہ ایک نے کہا ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونوں قسم کھاویں اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج **ولا تحالف بعد**
ہلاک بعضہ اوخروجہ عن ملکہ کعبدین مات احدہما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں بعد
ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک ان میں سے مر گیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع
پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابوحنیفہ کے نزدیک **الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا فحینئذ یتحالفان**
ہذا علی تخریج الجمہور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جائے ترک حصہ
ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آوے گی یہ یعنی استثناء کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثناء کو یمین مشتری کی
طرف پھیرا ہے[1] اس استثناء میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہے اس واسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی
مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ (لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان) اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری
کی طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام میں کیونکہ تقدیر کلام یوں ہے کہ (لا تحالف[2] بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ) تو اس
صورت میں قسم نہ ہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا **ولا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا** اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم
نہ ہونے کتابت کے **و قدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم** اور تحالف نہیں اختلاف راس المال میں بعد زائل
کر دینے عقد مسلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود نہ ہوگا **وان اختلفا**
ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود

[1] بعد ہلاک بعض مبیع کے دونوں قسم نہ کھائیں مگر جب کہ بائع حصہ ہالک چھوڑ دے تو اب دونوں قسم کھائیں ۱۲ [2] تحالف نہیں بعد ہلاک بعض مبیع کے بلکہ قسم
مشتری پر ہے مگر اس صورت میں اس پر قسم نہیں کہ بائع راضی ہو جاوے الخ ۱۲

نہیں تو دونوں قسم کھاویں اور بیع پھر ثابت ہو جائے گی ثم جب بیع عود کرے گی تو بائع کا حق ثمن میں ہو گا اور مشتری کا حق مبیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اس واسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اس واسطے کہ وہ عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہ ہو گا کذا فی الطحاوی ولو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اس کو اس کے بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اس کو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں برخلاف قول محمدؒ وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المهر او جنسہ قضی لمن اقام البرہان وان برہنا فللمرأۃ اذا کان مهر المثل شاہد للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاہدا لہا بان کان کمقالتہا او اکثر فبینۃ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر کے مقدار میں یا اس کی جنس میں تو اس کے واسطے حکم ہو گا جو گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو عورت کے گواہ اولیٰ ہیں جب کہ اس کا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اس کے دعوی کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولی بالقبول ہیں اس واسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہیں وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتہاتر للاستواء ویجب مهر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین میں سے کسی کا شاہد نہ ہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین میں ہو تو دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار ہیں بسبب برابر ہونے کے اثبات میں اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہو گا بقول صحیح ثم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ مہر مثل دونوں قولوں کے درمیان متوسط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوجہ کے دعوی سے کمتر ہے اور زوج کے دعوی سے اکثر ہے کذا فی الدرر وان عجزا عن البرہان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المهر بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہوں تو دونوں قسم کھاویں اور نکاح فسخ نہ ہو گا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح میں بخلاف بیع ثم یعنی ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہیں اس واسطے کہ مہر تابع ہے نکاح میں بخلاف بیع کہ اس میں عدم تسمیہ ثمن مفسد ہے کذا فی الدرر ویبدأ بیمینہ لانہ اول التسلیمین فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریۃ اور زوج کی قسم سے ابتدا کی جائے اس واسطے کہ دو تسلیموں میں سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسموں میں سے پہلی قسم اس پر ہو گی کذا فی الظہیریہ ثم تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر نفسہ ہے اور دونوں میں تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہ یعنی تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہیں مگر ایک وجہ میں وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسی کے قول کا شاہد نہ ہو اور باقی صورتوں میں زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اس کے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اس کے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ ترجیح قولین میں مختلف ہیں کذا فی الطحاوی ویحکم بالتشدید ای یجعل مہر مثلہا حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولہا لو کمقالتہا او اکثر وبہ لو بینہما ای بین ما ادعیہ وما ادعت اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائے گا بسبب ساقط ہو جانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہو گا اگر مہر اس کے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہو گا اگر مہر مثل اس کے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہو گا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا ای المؤجر والمستاجر فی بدل الاجارۃ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل وللمؤجر لو فی المدۃ ولو برہنا فالبینۃ للمؤجر فی البدل وللمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ میں یا مدت اجارہ کی مقدار میں منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونوں قسم کھاویں اور اجارے کو زائل کریں اور مستاجر کی قسم سے شروع کی جائے اگر دونوں بدل اجارہ مختلف ہوں اور موجر کی قسم سے ابتدا کی جائے اگر مدت میں مختلف ہوں اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ بدل میں مقبول ہیں اور مستاجر کے گواہ مدت میں مقبول ہیں ثم استیفائے منفعت سے

مراد یہ ہے کہ استیفائے منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفار سے عدم قدرت استیفار مراد ہے اس واسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجائے استیفا ہے وجوب اجرت میں یعنی درصورت صحت عقد کذا فی البحر وبعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر للزیادۃ اور بعد استیفائے منفعت تحالف نہیں اور مستاجر کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے م بعد استیفائے منفعت تحالف اس واسطے نہیں کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفائے منافع فسخ عقد متصور نہیں کذا فی الدرر اور اگر مدت میں اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمار نے یہ مسئلہ مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ ظاہر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفائے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونوں قسم کھاویں اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی میں اور ماضی میں مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزء اس کا مانند عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے م یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزء منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو ما بقی گویا معقود بالعقد ہے لہٰذا اس میں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اس واسطے کہ ہر جزء مبیع کا معقود بعقد نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع میں بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قام النکاح اولا فی بیت لہما اولاحدہما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا ان میں سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اس واسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو ہہنا ما کان فی البیت ولو ذہبا او فضۃ فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اس کے لائق ہے م زوج کے لائق اسباب پگڑی اور قبا اور ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اس کے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع سونے اور چاندی کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہ لتعارض الظاہرین درر وغیرہا مگر جب کہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا م مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار تصرف مرجح ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہٰذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی بتصرف والقول لہ فی الصالح لہما لانہا وما فی یدہا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اس واسطے کہ زوجہ اور جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے م اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اظہر من ظاہرہ وہو ید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اس واسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر

زوج کے ظاہر ہے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ جو تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اس کے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اس کا جواب یوں دیا کہ ید استعمال زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی ببینتھا لانھا خارجۃ خاینۃ والبیت للزوج الا ان یکون لھا بینۃ بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہو گا اس واسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیۃ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اس پر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہوں گے کذا فی البحر وبذا الوجیز وان مات احدہما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل الصالح لھما فالقول فیہ للحی ولو رقیقا وقال الشافعیؒ ومالکؒ الکل بینھما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لھا وہذہ السبعۃ وعد فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت میں تھا جب کہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک ان میں سے مر گیا اور اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو اس میں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعیؒ اور مالکؒ نے کہا کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصریؒ نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقوال تسعہ میں سے پہلا قول امام کا ہے جو متن میں مذکور ہو چکا یعنی متاع مشکل میں زندے کا قول مقبول ہے ۲۔ ابو یوسفؒ کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن حسن اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوج کی ہے ۸ قول زفرؒ کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہے ۹ قول مالک کا کہ کل مال دونوں میں برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصا ولو احدہما مملوکا ولو ماذونا او مکاتبا وقالا والشافعی ہما کالحر فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اس واسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت میں اس واسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبینؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ وہ دونوں مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسھا فما فی البیت قبل العتق فھو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسھا فھو علی ما وصفنا فی الطلاق بحر آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اس نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نہ رہی تو جو اسباب گھر میں ہے قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہو اقبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اس طرح رہے کہ جس کو ہم نے کتاب الطلاق میں مذکور کیا ہم یعنی دونوں حرین کے برابر ہیں حکم میں کذا فی المنح وفیہ طلقھا ومضت العدۃ فالمشکل للزوج ولورثتہ بعد موتہ لانھا صارت اجنبیۃ لا ید لھا اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اس کے وارثوں کی زوج کے بعد اس واسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جس کا کچھ تصرف ثابت نہیں ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثۃ اور جب کہ ہم نے متاع مشکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے ہم طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہے اور اس کا جواب فکذا یکون للوارثۃ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے واما لو مات وہی فی العدۃ فالمشکل لھا کانہ لم یطلقھا بدلیل ارثھا اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اس نے اس کو طلاق ہی نہیں دی اس کے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ ولیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر

اور متاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو متاجر ہی کا قول مقبول ہے اس کے قسم کھانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہیں مگر جو
اس کے بدن پر کپڑے ہیں ولو اختلف اسکافی وعطار فی آلات الاساکفۃ وآلات العطارین وہی فی ایدیہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لکل
منہما وتمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے ہتھیار
دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی رعایت نہ ہو گی کہ کفشگروں کے ہتھیار کفشگر کے
ٹھہریں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اس کا سراج میں ہے م آلات مذکورہ دونوں میں اس واسطے برابر ہوئے کہ گاہے ایک
پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل معروف بالفقر والحاجۃ صار بید
غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدارہ فادعاہ رجل عرف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فہو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی
میں مشہور ہے اس کے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جس کی گردن میں روپے یا اشرفیوں کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس مذکور کے گھر میں ہے سو اس غلام کا
اس مرد نے دعویٰ کیا جو مالداری اور تونگری میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اس کا دعویٰ کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہے جو مالدار مشہور ہے
م بدرہ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں ہزار یا دس ہزار درم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس وکذا کناس فی منزل رجل وعلی عنقہ
قطیفۃ یقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی وادعاہ صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور اسی طرح ایک جاروب کش ہے ایک مرد کے گھر میں
اور اس کی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہے جس کی گردن پر ہے وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہے اس
میں اور مسئلہ سابقہ میں فقہا نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد السفینۃ وما فیہا واحدہما
یعرف ببیع الدقیق والآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر دو مرد ہیں ایک ناؤ میں
جس میں آٹا ہے سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعویٰ کرتا ہے اور ایک شخص ان میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاحی میں تو آٹا اس کا ہے
جو آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور ایک ناؤ اس کی ہے جو ملاح مشہور ہے بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہا راکب وآخر ممسک وآخر یجذبہا وآخر یمد
وکلہم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا ولا شیء للماد اور اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہے دوسرا شخص اس کو پکڑے ہے اور تیسرا اس کو اپنی طرف
کھینچتا ہے اور چوتھا اس کو بہاتا ہے اور سب اس کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تین تہاؤ ہے اور بہانے والے کا اس میں کچھ نہیں
م شاید کہ اس واسطے بہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی الطحطاوی رجل یقود قطار ابل وآخر راکب ان علی الکل متاع الراکب فکلہا
لہ والقائد اجیرہ وان لا شیء علیہا فللراکب ما ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا ہے
اور دوسرا شخص سوار ہے اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہے تو سب اونٹ اس کے ہیں اور قطار کھینچنے والا اس کا مزدور ہے اور اگر اونٹوں پر اسباب
نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اس کا
خزانہ اکمل میں ہے م یعنی اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہیں کذا فی البحر ؎

فصل فی دفع الدعاوی یہ فصل ہے دعووں کے دفع کرنے میں یعنی مدعیٰ علیہ نے اپنے اوپر دعویٰ مدعی کا نہ آنے دیا م جیسے دفع دعویٰ
قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح ہے اور اسی طرح جیسے بعد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہے اگرچہ
کثیر ہو قول مختار میں اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعویٰ کیا ہو کذا

؎ یعنی بفتح اول ہندی میں اس کو توڑا کہتے ہیں اور تھیلی اور ہمیانی بھی بولتے ہیں۔ ۱۲

شخصا لما قدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما جب کہ مصنف نے پہلے اس کے ذکر کیا اس کو جو خصم ہوتا ہے اب ذکر شروع کیا اس کا جو خصم نہیں ہوتا قال ذو الید ہذا الشئ المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اجرنیہ او رہننیہ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب وبرہن علیہ علی ما ذکرہ العین قائمۃ لا ہالکۃ وقال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ وشرط محمد معرفتہ بوجہہ ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وہو لا یعرفہ الا بوجہہ لا یحنث ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیۃ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد انتہی فلیحفظ کما ذی الید نے کہ جس کا مدعی دعوی کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا مجھ کو بعاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہے زید نے جو غائب ہے یہاں سے یا میں نے اس کو شخص غائب سے بغصب لیا ہے اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے نہ ہالک اور گواہوں نے کہا ہم شخص غائب کو اس کے نام اور نسب یا اس کی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمدؒ نے اسم اور نسب کے ساتھ اس کی روشناسی بھی شرط کی ہے تو بموجب قول محمدؒ اگر قسم کھائے کہ میں فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اس کو نہیں پہچانتا مگر اس کی صورت سے تو حانث نہ ہوگا ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے اور شرنبلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہے کہ آئمہ فقہ کا اعتماد محمدؒ کے قول پر ہے انتہی اس کو یاد رکھنا چاہیے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان ید ہؤلاء لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع برہان سے دفع ہو جائے گی خصومت اس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اس واسطے کہ قبضہ ان لوگوں کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہیں ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اس طرح کہ ذی الید نے اس کو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اس کو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہ ہوگی اور ذی الید پر اس کے آزاد کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یوخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری میں مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہ ہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار میں پسند کیا ہے ہم حیلہ گری اس طرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہوں کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکھتا ہو تا کہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اس پر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو مالک کا حق باطل ہو جائے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگوں کے حالات دیکھتا رہے اور ان کے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسفؒ قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی ہونے اور لوگوں کی حیلہ گری دریافت کرنے کے ولیس الخبر کالمعاینۃ[1] لذا فی الطحطاوی وہذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ علماء کما بسط فی الدرر او لان صورہا خمس عینی وغیرہ اھ یعنی مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوی کا اس واسطے کہ اس میں پانچ عالموں کے قول ہیں چنانچہ درر میں شرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں یعنی ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہم اقوال خمسہ میں سے پہلا قول وہ ہے جو متن میں مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسفؒ کا تیسرا قول محمدؒ کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہے چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہیں ہوتی پانچواں قول ابن ابی لیلیٰ کا کہ بدون گواہوں کے خصومت دفع ہو جاتی ہے کہ اس نے غیر ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وظاہرہ ان الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او ضل منہ فوجدتہ بجراوی فی یدی من ولاۃ بتازیۃ فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ او الودیعۃ قال فلان زاد علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی ...

[1] یعنی شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۱۲

کہتا ہوں اوعینی کے قول میں گفتگو ہے اس واسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اس کے مالک نے اس کی حفاظت کا مجھ کو وکیل کیا یا اس گھر میں مجھ کو زید غائب نے رکھا یا میں نے اس کو غائب سے بطور سرقہ لیا یا میں نے اس کو نکال لیا یا اس کے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو میں نے اس کو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتیں ہوئیں میں کہتا ہوں لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں البتہ میں نے اس کی شرح ملتقی میں تحریر کی ہے **وان کان ہالکا او قال الشہود اودعہ من لا نعرفہ او اقر ذوالید بید الخصومۃ کان قال ذوالید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجی حیث تندفع** اور اگر مدعی بہ ہالک ہو یا گواہوں نے کہا کہ اس کو ودیعت رکھا ہے اس نے جس کو ہم نہیں پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یوں کہا کہ میں نے اس کو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اس کو غصب کر لیا مجھ سے یا یوں کہا چرا لیا گیا مجھ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یوں کہا کہ تو نے اس کو مجھ سے چرا لیا بخلاف اس اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھ سے یا اس کو غصب کر لیا مجھ سے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا کہ وہاں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائے گی **وہل تندفع بالمصدر الصحیح لا بزازیہ** اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہ ہوگی کذا فی البزازیہ یعنی اگر مدعی نے یوں کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی مدعی کا مندفع نہ ہوگا **وقال ذوالید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرہن علیہ لا تندفع فی الکل لما قلنا** اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اس کو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اس پر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصومت مندفع نہ ہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہیں یعنی ہالک وغیرہ میں اس واسطے خصومت دفع نہ ہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام میں اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہے اور دعوی خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعوی ہے مدعا علیہ کے فعل کا **فان قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعۃ عندی او رہن من فلان تندفع مع البرہان علی ما ذکر** کوئی ذی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم میں بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائے گا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہ ہوگا مگر جب کہ مدعی اس کو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اس کی آگے تصریح کرتا ہے **ولو برہن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ بمنع الدفع بزازیہ** اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اس کے دعوی ملک پر تو قاضی اس کو خصم قرار دے اور اس پر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ **وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذوالید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک** ای بنفسہ **فلو بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرہن لتوافقہما ان اصل الملک للغائب** اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اس کو فلانے شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اس کے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے کہ اس پر اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اس کو ودیعت رکھا ہے تو خصومت

لہ مترجم اول نے الحق صیغہ ماضی کو الحق بتشدید قاف سمجھا اور آخر جملہ میں ملحق غالبا مقدر مانا اگر صرف اس طرح لکھتا کہ بزازیہ میں مزارعت کو اجارے کے ساتھ ملحق کیا ہے تو بہتر تھا ۱۲

مندفع نہ ہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرہن مگر جب کہ مدعی نے کہا میں نے اس کو غائب سے خرید کیا اور اس نے مجھ کو وکیل
کیا ہے اس کے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لے کر اور اس پر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہ ہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اس کو لے گا اس واسطے کہ مدعی حق
بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وہی عجیبۃ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے میں
تو اس کو دینے کا حکم نہ ہوگا تاکہ قضا علی الغائب لازم نہ آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیبہ ہے یعنی انکار میں تو تسلیم ہو اور تصدیق میں تسلیم
نہیں ط طحطاوی نے کہا اس میں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اس واسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کر سکتا اور اسی طرح
علامہ ابو سعید نے کہا کچھ عجب نہیں اس واسطے کہ اس کا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار المصنف وغیرہ علی دعوی الشراء قید اتفاقی فلذا قال
ولو ادعی انہ اغتصبہ منہ فلان الغائب وبرہن علیہ وزعم ذوالید ان ہذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت لتوافقہما ان الید لذلک الرجل
اختصار کرنا صاحب درر وغیرہ کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہے سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اس کی ہے
اس سے فلانے غائب نے غصب کر لی اور اس پر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اس کے پاس اس کو ودیعت رکھا تو ذی الید
سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے دونوں کے اس پر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب
دعوی سرقۃ لا تندفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب استحسانا بزازیۃ اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہ ہوگی ذی الید
کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اس کو ودیعت رکھا ہے از روئے استحسان کے کذا فی البزازیۃ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی
لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک
پر اور ہر اک شخص سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہ ہوگا بقول صحیح مالک کے آنے تک اس واسطے خصم نہ ہوگا کہ دعوی اس کا
بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور
شراء کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فینتصب خصما للکل مگر مشتری تو سب کا خصم ہے یعنی جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور
مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمہل الی المجلس الثانی صغری اور مدعی علیہ نے کہا کہ
میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اس کو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دی جائے کذا فی الصغری للمدعی تحلیف مدعی الایداع
علی البتات ومدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنی اگر مدعی کے گواہ نہ ہوں تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اس
واسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اس کا تمام ہونا یعنی قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اس واسطے کہ
وہ ایداع کا مدعی ہے اور رحاہ کہ مدعی پر قسم نہیں انتہی تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولہ تحلیف المدعی علی العلم وتمامہ فی البزازیۃ
اور اس کو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اس کا بزازیہ میں ہے م جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار
ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع میں اس کی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی
علیہ پر قسم کھاوے اس طرح کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اس واسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے
اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البحر وکلہ بنقل امتہ فبرہنت انہ اعتقہا قبل للدفع والعتق مالم یحضر المولی ابن ملک مولی نے کسی کو اپنی لونڈی
کے کہیں لے جانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اس پر کہ مولی نے اس کو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر
جب تک مولی نہ آسکتا ہو ذکرہ ابن ملک۔

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہے دو مردوں کے دعویٰ کرنے میں یعنی تیسرے شخص پر دعویٰ کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعویٰ کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق اے لم یذکر لہ سبب کما مر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جس میں سبب ملک کا مذکور نہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا م خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہ ہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص ملک بیان کرے م یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نہ کریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک شخص تاریخ ذکر کرے بہرصورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی وقال ابو یوسفؒ ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت میں وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فیقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفین فیقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسفؒ اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اس کے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امامؒ کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسفؒ یقضی للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ تاریخ بیان کرنیوالے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو م منح الغفار میں جامع الفتاوی سے یوں منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ ان کے نزدیک حالت انفراد میں مورخ کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اس واسطے کہ کلام تو حالت انفراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنی نہیں اس واسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ یہاں قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یوں ہے کہ بقول ابو یوسفؒ کے حکم کیا جائے اس واسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں م منح الغفار میں بجائے یقضی یفتی ؔوہو الاظہر ولو برہن خارجان علی شیٔ قضی بہ لہما اور گواہ لاویں دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا م دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو سنن ابوداود میں ابوموسی اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادت حجج شرعیہ سے ہیں تو حتی الامکان اس پر عمل واجب ہے اور یہاں عمل ممکن ہے اس واسطے کہ تبدل ایدی شے واحد پر اوقات مختلفہ میں ہو سکتا ہے تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اس پر اعتقاد کرتا ہے جو اس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برہنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیۃ پھر اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوی میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے م یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصوں نے ساتھ ہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہیں معیت برہان کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اس کے واسطے حکم ہو گیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اس کے نکاح پر

گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول نہ ہوں گے چنانچہ خریداری کے دعوی میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو میتۃ قضی
بہ بینہما وعلی کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منہما وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر عورت میت ہے تو دونوں مدعیوں
کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آوے گا اور دونوں شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہوں گے اور اگر عورت جنی یعنی بعد
اس کے مرگئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اس کا خلاصہ میں ہے م خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد مذکور دونوں شخصوں
سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونوں ولد کے متروکہ سے اب واحد کی میراث پاویں گے کذا فی البحر وہی لمن صدقتہ اذا لم تکن فی ید من کذبتہ ولم یکن
دخل من کذبتہ بہا اور عورت اس کی زوجہ ہے جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اس کے پاس نہ ہو جس مدعی کی اس نے تکذیب کی اور
جس کی اس نے تکذیب کی اس نے عورت کی وطی نہ کی ہو م خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں تنازع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر
تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہے تو وہ اولی ہے اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبض ثابت ہے چنانچہ وطی یا اپنے
مکان کا رکھنا تو وہی شخص اول ہے اور اگر یہ کچھ نہ ہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے سب سے پھر قبضہ پھر وطی پھر اقرار
پھر صاحب تاریخ مقدم ظہیریہ میں ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہے تو صاحب خانہ اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی ہذا
اذا لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اس وقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو
صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہے
فلو ارخ احدہما فہی لمن صدقتہ او لذی الید بزازیۃ قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدہما ولم ارمن نبہ علیہ فتامل سو اگر ایک مدعی نے
تاریخ بیان کی تو عورت اس کی زوجہ ہے جس کی اس نے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں اور بموجب اس قول کے جو ابو یوسف سے
منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا اس کو جس نے اس پر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اس میں م طحطاوی
نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے اس پر مجھ کو آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجۃ لہ فہی لہ وان
برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جس کے پاس گواہ نہیں تو وہ اس مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا
یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اس کے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہو اس واسطے
کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برہن احدہما وقضی لہ ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ لان البرہان مع التاریخ اقوی منہ
بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اس کے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اس کے واسطے حکم نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی ثانی
کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو م ہرچند یہاں دونوں دعووں میں
تاریخ ثابت ہے اس واسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا
اس نے اصلا تاریخ مذکور نہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرہان خارج علی ذی ید ظہر نکاحہ الا اذا ثبت
سبقہ ای نکاحہ السابق جیسے حکم نہ ہوگا شخص خارج کی برہان سے اس ذی الید کی برہان پر جس کا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اس صورت میں برہان خارج سے حکم ہوگا
جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان برہنا علی شراء
شیئ من ذی الید فلکل النصف بنصف الثمن ان شاء او ترکہ انما خیر لتفرق الصفقۃ علیہ اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب ملک کا مذکور کیا اس طرح پر کہ
دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شے کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اس کو چھوڑ دے

مدعی کو اس واسطے اختیار دیا گیا لینے نہ لینے میں کہ اس پر صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اس کے واسطے باقی نہ رہی اور شاید اس کی رغبت پوری چیز پر ہو
نہ ادھوری پر وان ترک احدہما بعد ما قضی لہما لم یاخذ الاخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا
دونوں کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد تو دوسرا مدعی اس کو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہو جانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے سو اگر قبل
حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اس کو جائز ہے وہو اے ما ادعیا شراءہ للسابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ما قبضہ من الاخر ابن
سراج اور وہ یعنی جس کی خرید کا دونوں نے دعوی کیا اس مدعی کی ہے جس کی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن
اس نے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ثم سبقت تاریخ کا اس وقت اعتبار ہے جب بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسبق
کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مؤرخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وہو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدہما او استوی تاریخہما اور وہ یعنی
متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے وہو لذی وقت
ان وقت احدہما فقط والحال انہ لا ید لہما وان لم یوقتا فقد مران لکل نصفہ بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں
میں سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونوں کا اس پر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت نہ کیا تو اس کا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف
پاوے گا نصف نصف ثمن دے کر والشراء احق من ہبۃ وصدقۃ ورہن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے
دعوی سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو ثم وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ اور صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اس واسطے
کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خریدنا اس واسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن وہذا ان لم یورخا فلو ارخا
اتحاد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اس وقت ہے جب کہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ
بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب سے ولو ارخت احدہما فقط
فالمؤرخۃ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا
اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنی اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں وہذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا
اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق
من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز
بالکل مدعی کی خرید ہے اس واسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا
فی کتاب الہبۃ من الدرر ثم یہ رد ہے عمادی پر کہ اس نے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکساں قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد
ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمہر سواء فلینصف وترجع ہی بنصف القیمۃ وہو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہیں
تو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ
ثم یعنی جب کہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام
میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ دونوں قوت میں یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو فسخ
بیع میں اختیار ہو بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ہذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان احق ثم یعنی استوائے خرید
اور مہر اس وقت ہے جب کہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی

احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من ہبۃ او رہن او صدقۃ تعاوضیۃ والمراد من النکاح المہر کما حررہ فی البحر مغلطا للجامع مصنف نے خرید کی قید کائی
اس واسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقے سے کذا فی المعادیۃ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہے چنانچہ بحرالرائق میں اس کی تحریر کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کر کے ہم صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب
جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یوں سمجھا کہ دو شخصوں نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے
کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہاں تقدیم نکاح کی ہبہ او صدقہ پر بیان کی ہے وہاں نکاح سے مراد مہر ہے یعنی نہ عقد چنانچہ
لو احق کلام محیط اور طحاوی اس پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ثم لیستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامۃ من رجل واحد ولا مرجح فتکون ملکا لہ وزوجۃ
للآخر فقد برہان برابر ہے نکاح اور خرید اگر دو شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ
ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرے اسکو ہم وجہ استوا یہ ہے کہ خرید اور نکاح میں منافات نہیں یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کذا فی البحر
ورہن مع قبض احق من ہبۃ بلا عوض معہ استحسانا اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہ ہے
یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہیں حالانکہ عقد ضمان اولی ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہبہ اولی ہے رہن سے اس واسطے کہ ہبہ
مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بہ فہی احق لانہا بیع انتہاء والبیع ولو بوجہ اقوی من الرہن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اس واسطے کہ
بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العینی معہما استویا مالم یؤرخا واحد ہما اسبق اور اگر شے متنازع فیہ
دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو تو رہن اور ہبہ دونوں برابر ہیں تا وقتیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی درصورت ذکر تاریخ
صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہے وان برہن خارجان علی ملک مؤرخ او شراء مؤرخ من واحد غیر ذی ید او برہن خارج علی ملک
مؤرخ وذو ید علی ملک مؤرخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مؤرخ پر یا خرید مؤرخ پر ایک ہی بائع سے
جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مؤرخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہے ہم بائع میں غیر ذی الید کی قید شارح
نے اس واسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم ہے وان برہنا علی شراء متفق تاریخہما او مختلف
عینی وکل یدعی الشراء من رجل آخر او وقت احدہما فقط استویا لان تعدد البائع وان اتحد فذو الوقت احق ثم لابد من ذکر المدعی وشہودہ
ما یفید ملک بائعہ ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فقولان بزازیۃ اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جس کی دونوں تاریخیں متفق ہیں
یا مختلف ہیں کذا فی العینی اور ہر مدعی دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع
متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اس کے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اس کے
بائع کی درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ نہ ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبضہ کی یعنی درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبضہ نہیں قبضہ سابق
کی گواہی دی بلا ذکر اس کی ملک کے تو اس میں دو قول ہیں کذا فی البزازیہ ہم بزازیہ میں ہے کہ گواہوں نے اگر گواہی دی کہ خریدا اور نقد پڑا اور قبضہ کو ذکر نہ
کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبضہ بائع کی گواہی دی نہ اس کی ملک کی تو
اس میں فقہا مختلف ہیں کذا فی الطحطاوی فان برہن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منہ او برہنا علی سبب ملک لا یتکرر کالنتاج
وما فی معناہ کنسج ویعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحوہا ولو عند بائعہ درر فذو الید احق من الخارج اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج
ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے ذکرر

چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچۂ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معاد یعنی ثیاب قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودھ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اس کے بائع کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الید احق ہے خارج سے بالاتفاق م نتاج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہوا ہو یا اس کے بائع کی ملک میں یا اس کے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ میری اونٹنی بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب ووديعة او اجارة ونحوها فی رواية درر او كان سببا يتكرر كبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوه او اشكل على اهل الخبرة فهو للخارج لانه الاصل وانما عدلنا عنه بحديث النتاج دعوی نتاج میں ذی الید احق ہے مگر جب کہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اس کے ذخیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندوں اور واقف کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہے نہ ذی الید کے اس واسطے کہ مدعی خارج مبرہن اصل ہے اور ہم نے جو یہاں عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے م فی روایۃ اس واسطے کہا کہ عمادیہ میں بعد نقل کلام ذخیرہ اس کے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہے اس واسطے کہ انسان گاہے اس کو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اس کو چھلنی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضے میں اور گواہ لایا کہ یہ اس کی ہے اس کے پاس جنی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط میں ہے ہکذا فی الطحطاوی وان برہن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں برہان ساقط الاعتبار ہوں گے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اس کے قبضے میں چھوڑا جاوے گا جس کے پاس وہ ہے م وقت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کریں گے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمدؒ نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اس کی طرف سے دوسرے کی ملک کا م تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اس میں بالاجماع تساقط ہے بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترتا اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کریں گے تو باتفاق شیخینؒ اور محمدؒ کے ساقط الاعتبار ہوں گے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہیں دی جاتی عدد شہود کی زیادتی سے اس واسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اس کی کثرت سے م قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواترہ ہے اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل تو مفصل کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت

کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاہدین والآخر اربعۃ فہما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں اس میں یعنی اقامت شہادت ماخوذہ میں اس واسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں وکذا لا ترجیح بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اس واسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہوں تو ترجیح واقع نہ ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص ان سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہ ہو سکے گا ایک حال پر کذا فی الطحطاوی دار فی ید آخر ادعی رجل نصفہا وآخر کلہا واقاما البینۃ فللاول ربعہا والباقی للآخر بطریق المنازعۃ وہو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الآخر فینصف ایک گھر ہیں ایک شخص کے قبضہ میں سو ایک مرد نے اس کے نصف کا دعویٰ کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعت[1] اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اس واسطے کہ مدعی اول نصف کا دعویٰ کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اس کے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث لہ والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلۃ کلا ونصفا فالمسئلۃ من اثنین وتعول الی ثلثۃ اور صاحبینؒ نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیاں مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اس واسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اس واسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور دو عول کرتے ہیں تین کی طرف یعنے تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت ثلاث م عول یہ کہ مخرج میں سہام کی گنجائش نہ ہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جائے چنانچہ اس کا مشرح بیان کتاب الفرائض میں آوے گا اعلم ان انواع القسمۃ اربعۃ ما یقسم بطریق العول اجماعا وہی ثمانیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراہم مرسلۃ وسعایۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہیں ایک قسم وہ ہے جس میں بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اور اس کی آٹھ صورتیں ہیں قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق م میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہوں کہ متروکہ میں ان کے پورے ہونے کی گنجائش نہ ہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مر گئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہے اور بطریق عول کے سات[1] سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہیں ہو سکتے تو ارباب دیون میں بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کی میت پر سو درم ہیں اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو تینوں شخصوں پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات[2] یعنی محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جائے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جائے سو دونوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم[3] ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت

[1] اس لیے کہ تین سہم زوج کے ہوں گے اور تین سگی بہن کے اور ایک سہام اخیافی بہن کا ۱۲ [2] قیمت میں رعایت کرنی ۱۲ [3] بشرطیکہ میت کا مال اور کچھ نہ ہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکھیں ۱۲۔

کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فی ما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جائے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جائے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام بقدر اس کے حصے کے سعایت ساقط ہو جائے گی اور جنایت رقیق شارح نے اس میں دونوں صورتیں داخل کر دیں ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونوں جنایتوں میں غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اس کی اولیائے جنایت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ اجماعا وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امامؒ اور صاحبینؒ کے اور وہ دو فضولیوں کا مسئلہ ہے مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولی نے دونوں بیعوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہ والعول عندہما وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ والآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امامؒ کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبینؒ کے نزدیک اور اس کے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو متن میں مذکور ہو چکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اس کو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملیں گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندہما وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امامؒ کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبینؒ کے نزدیک اور اس کے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اس کو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مولی نے اس کو سو درم دیئے یعنی کوئی چیز اس کے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیئہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اس کو درم بطریق دین کے دیئے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امامؒ کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اس واسطے کہ ادائے مولیٰ اس کے شریک کے نصف میں صحیح ہے نہ خود اس کے نصف میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیئے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس

لہ یعنی غلام کے دے ڈالنے خواہ اس کا عوض حوالہ کرنے میں اختیار ہے ۱۲

جنایت میں خود غلام کو دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امامؒ کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبینؒ کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولی اس کی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولی اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کردیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث سکت کو چوتھائی قیمت کا ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عنده ان القسمة متى وجبت لحق ثابت فی عین اوذمة شائعا فعولية اومميزا اولاحدهما شائعا وللآخر فی الكل فمنازعة اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگئی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہے اور دوسرے کا حق کل میں تو واں قسمت بطریق منازعت کے ہے م بہتر یوں تھا کہ شارح یوں کہتا فی ذمة او عین شائعا اس واسطے کہ ذمہ میں تعیین معقول نہیں اور یوں کہنا بہتر تھا شائعا فی البعض دون الكل بحر الرائق میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعندهما متى ثبتا معا على الشيوع فعولية والا فمنازعة فليحفظ اور صاحبین کے نزدیک جبکہ دو حق ساتھ ہی بطریق شیوع کے ثابت ہوں تو قسمت بطریق عول کے ہے اور نہیں تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونوں حق دو وقت مختلف ہیں یا علی وجہ التمیز ثابت ہوں تو قسمت بطریق منازعت کے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونوں قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام اور صاحبینؒ کے ہیں مسائل مذکورہ میں ولو الدار فی ایدیهما فهی للثانی نصف لا بالقضاء ونصف به لانه خارج اور اگر گھر دو شخصوں کے قبض میں ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اس واسطے کہ وہ خارج ہے م مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اس واسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف میں ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اس کو نصف ملا بلا قضا اس واسطے کہ قاضی کا حکم نہیں ہوتا بدوں دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض میں ہے اس میں خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہوں کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہوں پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ید ثلثة وادعی احدهم کلها وآخر نصفها وآخر ثلثها وبرهنوا قسمت عنده بالمنازعة وعندهما بالعول وبیانه فی الکافی اور اگر گھر تین شخصوں کے قبضے میں ہو اور ایک شخص ان میں سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینوں گواہ قائم کریں تو وہ گھر امامؒ کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اس کا کافی میں ہے م امامؒ کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک سو اسی سہم سے قسمت ہے ایک سو اسی سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور مدعی ثالث کے چھبیس سہم اور اس کا بیان مشرح طحطاوی میں شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اس کو ترک کردیا ولو برهنا علی نتاج دابة فی ایدیهما او احدهما او غیرهما وارخا قضی لمن وافق سنها تاریخه بشهادة الظاهر اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونوں کے قبضے میں یا ایک مدعی کے قبضے میں یا مدعیوں کے سوا اور شخص کے قبضے میں اور دونوں مدعیوں نے نتاج یعنے جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جس کی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال م یعنی جس کی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہے اس کے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یوقتا قضی بها لذی الید سو اگر مدعیوں نے تاریخ نتاج بیان نہ کی تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولهما ان فی ایدیهما او فی ید ثالث اور دونوں مدعیوں کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونوں کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقهما بان خالف او اشکل فلهما ان کانت فی ایدیهما او کانا

خارجین فان فی ید احد ہما قضے بھا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولیٰ مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتبصر اور اگر تاریخ دونوں مدعیوں کے موافق نہ ہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہوتی ہو تو وہ جانور دونوں مدعیوں کا ہے اگر ان کے قبضے میں ہو یا دونوں خارج ہوں سو اگر ایک مدعی کے قبضے میں ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے میں کہتا ہوں اور یہ یعنی مصنف کی یہ تعبیر وان لم یوافقہما بہتر ہے اس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی میں واقع ہے کتب ثلثہ کی یوں تعبیر ہے وان اشکل سو اس کو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونوں کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اس میں فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی الغصب من زید والآخر علی الودیعۃ منہ استویا لانہا بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اس نے ودیعت رکھی تو دونوں برابر ہیں یعنی اس چیز کا دونوں مدعیوں میں نصفا نصف کا حکم ہوگا اس واسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلے میں مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اس واسطے ہو جاتی ہے کہ اس پر ضمان واجب ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہیں ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہاں مدعا علیہ منکر ودیعت ہے تو گویا دونوں مدعیوں نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونوں متساوی ہوئے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ و الحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ والعقل وعبارۃ الاشباہ والدیۃ لوگ آزاد ہیں بدوں بیان آزادی کے مگر چار چیزوں میں آزادی بلا اثبات معتبر نہیں شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل میں اسی طرح ہے مصنف کے نسخے میں اور دوسرے نسخہ متن میں بجائے قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ میں ہے ہم وجہ حریت مسلمین یہ ہے کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اس واسطے کہ لوگ آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور وہ دونوں حضرات آزاد تھے جب شہادت میں حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نہ کرے بلکہ اگر خصم شاہدوں پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اس کو دریافت کرے لوگوں سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اس پر حد قذف ماری نہ جاوے گی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہ ہوگا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہ ہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہ ہو اور نسخ ثلثہ یعنی قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہے اس واسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف وحینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال احرام لا انہ عبدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اس وقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جس کی حریت یا عدم حریت معلوم نہیں یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ میں حر اصلی ہوں تو اسی کا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب متمسک ہونے دس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے ہم یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے جن میں واضع ید کی تصدیق بدوں گواہوں کے ثابت ہے بدائع میں کہا کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اس کے قبضہ میں ہے تو اس پر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اس نے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہارے گا اور دوسرا شخص جیتے گا انتہی لابس ثوب اس واسطے احق ثوب ہوا کہ اس کا تصرف ظاہر تر ہے اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور اخذ خارج اور ذی الید اولی ہے خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کرے گا تو اب وہی احق بثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل میں کذا فی الطحطاوی والراکب احق من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر

ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونوں دعوی کرتے ہیں کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہے بسبب اظہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ احق ہے اس شخص سے جو اس کے پیچھے بیٹھا ہے یعنی اس واسطے کہ تمکن اس کا اس موضع میں تقدم کی دلیل ہے وذو حملھا فمن علق کوزہ بھالانہ اکثر تصرفا جس کا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جس نے اپنا کوزہ اس پر لٹکا دیا ہے اس واسطے کہ اس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے م حمل بکسر حاوسکون میم اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسیہ ورا کبی سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے دونوں تصرف میں برابر ہیں مانند ان دو شخصوں کے جو فرش پر بیٹھے ہیں اور ایک زین پر سوار ہے م تو فرش جالس اور متعلق میں نصفا نصف ہے اس واسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبض نہیں بلکہ قبض اس وقت ہوتا ہے جب فرش اس کے گھر میں ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھالیا جاتا کذا فی الدر کمن معہ ثوب وطرفہ مع الآخر لاھدبتہ اے طرفہ الغیر منسوجۃ لانھا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہیں مانند ان شخصوں کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جس کے ہاتھ میں کپڑے کا ہدبہ یعنی جھیر ہے م ہدبہ یعنی کپڑے کا طرہ بے بنا اس واسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہیں ہے بخلاف جالسی دار تنازعا فیھا حیث لا یقضے لھما لاحتمال انھا فی ید غیرھما وھنا علم انہ لیس فی ید غیرھما عینی بخلاف ان دو شخصوں کے جو ایک گھر میں جالس ہیں اور گھر میں جھگڑا کرتے ہیں کہ یہاں دونوں کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہ ہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصوں کے سوا کسی اور کے قبضے میں ہو اور وہاں یعنی مسئلہ جلوس فرش میں معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونوں شخص کے سوا اور کسی کے قبضے میں نہیں ہے کذا فی العینی الحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب بان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انھما بنیا معا ولذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اس شخص کی ہے جس کی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی آدھی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں مرکب اور کھچی ہوں بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اس پر کہ دونوں دیواریں ساتھ ہی بنی ہیں اور اسی واسطے اس کا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اس وقت میں دیوار مربع بنائی جاتی ہے م اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل ہوں اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب ہوں کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت میں اختلاف ہے اور نقل ظاہر کرخی کا یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیواروں سے دونوں طرف سے اور دونوں دیواریں متصل ہوں اس کی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تا کہ دیوار مربع ہو جائے قبہ کے مانند تو اس وقت میں کل شئے واحد کے حکم میں ہوں گی انتہی لالمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال او ہرادی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع اس کی دیوار نہیں جس کی دیوار میں اتصال ملازقت ہے یعنی لگاؤ ہے بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار میں نقب اور ادخال ہے یعنی سوراخ کر کے لکڑی اس میں داخل کرنا اس کی دیوار نہیں جس کے بنگلے ہیں مانند بانس اور طبق کے جو کڑیوں پر رکھی جاویں م ہرادی جمع ہے ہردیۃ کی بکسرہا منح الغفار اور درر میں ہے کہ ہرادی وہ لکڑیاں ہیں جو دھنیوں پر رکھی جاویں اور ان پر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند ان کو بنگا یا برگر یا تختہ یا جھانپ بولتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیاں رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکھنا بل یکون بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیۃ بلکہ بنگے

والی دیوار دونو پڑوسیوں میں مشترک ہے اگر دونوں اس میں جھگڑا کریں اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہ ہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ تر حق دار ہے دیوار کا کذا فی الخانیۃ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل لذی الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیاں ہوں دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ دیوار دھنیوں والے کی ہے کذا فی الملتقی اور پورا بیان اس کا عینی وغیرہ میں ہے م محیط میں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت ومجاورت اور وضع جذوع ومحاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہ ہو تو صاحب جذوع ہے کذا فی الطحطاوی واما حق المطالبۃ برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیاں ظلم سے رکھی گئیں ان کے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا ابرا کر دینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر دھنیوں کا مالک اکھاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ابرا اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیاں رکھنے والا یا جس کی دیوار پر دھنیاں ہیں وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دھنیاں رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وذو بیت من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھڑی اور دالان والا منجملہ اس گھر کے جس میں بہت کوٹھڑیاں اور دالان ہیں اس شخص کے مانند ہے جس کی بہت کوٹھڑیاں اور دالان ہیں اس گھر میں سے اس کے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصفا نصف ہے راہ کے مانند م یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چیرنے میں وفی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اس میں جھگڑا کریں تو اس کا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اس کے سینچنے کے م یعنی آبپاشی میں تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہیں اس واسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برہنا اے الخارجان علی ید لکل منہما فی ارض قضی بید ہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اس پر کہ دونوں کا قبض زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونوں میں نصفا نصف ہوگی و لو برہن علیہ اے علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اس میں تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اس نے اس میں اینٹیں پاتھیں یا عمارت بنائی تو اسی کے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اس کے تصرف کے م یعنی تمکن اشیائے مذکورہ اس کے قبض کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال وشہد الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ماثبت فی زمان یحکم ببقاءہ مالم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اس واسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ میں تو اس کے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نہ جائے جو اس کے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صبی یعبر علی نفسہ اے یعقل مایقول قال انا حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا

لہ یعنی اشباہ میں اس جا مذکور ہے جہاں یہ بیان ہے کہ ساقط چیز نہیں پھرتی ۱۲

کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اس کو سمجھتا ہے وہ بولا کہ میں آزاد ہوں تو اس کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اس کی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو در صورت اس کے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید لکن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ لعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں یعنی اس کا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید کو دلایا جاوے گا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاوے گا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر م یعنی جب کہ اس نے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اس کی مملوکیت ذی الید کے اس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اقرار مفرص صغیر کے حق میں معتبر نہیں علی الخصوص کہ اس کا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما تقرر ان التناقض فی دعوی الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اس نے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اس واسطے معاملہ ثابت ہو چکا ہے کہ دعوی حریت میں تناقض صحت دعوی کا مانع نہیں م علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو۔

باب دعوی النسب

یہ باب ہے نسب کے دعوی میں الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی دعوت وہ یہ ہے کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو م اکثر عرب طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں بکسر دال کہتے ہیں ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہے یعنے مدعی کی ملک میں نطفہ نہ رہا ہو والاول اقوی لسبقہ واستنادہا لوقت العلوق واقتصار دعوۃ التحریر علی الحال ستیضح اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہے بسبب اس کے سابق ہونے کے اور اس کے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا مبیعۃ ولدت لاقل من ستۃ اشہر منذ بیعت فادعاہ البائع ثبت نسبہ منہ استحسانا لعلوقہا فی ملکہ ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیہ التناقض بیچی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں جس وقت سے کہ اس کی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روئے استحسان کے بسبب اس کے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اس میں تناقض معاف ہوگا م یہاں قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہ ہو اور یہی قول ہے زفرؒ اور امام شافعیؒ کا اس واسطے کہ بائع کا بیچنا اقرار ہے اس کی جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنائے نسب پوشیدگی پر ہے تو اس میں تناقض معاف ہے جب کہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اس واسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اسی کا ہے تو یہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے اسقاط میں واذا صحت استندت فصارت ام ولدہ فیفسخ البیع ویرد الثمن اور جب کہ دعوی النسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کی جائے گی اور ثمن اس کا مشتری کو پھیر دیا جائے گا ولکن اذا ادعاہ المشتری قبلہ ثبت نسبہ منہ لوجود ملکہ وامیتہا باقرارہ وقیل یحمل علی انہ نکحہا ثم استولدہا ثم اشتراہا ولیکن جب کہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ مشتری کا دعوی اس پر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر استیلاد کیا پھر اس کو خرید کر لیا ولو ادعاہ معہ ای مع ادعاء البائع او بعدہ لا لان دعوۃ تحریر والبائع دعوۃ استیلاد فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اس کے دعوی کے دعوی کیا تو اس کا

دعوی مسموع نہیں اس واسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا یثبت من البائع لو ادعاہ بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اس کی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہوجانے اصل کے ہم یعنی حریت میں اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے ویاخذہ البائع بعد موت امہ ولیسترد المشتری کل الثمن وقالا حصتہ اور بائع ولد کولے گا اس کی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیرلے اور صاحبینؒ نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرلے واعتاقہما ای اعتاق المشتری الام والولد کموتہما فی الحکم اور دونوں کا اعتاق یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونوں کی موت کے مانند ہے حکم میں ہم قولہ والولد واو بمعنی او ہے جس میں جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اس کا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد میں اس واسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہ ہوا تو تابع کے حق میں بالضرور صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا لایحتمل الابطال ویرد حصتہ اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتہا ایضا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اس واسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیردے باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے یعنی جب کہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیردے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ونقلہ فی الدرر والمنح عن الہدایۃ علی خلاف مافی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اس کو درر اور منح الغفار میں ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی میں بسوط سے نقل ہے ہم درر میں ہدایہ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کو تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیردے صاحبینؒ کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیردے چنانچہ موت میں انتہی اور کافی میں بسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیردے نہ اس کی ماں کا حصہ باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ میں اعتراض کیا ہے کہ محمدؒ نے امامؒ سے جامع صغیر اور اصل یعنی بسوط میں تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاوے گا اور اسی طرح کرخی اور طحطاوی نے اپنے مختصر میں اور اسی طرح شمس الائمۃ بیہقی نے شامل اور کفایہ میں اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اس نے اس کی تصحیح کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اس کو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا او موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفیا برد حصتہ وقیل لایرد حصتہا فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کردینے اس کی ماں کے یا اس کی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اس پر ثمن پھیردینا لازم آوے گا اور صاحبینؒ نے حصہ ولد کے پھیردینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتاق میں بالاتفاق پھیرا نہ جاوے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ بھی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بائع نے اس کے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کر کے ہم ثبوت نسب میں مشتری کی

تصدیق کی اس واسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک میں بالیقین واقع نہیں ہوا اس واسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی اس واسطے وہ لونڈی نہ ہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک میں نہیں ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کردیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہرے گا اور نسب اس کا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال میں لونڈی جنے گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا بقی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین میں یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اس کا حکم اول کے مانند ہے یعنی ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نہ کی اس طرح پر کہ اس کی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہ ہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیۃ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیۃ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون ستۃ اشہر والآخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جب کہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اس واسطے کہ وہ دونوں توامین ہیں کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوی بائع کا بلا تصدیق محقق ہوگیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی حاجت نہ ہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائے گا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اس ولد کو بیچا جو اس کے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اس کو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اس کی فرزندی کا دعوی کیا تو اس کا نسب ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک میں اور بیع اس کی پھر جائے گی اس واسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حق دعوت محتمل نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رہنہ او آجرہ او کاتب الام او رہنہا او آجرہا او زوجہا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ہذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کی ماں کو مکاتب کیا یا اس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اس کا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اس کی فرزندی کا دعوی کیا تو اس کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنی کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاویں گے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کردے گا تو رد نہ ہوگا اس واسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوأمین المولودین یعنی علقا وولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وہو حریۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ حتی لو اشتراہا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا دعوۃ تحریر فیقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توام کو توامین مولودین سے یعنی وہ توامین جن کا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اس کو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جس کی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائے گا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے

عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اس واسطے ثابت ہو گیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور بعد اس کے وہ دو توام جنی اور مشتری نے ان میں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اس کو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اس واسطے کہ علوق اس کی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہو گی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا مجتبی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز بیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہ ہو گا کبھی کذا فی المجتبے یعنی اس واسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ علیٰ ہو ابن زید الغائب ثم قال ہو ابنی لم یکن ابنہ ابدا و ان وصلیۃ جحد زید بنوتہ خلافا لہما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اس کے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس کا بیٹا کبھی نہ ہو گا اگرچہ زید مذکور اس کی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبینؒ اس واسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہاں تک کہ اگر زید عمر کی تصدیق کرے بعد اس کی تکذیب کے تو صحیح ہے م صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہیں اس واسطے کہ جب اس کا اقرار باطل ہو گیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اس نے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ لانہ بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسرو کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اس کی نفی صحیح نہیں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہے اس کو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے م ملا خسرو و صاحب درر نے کہا عمادیہ میں یوں ہے کہ (قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صح ظاہرا) یہ سہو ہے کاتب اول کا اس واسطے کہ تعلیل عمادی اس کو مقتضی ہے کہ یہاں تین عبارتیں ہوں پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اس کی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دو ہی عبارتیں ہیں شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی تکرار میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ثبوت نسب میں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کے اس کی نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصرا وہذا اذا صدقہ الابن واما بدونہ فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت میں ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اس کے تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہ ہو گا مگر اس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اس کی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے م یہ تفصیل وہاں جاری ہے جہاں صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرہن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اس کے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو بلا تصدیق اس کے کیونکر مقبول ہو فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وبین جہۃ الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں اس کا وارث نہیں ہوں پھر اس نے دعوی کیا کہ میں اس کا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ نسب میں تناقض معاف ہے م جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعی

ل کہا یہ ولد مجھ سے نہیں پھر کہا کہ وہ مجھ سے ہے تو درست ہے

بنوہ العم لم یصح مالم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یوں کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہے تو دعوی صحیح نہیں جب تک دادا کا نام بیان نہ کرے ولو برہن انہ اقرانی ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارث او دائن او مدیون او موصی لہ اور اگر گواہ لایا اس پر کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اس کے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہیں مگر خصم پر یعنی وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنی جس کے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابیہ وہو مقر بہ او لا فلہ اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اس پر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اس کو چاہیے کہ نسب کا اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقر بہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یاخذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا یعنی اس کی فرزندی کا تو اس کو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہیں اس کے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برہن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی علم بانہ ابن فلان وانہ مات ثم یکلف الابن للبینۃ بذلک و تمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اس کا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اس کی تحلیف ہے علم پر اس طرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا یعنے مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اس پر گواہ لانے کے لیے یعنے جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اس پر اقامت بینہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے ستائیسویں فصل سے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لی جائے گی نہ علم کی انتہی ملخصا یہ بیان اٹھائیسویں فصل میں ہے نہ ستائیسویں کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لنیلہ الحریۃ حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اس کے حاصل کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول انجام کار کو ہم یعنی دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اس کو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اس کو آزادی حاصل نہ ہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اس پر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اس واسطے کہ اس کا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفے کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ لصبی معہما ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی من غیرہ فہو ابنہما ان ادعیا معا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس کے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھی دعوی کیا اور اگر ساتھی دعوی نہیں کیا تو اس میں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اس کا بیٹا ٹھہرے گا اور عورت سے تو اگر اس کی زوجہ بعد اس کے دعوی کرے تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اس کا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نہ کر

سکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہاں رقیت ظاہر نہ ہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جس کی وہ تصدیق کرے گا اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا **وہذا لو غیر معبر والا بان کان معبرا فہو لمن صدقہ** اور یہ یعنی دونوں کا ولد ہونا اس وقت ہے جب کہ طفل اپنا حال بیان نہ کرسکتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اس کا ہے جس کو وہ سچا کہے **لان قیام ایدیہما وفراشہما یفید انہ منہما** اس واسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اس کی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے **ط** طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی **فہو ابنہما** اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی **ولو ولدت امۃ اشتراہا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع** اور اگر وہ لونڈی جس کو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اس کی خصومت کے دن ٹھہرے اس واسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دے گا **وہو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق** اور وہ لڑکا آزاد ہے اس واسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اس کی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے **فلذا قال وکذا الحکم لو ملکہا بسبب آخر بای سبب** کان عینی **کما لو تزوجہا علی انہا حرۃ فولدت ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہ** سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سوائے خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اس کا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو **فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شیئ علی ابیہ لعدم المنع کما مر وارثہ لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ** سو اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اس کے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اس کے والد کو ہے اس واسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق میں تو وہ اس کا وارث ہوگا **فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کما لو کان حیا** سو اگر ولد کو اس کے باپ نے قتل کیا یا اس کے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اس کا خون بہا بقدر اس کی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اس کی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا در صورت حیات ولد **ولو لم یقبض شیئا لاشیئ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی** اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نہ لیا تو اس پر کچھ تاوان نہیں اور اگر اس کا خون بہا اس کی قیمت سے کمتر لیا تو اس پر تاوان اس کی مقدار کے موافق لازم آوے گا کذا فی العینی **ورجع بہا ای بالقیمۃ فی الصورتین کما یرجع بثمنہا ولو ہالکۃ علی بائعہا** اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھر لے دونوں صورتوں میں یعنی ایک ملک اور تزوج میں جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے پھر لے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اس نے مستحق کو اس کی قیمت اور اس کے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اس کا ثمن اور ولد کی قیمت پھر لے **وکذا لو استولدہا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواہب وغیرہا** اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا **لا بعقرہا الذی اخذہ منہ المستحق للزومہ باستیفاء منافعہا کما مر فی بابی المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجئ فی الاقرار** نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحہ والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار

میں بھی اس کا ذکر آوے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے م منجملہ مواضع محفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اس کا دعویٰ خطا میں صحیح ہے اور بعد اس کے اس کا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہ ہوا ہو اور ازانجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعویٰ کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعویٰ مسموع ہے کہ ان کا عذر بواسطۂ استصحاب حال زوجیت اور بجہت خفائے بینونت کے ظاہر ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ ایک کپڑا رومال میں لپٹا کر ایسے کو لیا پھر جب اس کو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعویٰ مسموع ہے باوجود تناقض اور اس پر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ لاتسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہیں میت کے غریم پر م غریم بمعنی دائن اور مدیون ہے علامۂ بیری کے کلام سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں دائن میت ہے اور حموی نے اس کو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعویٰ مسموع نہیں مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اس کے قبض میں کر دے تو اس پر دعویٰ مسموع ہوگا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے م یہ استثناء منقطع ہے بزازیہ میں ہے کہ جس کے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی لایجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد و فی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اس کے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعویٰ وصی میں انکار جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامۂ ابو السعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر دو قول ہیں یعنی جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لاتحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی آبق قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعویٰ دین میں میت پر اور استحقاق مبیع میں اور دعویٰ عبد آبق میں م تنویر الاذہان میں بزازیہ سے ہے کہ جس نے میت پر دین کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اس کی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اس کی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ میں نے اس کو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے کسی کو اس پر حوالہ کیا انتہی اور جب کہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہوں سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اس کو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اس نے اس کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اس کا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لی جائے کہ وہ غلام ہنوز اس کی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھائے تو اس کو دیا جائے اور باوجود برہان قسم اس واسطے مدعی پر لازم آئی تا کہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اس کی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لایجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتر ودعوی الآبق اقرار مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعویٰ کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعویٰ میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر استحقاق عین میں مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعویٰ میں م یہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اس واسطے کہ اگر بدون گواہوں کے اس کو دین دے گا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اس واسطے کہ وہ بری الذمہ نہ ہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور

وصایت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلاں بن فلاں نے مجھ کو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اُس کا اُس پر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اُس کی تصدیق نہ کی تو قاضی اُس کی وصایت کو ثابت نہ کرے اُس کے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لادے اس واسطے کہ اگر اُس کو مال دے گا تو بری الذمہ نہ ہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اُس کے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لادے تاکہ اُس کا حق تمام متروکہ سے متعلق ہوجائے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اُس کے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے داین کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ انکار مع العام جائز ہے تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد ابق کے دعوی کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اُس کے پاس ہے وہ میرے پاس بھاگ آیا ہے اور اُس نے اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہوگئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی لاتحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چھ صورتوں میں جب کہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول میں اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی میں م ایک شخص نے دعوی کیا کہ اُس نے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجھ کو یاد نہیں کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اُس کی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہے ویسی ہی استحلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونوں سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اُس کا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لی جائے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل میں سماع دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہے مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوی میں بیان قیمت بعض مشائخ نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً لایحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ وقلت وہی مالو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لاتبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کھائے جب کہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی میں مذکور ہے قسم ہے مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اُس کا یاد رکھنا واجب ہے کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکور یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو۱۰۰ تھی اور غاصب نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا ولیکن اُس کی قیمت سو تک نہ پہنچی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اُس کی قسم کھانے کے ساتھ اور اُس پر بیان قیمت لازم کیا جائے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے واللہ اُس کی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لی جائے کہ اُس کی قیمت سو۱۰۰ درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اس کے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اُس کی قیمت لے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اُس کی قیمت سو۱۰۰ درہم تھی تو غاصب سے سو۱۰۰ درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہ ہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نہ کھائے کذا فی الطحطاوی۔

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں م اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالی (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالی نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار قبول نہ ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہو اقرب لغلبتہ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوے سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہے یا مقر اور وہ یعنے اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہے بواسطہ غلبۂ صدق یعنے مدعی کا صدق اپنے دعوی میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اس واسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں اس پر یا اس کے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ہو لغتہً الاثبات یقال قر الشئ اذا ثبت وہ یعنے اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قر الشئ جب کہ شے ثابت اور مستقر ہو وشرعاً اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوے لا اقراراً اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اس واسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار م اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبھین[1] پھر مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر م یعنے چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعضے جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ برہتہ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنے اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اس کو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جب کہ مقر اس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہ ہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا م مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اس کا مالک ہوا کسی وقت میں تو اس پر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابوالسعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اس کی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہ ہوئی تو شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اس کو تسلیم الی المدعی کا حکم ہوگا فی الاشباہ اقر بحریتہ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیتہ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفاً مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اس کو خرید کیا تو وہ غلام اس پر آزاد ہو جائے گا اور اس کا ثمن بائع سے نہ پھیر لے سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اس کو خرید لیا یا اس کا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائے گا۔ اس کے زعم پر مواخذہ کر کے م رجوع ثمن اس واسطے نہ ہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء صح لعدم التخلف اور صحیح نہیں اس کا اقرار طلاق وعتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے م طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ

[1] ایک نسخے میں اس کے بعد فقال ہے ۱۲

راہ زبردستی اس واسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اس کے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشاء ہوتا تو تخلف صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ انشاء میں مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے **وصح اقرار العبد الماذون لعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دارہ مشاعاً والمراۃ بالزوجیۃ من غیر شہود** ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اس کے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلاشہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہ ہوتا تام درصورت انشاء ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اس واسطے صحیح نہ ہوتا کہ اس کا اقرار تبرع ہوتا اس کی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہیں اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اس کو حکم ہوگا کہ مقرلہ کو تسلیم کرے اور اگر انشاء ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اس کے اخبار ہونے کے اور اگر انشاء ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسی طرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلاشہود صحیح نہ ہوتا **ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقرلہ بشئ معین بناء علی الاقرار لہ** بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وھو الاوجہ بزازیۃ اور مسموع نہیں دعوے مقرلہ کا اس طرح کہ اس نے اس کے واسطے شئے معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اس واسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہاں تک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقرلہ کو وہ چیز حلال نہیں یعنی اس کو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اس واسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقر اپنی خوشی سے مقرلہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء ہبہ ٹھہرے گا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیۃ **الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی** واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وہکذا اقر بہ **فتسمع اجماعاً** لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے میں یوں کہے وہ شئے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اس کا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اس پر اتنا ہے اور اسی طرح اس نے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اس واسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا ثم لو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال بحر پھر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لی جائے گی یا نہیں فتوی یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ مدعا بہ پر قسم لی جائے **واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ** اور اقرار کا دعوے تو دفع میں جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اس کا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا عین مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعوی مسموع اور اگر گواہ مقبول ہیں **وللوجہ الثانی** وہو الانشاء **لو رد المقرلہ اقرارہ ثم قبل لا یصح** ولو کان اخباراً لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشاء ہونے اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اس کے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا تام اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اس میں اگر اقرار کرے گا اور بعد رد کرنے کے مقرلہ اس کا دعوی کرے گا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر کہا ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اس واسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اس لئے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے **ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ** لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقرلہ نے اس کی تصدیق کی تو اس کو لازم ہوگا اس واسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہے جس کی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود اور تھا

ثم لو انكر اقراره الثانی لایحلف ولاتقبل علیه بینة قال البدائع والاشبه قبولها واعتمده ابن الشحنة واقره الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور مقر لہ کے گواہ اس پر مقبول نہ ہوں گے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا اور اشبہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح رہبانیہ نے اس پر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے **والملک الثابت** بہ بالاقرار **لایظهر فی حق الزوائد المستهلكة فلایملکها المقرله** ولو اخبار الملکها اور جو ملک اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہ ہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو ان کا مالک ہوتا **م** مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھل اس کے باغ کے تیار تھے سو اس نے توڑے اور اپنے تصرف میں لایا تو زید پر اس کا ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشا ہے گویا اس نے فی الحال خالد کو مالک کیا **اقر حر مکلف** یقظان طائعا **او عبد او صبی او معتوه ماذون لهم** ان اقروا بتجارة کاقرار محجور بحد وقود والا فبعد عتقه ونائم ومغمی علیه کمجنون وسیجئ السکران والمکره **بحق معلوم او مجهول صح** حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہے جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہے اگر عبد محجور[12] کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اس کا مواخذہ بعد اس کے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جس کا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا[12] اقرار صحیح نہیں **م** عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال میں صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر ان کا اقرار صحیح نہ ہو تو کوئی شخص ان سے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق بتجارت ہے وہ اذن میں داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری[12] اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق بتجارت نہیں چنانچہ مہر اور جنایات اور ضمانات اس میں ان کا اقرار صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لان جهالة المقر به لاتضر الا اذا بین سببا تضره الجهالة کبیع واجارة اقرار حق مجہول کا اس واسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مضر نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جس کو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ **م** اقرار مجہول اس واسطے صحیح ہوگا کہ گاہے مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اس طرح کہ اس نے کچھ مال تلف کر ڈالا جس کی قیمت اس کو معلوم نہیں ہاں بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلاً اقرار کیا کہ اس نے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی یا کوئی چیز خرید کی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہ ہوگا تسلیم کا واما جهالة المقر فتضر کقوله علی احدنا الف درهم لجهالة المقضی علیه الا اذا جمع بین عبده ونفسه فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یوں کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہیں بسبب نہ معلوم ہونے اس شخص کے جس پر ہزار درم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے **م** مثلاً ایک شخص نے یوں اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہیں مجھ پر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اس واسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وكذا تضر جهالة المقرله ان فحشت کواحد من الناس علی کذا اور اسی طرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کا مجھ پر اتنا مال ہے والا لا کلاحد هذین علی کذا فیصح ولایجبر علی البیان لجهالة المدعی بحر ونقله فی الدرر ولکن باختصار مخل کما بینه عزمی زاده اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہ ہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصوں میں سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نہ کیا جائے گا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اس کو درر میں نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے **م** مثال مذکور میں اس واسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہیں دو شخصوں سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اس واسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر مجہول بھی جاتا ہے صاحب درر کی نقل میں خلل یہ واقع ہوا کہ اس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زادہ

[12] فی البدائع

کا حاصل بیان یہ ہے کہ مقر پر جبر اس صورت میں ہے جب کہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت میں اس واسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہاں مجہول ہے کذا فی الطحطاوی **ولزمہ بیان ما جہل** کتنے من حق **بذی قیمۃ** کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا کہ اس مقر بہ کا بیان کہ جس کو اس نے مجہول بیان کیا مانند شئے اور حق کے بیان چاہیئے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گیہوں کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اس واسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہ ہوگا م جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھ پر کچھ چیز ہے یا حق تو اس پر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی میں ہے کہ اگر مقر نے یوں بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کو عرف میں حق نہیں بولتے اور نہ یہی حق لائق اعتماد کے ہے **و القول للمقر مع حلفہ** لانہ المنکر **ان ادعی المقر لہ اکثر منہ** ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اس کے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوے کرے اور اس کے گواہ نہ ہوں **ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال** اور تصدیق نہ ہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر میں اس اقرار میں کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اس واسطے کہ درم سے کمتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے **ومن النصاب** ای نصاب الزکوٰۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیر فنصاب السرقۃ وصحح **فی مال عظیم** لو بینہ **من الذہب او الفضۃ** اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھ پر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنے نصاب زکوٰۃ سے کمتر کے بیان میں اس کی تصدیق نہ ہو کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا اگر مقر محتاج ہے تو نصاب سرقہ سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے م نصاب زکوٰۃ کو مال عظیم اس واسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقراء اس پر واجب ہوگی اور عرف میں بھی اس کو غنی کہتے ہیں **ومن خمس وعشرین من الابل** لانہا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور یوں بولا کہ مجھ پر مال عظیم ہے اونٹوں سے اس واسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لی جاتی ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہیں جس میں ایک بکری لی جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر میں زکوٰۃ ہم نصاب نہیں لی جاتی ہاں پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنائے نصاب ٹھہری **ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوٰۃ** اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی غیر مال زکوٰۃ میں م یعنی جس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اس کو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اس طرح کہ مجھ پر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہاں نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنے اگر اس نے اتنے ثیاب یا اتنی کتابیں ذکر کیں جن کی قیمت دو سو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہیں تو اس کی تصدیق نہ ہوگی **ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام** ولو فسرہ بغیر مال زکوٰۃ اعتبر قیمتہا کما مر اور تین نصابوں سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی اس قول میں کہ علیّ اموال عظام یعنے مجھ پر بڑے مال ہیں م اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنے ثیاب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م اموال عظام میں تین نصابیں اس واسطے معتبر ہوئیں کہ تین اول جمع ہیں **وفی دراہم ثلثۃ** اور دراہم میں تین درم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی یعنے اگر یوں اقرار کیا کہ مجھ پر دراہم ہیں تو تین دراہم سے کمتر میں تصدیق نہ ہوگی بدلیل گذشتہ **وفی دراہم** او دنانیر او ثیاب **کثیرۃ عشرۃ** لانہا نہایۃ اسم الجمع اور اس اقرار میں کہ مجھ پر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہیں دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہوں گے اس واسطے کہ دس منتہائے اسم جمع ہے تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے م عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یوں کہتا لانہا[1] اقل مدلول جمع الکثرۃ م تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہے احد القولین پر کذا فی الطحطاوی **و کذا درہما درہم** علی المعتمد اور اس اقرار میں کہ علیّ کذا درہما ایک درہم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا

[1] اس لئے کہ دس جمع کثرت کی مصداق کا ادنے مرتبہ ہے ۱۲

اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درہم لازم ہوں گے **وفی درہیم** اور **درہم عظیم درہم والمعتبر الوزن المعتاد لا الحجۃ زیلعی** اور اس اقرار میں کہ علے دریہم بلفظ تصغیر یا یوں کہا کہ علے درہم عظیم ایک درہم لازم ہوگا اور درہم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر میں رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی م یعنے تصغیر اور تعظیم میں پورا درہم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ **وکذا کذا درہما احد عشر** اور اس اقرار میں کہ علے کذا کذا درہما گیارہ درہم لازم ہیں م اس واسطے کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کئے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اس کی بیان پر موقوف ہے کذا فی المنح **وکذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواو احد وعشرون** اور اس اقرار میں کہ علے کذا وکذا درہما مقر پر اکیس درہم لازم ہیں اس واسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے م اگر شارح یوں کہتا لانہ اقل نظیر لہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی **ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر لہ فحمل علے التکرار** اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو واحد عشر یعنے گیارہ لازم ہیں اور اس عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہیں تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا **ومعہا فمائۃ واحد وعشرون** اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علے کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہیں یعنی ایک سو اکیس م اس واسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائۃ واحد وعشرون ہے کذا فی الدرر **وان ربع مع الواو زید الف** اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علے کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اس طرح کہ الف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ سو اکیس لازم ہوں گے اس واسطے کہ یہی اس کا نظیر ہے عدد مفسر سے کذا فی الدرر **ولو خمس زید عشرۃ آلاف** اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علے کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہوں گے اس طرح کہ عشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ ہزار ایک سو اکیس **ولو سدس زید مائۃ الف** اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہوں گے **ولو سبع زید الف الف** اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس **وہکذا یعتبر نظیرہ ابدا** اور اسی طرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا **ولو قال لہ علی اولہ قبلی فہو اقرار بدین لان علے للایجاب وقبلی للضمان غالبا** اور بولا کہ لہ علے یعنے اس کا مجھ پر یا یوں بولا کہ لہ قبلی یعنے اس کا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہے اس واسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہے اور لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالباً مستعمل ہے م قول اول اس واسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب میں مستعمل ہوتا ہے اور محل ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہے علی اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن ایجاب میں اس کا استعمال غالب ہے اور مطابق **غالب الاستعمال** کی طرف منصرف ہوتا ہے کذا فی الاتقانی **وصدق ان وصل بہ ہو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا** اور اس کی تصدیق ہوگی اگر اس نے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اس واسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازاً ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہے م اس واسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب ودیعت میں بھی متحقق ہے اس واسطے کہ ودیعت کا لفظ واجب ہے اور قبلی کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہے **وان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت** اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علی یا لہ قبلی سے جدا کہا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے **عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او فی صندوقی اقرار بامانۃ عملا بالعرف** اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اس کا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت ہے عرف پر عمل کرنے سے یعنی اس کی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ یا میری کوٹھری میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں ہے **جمیع مالی او ما املکہ لہ اولہ من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ**

۱؎ یعنے مجھ پر چھوٹا سا درہم ہے ۱۲ ۲؎ کیونکہ اکیس اس کی ادنے سی نظیر ہے ۱۲

لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اس کا ہے یا جس کا میں مالک ہوں اس کا ہے اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اس کے اتنے ہیں تو یہ قول
ہبہ ہے نہ اقرار و لو عبر بفی مالی او لفی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یوں تعبیر کی کہ میرے مال میں یا میرے درموں میں اس کا اتنا ہے تو یہ شرکت کا اقرار ہے
فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمیع مال میں بخلاف اقرار کے کہ اس کی صحت کے لئے تسلیم ضرور
نہیں م جب کہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اس نے اپنا سب مال اس کو دے دیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل انہ متی
اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہاں یہ ہے کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا م اس واسطے کہ اپنی
ذات کی طرف نسبت کرنا اس کے منافی ہے کہ اس کو حمل کیجئے اقرار پر کہ وہ اخبار ہے نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہو گیا تو اس میں وہ شرط ہوگی جو ہبہ
میں شرط ہے اگر اس کو اپنی ذات کی طرف مضاف نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ ہذا المال لفلان یعنے یہ مال فلانے شخص کا ہے تو یہ اقرار ہے نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی
لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدۂ مذکورہ پر اعتراض وارد نہ ہوگا ما فی بیتی کا اس واسطے کہ یہ نسبت اضافت ہے نہ ملک م حاصل اعتراض یہ ہے کہ ما فی بیتی
میں اضافت بیت کی مقر کی طرف موجود ہے اور باوجود اس کے یہ اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہیں بلکہ نسبت کی طرح
اضافت ہے چنانچہ لکھنؤ کا مثلاً رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہے تو یہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی و لا الارض التی حدودہا کذا لطفلی فلان فانہ ہبۃ
وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط قبضہ مفرزا انتہی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف اقر لآخر معین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر
من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیہ شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدۂ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی
ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلانے طفل کی ہے اس واسطے کہ یہ قول ہبہ ہے اگرچہ طفل نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو
باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوب اس قسم سے ہو جس میں قسمت کا احتمال ہے یعنے اور باپ صغیر کو اس میں سے بعض ہبہ کرے نہ سب
تو اس کا جداگانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اس واسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کی طرف تقدیری ہے مصنف کے
اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شئے معین کا اقرار کیا اس شئے کو اپنی طرف مضاف نہ کیا لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ شئے مقر
کی ملک ہے تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسبت فقہ یہ ہے کہ قول تملیک ہوگا تو اس میں شرائط تملیک کی مرعی ہوں گی سو اس کی طرف مراجعت کر
م قاعدہ مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت نہ کرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہبہ تو چاہیئے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم ارض اضافت اقرار ہو اور
حالانکہ وہ ہبہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں اضافت صریح نہیں ہے لیکن اس میں اضافت تقدیری ہے گویا اس نے یوں کہا کہ میری وہ
زمین جس کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ ملک اس زمین کی لوگوں کو معلوم ہے الحاصل اضافت
الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگوں میں مشہور ہو تا کہ وہ متکلم کی مملوک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً قال
لی علیک الف فقال اتزنہ او انتقدہ او اجلنی بہ او قضیتک ایاہ او ابراتنی منہ او تصدقت بہ علی او وہبتہ لی او احلتک بہ علی
زید ونحو ذلک فہو اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار ہیں سو مخاطب
نے کہا کہ ان کو وزن کر لے یا ان کو پرکھ لے یا ان کی مجھ کو مہلت دے یا میں تجھ کو وہ دے چکا ہوں یا تو نے مجھ کو وہ معاف کر دئیے ہیں یا تو نے
مجھ کو وہ خیرات میں دئیے ہیں یا ان کو تو نے مجھ کو ہبہ کر دیا ہے یا میں نے تجھ کو وہ زید سے دلائے ہیں اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار
ہے مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالوں میں کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنے
اثبات اس کا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل الاستہزاء فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شئ اور یہ یعنے اقرار اس

وقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہ ہو سو اگر خوش طبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دیں تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی
اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اس کی تصدیق نہ ہوگی **وبلا ضمیر** مثل اتزن الخ وکذا
تحاسب وما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک **لا** یکون اقرار العدم انصرافہ الی المذکور فکان کلاما مبتداء اور کلمات مذکورہ
بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور اسی طرح حساب تو کر یا میں نے کسی سے قرض نہ لیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے
یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہ ہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا
لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہما یجعل ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جو کلام
کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتدائے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتدائے کلام ہونے کی نہ
کلام سابق پر بنا یعنے جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنے کلام جداگانہ ٹھہرایا
جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنے
تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اس وقت ہے جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنے اپنے مطلب میں پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر
جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہاں تو اقرار ہوگا مطلقاً یعنے ضمیر مذکور ہو یا نہ ہو ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو[1] علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم
اس قول کے بعد کہ لی علیک[2] الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا او افتح لی باب داری ہذہ او جصص لی داری ہذہ او اسرج فرسی ہذا او
اعطنی سرجہ او لجامہ فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کافی تو اگر کہا کہ مجھ کو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لئے اس گھر کا
دروازہ کھول دے یا میرے لئے اس گھر کی چونہ کاری کردے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجھ کو اس گھوڑے کا زین یا
اس کی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہاں تو یہ اس کی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنے غلام کا
اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ **قال الیس لی علیک الف فقال بلی فہو اقرار لہ بہا وان قال نعم لا**
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلے یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہوگا اس کے واسطے ہزار کا اور اگر جواب
میں بجائے بلے نعم یعنے ہاں بولا تو اقرار نہ ہوگا۔ وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجوہرۃ اور بعضوں نے کہا نعم یعنی ہاں
کہنے سے بھی اقرار ہوگا اس واسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنے عرف میں بلے اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عربی کی باریکیوں پہ کذا فی الجوہرۃ
والفرق ان بلے جواب الاستفہام المنفی بالاثبات ونعم جوابہ بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے
ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اس کے نفی کر دینے سے[3] **والایماء بالراس** من الناطق **لیس باقرار بمال وعتق**
وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وہبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہیں مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور
اجارہ اور ہبہ کا ناطق کی قید شارح نے اس واسطے لگائی کہ صامت یعنے گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں سر سے قائم مقام اس
کے بولنے کے بقول معتمد ہے سوائے حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی **بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر** وامان کافر
واشارۃ محرم لصید والشیخ براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہکذا واشار بثلث اشارۃ الاشباہ وزاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ

[1] ہاں مجھ پر ہیں ۱۲ [2] میرے تجھ پر ہزار ہیں ۱۲ [3] مثال مذکور میں سوال منفی تھا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں تو جواب میں بلے سے ان کا اثبات
ہوگا اور نعم سے وہی نفی سوال کی برقرار رہے گی یعنے مجھ پر نہیں ۱۲

اشارہ ناطق کا فرق جو نو صورتوں میں ہے

او لا یدل علیہ واشار حنث عمادیۃ فتحرر لبطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوے دینے میں اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں شکار کی طرف اور اسناد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہے اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اس کا یوں قسم کھانا کہ فلانے شخص سے خدمت لے گا یا اس کو بھید ظاہر نہ کرے گا یا اس پر دلالت نہ کرے گا اور پھر اس پر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارۂ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتوں میں باطل نہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے **وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا** وعند الشافعی مؤجلا بیمینہ **کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ لرجل وانہ استاجرہ منہ** فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوے بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقر لہ نے دعوے کیا بلا مدت دین کا تو اس پر دین بلا مدت لازم آوے گا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اس کا اقرار اس غلام کا جو اس کے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اس نے اس کو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہ ہوگی تاجیل دین اور اجارۂ غلام میں اس واسطے کہ وہ دعوے ہے بدون حجت کے م اس واسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوے کیا مقر لہ پر تو اس کا اقرار حجت ہے اور اس کا دعوے بلا حجت مقبول نہیں کذا فی المحوی **وحینئذ یستحلف المقر لہ فیہما** اور اس وقت میں قسم لی جائے گی مقر لہ سے دونوں میں یعنے تاجیل اور اجارے میں یعنے درصورت عدم گواہ مقر **بخلاف مالو اقر بالدراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ** فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اس کے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درموں کا سو مقر لہ نے اس کی تکذیب کی درموں کی صفت میں یعنے ان کے سیاہ ہونے میں اس واسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہوں گے جس کا اس نے اقرار کیا اس واسطے کہ سیاہ قسم ہے درموں کی اور مدت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم میں مقبول ہے اور منکر کا عوارض میں مقبول ہے یعنے مدت عارض ہے کہ بنفس عقد ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض میں منکر کا قول مقبول ہے کذا فی المحوی **کاقرار الکفیل بدین مؤجل** فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ المؤجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین مؤجل کا اس واسطے کہ مدت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت مؤجل میں بدون شرط کرنے کے م اس واسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہے نہ عارض کہ شرط پر اس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی المحوی **وشراء امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب** اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گٹھڑی کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے **وکذا الاستیام والاستیداع** وقبول الودیعۃ بحر **والاعارۃ والاستیہاب والاستیجار ولو من وکیل** فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسی طرح طلبگاری خرید و مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اعارہ عاریت دینا ۱۲ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگار مذکور اس کا دعوے کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہ ہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اس میں دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعاوی ثم الدعوے بہما لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار وصحح فی الجامع خلافا للتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اس کے ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعوے کرنے کے بواسطۂ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اس واسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اس کا مقتضی نہیں کہ غیر کی طرف سے بھی اس پر دعوے نہ کرے ذکر کیا ہے

اس کو درر میں کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اس کو جامع صغیر میں برخلاف تصحیح وہبانیہ م جامع صغیر میں اس کی تصحیح کی ہے کہ استیام اور استیجار اور استعار اور مانند اس کے اقرار ملک مساوم[1] منہ اور متاجر[2] منہ اور مستعار[3] منہ ہے اور وہبانیہ میں ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اس واسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہ ہوئی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی ووفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ہذا کان اقرارا وان قال اتبیع ہذا الا یوید مسئلۃ کتابتہ وختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات میں اس توفیق کی ہے کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اس کو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنے اس واسطے کہ وہ جازم ہے اس کی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یوں بولا کہ کیا تم اس کو بیچتا ہے تو اقرار نہ ہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اس کو استظہار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور موید قول شرنبلالی ہے اس کی کتابت اور بیع نامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اس واسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اس پر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں م تو کاتب اور خادم کو بعد اسکے اس کا دعوی کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یوں پوچھنا کہ تم اس کو بیچتا ہے بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولہ علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم** وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول میں کہ اس کے میرے اوپر سو اور ایک درہم ہے وہ تمام درم ہیں یعنے سو درم اور ایک درم اور اسی طرح مکیل اور موزن از روئے استحسان کے م قیاس یہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنے ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کرائی جاوے کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعیؒ نے لیا ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ درہم بیان ہے مائۃ کا عادت میں اس واسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہیں درم کو دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہیں ایک بار کے بولنے پر اور یہ وہاں ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور قرض اور ثمن میں بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ ان کا وجوب ذموں پر اس طرح بکثرت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ **وثوب ومائۃ وثوبان یفسر المائۃ** لانہا مبہمۃ اور اس قول میں کہ اس کا مجھ پر سو اور ایک کپڑا ہے اور سو اور دو کپڑے ہیں سو کو دریافت کیا جائے گا مقر سے کہ کیا اس کی مراد ہے اس واسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر **وفی مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب** خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیہما لاستوائہما فی الحاجۃ الیہ اور اس قول میں کہ مجھ پر ایک سو اور تین کپڑے ہیں وہ سب کپڑے لازم ہوں گے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک تین کپڑے لازم ہوں گے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کی جائے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہیں تو تفسیر مائۃ اور ثلثہ دونوں کی طرف پھر گئی اس واسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں برابر ہیں **والاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط** اور جانور کا اقرار اصطبل میں فقط جانور ہی متکلم کو لازم کرے گا نہ اصطبل م یعنے یوں اقرار کیا کہ جانور اصطبل میں ہے سو فلانے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اس واسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہیں ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم ذکرہ اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اس چیز کا اٹھا لے جانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونوں لازم ہوں گے اور اگر اس کا متصور نہیں جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمدؒ کہ ان کے نزدیک ظرف اور مظروف دونوں لازم ہیں اور وہ چیز ظرف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ

[1] جس سے چکاتا ہے ۱۲ [2] جس سے اجارہ مانگتا ہے ۱۲ [3] جس سے عاریت چاہتا ہے ۱۲

یوں کہنا کہ مجھ پر ایک درہم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت میں درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اس واسطے کہ اس میں ظرف ہونے کی لیاقت نہیں اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری میں اور طعام کشتی میں اور گیہوں گون میں ہکذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب ولم ارہ فیحرر میں کہتا ہوں اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا کہ مجھ پر جانور ہے خیمے میں تو جانور اور خیمہ دونوں لازم ہوں گے اس کو یعنے اس واسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر یوں کہا کپڑا درم میں مجھ پہ ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اس کو میں نے مصرح نہیں دیکھا تو اس کی تحریر کرنا چاہیئے م طحطاوی نے کہا کہ اس کا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے **وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا** اور انگوٹھی کے اقرار میں اس کو اس کا حلقہ اور اس کا نگین سب لازم ہوگا یعنے اس واسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے **وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ** اور تلوار کے اقرار میں اس کا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہے **وبحجلہ بحا رخیم بیت مزین بستور وسرر العیدان والکسوۃ** اور حجلہ کے اقرار میں لکڑیاں اور کپڑے لازم ہوں گے حجلہ بحائے مہملہ پھر جیم عبارت ہے اس کوٹھڑی سے جو آراستہ ہے پردوں اور چار پائیوں سے م طحطاوی نے کہا موجب اس تفسیر کے کہ کوٹھڑی بھی لازم ہوگی اور حموی میں ہے کہ بعضوں نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑوں سے بنایا جائے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو موجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور اب اختلاط نصاریٰ سے اس کو مسہری پر بھی بولتے ہیں **وبتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف** لما قدمناہ اور اس اقرار میں کہ مجھ پر کھجور ہے ٹوکری میں یا طعام ہے گون میں یا کشتی میں یا کپڑا ہے رومال میں یا کپڑے میں اس کو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جس کو پہلے ہم نے ذکر کیا یعنی ظرف منقول میں ظرف اور مظروف دونوں لازم ہو جاتے ہیں **ومن قوصرۃ مثلا لا** تلزمہ القوصرۃ ونحوہا اور کھجور کے اقرار میں ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اس کے کوئی ظرف لازم نہ ہوگا م اس واسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی **کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط** لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑوں میں اور طعام کا اقرار کوٹھڑی میں تو اس کو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اس واسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہیں ہوتے عادت میں **وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی** معنی علی **او الضرب خمسۃ** لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اور یوں اقرار کیا کہ علی خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کہ بمعنی علے قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہوں گے اس وجہ سے جو کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کئے م چونکہ مقتضی الفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق میں یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسہ فی خمسہ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جز ہیں اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب اس نے کہا کہ علے عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اس پر لازم نہ ہوں گے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہوں گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اس کو دس لازم ہوں گے اجزا کی نیت پر محمول کر کے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے فتأمل کذا فی الطحطاوی **وعشرۃ ان عنی مع** کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہوں گے اگر فی بمعنی مع مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں **ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ لتسعۃ** لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ہے ایک درم سے دس درم تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درہم لازم ہوں گے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اس واسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے

لہ مترجم اول نے فص کا ترجمہ کوٹھی کیا ہرچند کہ مناسب مقام ہے مگر لغت میں فص کو نگین لکھا ہے ۱۲ لہ اس کے مجھ پہ پانچ ہیں پانچ کے اندر ۱۲ لہ اس کے مجھ پر دس ہیں ۱۲

درم کا وجود نہیں ہو سکتا بدوں پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف مابین الحائطین کہ وہاں دونوں حدیں داخل محدود نہیں م امام کے نزدیک محدود میں حدود داخل نہیں ہوتیں اس واسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اس واسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہو سکتی بدوں پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر فلذا قال **وفی له کر حنطة الی کر شعیر لزماه جمیعا الا قفیزا** لانہ الغایة الثانیة سوا اسی سبب سے یعنے مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک کُر گیہوں ہیں جو کے ایک کُر تک تو اس پر دونوں کُر لازم ہوں گے سوائے ایک قفیز کے اس واسطے کہ قفیز دوسری حد ہے م کُر بضم کاف بڑا پیمانہ ہے جس میں چند قفیز سماتے ہیں اور قفیز کُر سے چھوٹا پیمانہ ہے طحطاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کُر کو غایت قرار نہیں دیا اس واسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی قفیز سے اور نہ نصف اس کی لہذا قفیز کو غایت ٹھہرایا **ولو قال له علی عشرة دراہم الی عشرة دنانیر یلزمه الدراہم وتسعة دنانیر** عند ابی حنیفة لما مر نہایة اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر دس درہم ہیں دس دینار تک تو اس کو دراہم اور نو دنانیر لازم ہوں گے ابو حنیفہ رح کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایة یعنے اس واسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی **وفی له من داری مابین ہذا الحائط الی ہذا الحائط له مابینہما** فقط لما مر اور اس قول میں کہ اس کا میرے گھر میں سے مابین اس دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقرلہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ م یعنے من دراہم الی عشرة میں پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل نہ ہوں گی فقط مابین الحائطین لازم ہوگا **وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجوده وقته** ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجة اولدون حولین لو معتدة لثبوت نسبه اور صحیح ہے اقرار اس حمل کا جس کا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جنی نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اس کے نسب کے عدت تک م یعنے لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اس طرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اس کا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اس کا سبب بیان نہ کرے اس واسطے کہ اس کی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقرلہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پھر اس کے وارث نے اس کا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی **ولو الحمل غیر آدمی** ویقدر بادنی مدة یتصور ذلک عند اہل الخبرة زیلعی لکن فی الجوہرة اقل مدة حمل الشاة اربعة اشہر واقلہا لبقیة الدواب ستة اشہر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اس کے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بھیڑ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں **وصح له ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیة** کقوله مات ابوه فورثه او اوصی له به فلان فیجوز والا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنے یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ میں ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اس کے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اس کے واسطے ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اس میں کا باپ مرگیا سو وہ اس کا وارث ہوا یا اس مال کی اس کے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نہ کرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا **فان ولدته حیا لاقل من نصف حول مذ اقر فله ما اقر وان ولدت حیین فلہما نصفین** ولو احدہما ذکرا والاخر انثی فکذلک فی الوصیة بخلاف المیراث ای فانه یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اس کو زندہ نصف سال سے کمتر میں جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اس کا ہے جس کا اس نے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکی جنی

تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے ملیں گے م اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنے گی تو اس کو کچھ نہ ملے گا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر ہیں کذا فی الحموی **وان ولدت میتا فیرد لورثۃ ذلک الموصی والمورث** لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثوں کو پھیر دیا جائے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنے مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا **وان فسرہ بما لا یتصور کہبۃ او بیع او اقراض او ابہم الاقرار** ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبہم علی السبب الصالح وبہ قالت الثلثۃ اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور نہیں چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اس کا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمدؒ نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا م چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اس واسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہیں نہ حقیقۃً اور یہ تو صریح ہے اور نہ حکماً اس طرح کہ اس کی طرف سے کوئی اس کا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اس واسطے کہ اس پر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہے کذا فی الدرر **واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منہ حقیقۃ کالاقراض** او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار بچے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اس واسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ محل ہوسکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے **اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار** لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار **وان** وصلیۃ **صدقہ المقر لہ فی الخیار** لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے تو اس کو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اس واسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کو نہ قبول کرے گا اگرچہ مقر لہ اس کی تصدیق کرے خیار میں تو بھی اس کی تصدیق معتبر نہ ہوگی م قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجائش اس واسطے نہیں کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہے اور جب کہ اقرار ہے اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہے احتمال فسخ کا نہیں لہذا اس میں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحاوی **الا اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ** فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال **الا ان یکذبہ المقر لہ** فلا یصح لانہ منکر والقول لہ اقرار قابل خیار نہیں مگر جب کہ مقر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اس کی تصدیق کرے یا مقر اس پر گواہ لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت عدم برہان م عقد بیع کا اقرار یعنے اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اس پر لازم آیا یعنے یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہیں **کاقرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی** مدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے بایں شرط کہ اس کو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جب کہ مقر لہ اس کی تصدیق کرے سو اس واسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے بخلاف اس کے جو مذکور ہوچکا اس واسطے کہ وہ یعنے قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں کہ شرط خیار کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی **الامر بکتابۃ الاقرار** اقرار حکما فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امراتی صح کتب اولم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد وقود خانیۃ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہے اس واسطے کہ جیسے اقرار

نسخہ بشئی علے بالخیار

زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس اس کو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اس کی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ م امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اس واسطے کہ امر انشاء ہے اور اقرار اخبار تو دونوں ایک نہ ہوں گے حقیقت میں بلکہ مراد یہ ہے کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر وقدمنا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ الخطین اور کتابت الشہادات میں بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر چکے ہیں م تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اس کا سوا اس سے کچھ لکھا یا گیا اور اس نے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اس پر ثبوت دعوی کا بدون گواہوں کے حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہے کذا فی الطحطاوی تصرف **احد الورثۃ اقر بالدین** المدعی بہ علی مورثہ **وجحدہ الباقون یلزمہ** الدین **کلہ** یعنی ان وفی ما ورثہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جس کا اس کے مورث پر کسی مدعی نے دعوے کیا اور باقی وارثوں نے اس کا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اس نے وراثت میں پایا ہے وہ ادائے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع م مثلاً سو درم کا دعوے ہے اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث میں ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑیں گے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درم میراث میں پاوے تو بھی اس پر سو درم لازم ہوں گے **وقیل بحصتہ** واختارہ ابو اللیث دفعا للضرر اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اس کے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اس نے اس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکے سے متعلق ہے تو اس پر لازم نہ ہوگا مگر بقدر اس کے حصے کے ولو شہد ہذا المقر مع آخر ان الدین کان علی المیت قبلت وبہذا علم انہ لایحل الدین فی نصیبتہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ ہذا الزیادۃ درر اور اگر وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اس کی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی مقبول ہے اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے میں دین حلول نہ کرے گا بمجرد اس کے اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اس کے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار۔ بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر م مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اس واسطے کہ اگر اس کے اقرار سے سب دین اس پر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوتا تو اس کی گواہی میں اس پر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اس کی گواہی کا مقبول ہونا اس پر دلیل ہے کہ اس کا اول اقرار معتبر نہیں اور اس اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہ مشکل ہے اس واسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہے اس کی ذات کے حق میں اور قاضی کا اس میں حکم کرنا مظہر حق ہے نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھہرے تو ظاہر ہے اس واسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہیں کی کذا فی الطحطاوی **اشہد علی الف فی مجلس واشہد رجلین آخرین فی مجلس** آخر بلا بیان السبب **لزم** المالان **الفان** کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدوں بیان کرنے سبب دین کے تو دونوں مجلسوں کے دونوں مال یعنی دو ہزار اس پر لازم ہوں گے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہوں گے م بلا بیان سبب کی یہ صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھ پر زید کے مثلاً ہزار درم دین ہیں دونوں مجلسوں میں اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہے کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ مجھ پر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہے اور دوسری مجلس میں کہے کہ مجھ پر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہے بخلاف ما لو اتحد السبب او الشہود او اشہد علی صک واحد او اقر

عند الشھود ثم عند القاضی او بعکسہ ابن الملک بخلاف اس کے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہے یا دونوں مجلسوں کے شھود متحد ہوں یا چاروں شاہدوں
کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدوں کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اس کے یعنے پہلے قاضی کے روبرو
اقرار کرے پھر شاہدوں کے سامنے تو ایک ہی ہزار ہوں گے کذا صرح ابن ملک م اتحاد سبب کی یہ صورت ہے کہ دونوں مجلسوں میں غلام معین کے
ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہیں وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہوں والاصل ان المعرف اوالمنکر
اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جب کہ معرف ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا
اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا م اول اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونوں اقرارول
میں مذکور کرے اس طرح کہ لہ علیہ الف ثمن و ہذا العبد پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ
اول ہزار کو مطلق کہے اس طرح کہ لہ علی الف پھر یوں کہے لہ علی الف ثمن ہذا العبد اور اعادۂ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ کہے لہ علی الف پھر دوسرا اقرار
کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اس کی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ
علی الف وتمامہ فی الطحاوی ولو نسی الشھود انی موطن ام موطنین فھما مالان مالم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جائیں کہ
اقرار ایک مجلس میں تھا یا دو مجلسوں میں تو وہ دو مال لازم ہوں گے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ ایک
ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اس کا خانیہ میں ہے **اقر ثم ادعی المقرانہ کاذب فی الاقرار یحلف المقرلہ ان المقر لم یکن کاذبا**
فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی درر اقرار کیا پھر مقر نے دعوے کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار میں تو قسم لی جائے مقرلہ سے اس کی کہ مقر اپنے
اقرار میں جھوٹا نہیں ابویوسف رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر م اور طرفین کے نزدیک اس کے قول پر التفات نہ ہوگا
وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہے اگر مقر کا وارث دعوے کرے یعنی مورث کے اقرار میں
اس کے کذب کا مدعی ہو تو مقرلہ سے قسم لی جائے اس کی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں **وان کانت الدعوے علی ورثۃ المقرلہ**
فالیمین علیھم بالعلم انا لانعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اس کے وارث کا دعوی مذکور مقرلہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں
پر علم کی قسم آوے گی اس طرح کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ مقر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہے احکام استثناء میں اور جو استثنا کے ہم معنی ہیں اقرار کے بدل
ڈالنے میں چنانچہ شرط مانند اس کے م جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار منع التغییر کا ذکر شروع کیا
مانند شرط کے یہ مثال ہے کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا ثمن جو میرے قبضے میں نہیں آیا **وعندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا**
باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علے عشرۃ الاثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ما
ذکرنا ومختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ علے سبعۃ وھذا معنی قولھم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء وہ یعنے استثناء ہم حنفیہ کے نزدیک
عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنے کے مجموع ترکیب مستثنے منہ اور مستثنے کے حال کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہے۔
باعتبار اجزائے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الاثلثۃ یعنے سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں عبارت طویل وہ جس
کو ہم نے ذکر کیا یعنے لہ علے عشرۃ الاثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہے کہ ابتدا سے یوں کہے کہ اس کے میرے اوپر سات درم ہیں

ـــه اس کے مجھ پر ہزار ہیں ۱۲ ـــه الصواب کذا قال صدر الشریعۃ ۱۲ ـــه اس کے مجھ پر دس ہیں مگر تین کم ۱۲

اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنے کے **وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کتنفس اوسعال او اخذ فم** [1] اور صحت استثنا میں متصل ہونا مستثنے کا مستثنے منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنے کوئی شخص مقر کا منہ بند کر لے اس قول پر فتوی ہے **والنداء بینہما لا یضر** لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو مابین مستثنے اور مستثنے منہ کے ضرر نہیں کرتا اس واسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہے اور تاکید کے واسطے ہے بواسطہ تعین مقر لہ م جوہرہ میں ہے کہ اگر منادی مقر لہ نہ ہو غیر ہو تو مضر ہے کذا فی الطحطاوی **کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ** ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یوں کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں اے فلانے مگر دس درم **بخلاف ذلک الف فاشہدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا** لان الاشہاد یکون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اس کے اس قسم سے جو فاصل شمار ہو اس واسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہے تو حیلولت اشہاد سے استثناء صحیح نہ ہوگا **فمن استثنی بعض ما اقر بہ صح** استثناء ولو الاکثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنے جس کا اقرار کر چکا ہے اس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اس کا استثنا کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنے اکثر ہو مستثنے منہ سے اکثر علما ے نحو کے نزدیک م فرا کے نزدیک استثنا اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالی کا یہ قول ہے قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کذا فی الطحطاوی) **ولزمہ الباقی** ولو مما لا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقر کو باقی بعد الاستثناء لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہے مگر اس کا سوم حصہ یا دو ثلث اس کے صحیح ہے بنابر مذہب قوی **والاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ** لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ہو الصحیح جوہرۃ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہے اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اس واسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استثنا ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ م جوہرہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک استثنا کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استثنا فاسد ہے اس واسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اس واسطے کہ وصیت میں رجوع کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی **وہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ** کما یاتی اور یہ یعنے استثناء مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہے کہ سرے کی لفظ جیسے ہو بعینہ یا اس کے برابر سے ہو چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م استثنا بلفظ صدر کے مثال [3] نسائی طوالق الا نسائی اور بلفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی **وان بغیرہما کعبیدی احرار الا ہولاء او الا سالما وغانما وراشدا** ومثلہ نسائی طوالق الا ہولاء او الا زینب وعمرۃ وہند **وہم الکل صح** الاستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوائے ان غلاموں کے یا سوائے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اس کے یہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوائے ان عورتوں کے یا سوائے زینب اور عمرہ اور ہند کے [4] حالانکہ وہی مشار الیہم یا مسمیوں اس کے سب غلام یا سب عورتیں ہیں تو استثنا صحیح ہے وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقہا ستا الا اربعا صح ووقع ثنتان اور اسی طرح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہے سوائے ہزار کے اور حالانکہ اس کا تہائی ہزار ہے

[1] یعنے گواہ کرنے کے حائل جو ہو جاتی ہے ۱۲ [2] جیسے کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات آدھی رات یا کم کر دے اس میں سے تھوڑا یا زیادہ کر دے اس پر ۱۲

[3] یعنے سب عورتیں متکلم کی طالق بجز اس کی سب عورتوں کے ۱۲ [4] سب عورتیں طالق ہیں بجز منکوحات متکلم کے یا میرے غلام آزاد ہیں بجز مملوکوں کے ۱۲

تو باوجود استغراق استثناء صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ صحت استثناء کی شرط ابہام بقا بعض مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقا یہاں تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی لطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقتین واقع ہوں گی م ابہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اس واسطے کہ استثناء تصرف لفظی ہے تو معنی کا اہمال اس کو مضر نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عبیدی احرار الا سالما وغانما میں تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہے باعتبار لفظ کے اس واسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور غانم اور راشد اس واسطے کل عبید ٹھہرے کہ ان کے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہ ہوئی تو لفظا ابہام بقا بلاشک ٹھہرا **کما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنیٰ القیمۃ** استحسانا لثبوتہا فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استثناء کیلی اور وزنی اور اس معدود کا جس کے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فلوس اور اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمے پر چاندی اور سونے کی طرح تو اشیائے مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس راہ سے م کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلف ہیں اس واسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ان میں استثناء کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثناء ثوب کے درم سے اس طرح کہ[1] لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ متفاوت القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثناء ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ملخصاً **وان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر بہ** لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثناء درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اس کی قیمت تمام مقر بہ کو مستغرق ہو اس واسطے کہ یہ غیر مساوی کا استغراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے **بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی** فیبطل لانہ استثناء الکل ولکن فی الجوہرۃ وغیرہا علی مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیٔ فحرر بخلاف اس قول کے کہ اس کا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استغراق استثناء کے مساوی سے تو استثناء باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقر بہ کا استثناء ہے کذا فی البحر یعنے تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثناء لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سو درم ہے یا زیادہ تو مقر پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنے تو استثناء صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے م جلبی نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے میں دو قول ہیں مبنی دو روائتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنس واللہ تعالیٰ اعلم **واذا استثنی عددین بینہما حرف الشک کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین** درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استثناء کرے جن کے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اس کو نو سو اور پچاس درم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اس واسطے کہ کلمہ شک استثناء میں کمتر کا مثبت ہے **واذا کان المستثنیٰ مجہولا ثبت الاکثر نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا** او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنے عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر سو درم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہوں گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا م اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو

---

[1] اس کے مجھ پر سو درم ہیں بجز ایک کپڑے کے ۱۲

کے نصف یعنے پچاس سے ایک درم گھٹایا تو اکاون باقی رہ گئے **ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ تعالیٰ** او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز **بطل اقرارہ** اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنے فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجائے یا زندہ رہے اس واسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر یعنی لو ادعی المشیۃ ہل یصدق لم ارہ وقدمنا فی الطلاق ان المعتمد لا لیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا اور ہم نے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعائے مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہ ہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں **وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء** لانہ لدخولہ تبعا فکان وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اس واسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہیں م چنانچہ یہ قول صحیح نہیں کہ اس کا یہ غلام ہے مگر اس کی سیاہی مقر کی نہیں ہے **وان قال بناءہا لی وعرصتہا لک فکما قال** لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتے لو قال دارضہا لک کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناءہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کا عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اس نے کہا اس واسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنے عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یوں اقرار کرے گا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اس کی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقر لہ کی ٹھہرے گی اس واسطے کہ عمارت گھر میں بالتبع داخل ہے مگر جب یوں کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا م اس واسطے کہ جب اس نے کہا عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اس کی ملک ہوگئی تو اب زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اس کی ملک سے خارج نہ ہوگی اس واسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق میں حجت نہیں بخلاف مسئلہ مقدمہ اس واسطے کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پھر جب اس نے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اس کی تابع ہوگئی کذا فی المنح **واستثناء فص الخاتم ونخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبناء** فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختوں کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکور میں م اس واسطے کہ نگین انگوٹھی میں اور درخت باغ میں اور طوق جاریہ میں عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہ ہوگا بنا یہ میں ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہے اس واسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہے نہ تبعاً **وان قال** مکلف **لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ** الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی الحاوی فلیحفظ وعینہ اے عین العبد وہو فی ید المقر لہ فان **سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا** عملا بالصفۃ اور اگر یوں اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا ثمن جس پر میں نے ہنوز قبضہ نہیں کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہوں گے اور نہیں تو لازم نہ ہوں گے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ماقبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہ مذکور ہے حاوی قدسی میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنے تا فہم مطلب میں خطا نہ ہو **وان لم یعین** العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ماقبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اس کو ہزار لازم ہوں گے ہر طرح سے

خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اس کو جدا کر کے کہے اور اس کا یہ قول کہ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا لغو ہوگا اس واسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں **کقولہ من ثمن خمر او خنزیر او مال قمار او حر او میتۃ او دم فیلزمہ** مطلقاً **وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینۃ فلا یلزمہ** چنانچہ اس قول میں کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اس پر مطلقاً لازم ہوگا اگرچہ اس کو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے اس واسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جب کہ مقر لہ اس کی تصدیق کرے امور مذکورہ میں یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اس کو لازم نہ ہوں گے **ولو قال لہ علی الف درہم حرام او ربوا فہی لازمۃ مطلقا** وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر اقرار کیا کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم حرام یا بیاج کے ہیں تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہوں گے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اس کے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک م یعنے جس کو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خرید کی اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا اور اس کو بائع مذکور کے ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعیؒ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین ان کے نزدیک حرام نہیں اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اس کو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحاوی **ولو قال علی زورا او باطلا لزمہ ان کذبہ المقر و الا بان صدقہ لا یلزمہ** اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درہم ہیں بطریق زور یا بطلان کے تو اس پر لازم ہوں گے اگر مقر لہ اس کی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اس طرح کہ اس کی تصدیق کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں **و الاقرار بالبیع تلجئۃ** ہی ان یلجئک ان تاتی امرا باطنہ علی خلاف ظاہرہ **فانہ علی ہذا التفصیل** ان کذبہ لزم البیع و الا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اس کی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیہ یہ ہے کہ تجھ کو مضطر کرے اس امر کے کرنے پر جس کا باطن اس کے ظاہر کے مخالف ہو م صورت اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لے گا تو اس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو در حقیقت یہ بیع ہزل کے مانند ہے **ولو قال لہ علی الف درہم زیوف** ولم یذکر السبب فنی کما قال علی الاصح بحر اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم زیوف ہیں اور اس کا سبب مذکور نہ کیا کہ ثمن مبیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اس نے کہا زیوف ہی لازم ہوں گے بنا بر قول اصح م زیوف جمع ہے زیف کی یعنے کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نہ لیے جاویں **ولو قال لہ علی الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلا** لم یصدق مطلقا لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اس کی مطلقاً تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہے **ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف او نبہرجۃ صدق مطلقا** وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اس کی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے م اس واسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہیں اس واسطے کہ غاصب جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور اسی طرح مودع نبہرجہ وہ درم ہیں جن کو سوداگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان قال ستوقۃ او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اس کی تصدیق ہوگی اور اگر جدا کر کے بولیگا تو تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ دراہم مجازاً ہیں نہ حقیقی م ستوقہ وہ دراہم ہیں جن کے دونوں طرف پتر چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ **وصدق بیمینہ فی غصبتہ او اودعنی ثوبا اذا جاء بمعیب** ولا بینۃ اور اس کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس کا کپڑا غصب کیا یا اس نے میرے پاس

کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیب دار لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنے اس واسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہیں **وصدق فی لہ علی الف** درہم من ثمن متاع مثلاً الا انہ ینقص کذا ای الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہو گی اس قول میں کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنے وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے م یعنے اس ہزار درم سے ہر درہم پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہے نہ سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی **متصلا وان فصل** بلا ضرورۃ **لا یصدق** لصحۃ استثناء القدر لا الوصف کالزیافۃ مقر مذکور کی تصدیق ہو گی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کیے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہو گی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ کھوٹا ہونا **ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فہلکت** فی یدی بلا **تعد وقال الآخر بل اخذتہا منی** غصبا ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لئے سو وہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لئے تو مقر پر تاوان لازم ہو گا اس کے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے م جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنے اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا کذا فی الطحطاوی **وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر** غصبتہ بل منی **لا یضمن** بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھ کو درم بطور ودیعت کے دئے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کئے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہ ہو گا بلکہ اسی کا قول مقبول ہو گا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے م اس واسطے کہ اس نے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنے اپنے لینے کا بلکہ اس کے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنے مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہ ہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اس کا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح **وفی ہذا کان ودیعۃ او قرضا لی عندک فاخذتہ** منک **فقال** المقر لہ **بل ہو لی اخذہ المقر لہ لو قائما** والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب الضمان اور اس قول میں کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے اس کو تجھ سے لے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہ ہو تو اس کی قیمت لے اس واسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب اس نے اس کے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اس کی تصدیق نہ ہوئی **وصدق من قال اجرت** فلانا فرسی **ہذا او ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ** او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی **وردہ او خاط** فلان **ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ** وقال فلان بل ذلک لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارۃ ضروریۃ بخلاف الودیعۃ اور اس مقر کی تصدیق ہو گی جس نے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اس کو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا اس کو میں نے اپنے گھر رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یا یوں اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہو گا بطور استحسان کے اس واسطے کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے م اجارے میں قبض استیفائے معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے یعنے استعمال منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اس کی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقراض کے **ہذا الالف ودیعۃ فلان لا بل ودیعۃ فلان فالالف للاول وعلی المقر** الف **مثلہ للثانی بخلاف ہی لفلان لا بل لفلان** بلا ذکر ایداع **حیث لا یجب علیہ للثانی** شئ لانہ لم یقر بایداعہ یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا

اول مقرلہ کے ہیں اور مقر پر مانند اس کے اور ہزار درم ثانی مقرلہ کے لازم ہوں گے بخلاف اس قول کے دہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اس صورت میں مقر پر مقرلہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا **وہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمہ ایضا** اور یہ اس وقت ہے جب کہ دراہم معین ہوں اور اگر غیر معین ہوں تو مقرلہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہوں گے **کقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم ومائۃ دینار وکر حنطۃ لابل فلانا لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا** مانند اس قول مقر کے کہ میں نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کُر گیہوں غصب کئے نہیں بلکہ فلانے سے چھین لئے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اشیائے مذکورہ کے برابر لازم ہوں گے **ولو کان المقرلہ واحدا لزمہ اکثرہما قدرا وافضلہما وصفا نحو لہ الف درہم لابل الفان والف درہم جیاد لابل زیوف او عکسہ** اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنے اور واحد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہ اس کے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اس کے ہزار کھرے درم ہیں نہیں بلکہ کھوٹے درم ہیں یا بالعکس اس کے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درموں کا اقرار کیا پھر کھروں کا **ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقرلہ بری خلاصہ** اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقرلہ کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطہ علی القبض فان قال واسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقلہ لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصۃ فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہرے گا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسی واسطے حاوی قدسی میں کہا ہے کہ اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر یوں کہے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ میں ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے میں فتوے دینے کے وقت م شرح وہبانیہ میں تمہ سے منقول ہے کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہے اور مقرلہ اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اس کے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہو جائے گا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر اً بوجہ تصادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقر یوں نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اس کے قبض پر مسلط نہ کرے تو بھی تصادق ملک مقرلہ کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اس پر محمول کیجئے کہ مقرلہ ساکت تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہے تصدیق مقرلہ پر محمول کیجئے تو توافق بین القولین حاصل ہو جائے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنے مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض ویجی فی الوصایا یہ باب ہے اقرار مریض کے احکام میں یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض میں اور آگے آوے گی کتاب الوصایا میں

اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ باثر عمرؓ مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اس کے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہم فاروقؓ سے مروی ہے اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اس پر جائز ہے

اس کے تمام متروکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بجائے حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جس میں قیاس کو گنجائش نہیں تو سماع شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسی طرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اس کے مرض میں معلوم ہو یعنے قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری میں تو یہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہے کہ اس کی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت میں ابتدائے تملیک ہو تاکہ وارثوں کو حصہ نہ ہو اور وہ اقرار حکائے تو حقیقی اقرار ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً **واخر الارث عنہ** اور میراث پیچھے ڈالی جائے گی ادائے دین مذکور سے یعنے اس واسطے کہ قضا دین مقدم ہے میراث پر تا اس پر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے **ودین الصحۃ** مطلقا **وما لزمہ فی مرضہ لسبب معروف** ببینۃ او بمعاینۃ قاض **قدم علے ما اقربہ فی مرض موتہ** اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہوں سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اس کو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے جو گواہوں یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جس کا مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا **لو المقربہ ودلعیۃ** دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقربہ[1] ودیعت ہو **وعند الشافعی** الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہیں بلا تقدم **والسبب المعروف** مالیس بتبرع **کنکاح** مشاہد **ان بمہر المثل اما الزیادۃ فباطلۃ** وان جاز النکاح عنایۃ اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہ ہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدوں کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح میں باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہے کذا فی العنایۃ م زیادت مہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی **وبیع مشاہد واتلاف کذلک** ای مشاہد اور چنانچہ بیع مشاہد اور اسی طرح اتلاف مشاہد یعنے کسی کا مال تلف کرنا شاہدوں کے سامنے **والمریض لیس لہ ان یقضے دین بعض الغرماء دون بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر والیفاء اجرۃ** اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور اجرت کا ادا کرنا ہو م اس واسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہیں تو بعض کے دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ حر غیر محجور کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لہا الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہے گا مگر دو مسئلوں میں ادائے بعض دین جائز ہے **اذا قضے ما استقرض فی مرضہ او نقد ثمن ما اشتری فیہ لو بمثل القیمۃ** کما فی البرہان **وقد علم ذلک** ای ثبت کل منہما **بالبرہان** لا باقرارہ للتہمۃ دونوں مسئلے یہ ہیں جب کہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اس نے اپنی بیماری میں لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن جو اس نے مرض میں خریدا کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہے قرض اور خرید گواہوں سے نہ اس کے اقرار سے بسبب تہمت کے م تہمت یہ ہے کہ شاید اس کو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہے **بخلاف اعطاء المہر ونحوہ وما اذا لم یؤد حتی مات فان البائع اسوۃ للغرماء فی الثمن اذا لم یکن**

---

[1] جس کا اقرار کیا ۱۲

العین المبیعۃ فی یدہ اسے ید البائع فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ ہے اور بخلاف اشتراء مرض کے جب کہ مریض نے اس کا ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مرگیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے ثمن پانے میں جب کہ شئے مبیع بائع کے ہاتھ میں نہ ہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے م تو مبیع مذکور نہ بیچی جائے اور اس کے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اس کے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ میں لائی جائے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی **واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا** لم یفصل او فصل للاستواء اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پاویں گے خواہ دونوں اقراروں کو ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے **ولو اقر بدین ثم بودیعۃ تحاصا** اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پاویں وبعکسہ الودیعۃ اولی اور اس کے بالعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہے یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہے اس واسطے کہ جب اس نے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اس کا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **وابراء دیونہ وہو مدیون غیر جائز** اسے لا یجوز **ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا** سواء کان المریض مدیونا اولا للتہمۃ اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابراء جائز نہ ہوگا اگر اس کا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابراء مطلقاً جائز نہیں برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہ ہو تہمت کے سبب سے وحیلۃ صحتہ ان یقول لاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ **لم یکن لی علی ہذا المطلوب شئے** یشتمل الوارث وغیرہ **صحیح قضاء لا دیانۃ** فیرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الاخرۃ حاوی الا المہر فلا یصح علی الصحیح بزازیۃ اسے لظہور انہ علیہ غالبا اور صحت ابراء کا مدیون حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اس پر کچھ حق نہیں چنانچہ اس کو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوائے دین مہر کے کہ اس کا ابراء حیلۂ مذکورہ سے صحیح نہ ہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الاداء رہتا ہے م یعنے اگر زوجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو ابراء صحیح نہ ہوگا

بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشئے الفلانی ملک ابی او امی لاحق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ قائلا فاغتنم ہذا التحریر فانہ من مفردات کتابی بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلاں چیز میری ماں یا باپ کی ملک ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابراء صحیح ہوگا اور اس کے زوج کا دعوے اس میں مسموع نہ ہوگا چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے اشباہ میں اس طرح لکھ کر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے م اس قول کو اشباہ کے محشیوں مانند حموی و شیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا اس واسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اس کی عدم صحت میں اختلاف نہیں اور صاحب اشباہ جس کی سند لایا ہے وہ معروض ہے دین میں نہ عین میں خلاصہ یہ کہ ابراء بلفظ نفی البتہ جائز ہے دین میں اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحطاوی **وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع** اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرار م اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحطاوی **الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ** وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس صورت میں باطل نہیں جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کریں فلو لم یکن وارث آخر او اوصی

لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ واما غیرہما فیرث الکل فرضا و ردا فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیۃ تو اگر دوسرا وارث نہ ہو اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہو گی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہو گا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشرنبلالیۃ وفی شرح الوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح لتصدیق السلطان او نائبہ وکذا لو قف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی شرح وہبانیہ میں ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنے بطور حکایت کے اور حالانکہ اس کا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بجہت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہے بادشاہ یا اس کے نائب کی تصدیق اور اسی طرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض میں تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م جب کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل بنوانا وغیرہ صحیح ہے لہذا التصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہ ہو گا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہو گا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہ ہو گی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے وہ معمول بہ نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً **ولو کان** ذلک اقرارا **بقبض دینہ** او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک **علیہ** ای علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اس کے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہ ہو گا اور مکاتب کا اقرار اس کے مولے کے واسطے واقع ہو گا م یعنے اگر مریض نے یوں اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اس کو میں نے اس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اس کے پاس گرو تھی وہ میں نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہ ہو گا ولو فعل ثم برئ ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا بعد اس کے مر گیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائے گا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت میں واقع نہ ہوا تھا لہذا صحیح ہو گا ولو مات المقر لہ ثم المریض و ورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی بحر وسیجئ عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مر گیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثوں سے ہیں تو اس مریض کا اقرار جائز ہو گا جیسا کہ اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آوے گا صیرفیہ سے م صورت اس کی یہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہے چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہے صاحبینؒ کے نزدیک اس واسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہ ہو کذا فی الطحطاوی **بخلاف اقرارہ لہ** ای لوارثہ **بودیعۃ مستہلکۃ** فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرۃ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار کرے سو وہ جائز ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ میں نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرۃ

الحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ فی الامانات کما مر ومنہا النفی کلا حق لی قبل ابی وامی وہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہ ہذا الشئ الفلانی ملک ابی وامی کان عندی عاریۃ وہذا حیث لا قرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور از انجملہ نفی ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ اور ما کی جانب اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض یہ قول ہے کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میرے ما کی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہاں ہے جہاں قرینہ نہ ہو اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ امر ضروری ہے م طحطاوی نے کہا کہ ملک

پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکورہ ہوچکا اور جب یہ اقرار صحیح نہ ہو تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہیں
رہی **اقر فیہ** اے فی مرض موتہ **لوارثہ ثم امر فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات** یرد ہ بزازیۃ وفی القنیۃ تصرفات المریض
نافذۃ وانما تنقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب
مریض مرجاوے تو وارث مقربہ کو پھیر دے کذا فی البزازیۃ اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہیں اور وہ تو موت
کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہیں **والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت** الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار
اس کے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا
تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نہ وارث ہونے اس کے بھائی کے یعنی ہر چند اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت
کے وقت وہ وارث نہ رہا **الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد الموالاۃ فیجوز کما ذکرہ بقولہ** مگر
جب کہ مقرلہ وارث ہوگیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزوج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ
مصنف نے اس کو اپنے آئندہ قول میں مذکور کیا **فلو اقر لہا** اے لاجنبیۃ **ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر**
او ابن **اذا زال حجبہ** باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس
سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف اس کے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے
سے جب کہ اس کا محجوب ہو زائل ہو بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب
سے ہے نہ جدید سبب سے **وبخلاف الہبۃ لہا** فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم تزوجہا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حینئذ وارثۃ اور بخلاف
اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت میں اور اس کے واسطے وصیت کرنے کے پھر اس کے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں
اس واسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے **مقر** کی **اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ**
عشرۃ دراہم قد استوفیتہا ولہ اے للمقر **ابن ینکر ذلک صح اقرارہ** لان المیت لیس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس
کی بیٹی مردہ پر اس کے دس درم تھے سو میں ان کو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اس کا انکار کرتا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے اس واسطے
کہ میت وارث نہیں **کما لو اقر لامراتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منہا وارثا** صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیۃ
چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ
کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہیں قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیۃ ولو اقر فیہ لوارثہ ولاجنبی بدین
لم یصح خلافا لمحمد عمادیۃ اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف محمد بن حسن کے کذا
فی العمادیۃ **وان اقر لاجنبی** مجہول نسبہ **ثم اقر ببنوتہ** وصدقہ وہو من اہل التصدیق **ثبت نسبہ** مستند الوقت العلوق واذا ثبت **بطل**
اقرارہ لما مر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہیں پھر مقر نے اس کی فرزندی کا اقرار کیا اور مقرلہ نے اس کی تصدیق
کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنے حال بیان کر سکتا ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اس کی ابتداے پیدائش سے مستند ہو کر اور
جب نسب ثابت ہوا تو اس کا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گذشتہ یعنے جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اس کے واسطے اقرار صحیح نہیں
ولو لم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب ثابت ہوا اس طرح پر کہ مجہول النسب مقر کی

تکذیب کرے یا اس کا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے ینابیع سے **ولو اقر لمن طلقها ثلثا یعنی بائنا فیہ** لے **فی مرض موتہ فلہا الاقل من الارث والدین** وبہ یفتی لہا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتے لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیۃ اور اگر اس عورت کے واسطے اقرار کیا جس کو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین میں وہ اس کو ملے گا اور کمتر اس کو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹھہرے گی متروکہ کی اشیا میں کذا فی الشرنبلالیۃ م طلاق بائن کی اس واسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ اثنائے عدت میں مقر مر جائے اور اگر بعد مدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی **وہذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا لسوالہا فاذا مضت العدۃ جاز لعدم** التہمۃ عزمیۃ اور یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اس کو طلاق دی اس کی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیۃ م تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اس واسطے طلاق دی ہو تاکہ اس کا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ اس کو میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نہ رہی **وان طلقہا بلا سوالہا فلہا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لہا** لانہا وارثۃ اذ ہو فار واہملہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اس کو طلاق دی بدون اس کی طلب کے تو اس کو میراث ملے گی جس مقدار کو وہ پہنچے اور اس کے واسطے اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اس واسطے کہ زوج اس کا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہاں مذکور نہیں کیا بسبب اس کے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے **وان اقر لغلام مجہول النسب** فی مولدہ او فی بلدہ ہو فیہا وہما فی السن بحیث **یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام** لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر **وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا** واذا ثبت **شارک** الغلام الورثۃ اور اگر اس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہیں اس کے وطن میں یا اس شہر میں جس میں وہ وارد ہے اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اس عمر میں واقع ہیں کہ ویسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اس کا بیٹا ہے اور لڑکے نے اس کی تصدیق کی اگر وہ با تمیز ہوا اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اس کی تصدیق کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اس وقت میں یعنے درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جب کہ اس کا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا فی الشرنبلالیۃ فلیحرر عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نہ پائی جائیں تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونے کا اقرار کرے جیسا کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوے دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیے م اگر شروط ثلثہ سے یعنے جہالت نسب اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے یعنے نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ جو شارح نے کہا کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت میں ظاہر نہیں اس واسطے کہ یہاں فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ میں ہے یعنے جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اس کے فرزندی کا دعوے کرے تو اگر شرط مذکورہ منتفی ہوں تو اس کو مال لازم آوے گا اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا اور شرنبلالیہ میں ینابیع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ[2] او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت رکیک ہے تو اگر یوں کہتا فلو انتفی[3] احد ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یؤاخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر ہوتا اس

[1] یعنے اس کی وراثت سے گریز کرتا ہے ۱۲ [2] اور اگر مقر لہ مقر کی تکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقر سے تو مقر کو وہ لازم ہوگا جس کا اس نے اقرار کیا اور نسب ثابت نہ ہوگا ۱۲ [3] تو اگر ان شرطوں سے ایک منتفی ہو اور حالانکہ مقر مقر لہ کے واسطے اقرار کر چکا ہو تو ماخوذ بمال ہوگا ۱۲

واسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب نسب ثابت نہ ہوا تو مقر پر لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا **و الرجل صح اقرارہ** اے المریض **بالولد والوالدین** قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علے **الغیر بالشروط الثلثۃ** المتقدمۃ فی الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینوں شرطوں سے جو پہلے مذکور ہوچکیں فرزند میں برہان میں کہا والدین کا اقرار صحیح ہے اگرچہ والدین اونچے ہوں یعنے دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس میں اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنے پہلی صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر **و صح بالزوجۃ بشرط خلوہا عن زوج و عدتہ و خلوہ** اے المقر **عن اختہا مثلا و اربع سواہا** اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اس کی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط ہونے مقر کے چار عورتوں سے سوا اس عورت کے یعنے زوجہ کہنے کا اقرار اس وقت صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسی کی زوجہ نہ ہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو اور جب کہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو اور جب کہ سوائے اس عورت کے چار عورتیں اس کے پاس نہ ہوں حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہ ہو اور حاشیہ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہ ہو مقر پر **و صح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاؤہ ثابتا من جہۃ غیرہ** اے غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار یوں کہنا کہ یہ شخص میرا مولی ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اس کا ولاء غیر مقر سے ثابت نہ ہو **والمرأۃ صح اقرارہا بالوالدین والزوج والمولی** اور صحیح ہے عورت کا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی ہے **الاصل ان الاقرار الانسان علے نفسہ حجۃ لا علے غیرہ** قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت ما ذکرہ من صحۃ الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للآباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علے الغیر فلا یصح انتہی ولکن الحق صحتہ بجامع الاصالۃ فکانت کالاب فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے ان کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جس پر اکثر علماء ہیں اور امام عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسی طرح ضوء السراج میں ہے اس واسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے نہ ماؤں سے اور اس میں حمل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنے مقر کے باپ پر تو صحیح نہ ہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت اصالت کے یعنے اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے **وکذا صح بالولد ان شہدت امرأۃ ولو قابلۃ** بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسی طرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی یقیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی م عورت کی گواہی اس وقت شرط ہے جب کہ تجاحد[1] ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد میں اس وقت شرط ہے جب کہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدۃ جحدت ولادتہا فحجۃ تامۃ کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہوچکا **او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدۃ منہ** یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اس کی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اس کی معتدہ ہو **و صح مطلقا ان لم تکن**

---

[1] یعنے کوئی منکر ولادت ہو کہ یہ اس کا لڑکا نہیں ۱۲

کذلک اے مزوجۃ ولا معتدۃ **او کانت مزوجۃ ادعت انہ من غیرہ** فصار کما لو ادعاہ منہا لم یصدق فی حقہا الا بتصدیقہا اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقاً اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جاوے اگر عورت ویسی نہ ہو یعنے نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوے کرے کہ وہ لڑکا اس کے سوا اور مرد کا ہے تو اقرار ولیسا ہو جیسا کہ اگر مرد دعوے کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے **قلت بقی لو لم یعرف لہا زوج غیرہ لم ارہ** فقیر ریس کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہ ہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اس کی تحریر اور تنقیح چاہیئے م اس صورت میں ظاہر اوہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہیں ہو سکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہے تو اس میں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی **ولا بد من تصدیق ہؤلاء** اور صحت اقرار میں ان اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے م یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہے عتاقت سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضروری ہے اس واسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا اقرار ان کو لازم نہیں **الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسہ** لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جب کہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنے وہ جس کے پاس ہوگا اسی کا ٹھہرے گا **ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ** اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اس کے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اس واسطے کہ حق اسی کا ہے **وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب** والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مر جانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے **الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرۃ** لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اس کے عکس کے یعنے اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اس کو غسل دینا بھی صحیح ہے اس واسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں **ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ** لم یقل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد وابن الابن کما قال **کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ** الا ببرہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جس میں غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ درر میں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین کما مر فی باب ثبوت النسب فلیحفظ اور از انجملہ ہے اقرار دو شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیئے م یعنے غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر برہان سے سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے دو شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہے گا اور مقر لہ کے وارثوں کا اقرار مثبت نسب نہیں جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحطاوی **وکذا لو صدقہ المقر علیہ او الورثۃ وہم من اہل التصدیق** اور اسی طرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اس کے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں م مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جس پر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق

ورثہ مقر علیہ قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں یوں تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار مثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی **ويصح فی حق نفسه** حتی یلزمه ای المقر الاحکام **من النفقة والحضانة والارث اذا تصادقا عليه** ای علی ذلک الاقرار لان اقرارہما حجة علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق میں صحیح ہے تو مقر کو لازم ہوں گے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اس واسطے کہ دونوں کا اقرار دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اس وقت ہے جب کہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اس واسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جب کہ بنت بالغہ ہو اور اس کی بے حرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی **فان لم يكن** له ای لهذا المقر **وارث غيره مطلقا** لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کمولی الموالاة عینی وغیرہ **ورثه** سو اگر اس مقر کا سوائے مقر لہ کے کوئی وارث مطلقاً نہ ہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولائے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اس کا وارث ہوگا ہم یہ وراثت فقط مقر لہ کے مقصور ہے تو اس کی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی الطحطاوی والا لان نسبه لم يثبت فلا يزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ کا وارث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور مراد اس وارث سے جو مانع ارث مقر لہ ہے وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اس واسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے مقر لہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرارہ لانہ وصیة من وجه زیلعی ای وان صدقه المقر کما فی البدائع فکن نقل المصنف عن شروح السراجیة ان بالتصدیق تثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوی پھر دریافت کرو کہ مقر کو اپنے اقرار سے پھرنا جائز ہے اس واسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہے کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقر لہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شروح سے نقل کیا ہے کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اس کی تحریر اور تنقیح چاہیئے فتوے دینے کے وقت ہم ظاہر از زیلعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تعلیل میں اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر مقام یہ ہے کہ نسب کے اقرار میں اگر غیر پر تحمیل نسب نہ ہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے تو اس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے غرض کہ یہاں کلام ہے دو مقاموں میں فتدبر کذا فی الطحطاوی ملخصاً **ومن مات ابوه فاقر باخ شاركه فی الارث** فیستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت نسبه لما تقرر ان اقرارہ مقبول فی حق نفسه فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اس نے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقر لہ اس کا شریک ہوگا ارث میں تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کا اقرار فقط اسی کے حق میں مقبول ہے قلت بقی لو اقر الاخ بابن ہل یصح قال الشافعیة لا لان ما ادی وجودہ الی نفیه انتفی من اصله ولم اره لائمتنا صریحا وظاهر کلامہم نعم فلیراجع میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمائے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ جس کا وجود باعث ہو اس کی نفی کا یعنے صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی شرط یہ ہے کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان

لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے اماموں کے کلام میں مصرح نہیں دیکھا اور ان کے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہے تو اس کی تلاش چاہیے کتب مذہب میں م وجہ صحت یہ ہے کہ مقتضائے کلام حنفیہ یہاں یہ ہے کہ اگر مقر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے ہو اور اگر نصاب نہ ہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **وان ترک شخص ابنین ولہ علی آخر مائۃ فاقر احدہما بقبض ابیہ خمسین منہا فلا شئ للمقر** لان اقرارہ ینصرف الی نصیبہ **وللآخر خمسون** بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائۃ قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ہنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اس کے دوسرے شخص پر سو درم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اس کا باپ پچاس درم ان میں سے لے چکا تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ اس کا اقرار اس کے حصہ کی طرف پھر جائے گا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملیں گے یوں قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے باپ نے سو درم سے نصف پائے یہ قول ہے اکمل کا میں کہتا ہوں اور اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں مدیون کے حق کے واسطے قسم لی جائے گی کذا فی الزیلعی م پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہے نہ خصم کے واسطے اس واسطے اس پر اس سے زیادہ مطالبہ نہیں جو اس پر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم میں اس کا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بھائی قسم نہ کھائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اس کا حصہ دیا جائے گا یعنے پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی

یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ میں **اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہا** فی حقہ **ایضا** عند ابی حنیفۃ **فتحبس المقرۃ وتلازم** وان تضرر الزوج وہذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو اس کا اقرار اس کے زوج کے حق میں بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کی جائے گی اور اس کا ساتھ نہ چھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور مسائل اشباہ میں ہیں م منجملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۲ اگر موجر نے اس دین کا اقرار کیا جس کے ادا کا ٹھکانا نہیں مگر عین موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اس کی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اس کی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوے کیا اور مدعی کا ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی کی زندگی میں تو دعوے صحیح ہوگا اور میراث اس کے ولد کو ملے گی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اس کی تصدیق کی تو مشتری کو ردبیع اس کے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضاً من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لآخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وہی واقعۃ الفتوی ولم نرہا صریحۃ اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری میں ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقرلہ کو اس کا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوے طلب ہوا تھا اور میں نے اس کو مصرح کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا **وعندہما** لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علی

قولہا افتاء وقضاء لان الغالب ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوصل بذلک الے منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین رح کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہ ہو گی زوج کے حق میں تو وہ محبوس اور ملازم نہ ہو گی کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبین رح کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے میں اس واسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اس کو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توسل سے اس کو روک رکھے اپنے پاس اس کے شوہر سے چنانچہ میں چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جب کہ میں مبتلا بقضا ہوا تھا اسیا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م اس تعلیل میں اعتراض ہے اس واسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اس واسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہیں علاوہ اس کے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا فی الطحطاوی **مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقرلہ ولہا زوج واولاد منہ ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ** فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اس کے زوج نے اس کی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہو گا تو جس لڑکے کا نطفہ رہے گا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہو گا مقرلہ کا برخلاف قول محمد رح کہ ولد مذکور بھی رقیق نہ ہو گا **لا فی حقہ** یرد علیہ انتقاص طلاقہا کما حققہ فی الشرنبلالیۃ شوہر کے حق میں اس کا اقرار صحیح نہ ہو گا اس قول پر انتقاص طلاق مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اس کی تحقیق شرنبلالیہ میں مذکور ہے م مبسوط میں ہے کہ اس عورت کی طلاق دو طلقہ ہیں اور عدت اس کی دو حیض ہیں بالاجماع اس واسطے کہ یہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسی کو خاص ہے اس واسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورتوں کا اعتبار ہے اور اسی طرح حیض میں تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلفہ ہے کذا فی الطحطاوی وحق الاولاد اور نہ اولاد کے حق میں اس کا اقرار صحیح ہے وفرع علی حقہ بقولہ فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقولہ **واولاد حصلت قبل الاقرار وما فی بطنہا وقتہ احرار** لحصولہم قبل اقرارہا بالرق اور مصنف نے حق زوج پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہ ہو گا اقرار مذکور سے اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں بسبب ان کے حاصل ہونے کے مملوکیت کے اقرار سے پہلے **مجہول النسب حرر عبدہ ثم اقر بالرق لانسان وصدقہ** المقرلہ صح اقرارہ **فی حقہ فقط دون ابطال العتق** شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی تو اس کا اقرار صحیح ہو گا فقط اس کے حق میں نہ عتق کے باطل کرنے میں **فان فات العتیق یرثہ وارثہ ان کان لہ** وارث یستغرق الترکۃ والا فیرث الکل او الباقی کافی وشرنبلالیۃ المقرلہ پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اس کا وارث اس کی میراث پاوے گا اگر اس کا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہ ہو یعنے اس کا کوئی مطلقاً وارث نہ ہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پا سکے چنانچہ احد الزوجین تو مقرلہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہو گا **فان مات المقر ثم العتیق فارثہ لعصبۃ المقر** سو اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اس کی میراث مقر کا عصبہ پاوے گا ولو جنی ہذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنے محنت

مزدوری کر کے دیت ادا کرے اس واسطے کہ اس کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جس پر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش العبد وہو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اس پر جنایت کی جاوے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اس واسطے کہ اس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے نہ استحقاق کی **قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین** او نکر کقولہ حقا ونحوہ او کرر **لفظ الحق او الصدق** کقولہ الحق الحق او حقا حقا **ونحوہ او قرن بہا البر** کقولہ البر حق او الحق بر الخ **فاقرار** ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو اس نے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ سے کہے بدون الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقا اور مانند اس کے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق یا حقا حقاً اور مانند اس کے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلاً **ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا** لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں اس واسطے کہ وہ الفاظ ابتدائے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اس نے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا دعوےٰ کیا الخ **قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا ابقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا و باعہا فوجد بہا واحد منہا** ای من ہذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتیمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یوں کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اس کے اس کو بیچ ڈالا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اس کی رد بیع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو **قول** اخیر گالی ہے اور باقی ندا ہے **بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ ابقۃ او ہذہ زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد بالحدہا** لانہ اخبار وہو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا یہ بھگوڑی ہے یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے کہ اس صورت میں اس کی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اس واسطے کہ یہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہے **م** یعنے جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اس کو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہے **وبخلاف یا طالق او ہذہ المطلقۃ فعلت کذا حیث تطلق امراتہ** لتمکنہ من اثباتہ شرعا فجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یوں کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر **م** یعنے مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں **اقرار السکران بطریق محظور** ای **ممنوع محرم صحیح فی کل حق** اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پی کر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق میں **م** حق تعالیٰ نے فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکارے یعنے نماز کے قریب نہ جاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور ان کو عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں **فتدبر فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق** کما بسطہ سعدی آفندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اس پر حد قائم ہوگی اس کی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں

---

[1] یعنے سلوک کرنا حق ہے یا حق سلوک کرنا ہے ۱۲ [2] مترجم ثانی کہتا ہے کہ اس تعلیل میں یہ شبہ ہے کہ اول کے الفاظ میں البر یعنے اور بالحق بر بھی ہے اور وہ دونوں جملہ تام ہیں تو ان کو جواب کلام ٹھہرانے کے لئے یہ علت کافی نہیں کہ ابتدا کلام کی لیاقت نہیں رکھتے تو اس کی تنقیح چاہیئے ۱۲

تو اس پر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اس کو واضح بیان کیا ہے سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں **الا فی ما یقبل** الرجوع کالردۃ **وحد الزنی وشرب الخمر** مگر مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں ان چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد م یعنی اگر مستی میں اقرار کیا کہ اس نے شراب پی ہے تو اس کا اقرار صحیح نہیں تو اس پر حد قائم نہ ہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مثلاً موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی **وان سکر بطریق مباح** کشربہ مکرھا لایعتبر بل ہو کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اس کا اقرار معتبر نہ ہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنے بیہوشی کے مانند ہے مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے سے اغماء کے مانند نہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکامات میں ہے م یعنے اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہے اور مستی سے قضاء صلوۃ ساقط نہیں **المقر لہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ** لما تقرر انہ یرتد بالرد مقر لہ جب کہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنے سے م یعنے جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس کی تصدیق پر عمل نہ ہوگا مگر مواضع آئندہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی ست علی ما ہنا تبعا للاشباہ تکذیب مقر لہ مبطل اقرار ہے مگر چھ صورتوں میں بموجب اس کے جس کو مصنف نے یہاں اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے **الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف** منجملہ مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہے اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہے م اقرار حریت کی یہ صورت ہے کہ جس کے پاس غلام ہے اس نے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے تو اس کی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اس کی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب میں پہلے مذکور ہوچکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہے صحت اقرار میں اور تصدیق مولائے عتاقت بھی شرط ہے اور یہاں اس کے خلاف ہے مگر یہ کہ اس پر محمول کیجئے کہ جب مقر لہ تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں اور اس حمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقر لہ نے اس کو رد کیا پھر اس نے اس کی تصدیق کی تو وہ اس کا غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہ ہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہے اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اس واسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں اسعاف سے منقول ہے کہ جب مقر لہ وقف کو رد کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر مثل تصویر رق ہوگئی سوائے اطلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا تبصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول ارتد اسعاف میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اس نے وقف کو قبول کیا پھر اس کو رد کیا تو وقف مردود نہ ہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کر دے گا تو پھر جائے گا **والطلاق والرق** فکلہا لا ترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقر لہ کے رد کرنے سے ویزاد المیراث بزازیۃ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیۃ یعنے اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہ ہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء البحر وتمامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اس کا بیان وہیں ہے م یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے متفرقات میں یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الان انتہی یعنے نکاح کا اقرار تو میں نے اب تک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح میں توقف ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ مجزوم مناسب نہ تھا واستثنی مسئلتین من الابراء وہما ابراء الکفیل

لا یرتد وابراء المدیون بعد قوله ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابراء سے مستثنےٰ کئے ہیں اور وہ دونوں یہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول بہ سے نہیں پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اس کے یوں کہنے کے بعد کہ مجھ کو بری الذمہ کردے دین سے سو دائن نے اسے بری الذمہ کر دیا نہیں پھرتا تو مستثنےٰ دس مسئلے ہیں سو ان کو یاد رکھنا چاہیے منجملہ مسائل عشرہ چھ صورتیں متن میں مذکور ہیں اور چار صورتیں شارح نے بڑھائی ہیں لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت نو صورتیں مستثنےٰ ٹھہریں کہ رد کرنے سے رد نہیں ہوتی ہیں وفی وکالۃ الوہبانیۃ ومتی صدقہ فیما ثم ردہ لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے اور جب کہ اس نے تصدیق کی وکالت وغیرہ میں پھر اس کو رد کیا تو اس کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ثم طحطاوی نے کہا فیما کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبرکہ شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر تصویر وکالت یوں کیجئے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر بمثل ثمن معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہیں انتہی وہل یشترط لصحۃ الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونے کے لئے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان مافیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والافلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تملیک ہے کسی طرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہ قاعدہ جید ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **صالح احد الورثۃ وابراہ ابراء عاما او قال** لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک **ثم ظہر فی ید وصیہ من الترکۃ شیء لم یکن وقت الصلح** وتحققہ تسمع دعوی حصتہ منہ **علی الاصح** صلح البزازیۃ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق اے مما قبضتہ علی ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وستحققہ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے معاعلیہ سے اور اس کو ابراء عام کر دیا یا یوں بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہیں رہا یا یوں کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پایا یا مانند اس کے کچھ اور لفظ بولا پھر اس کے باپ کے وصی کے پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنی اس کا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اس کے حصے کا دعوی اس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح کذا فی صلح البزازیۃ اور کچھ تناقض نہیں ادعا بعد الابرا میں بسبب محمول کرنے اس کے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنے اس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جس کو میں نے قبضے میں کیا علاوہ یہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اس وقت میں عدم صحت برارت کی تو یہی وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونے میں چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اس کو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اس کی تحقیق کریں گے کتاب الصلح میں م سب حصہ پانے کی یہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اس کو میں نے پایا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوے کیا تو دعوی اس کا مسموع ہے کذا فی المنح عن الخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یوں کہتا او ادعی فی ید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا **اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی**

لہ یعنے وصی کے قبضے میں کسی چیز پر دعوی کیا اور یہ کہا کہ یہ میرے باپ کے ترکے میں کی ہے یا کسی شخص پر اپنے باپ کا دین ہونے کا دعوی کیا تو اس کا دعوی ان امور مذکورہ میں مسموع ہوگا ۱۲

ذلک بینۃ تقبل وان کان متناقضا لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیۃ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ لا عذر لمن اقر غایتہ ان یقال بانہ تحلیف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فتدبر اقرار کیا ایک مرد نے اس مال کا جو دست آویز میں مرقوم ہے اور اس پر گواہ کر دیا پھر اس نے دعوے کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے اور بعض بیاج ہے مجھ پر پھر اگر گواہی قائم کرے گا اس پر تو مقبول ہو گی باوجود تناقض اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جائے اس واسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہے کہ کہا جاوے یعنی اس کا فتوی دیا جاوے کہ مقر سے اس کی قسم لی جاوے بموجب قول ابی یوسف رح کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلے میں اور مانند میں مختار ہے میں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے اس میں جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے **اقر بعد الدخول من ہنا الی کتاب الصلح** ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقہا قبل الدخول لزمہ مہر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اس نے اس کو طلاق دی قبل دخول کے تو اس کو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے **اقر المشروط لہ الریع** او بعضہ انہ اے ریع الوقف **یستحقہ فلان دونہ** صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جس کے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہے اس نے اقرار کیا کہ ریع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اس کا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اس نے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اس کو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں م جعل سے مراد انشا جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہے کذا فی الطحطاوی **وکذا المشروط لہ النظر علی ہذا** کما مر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسی طرح جس کے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہے اس کا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب الوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اس کو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر **القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما کان فیہا من اقرار وتناقض** لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھ کر قاضی کی طرف پیش ہوں تو ان کا پیش کرنے والا ماخوذ نہ ہوگا اس مضمون سے جو ان میں مندرج ہے اقرار اور تناقض سے اس واسطے کہ ہم کتاب القضا میں مذکور کر چکے ہیں کہ ان کے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جب کہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا **قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او** اے **احسب او اظن لا شئے** علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ہی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجائے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن[1] بولا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا بخلاف ابو یوسف رح کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علمت کا لفظ کہے یعنے میں معلوم کر چکا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اس کو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے **قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس مثلا وادعی الغاصب** کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع

[1] میرے گمان میں یا میرے ظن میں ۱۲

وقال شرا حداے المغصوب منہ انہ ہو وحدہ غصبہا لزمہ الالف کلہا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہم نے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر مقر بولا کہ دس شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے غصب کیے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر نے ہی ہزار درم غصب کیے ہیں تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہوں گے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہے والزمہ زفر لعشرہا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہے م اس واسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اس پر بقدر اس کے حصے کے لازم ہوگا قلنا ہذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاہر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لانہ لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالیٰ (انا ارسلنا) اور ظاہراً مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اس کا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اس واسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں

قال رجل اوصی ابی بثلث مالہ لزید بل لعمرو بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیٔ وقال زفر لکل ثلثہ ولیس للابن شیٔ ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہے اور اس کے سوائے کسی کو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملے گا اور فرزند کو کچھ نہیں م زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہے کہ اسی طرح تینوں شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذلک للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اس کے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہ ہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم

فروع

مسائل ملحقہ شارح کے اقر لشیٔ ثم ادعی الخطاء لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانۃ قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعوے کیا تو مقبول نہیں مگر جب کہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوے غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیۃ م اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کرے گا تو خطائے مذکور میں اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریۃ م تجنیس اور قہستانی میں ہے کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاوے گا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشیٔ محال و بالدین بعد الابراء منہ باطل شیٔ محال کا اقرار اور دین کا بعد اس کے معاف کر دینے کے باطل ہے م شیٔ محال کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھ کو زید نے فلانے مہینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مر چکا اور از انجملہ یہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہے اس واسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحطاوی ولو مہر بعد ہبتہا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ م صورت اس کی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا مہر بخش دیا یا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں اور یہ اس کے مخالف نہیں جو عبد البر شارح وہبانیہ

نے خلاصہ اور صغریٰ سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور مرگیا پھر وارثوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات میں تو گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقر بہ یلزمہ ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوی ہاں اگر دین کا دعوے کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراے عام کے اور یہ دعویٰ کرے کہ مدیون نے اس کا اقرار کیا ہے تو اس کو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں اور مفاد اس کا یعنے سبب حادث کے تقیید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جس کا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اس کا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سوتامل کر م اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلانے کا مجھ پر اتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھ پر باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی الفعل فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے م چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت میں کمتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اس واسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہ ہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تتمۃ وتمامہ فی الاشباہ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے میں یعنے اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اس کے کہ وقف کے تفویض نظارت کی اس کے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمۃ اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے وفی الوہبانیۃ سے اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ فبینۃ الایہاب من قبل تہدر ٭ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے م اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا سے واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن ٭ وفی القبض من ثلث التراث یقدر ٭ بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا م منتقی میں ہے کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلانے سے حالت صحت میں اور اس کے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اس کی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہ ہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعائنہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ سے ولیس بلا تشہد مقرا العدہ ٭ ولو قال لا تخبر فخلف یسطر ٭ اور اس قول میں مقر نہ ہوگا گواہی نہ دیجیو ہم اس کو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اس میں اختلاف مسطور ہے م اگر یوں بولا کہ اس کی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہ ہوگا ہزار کا اس واسطے کہ یہ نہی ہے وجوب بالنذور کی اثبات سبب سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہے یعنی تم اس کے گواہ نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنیہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی سے ومن قال ملکی ذا لذا کان منشأ ٭ ومن قال ہذا ملک ذا فہو مظہر ٭ اور جس نے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنی اس نے بالفعل اس کو ہبہ کیا تو اس میں شرائط ہبہ معتبر ہوں گی اور اگر یوں بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اس میں ہبہ کی شرائط معتبر نہیں سے ومن قال لا دعوے

لی الیوم عند ذا ۔ فما یدعی من بعد منہا فمنکر ۔ اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوے نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اس کے بعد جو دعوی کرے گا اس دن اور ماتقدم کے دعاوی سے سو اس پر شرح کا انکار ہے یعنے مقبول نہیں م اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ میں نے فلانے پر دعوے کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوے مسموع نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العظیم ۔

کتاب الصلح

یہ کتاب ہے صلح متخاصمین کے احکام میں م مصالح علیہ اس کو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور حویلی کا دعوی نہ کر تو یہاں سو درم مصالح علیہ ہے اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقر سبب للخصومۃ المستدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا ہو لغۃ اسم من المصالحۃ وہ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالح کا اسم ہے وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ اور شرع میں صلح عبارت ہے اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہے رکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونوں میں ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ وسیجی اور رکن صلح کا قبول کرنا مطلوب کا متعین اور غیر متعین میں چنانچہ دراہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اس کا بیان آوے گا م صلح بلا قبول اس وقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ میں نے اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اس واسطے کہ یہ اسقاط ہے مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وشرطہ العقل لا البلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہے صغیر ماذون کی جانب سے اگر اس کی صلح خالی ہو نقصان صریح سے م عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہ کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نہ نفع اس میں نہ ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعوی کے گواہ نہ ہوں تو صلح جائز ہے اس واسطے کہ درصورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانے کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہے خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اس واسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہیں اور جس میں نہ ضرر ہو نہ نفع اس کی مثال یہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اس کی قیمت کے اور جس میں نقصان ہو مگر غیر صریح اس کی مثال یہ ہے کہ دین میں تاخیر کرے کہ یہ جائز ہے اس واسطے کہ اعمال تجارت سے ہے وصح من عبد ماذون ومکاتب لو فیہ نفع اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں نفع ہو م طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اس کو شامل رہتا جس میں نہ نفع ہے نہ ضرر یا جس میں ضرر ہے مگر غیر صریح وشرط ایضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو م اور اگر قبض کی حاجت نہ ہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ

ایک گھر میں اپنے حق ہونے کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعوی کیا اور دونوں نے اس پر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اس واسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر وکون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہے کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اس کی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہ ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر م حق سے مراد یہ ہے کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اس کا ہے زوج مدعا علیہ ہے سو زوج نے اس کو کچھ دے کر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہ صلح باطل ہے اس واسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہرا صلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا خواہ مصالح عنہ معلوم یا مجہول م مجہول ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر صلح کی تو صحیح ہے لایصح لو المصالح عنہ مما لایجوز الاعتیاض عنہ وبینہ بقولہ کحق شفعۃ وحد قذف وکفالۃ بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصالح عنہ اس قسم سے ہو جس کا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اس کو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کہ اس کی بدلائی صحیح نہیں م اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بجہت اس شفع کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو بمقابلہ اس کے مال لینا جائز نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہ عبارت ہے بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اس واسطے کہ حد قذف اگرچہ اس میں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اس میں غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور اسی طرح حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اس طرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اس نے کچھ مال دے کر صلح کی کہ اس کو حاکم کے پاس نہ لے جائے اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور اسی طرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول و ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسی طرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لے جانے سے پہلے ہو لا حد زنی وشرب مطلقا صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خواری سے مطلق خواہ حاکم کے پاس اس کی نالش کی ہو یا نہ کی ہو م قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اس کے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کر دے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اس کا باطل ہے اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لے کر اور معاف کر دے تو صحیح نہیں اور اس کا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اس قسم سے ہو کہ تعین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اس واسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کے

اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خود متن میں موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے تکرار بے فائدہ جان کر اس کا ترجمہ نہ کیا وان کان مما یتعین بالتعیین فلا بد من قول المدعی علیہ لانہ کالبیع اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اس واسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے م اور بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ میں نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکمہ وقوع البراءۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم اس کا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا برأت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو م اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ م صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالی (والصلح خیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہراوے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہیں جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رؤیۃ وشرط سواول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اس وقت میں تو صلح میں بیع کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط م اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اس میں مدعی عیب پاوے تو اس کو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہے ویفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لا جہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اس واسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرۃ علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر م حلبی نے کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہے اس کا عطف یسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اس واسطے مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت در صورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اس کے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جس قدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اس کے مصالح عنہ مدعی پھیر لے جس طرح ہم نے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اس واسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فشرط التوقیت فیہ ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابۃ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے

اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح ہے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو مابقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمدؒ کا جس پر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اس واسطے کہ یہی حکم ہے اجارے کا م درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اس واسطے کہ استیجار منفعت کا متحد الجنس منفعت سے جائز نہیں اسی طرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت والانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہے مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں م مدعی کے حق میں معاوضہ اس واسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اس واسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای مع سکوت او انکار اور اس وقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ م یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اس کے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دے کر گھر سے صلح کرلی تو شفعہ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور یہ اس کا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اس کو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ البینۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیۃ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعوی میں تو اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں گو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اس واسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسی طرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہ ہوں اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم کھالے کذا فی الشرنبلالیۃ وتجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرار لان المدعی یاخذہا عن المال فیواخذ بزعمہ اور شفعہ واجب ہے اس صلح میں کہ واقع ہوئی ہے گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اس واسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرے بموجب اس کے گمان کے م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دے کر صلح کرلی تو اس میں شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اس کے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے م یعنی مدعا علیہ نے عوض اس واسطے دیا تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اس کے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصومت مدعی پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہ ہوا اور یہی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیرے گا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ اور جس قدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کی طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو

توکل مصالح عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے ہذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدام علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اس وقت ہے جب کہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیرے رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے وہلاک البدل کلا او بعضا قبل التسلیم لہ ای المدعی کاستحقاقہ کذلک فی الفصلین ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور بدل کی ہلاکی قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں م یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پھیرے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہو گی اور باقی میں رہے گی کذا فی المنح وہذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اس وقت ہے جب کہ بدل اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہ ہو تو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہ ہو گی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیرے مدعا علیہ سے کذا فی العینی صالح عن کذا نسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیجئی فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم منہا فلو من غیرہا صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اس واسطے کہ جس پر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اس کا حق ہے یعنی بعض حق ہے عین کی قید اس واسطے لگائی کہ دین کے دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آوے گا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں صالح عن بعض ما یدعیہ ہے اور حق عبارت یوں تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ وحیلۃ صحتہ ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شئی آخر کثوب ودرہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائے گی مدعی کے باقی حق سے م مثلاً گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اس کے عوض میں درم یا کپڑا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جائے باقی کے دعوی سے م یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوی میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے ابرا کر دے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ وشی علیہ فی الاختیار وعزاہ فی العزمیۃ للبزازیۃ وفی الجلالیۃ لشیخ الاسلام وجعل ما فی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقاً خواہ حیلہ مذکور کرے یا نہ کرے کذا فی الشرنبلالیۃ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور منسوب کیا ہے اس قول کو عزمیہ میں بزازیہ کی طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہے م ظاہر الروایۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوئی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہے برأت باقی عین سے اور فقہاء کا قول یہ ہے کہ ابراء اعیان سے باطل ہے تو یہ اس کو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہ ہو اور اسی طرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا ہے وقولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء

ع کیونکہ مال مقبوضہ اسکا عین حق ہے وابراء عن الباقی، والابراء عن الاعیان باطل قہستانی۔ اور باقی کو معاف کر دینا ہے۔ اعیان کو معاف کرنا باطل ہے کذا فی قہستانی۔

یہ ترجمہ اور عربی عبارت غایۃ الاوطار کے اصل نسخوں میں متروک تھی لہذا اس کو حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے (ناشر)

عن دعوی الاعیان ولم تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل اخذہا لکن لاتسمع دعواہ فی الحکم اور فقہاء کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابراء سے مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہوجاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کرچکا ہے پاجائے تو اس کو ان کا لینا جائز ہے لیکن اس کا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہ ہوگا م بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لبطل الابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نہ کہتا اس واسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان برائت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اس کا لینا حلال ہے اگر پاجائے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد الابرار صحیح ہے

کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأ عن دعوی الباقی ای قضاء لا دیانۃ فلذا لو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہوجائے گا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجائے تو اس کو لے لے گا اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اس کو ہم نے شرح ملتقی میں محقق بیان کیا ہے م اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو بلا خلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو برائت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تاوان سے برات صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہوں گے کہ ان پر ضمان نہیں الا التعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں دیانۃً بایں معنی کہ جب مالک ان کو پاجائے تو ان کو لے مگر قضاءً برائت صحیح ہے م تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برائت کے نہ سنے گا اور اسی کے مانند خلاصۂ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جب کہ موجر اجارے کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر وعن دعوی الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اس نے کچھ مال دے کر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال و یثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہرے گی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی اور اگر اقرار سے نہ ہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہ ہوگا مگر گواہوں سے

کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لایستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہ ہوجائے گا اور اسی طرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرا دیا گیا اس کو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اس عورت نے کچھ دے کر صلح کرلی تو صحیح ہے اور اگر اس کا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہ ہوگا تو خلع بھی صحیح نہ ہوگا وکان خلعا ولا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہ ہوگا

اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہو گا م عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی
ویحل لہا التزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعتہ المرأۃ فصالحہا لم یصح وقایۃ ونقایۃ ودرر وملتقی
وصححہ فی المجتبی والاختیار وصحح الصحۃ فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دے کر صلح کر لی
عورت سے تو صلح صحیح نہ ہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح
کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون لہ رجلا عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارۃ فلم یلزم المولی لکن یسقط
بہ القود ویؤاخذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اس کا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی
جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اس واسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہ صلح اس کے مولی پر لازم نہ ہوگی لیکن صلح
سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جائے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہوگا بعد اس کے آزاد ہونے کے وان قتل عبد لہ ای
للماذون رجلا عمدا وصالحہ الماذون عنہ جاز لانہ من تجارۃ اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے
غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیائے مقتول سے تو جائز ہے اس واسطے کہ وہ اس کے تجارت کے باب سے ہے یعنی اس واسطے کہ
استخلاص اس کا اس کی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اس کی جان بچانا بھی جائز
ہے والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح میں اپنی ذات سے اس واسطے کہ وہ مولی کے تصرف سے خارج ہے
والصلح عن المغصوب الہالک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر
اس کی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے م مثلاً ایک شخص نے دوسرے
کا غلام جس کی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اس کی قیمت دینے کا حکم نہیں دیا کہ غاصب نے دو ہزار
دے کر اس کے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امامؒ کے نزدیک جیسے اسباب دے کر صلح جائز ہے خواہ اس کی قیمت کم ہو یا زیادہ
فلا تقبل بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ اقل مما صالح علیہ جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز
ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اس پر کہ قیمت مغصوب کی کم تر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المغصوب
منہ بشیء کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل بحر اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہیں مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں
بعد صلح کے اتفاق کریں اس پر کہ قیمت کم تر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریک
علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعا فیبطل الفضل اتفاقا اور اگر مال دار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مال دار نے اپنے
شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ عتق میں قیمت ہے شرعاً مقدر اور منصوص علیہ ہے
تو قیمت پر زیادتی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ
فانہ لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی میں مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں اس
واسطے کہ قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اس واسطے کہ قاضی اجرائے احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے
واللہ تعالی اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان کانت القیمۃ اکثر من قیمۃ مغصوب تلف لعدم الربوا اور اسی طرح اگر صلح کرے
بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا م اس واسطے کہ

ربوا متحقق نہیں ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقا ولو فی نفس مع اقرار باکثر من الدیۃ والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور ارش سے یا کم تر سے بواسطہ عدم ربوا م عمد میں مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس میں ہو خواہ مادون نفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے اس میں قلت اور کثرت اس واسطے ربوا نہیں کہ جنایت عمد میں قصاص واجب ہے اور قصاص مال نہیں تو ربوا اس میں متحقق نہیں وفی الخطأ کذلک لا تصح الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطأ مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرھا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا میں اسی طرح یعنی اگرچہ خطا نفس میں ہو اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہیں اس واسطے کہ خطا میں دیت شرعاً معین اور مقرر ہے تو اگر مقادیر دیت کی مغائر سے صلح کی تو صحیح ہے جس طرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہ ہو دین اول سے دیت مراد ہے اور ثانی سے مصالح علیہ م خطا کی دیت شرع میں سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہیں جیسے دعوی دین میں جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہیں اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغائر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہے وتعیین القاضی احدھا یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اس کے سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہے یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا میں فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلاً دو سو[۵۱] دینار پر یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ اونٹ میں بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اس کے مغائر ٹھہرے دوسری جنس کے مانند تو حمل علی المعاوضۃ ممکن ہو گیا کذا فی المنح ولو صالح علی خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطأ ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہے تو اب اس پر خطا کی دیت لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا یعنی عمد میں بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کی جائے کذا فی الاختیار وکل زید عمرا بالصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من مکیل وموزون لزم بدلہ الموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جملہ مکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہو گا اس واسطے کہ وہ اسقاط ہے یعنی اسقاط قصاص ہے قاتل سے یا اسقاط بعض دین[۵۲] ہے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا نہ عاقد م یہ اس صورت میں ہے جب کہ توکیل قاتل کی طرف سے صادر ہو ورنہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ اخذ ہے تو اس کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ بدل صلح اس کو دینا لازم ہے اور اسی طرح مسئلہ دین میں مدعی کی طرف سے توکیل ظاہر نہیں اس واسطے کہ مدعی مؤکل ہے تو بدل صلح اس کو کیونکر لازم ہو گا تو ماتن کو یوں کہنا بہتر تھا او علی بعض دین یدعیہ علیہ آخر کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیؤاخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع مگر یہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہو گا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہو گا اس واسطے کہ صلح اس وقت میں بیع کے مانند ہے یعنی اور بیع میں وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے ہیں اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح

سلا[۵۱] یہ سہو ہے مترجم اول کا کہ ہزار کی جگہ سو لکھ دیے دونوں جگہ مناسب یہ تھا کہ دو ہزار دینار اور پندرہ ہزار کہتا تا کہ صلح زیادہ پر متحقق ہو ۱۲ سلا[۵۲] یعنی اس دین کے بعض پر جس کو مؤکل پر دوسرا شخص دعوی کرتا ہے ۱۲

ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقاً لازم نہیں کذا فی البحر والدرر م مطلقاً وکیل کو لازم نہیں خواہ صلح دم عمد میں ہو خواہ دین خواہ ان کے
غیر میں کذا فی الطحطاوی صالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی ہذا او کذا و سلم المال صح وصار
متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامرہ عزمی زادہ مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کی جانب سے بدون اس کے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال
کا ضامن ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا یوں کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کر کے کہ صلح کرتا ہوں اس پر یا یوں
بولا کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائے گا سب صورتوں میں مگر جب کہ ضامن ہو مدعا علیہ
کے امر سے تو متبرع نہ ہوگا کذا فی عزمی زادہ م اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہے کہ فضولی یوں کہے کہ میں نے صلح کی تجھ سے ہزار درم پر اپنے
مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والا یسلم فی الصورۃ الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ المدعی علیہ
جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت میں تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے
اور اس کو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالصلح اور خلع جمیع مذکورات
میں احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہے م یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا
ضامن ہو یا اس کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر
بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی وقفیۃ دار ولا بینۃ لہ فصالحہ المنکر
لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقا فی دعواہ وقیل قائلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح
ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اس سے
صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے مگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کا صاحب
اجناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہیں اس واسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہیں کل صلح بعد صلح فالثانی باطل
جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے م صلح ثانی اس وقت باطل ہے کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جب کہ عوض پر صلح ہو پھر
دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح فسخ ہو جائے گی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح
بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور اسی طرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل
ہے م مسئلہ نکاح خلافی یہ ہے جامع الفصولین میں ہے ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے
مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور قنیہ میں ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونوں تسمیہ ثابت
ہیں قول اصح میں کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شراء کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری
نے بائع پر دعوی کیا کہ گھر میری ملک ہے سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اس واسطے کہ اقدام
مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پھر دعوی اور صلح بعد اس کے صریحاً تناقض ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر خریداری بعد
صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی
بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو
عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شراء اور

عقد اجارہ تو ان کی طرف مراجعت کرنا چاہیے م تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے اور ضامن اوّل ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہ ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے اور شراء بعد شراء جب کہ ثمن اولیٰ کے مغائر ہو اس طرح کہ اُس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہ ہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ ای قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہیں فلانے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہے صحت پر م گواہ اس واسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ ملاحظہ کے کہ اس میں مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ مبطل ہے اپنے دعویٰ میں ولو قال المدعی بعدہ ماکان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح بحر قال المصنف وہو مقید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہو گی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ میں قید کی لگانے والی ہے م عمادیہ کی عبارت یہ ہے (ادعی بکر فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لاشئی علیہ بطل الصلح) انتہی یعنی بکر نے دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اس کے ظاہر ہوا کہ اس پر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح میں یہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن دعوی البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعویٰ کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کو تحریر کرنا چاہیے م خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اس وقت ہے جب کہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعویٰ کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعویٰ کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ بزازیہ نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو اس میں کچھ اشکال نہ رہا والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا بحر اور صلح کرنا دعویٰ فاسدہ سے صحیح اور دعویٰ باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس کی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر م دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس میں تناقض واقع ہو اور تصحیح دعویٰ برفع تناقض ہے مثلاً اور دعویٰ باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعویٰ مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جس کی تصحیح ممکن نہیں اور من جملہ دعویٰ باطلہ صلح ہے دعویٰ حد سے اور دعویٰ اجرت نائحہ یا مغنیہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحطاوی وحرر فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ میں تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعویٰ سے بعد دعویٰ فاسدہ کے فاسد ہے مگر مجہول کے دعویٰ کے بعد جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہے جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعویٰ فاسد سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اس واسطے کہ بزازیہ میں مذکور ہے کہ علمائے خوارزم کا فتویٰ اس پر ٹھہر گیا ہے کہ جس دعویٰ فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اس پر صلح صحیح نہیں اور جس کی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہ ہو یا کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب واقرہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق کما مر فراجعہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعویٰ کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اس کی تصحیح ممکن ہو یا نہ ہو تو

صلح صحیح ہے بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اس پر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اس کی طرف مراجعت کر م طحطاوی نے کہا تحقیق قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اس کی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول میں صحیح ہے اس واسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صحیح ہے صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیان رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب بکسر اول عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اس واسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جس کا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو درصورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے الاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراہم جاز حتی فی تعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اس نے یمین کے بدلے درم دیے تو جائز ہے یہاں تک کہ دعوی تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد اور نسب کے کذا فی الدرر م دعوی تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجھ کو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی تو اس نے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہیں الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین ینتقض بنقضہما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہے دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعنا ہا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا تصح اقالتہ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود قنیۃ وصیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہ ہو بلکہ بمعنی استیفائے بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اس کا توڑنا اس واسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی الہلاک لم یصح الصلح فی الصور الثلث سراجیۃ اور اگر گھر کے دعوی سے صلح کی اس میں سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درموں کے دینے پر کھیتوں کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعوی الہلاک لانہ لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیۃ مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کرنے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیۃ وصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اس واسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لا کر پھر جھگڑا قائم نہ کرے ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانہا تقبل اور اگر گواہ لا دے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوی میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال

یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بلغ الصبی فاقامہا تقبل ولو طلب یمینہ لایحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اس نے گواہ قائم
کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کی جائے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الاشباہ م طلب بصیغہ مجہول ہے
یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ
وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ
صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور دونوں قولوں کو قنیہ میں ذکر کیا
ہے پہلے قول کو پہلے بیان کر کے م قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبینؒ کا قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت
ہے امامؒ سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لایکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم المتاخرون والاول
اصح بزازیۃ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابراء کا دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک
اور علمائے متاخرین ان کے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانہ
اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابراء کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ م وجہ اس کی
یہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے وہ ثبوت
حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذہ اشباہ ودرر صلح کی بائع نے بیع کے
عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہو گی اور اس کو پھیر دے
جس کو اس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام میں الصلح الواقع علی
بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہو اس مال کی بعض جنس جو مدعا علیہ
پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیاج کے سبب سے
یعنی اس کو معاوضہ قرار نہ دیں گے تاکہ اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان
صحت پر محمول ہے وحینئذ صح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اس وقت میں یعنی جب کہ صلح مذکور
اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت
درہم پر م بدل صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے جس قدر پر صلح واقع ہو اور درحقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہ
مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے ہزار مؤجل پر م اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط
ہے او عن الف جیاد علی مائۃ زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر م اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں
کا اسقاط ہے ولا یصح عن دراہم علی دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر مؤجلہ پر بسبب
نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق نسیئہ جائز نہ ہو گا م یعنی دینار حق کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہرے کہ صلح مؤجل
جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت صحیح نہ ہو گی او عن الف مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح
صحیح نہیں ہزار درم مؤجل سے پانچ سو درم بلا مدت پر مگر مولی کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی م اجل یعنی مدت
مدیون کا حق تھا بالعقد مدانیہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولی اس واسطے کہ لحان

مولی کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصًا او عن الف سود علی نصفہ بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہزار درم سیاہ سے پانچ سو سفید درم پیا در قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے م دائن کا احسان یہ کہ اس پر صلح کرے جو اس کے حق سے کم تر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو جس کا دائن مستحق نہیں چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہوتی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اس میں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ ادا الی خمس مائۃ غدا من الف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیہ بری و ان لم یود ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لفواۃ التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آ میرے پاس پانچ سو کل اس ہزار سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اسی دن پانچ سو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس پانچ سو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اس کا دین پورا پھر آوے گا چنانچہ پہلے شرط کے تھا بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے م قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علی تو گویا دائن نے پانچ سو ادا کرنے کی کل قید لگائی برات میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہ ہوگی و وجوہہا خمسۃ احدہا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اس واسطے کہ وہ مطلق ابرا ہے م صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھ کو پانچ سو دے ہزار سے اس پر کہ تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہ ہوگا کیونکہ قول مذکور ابرائے مطلق ہے یہ ابرائے مطلق اس واسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت تو برات مقید بادا نہ رہی والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا وہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال لانہ صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اس کو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اس کو کل نہ دے تو تمام اس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اس واسطے کہ اس قول میں برات کی صریحًا تقیید ہے م تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے گا تو سب دین اس پر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایۃ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ ما بقی غدا فہو بری ادی الباقی فی الغد او لا لبدایتہ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اس پر کہ مدیون اس کو ما بقی از نصف کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا او اذا او متی لا یصح الابراء لما مر ان تعلیقہ بالشرط صریحًا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچویں صورت یہ کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر ادا کرے یا جب یا جس وقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط

کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے م یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھ کو اس قدر دے تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں
اس واسطے کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو
ہم نے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحروف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہ ہو چنانچہ بلفظ علی
ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ تبوضیح وان قال المدیون لآخر سرا لا اقر لک بمالک حتی
تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے
مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھ کو تاخیر نہ دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط
بعض دین کیا تو صحیح ہے صلح اس واسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہ ہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں
کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال بہ اور اگر اعلان سے
کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے م اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے
سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اس واسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں
پورا دین اس وقت فی الحال لے گا جب کہ دائن ساکت رہا اس واسطے کہ اگر کم کر دے گا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان
اولی ہے اخفا سے ولو ادعی الفا فجحد فقال اقر لی بہا علی ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے
ہزار کا دعویٰ کیا اور مدیون اس کا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں ہزار سے سو کم کر ڈالوں گا تو کم کر
ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ میں تجھ کو سو درم دوں گا اس واسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان
اقررت لی حططت لک منہا مائۃ فاقر صح الاقرار لا الحط مجتبی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے
اوپر سے من جملہ ہزار کے سو کم کر ڈالوں پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبی م اس واسطے کہ ابرا
بشرط صریح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اس میں تعلیق معنوی ہے نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن مبیع بیع صفقۃ
واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک مشترک اذا قبض احدہما شیئا منہ شارکہ الآخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یاتی جو دین کہ
مشترک ہے دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جس کی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونوں کا موروث ہو یا
مستہلک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہو جائے گا اگر وہ چاہے
یا مدیون کا پیچھا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م ثمن مبیع شامل ہے اس صورت کو جب کہ دونوں شریک
مبیع میں شریک ہوں اس طرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہ ہوں اس طرح پر کہ دو چیزیں ہوں ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو
لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک
غلام دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانچ سو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی مرد کے ہاتھ
اپنا حصہ بھی پانچ سو کو بیچا اور ایک بیع نامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے مقبوضے میں شریک نہ ہوگا
اس واسطے کہ سبب مختلف ہے اور مشارکت میں یہ ضرور ہے کہ دونوں مقدار ثمن اور صفقہ میں برابر ہوں اس واسطے کہ اگر دونوں
شخص بیع بصفقہ واحدہ کریں اس پر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ سو درم ہے اور فلانے کا حصہ پانچ سو درم پھر ایک شخص اس

میں سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اس میں مشارکت نہ ہوگی اس واسطے کہ تفرق تسمیہ بالعین کے حق میں تفرق صفقہ کے مانند ہے
کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک الآخر نصفہ الا
ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اس وقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر دوسرا شریک اس کپڑے کا آدھا لے گا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی
کردے تو اب اس کا حق نہ رہے گا کپڑے میں م مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک
شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن
ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نہ رہے گا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف
بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نہ کیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ
خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب
مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی
مسئلہ صلح پر مسئلہ بیع میں بسبب باقی رہنے اس کے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ
لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابراء کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے ربع دین کو نہ بھرے گا
اس واسطے کہ ابراء تلف کرتا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں وکذا الحکم ان کان للمدیون علی
احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے
اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونوں شریکوں کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اس
کے اگلے دین سے اس واسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض م اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے
نہ ادائے دین میں دین سابق کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب
اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اس میں شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن بعض قسم الباقی علی
سہامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اس کے سہام پر مقسوم ہوگا م مثلاً اگر دونوں شریکوں
کے مدیون پر بیس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کردے تو اس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے
گا اور شریک ساکت کو دس درم کا ومثلہ المقاصۃ اور ابراء کے مانند مقاصہ ہے م مقاصہ اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ
درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہو گئے اس کے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے
ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاوے گا اور دوسرا شریک دس درم ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے
میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے م امامؒ کے نزدیک تاجیل احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک
کی رضا پر موقوف ہے اور محمدؒ سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسفؒ کا قول ذکر کیا باوجود
عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا
بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے م یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی

غصب کیے اور وہ اس کے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا تو دوسرا شریک اس میں شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس
استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہرے گا اس واسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اتلاف
ہے تو شریک ثانی اس میں رجوع نہیں کرسکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اس واسطے قبض ثابت نہ ہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت
کا شریک مالک نہ ہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ درحکم اموال ہے تو جنایت خطا کی صلح میں قابض ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ
اختصاصہ بما قبض ان یھبہ الغریم قدر دینہ ثم یبرئہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اس کے
دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے م مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اس
شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درم میں شریک ثانی کی شرکت نہ ہوگی کیونکہ مقبوض
ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفا من تمر مثلا ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر
اپنے حصے کے دین سے یعنی جس قدر اس کا حصہ ہے اتنا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ
مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں یعنی اگر اس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو
اب جو مدیون دس درم اس کو دے گا وہ ثمن مبیع ٹھہرے گا نہ اس کے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن
نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور
رب السلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اس مال پر جو اس نے دیا تھا راس المال سے
تو اگر دوسرا شریک صلح جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کرے گا تو صلح مردود ہو جائے گی اس واسطے
کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اس کے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے م یعنی جب کہ دو شخصوں نے
بیع سلم منعقد کی بیس من گیہوں میں اور راس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس من
گیہوں سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اس سے لیے تو یہ صلح امامؒ اور محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں
بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دے گا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونوں میں مشترک ہوں گے اور جو سا باقی رہے
گی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دے گا تو صلح باطل ہوگی اس واسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضائے
شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہوسکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے میں جائز کیجیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت
اس کے حصے کی بلا تمیز نہیں ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہیں کذا فی الدرر بتصرف وتوضیح نعم لو کانا شرکی مفاوضۃ جاز مطلقا بحر ہاں
اگر دونوں رب السلم شریک مفاوض ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر م طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں یوں ہے کہ جاز ولو فی الجمیع یعنی
صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصالح نہیں بلکہ جب کہ وہ سب میں فسخ کرے تو جائز ہے فصل فی التخارج
یہ فصل ہے تخارج کے احکام میں م تخارج خروج سے ہے اصطلاح شرع میں تخارج اس سے عبارت ہے کہ وارث اس پر اتفاق
کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دے کر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدہم عن الترکۃ وہی عرض او ہی
عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذہب بفضۃ دفعوہا لہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرفا للجنس بخلاف جنسہ
خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض اس مال کے جو انہوں

نے اس کو دیا یا وارثوں نے اس کو نکالا اس متروکہ سے جو سونا ہے بعوض چاندی کے کہ انھوں نے اس کو دے دیا یا بالعکس اس کے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دے کر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دے کر تو یہ تخارج سب صورتوں میں صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر مثل صرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہے تخارج عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثوں نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہر صورت تخارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اس تخارج میں جو من جملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہے چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرہما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے آخراج میں نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج صحیح نہیں مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی اس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اس کے حصے سے اس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر متروکہ میں درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اس کا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض اس کے حصے کے برابر ہو جاویں اور باقی درم باقی متروکہ مغائر درم کے مقابلے میں پڑیں اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہوں یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہ ہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولابد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضروری ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم کرنا کذا فی الشرنبلالیۃ ہو الجلالیۃ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم ربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہ ہونے سے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسی طرح مطلقا صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اس کی میراث کے اس واسطے کہ اس وقت میں موجود دین بدلا نہیں بلکہ دنیا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں نہ خارج کے واسطے اس واسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے م جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اس کو مالک کرنا باطل نہیں جس پر دین ہے ثم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر مذکور کیں سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابراء مدیون کا مصالح کے حصۂ دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین میں اس کو وہ معاف کر دے تو صحیح ہے اس واسطے کہ اس ابراء میں مالک کرنا ہے دین کا اس کو جس پر دین ہے اور یہ صحیح ہے تو بقدر اس کے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیون سے م اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اس کا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے ان کے جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے مدیونوں سے م اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اس واسطے کہ نقد بہتر ہے نسیئہ سے کذا فی الصدر الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالہم بالقرض علی الغرماء

وقبلوا الحوالۃ وہذہ احسن الحیل ابن کمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اس کے حصے کے دین سے اور صلح کرلیں مصالح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بعوض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہے اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کرلیں اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ ابن کمال م اس واسطے کہ حیلہ اولی میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجہ ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن ملک اور اوجہ حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اس کے بیچیں بقدر اس کے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک م اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہے لیکن مصالح کا نقصان ہے صریح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجہولۃ اعیانہا ولا دین فیہا علی مکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبہۃ الشبہۃ اور جس کے ترکے اعیان معلوم نہیں اور اس میں دین نہیں اس کے صلح کے صحیح ہونے میں مکیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہۃ الشبہہ کے شارح نے کہا علی مکیل اور موزون صلح سے متعلق ہے م یعنی جب ترکہ میں دین نہ ہو اور اعیان اس کے معلوم نہ ہوں اور مکیل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اس کی صحت میں اختلاف ہے فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہے بعلت شبہۂ ربوا وجہ صحت یہ ہے کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ترکے میں مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اس کے ہونے کے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہے اور عدم صحت میں شبہہ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے میں بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہیں اور اگر ہم جنس نہیں تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہ ہو اس صورت میں اختلاف ہے ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لقیامہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز ما لم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اس واسطے کہ جہالت اس کی موجب نزاع نہیں بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جب تک کہ تمام مقبوضہ اس کا معلوم نہ ہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک م خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکۂ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہیں تو جہالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ یہاں تسلیم کی حاجت ہے اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہے وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اس کے نکالنے کے واسطے اور باطل ہے قسمت ترکے کی وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکے کے مالک نہیں جو اس میں صلح یا قسمت جاری کریں اس واسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت میں صلح اور قسمت باطل نہیں جب کہ ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لیں اس واسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط برات ذمۂ میت م تقیید برات میں شارح مصنف کا تابع ہوگیا ہے اور زیلعی میں تو عدم رجوع فی الترکہ پر اشتراط کا

مدار ہے کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوائے ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوتی کذا فی الطحطاوی و لا ینبغی ان یصالح ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہیں کہ صلح کی جائے اخراج وارث پر یا قسمت کی جائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکے میں جس کو دین محیط نہیں م اس واسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہے طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ میں صلح اور قسمت مکروہ ہے ولو فعل الصلح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لئلا یحتاجوا الی نقض القسمۃ بحر اور اگر صلح اور قسمت کی جائے ترکہ مذکورہ میں قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اس واسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہیں ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثوں کا ضرر ہے تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایۃ تاکہ وارثوں کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر استحسان متعلق ہے صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اس واسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہ ہو اس واسطے کہ ترکے کا ہر جز مشغول بدین ہے بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہے جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثوں نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از راہ صلح کے تو اس کا حصہ باقی وارثوں میں برابر قسمت ہوگا اگر ہو وہ مال جو انھوں نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا ہے وان کان المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم تقسیم بینہم اور اگر دیا ہوا مال اس میں سے ہو جس کو انھوں نے میراث میں پایا تو بقدر ان کی میراث کے ان میں خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیدہ الخصاف بکونہ عن انکار فلو عن اقرار فعلی السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور میں صلح انکاری کی قید لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہوں اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دے کر صلح کریں تب یہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقاً خواہ ترکے سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اس واسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثوں نے اس کو خرید کیا اور تساوی ظاہر نہیں مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ میں برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدہم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہے یعنی صلح میں کل اور بعض دونوں برابر ہیں ولو لم یذکر فی صک التخارج فی الترکۃ دین ام لا فالصک صحیح وکذا لو لم یذکرہ فی الفتوی فیفتی بالصحۃ ویحمل علی وجود شرائطہا جمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز میں یہ مذکور نہ ہو کہ ترکے میں دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسی طرح اگر یہ مذکور نہ ہو فتوی میں یعنی استفتا اور سوال میں تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنی مفتی پر اس کی بحث واجب نہیں کذا فی الطحطاوی والموصی لہ بمبلغ من الترکۃ کوارث فیما قدمناہ من مسئلۃ التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسی قدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہے ان احکاموں میں جن کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں تخارج کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہے اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہے صالحوا ای الورثۃ احدہم وخرج من بینہم ثم ظہر للمیت دین او عین لم یعلموہا ہل یکون ذلک داخل فی الصلح المذکور قولان اشہرہما لا بل بین الکل والقولان حکاہما فی الخانیۃ مقدما العدم الذی قد ذکر فی اول فتاواہ انہ یقدم ما ہو الاشہر فکان ہو المعتمد کذا فی البحر قلت و فی البزازیۃ انہ الاصح ولا یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثوں سے خارج ہو گیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثوں کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور میں داخل ہوگا یا نہ ہوگا اس میں دو قول ہیں دخول اور عدم دخول کے دونوں قولوں میں مشہور تر قول عدم دخول کا ہے بلکہ وہ دین اور

عین سب وارثوں میں مشترک ہے اور دونوں قولوں کو خانیہ میں حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کر کے اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کے اول میں ذکر یہ کیا ہے کہ جو قول مشہورتر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول سے معتمد ظاہر الذا فی البحر میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ البتہ وہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہ ہوگی وفی الوہبانیۃ سے وفی مال طفل بالشہود فلم یجز ٭ ومایدعی خصم ولا یتنور ٭ اور وہبانیہ میں ہے اور صلح طفل کے اس مال میں جو گواہوں سے ثابت ہے جائز نہیں اور صلح جائز نہیں اس میں جس کا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعویٰ گواہوں سے روشن نہ کرے م اور اگر طفل کا مال گواہوں سے ثابت نہ ہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت میں اس واسطے صلح جائز نہیں کہ مدعی مستحق نہیں مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہے نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہوں تو صلح جائز ہے کذا فی الطحطاوی ٭ وصح علی الابراء من کل عائب ٭ اور صحیح ہے صلح ابراء پر ہر عیب سے م یعنی مشتری اگر براءت عیوب بیع پر کچھ لے کر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحطاوی نے کہا اس واسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہے تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہے کیونکہ یہ اسقاط حق ہے ٭ ولو زال عیب عنہ صالح یہدر ٭ اور اگر عیب بیع سے زائل ہو گیا تو صلح باطل ہے م یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہو گیا تو صلح باطل ہے تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسی طرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی ٭ ومن قال ان تحلف فتبرأ فلم یجز ٭ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ ابراء کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے گی اس واسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی الطحطاوی ٭ ولو مدع کالاجنبی بصوںٖ اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں م مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور ٭

ـــــ

سلہ ولو للوصل کالاجنبی خبر المبتداء محذوف ای اذکر من المدعا علیہ والمدعی کالاجنبی حال کونہ یصور کذا فی الطحطاوی ۱۲

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین پر پھرنے سے م اس عقد کا مضاربت اس واسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اس واسطے کہ قرض بمعنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی المنح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعًا مضاربت شرکت فی المنفعۃ کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے م مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ ان سے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے وركنها الايجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے م ایجاب اس طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھ کو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو اس میں سے تیرا اتنا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحكمها انواع لانها ايداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اس کا اثر مترتب چند نوع ہے لیکن بانظار مختلفہ اس واسطے کہ مضاربت امانت رکھنا ہے شروع میں م مضاربت ابتداء میں ایداع اس واسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ ووثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب تاوان نہیں ومن حيل الضمان ان يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم وبما اقرضه على ان يعملا والربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلك فالقرض عليه اور راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درم کے پھر شرکت عنان کرے اس باقی درم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں نفع دونوں میں برابر ہو پھر بعد اس کے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہے گا م شرکت عنان کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اس واسطے شرط کیا کہ اگر کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جائے گی اور مفسد اشتراط عمل واحد ہے نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضارب

باقی نہ رہی بلکہ راس المال میں شرکت ہوگئی **وتوكيل مع العمل لتصرفه بامره** اور مضاربت توکیل ہے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے م پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اس کو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر **وشركة ان ربح** اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو اس واسطے کہ مال او عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اس میں شریک ہوں گے **وغصب ان خالف و ان اجاز رب المال بعده لصيرورته غاصبا بالمخالفة** اور مضاربت غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اس کو جائز بھی رکھے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالفت سے م مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی او بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اس واسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا **واجارة فاسدة ان فسدت فلا ربح للمضارب حينئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح او لا لا يزاد على المشروط خلافا لمحمد والثلثة** اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اس کے واسطے اس کی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت میں نفع حاصل ہو یا نہ ہو زیادہ نہ دی جائے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے م اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اس کی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی **الا في وصي اخذ مال يتيم مضاربة فاسدة كشرط لنفسه عشرة دراهم فلا شيء له في مال اليتيم اذا عمل اشباه فهو استثناء من اجر عمله** مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہے مگر اس وصی میں جس نے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درم کا شرط کر لینا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہے اجرت عمل سے م یہاں محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہہ دیا **والفاسدة لا ضمان فيها ايضا كصحيحة لانه امين** اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اس واسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا **دفع المال الى آخر مع شرط الربح كله للمالك بضاعة فيكون وكيلا متبرعا** دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے یعنی یہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہیں کیا **ومع شرطه للعامل قرض لقلة ضرره** اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہے بواسطہ قلت ضرر قرض م یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا او شرط دونوں میں یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والا لے نہ صاحب مال تو یہ مضاربت نہیں ہے قرض ہے اس واسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ راس المال کا مالک ہو اور ملک متصور نہیں مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا ضرر نقصان ہے اس واسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اس کے بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہے نہ اس کے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی **مختصرا بتصرف وشرطها امور سبعة** اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں اشتراط راس المال کا من جملہ اثمان کے ہونا (سونا چاندی) ۲. اس کا معلوم ہونا ۳. راس المال کا عین ہونا نہ دین ۴. مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵. شیوع منفعت بلا تعیین مقدار[1] ۶. مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷. مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی **كون راس المال من الاثمان كما مر في الشركة** شرط صحت مضاربت

[1] یعنی نفع باعتبار حصے ہو کہ آدھا نفع ہوگا یا تہائی وغیرہ مقرر نہ ہو کہ دس روپیہ مثلاً مضارب لے گا باقی مالک ۱۲۔

ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں م تو مضاربت صحیح نہیں مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح ہوتی ہے اس واسطے
کہ مضاربت شرکت ہے فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا
غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذافی الدرر وہو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی اس طرح کہ عاقدین عقد مضاربت
کریں مقدار معین راس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار درہم پر وکفت فیہ الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا
ہے م صورت اشارہ یہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور ان کی مقدار معلوم نہیں اس کو تو جائز ہے کذافی الدرر والقول
فی قدرہ وصفتہ للمضارب بیمینہ والبینۃ للمالک اور در صورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے
اس کی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہے واما المضاربۃ بدین فان علی المضارب لم تجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت
دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہے اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیۃ ثم بعہ و
ضارب بثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اس کو بیچ اور اس کے ثمن سے
مضاربت کر سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے م اس واسطے کہ مضاربت غلام کی طرف مضاف نہیں جو جائز نہ ہو بلکہ اس کے ثمن کی طرف
مضاف ہے اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذافی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو
مضاف کرے کقولہ لغاصب او مستودع او مستبضع اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز مجتبی چنانچہ یوں کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع
جس کے پاس ودیعت ہے
سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا تیرے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہے کذافی المجتبی م مستبضع
وہ جس کے پاس مال ہو بطریق بضاعت[۱] کے طحطاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں جائز ہو گی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا
مال ہو جس میں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا لا دینا کما بسط فی الدرر اور شرط صحت ہے ہونا
راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اس کو درر میں واضح بیان کیا ہے م درر میں ہے عین ہونا شرط ہے نہ دین
ہونا اس واسطے کہ مضارب امین ہے شروع میں اور جس پر دین ہے اس کا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر
اس دین میں جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ مراد
معین ہونا ہے مسلما الی المضارب لیمکنہ التصرف دراں حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اس کو تصرف
اس کا ممکن ہو م اس واسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط
کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہو گی اور اگر صاحب مال بامر مضارب راس المال سے خرید و فروخت کرے
تو نفع میں دونوں شریک ہوں گے بموجب شرط کے اس واسطے کہ استعانت سے عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل
رب المال عین عقد میں کہ وہ مفسد ہے کذافی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیہما من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اس واسطے
کہ اس میں دونوں جانب سے عمل ہے وکون الربح بینہما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت سے ہونا منفعت کا مابین
دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہو گی م منفعت شائع مثلاً دونوں میں نصفا نصف ہو
یا تین تہائی اس واسطے کہ اس میں منفعت کی مشارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درم یا نصف منفعت کے ساتھ

[۱] یعنی کل نفع کا مالک ہو ۱۲

دس[1] درم زیادہ تو یہ قاطع ہے شرکت کا اس واسطے کہ شاید منفعت نہ ہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منقطع کی نہ رہی تو مضاربت باقی
نہ رہی وکون نصیب کل منہما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت سے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک م
حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول یہ ہے کہ مثلاً مالک کہے مضارب سے کہ تجھ کو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع[1] ہے معلوم
ہونا اس واسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت سے نفع کے واسطے تو اس کی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطہا کون نصیب المضارب
من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال او منہ او من الربح فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے
تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اس واسطے کہ ان دونوں
شرطوں کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط
وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ میں ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت
ہے اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جس طرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا
م جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے
سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں ازاں جملہ یہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جائے یا دونوں پر کذا فی الطحطاوی و
لو ادعی المضارب فسادہا فالقول لرب المال وبعکسہ فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال
کا قول مقبول ہے اور اس کے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے والاصل ان القول لمدعی
الصحۃ فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الربح الا عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فیہ فسادہا
لانہ ینکر زیادۃ یدعیہا المضارب خانیۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے مضارب
سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوائے دس درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو صاحب مال
کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت ہے (یعنی دس درم کم) مقبول اس واسطے ہے کہ صاحب مال اس زیادت کا منکر ہے
جس کا مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی الخانیۃ وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ میں ہے اس میں اشتباہ ہے سو اس کو
سمجھ لے م اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب
الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم
کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول ہے انتہی الترجمۃ مصنف نے اپنی شرح میں
اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اس واسطے کہ مضارب اس صورت میں مدعی
صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ
قاعدے سے خارج ہے اور حالانکہ اس میں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحطاوی ویملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید
بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئۃ متعارفۃ اور مضارب مالک ہے مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں
مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا مدت متعارف کے ساتھ

[1] یعنی تلثوں میں سے ایک تجھ کو دیا جائے گا اور ایک صورت مجہول نفع کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یوں کہے کہ نفع میں ہم تم شریک ہیں یہ بیان نہ کرے کہ نصف کے شریک ہیں یا کم زیادہ ۱۲

م یہ مراد نہیں کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہ ہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اس کے ہاتھ میں امانت نہ باقی رہے مدت میں متعارف کی قید اس واسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر برا او بحرا ولو دفع لہ المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر میں نہ مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے م اور قول غیر ظاہر ابویوسفؒ کی روایت ہے امامؒ سے کہ اگر اپنے شہر میں مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں دے تو اس کو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض[1] سے تو مقتضائے لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے والابضاع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونا ولو لرب المال ولا تفسد بہ المضاربۃ کما یجئ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اس کو اختیار ہے اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اس کا آوے گا والایداع والرہن والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعہا او یغرسہا جاز ظہیریۃ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اس میں کھیت کرے یا درخت لگا دے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن مطلقا علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقاً کشادہ دست اور تنگ دست پر اس واسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگروں کے دستور العمل سے ہے لا یملک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسہ الا باذن او اعمل برایک اذ الشئی لا یتضمن مثلہ[2] مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اس کے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اس واسطے مالک نہیں کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے م عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یوں کہتا اذ الشئی لا یتضمن مثلہ والا علی منہ تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہے مضاربت سے خلط مال اس صورت میں جائز نہیں جب کہ اس شہر میں رائج نہ ہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض والاستدانۃ وان قیل لہ ذلک ای اعمل برایک لانہما لیسا من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیم مالم ینص المالک علیہما فیملکہما اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور نہ ادھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اس واسطے کہ وہ دونوں تجار کے دستور العمل سے نہیں ہیں تو وہ تعمیم قول مذکور میں داخل نہ ہوگی جب تک مالک ان دونوں پر تصریح نہ کر دے پھر تصریح کے بعد ان کا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہہ دیا کہ تجھ کو قرض دینے اور ادھار لینے میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں دُر میں ہے استدانت ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ تر ثمن پر خرید کرے وان استدان کانت شرکۃ وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا

[1] سیر کرنا زمین میں ۱۲

[2] سلہ کیونکہ چیز اپنے مانند اور اپنے سے اوپر والے کو متضمن نہیں ہوتی ۱۲

وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فہو متطوع لانہ لایملک الاستدانۃ بہذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لے گا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ[۱] متحقق ہوگی اور اس وقت میں تو اگر مضارب کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اس کو پانی سے دھولایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو دلایا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہیں لے سکتا اس واسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہیں م سراجیہ میں ہے صورت استدانت یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہ ہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسی طرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں تو تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے پھر ان کی باربرداری یا شوب یا پیچیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اس واسطے کہ اس کے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو استیجار[۲] سے مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہ ہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب عاقد لنفس متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء لانہ لو قصر بالنشا فحکمہ کصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب میں فقط پانی کی قید عقد کرنے والا اپنے لیے اس واسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھولادے گا تو اس کا حکم کپڑا رنگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ ودخل فی اعمل برایک کالخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگادے گا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اس قدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی صواب دید کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اس کے رنگ کی قیمت کا حصہ بشرط اس کے بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں م مثلاً سفید تھان خریدا ہو پانچ روپے کو راس المال سے اور اب اس کا ثمن بدون رنگ کے سات روپے ہوگیا اور رنگین کرنے سے آٹھ روپے کو بکا تو مضارب اس میں دو روپے لے گا اور صاحب مال ایک روپیہ اس واسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت میں پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یوں نہ کہا کہ عمل کر موجب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک نہ ہوگا بلکہ غاصب ٹھہرے گا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نہ رہا مضارب کے پاس تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما قال احمر لما ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اس واسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امامؒ کے نزدیک تو داخل نہ ہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر م مذکور ہو چکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لایملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجئ اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت یا اس شخص کا جس کو مالک نے معین کر دیا اس واسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت

---

[۱] یعنی مضاربت اس صورت میں شرکت وجوہ ہو جائے گی کیونکہ مضارب اپنی وجاہت سے قرض لے کر رب المال کو نفع میں شریک کرتا ہے عقد مضاربت کا اس کا مقتضی نہیں ۱۲ [۲] یعنی شوب وغیرہ کے لیے نہ دور کرنے سے ۱۲

ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت نہیں ہو گیا اس واسطے کہ اس وقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہ ہو گا چنانچہ اس کا بیان آوے گا م تخالف امور مذکور ہیں اس واسطے جائز نہ ہو گا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہو گی جس طرح اس نے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی فائدے سے نہیں اس واسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قیدنا بالمفید لان غیر المفید لا یعتبر اصلا کنہیہ عن بیع الحال قید لگائی ہم نے تقیید مفید کی اس واسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع معجل[1] سے واما المفید فی الجملۃ کسوق من مصر فان صرح بالنہی صح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں م شہر کے ایک بازار کی تقیید اس واسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود تباین اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی مصرح ہو اس طرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا اس کے سوا اور بازار میں تو اب تقیید صحیح ہو گی ایک جگہ کذا فی الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہو گا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالفت امر مالک مضارب کی ہو گی یعنی تو اس کے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہو گا اس واسطے کہ اس نے غیر کے مال پر بدون اس کے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف نہ کیا یہاں تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جائے گی م یہ متعلق ہے تعین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اس کے ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبار اللجزء بالکل اور اسی طرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضاربت میں عود کیا جزء کو کل کے ساتھ قیاس کر کے م یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا یملک تزوج قن من مالہا اور مضارب مالک نہیں نکاح کر دینے اس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او یمین اور مضارب مالک نہیں اس لونڈی یا غلام کی خرید کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے م قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اس کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المفیدۃ للوکالۃ کاشتر لی عبدا ابیعہ او استخدمہ او جاریۃ اطاہا برخلاف خرید کرنے کے وکیل کے اس واسطے کہ وہ اس مملوک کے خرید کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر آزاد ہو جائے جب کہ قرینہ مخصص وکالت نہ ہو چنانچہ یوں کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جس کو میں بیچوں یا اس سے خدمت لوں یا جاریہ خرید کر جس سے میں قربت کروں م تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نہ چاہیئے کہ موکل پر آزاد ہو جائے ولا من یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح او ہنا ان تکون قیمۃ ہذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور مضارب اس غلام کے خرید کرنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت میں

[1] یعنی اگر مضارب سے کہے کہ نقد سے بیع مت کرنا تو یہ ممانعت معتبر ہو گی ۱۲

نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے عینی نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م خرید کرنا غلام مذکور کا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائے گا کیونکہ اس کی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبینؒ کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہ ہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہرے گا راس المال سے تو اگر راس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اس کے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اس پر آزاد نہ ہوگا انتہی مختصرا کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منہما وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضاربت کے واسطے م اور مضارب تاوان دے دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اس پر سے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح للمضاربۃ اور اگر وہ نفع نہ ہو جس کو ہم نے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کے واسطے خرید صحیح ہوگی م یہ متعلق ہے اس صورت کے ساتھ جب کہ مضارب اس کو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الحلبی فان ظہر الربح بزیادۃ قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب المالک لعتقہ لا بصنعہ وسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصۂ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہ ہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام ادائے قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے م غلام اس واسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اس واسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد اذ لا نظر فیہ للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اس واسطے کہ اس میں منفعت سے صغیر کی کچھ رعایت نہیں م عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک میں وہ علت ہے جو مضارب میں مذکور ہو چکی یعنی عدم حصول نفع شریک والماذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لہما زیلعی اور عبد ماذون نے جب کہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولا پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہ ہوا اور نہیں تو آزاد نہ ہوگا برخلاف صاحبینؒ کے کذا فی الزیلعی م زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اس کی گردن اور کسب کو محیط ہے یا نہیں تو امامؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا فصارت قیمتہ ای الولد وحدہ بما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمس مائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک لظہور الربح المذکور فعتق مضارب ہے جس کے پاس ہزار درم ہیں نصفا نصف منفعت پر اس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنی بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جس کی قیمت راس المال یعنی ہزار درم کے برابر ہے پھر مضارب کے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت میں پھر

قیمت اس کی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہم نے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد اب مذکور آزاد ہوگا م پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اس کا فرزند ٹھہرے گا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا سعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اس کی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اس کو آزاد کردے م ہزار راس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے ولرب المال بعد قبضہ الفا من الولد تضمین المدعی ولو معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتھا ای الامۃ لظھور نفوذ دعوتہ فیھا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اس واسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کی لونڈی میں م قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اس واسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجاوے اس واسطے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحطاوی وحمل علی انہا تزوجہا ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اس پر محمول ہوگئی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کرلیا باذن بائع پھر اس کو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب سے م یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زناکار نہ ٹھہرے ولو صارت قیمتھا الفا و نصفا صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہوجائے گی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اس واسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے م یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اس کا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور تضمین مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اس واسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ اس پر یہ کہ ام ولد پر سعایت نہیں پھر حق مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو راس المال نہ ملے گا تب تک ولد رقیق ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الحلبی

باب المضارب الذی یضارب | یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے لما قدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جب کہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کرچکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دے گا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو بنا بر ظاہر مذہب کے اس واسطے کہ مال دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت

اس میں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آوے گا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو اس میں اور مالک میں مشروط ہے م درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہرے گا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احدہم اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اس واسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسی طرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر کے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح ولا یضمن لیس لہ ذلک بحر پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اس کو جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اس واسطے کہ مال عمل سے ٹھہر گیا اور مالک کو مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالی فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہے تو مالک کے واسطے نصف نفع ہے بموجب اس کی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے ششمی حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب والمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھ کو اللہ تعالی روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسی طرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو اللہ تعالی منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا م مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اس کو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اس کو نفع نہیں ملا سوائے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے ومثلہ ما ربحت من شئی او ما کان لک فیہ من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجھ کو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز میں تجھ کو نفع ہو اور مانند اس کے م چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھ پر خدا فضل وکرم کرے یا جو تجھ کو بڑھوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفا نصف ہے وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور

مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال لہ ما ربحت بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانہ لم یربح سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اس واسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف وللثانی کذلک ولا شئ للاول لجعلہ مالہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی دے تو اس کا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں بسبب اس کے کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اس نے مضارب ثانی کے واسطے مقرر کر دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کر دینے کے سبب سے اس واسطے کہ اس نے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے م توضیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو نفع ملے وہ مجھ میں اور تجھ میں نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لے گا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کم ہے دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑے گا اس واسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہو گئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط لعبد المالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید وشرط لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ اشترط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامۃ الکتب وفی نسخ المتن والشرح ہنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام کے واسطے تہائی اس کا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلے کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو م متن کے ایک نسخہ میں یوں دیکھا ولو شرط للثانی ثلثیہ و لعبد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید بل یصح الشرط ویکون لسیدہ وان لم یشترط لایجوز انتہی حق یہ ہے کہ لایجوز حذف کیا جاوے اس واسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحطاوی ولو عقدہا الماذون مع اجنبی وشرط الماذون عمل مولاہ لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ دین لانہ کاشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے مولی کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین نہ ہو اس واسطے کہ اس میں عمل کرنا شرط ہے مالک پر والا صح

سلہ اور اگر شرط کی مضارب ثانی کے لیے دو تہائیاں اور مالک کے غلام کیلئے ایک تہائی نفع کی اس شرط سے کہ اس کے ساتھ کام کرے اور خود اپنے لیے ایک تہائی تو صحیح ہے ۱۲ سلہ اس شرط پر کہ اس کے ساتھ کام کرے عادت کے طور پر ہے اور قید مسئلہ نہیں بلکہ شرط درست ہے اور اس کے مالک کی تہائی ہوگی گو شرط نہ کی ہو ۱۲

لانہ حینئذ لا یملک کسبہ واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع الصحۃ اور اگر ولیسانہ ہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولیٰ صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولیٰ اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا م یعنی مضاربت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اس کو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ میں وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کما لو ضارب مولاہ اور اسی طرح مانع صحت عقد ہے عمل شرط کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اس نے اپنے مولیٰ کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولیٰ کے ساتھ م وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب اپنے مکسوبات میں احرار کے مانند ہے پھر اگر عاجز ہو جاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساکین او للحج او فی الرقاب او لامراۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد ولم یصح الشرط ویکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کے واسطے یا حج کے واسطے یا گردنوں کو چھڑانے کے واسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اس کے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع مشروط صاحب مال کا ہے نہ مساکین وغیرہم کے واسطے م زوجہ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشتراط نفع اس صورت میں غیر صحیح ہے جب کہ ان کا عمل شرط نہ ہو اور اگر ان کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور مشروط انہیں کے واسطے ہوگا اس واسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہو گئے عمل شرط کرنے سے اور درصورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہ ہوگی بلکہ ہبہ موعود ہے جس کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء لنفسہ او لرب المال صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے مشروط ہوئی جس کو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کے واسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے مالک کے واسطے نہ چاہے اس طرح پر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اس واسطے کہ اس کا عمل شرط نہیں کیا دمتی شرط البعض لاجنبی ان شرط علیہ عملہ صح الشرط والا لا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اس پر اس کا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقا والمشروط لاجنبی ان شرط عملہ والا فللمالک ایضاً وعزاہ للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مضاربت صحیح ہے مطلقاً یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہ ہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اس کا عمل مشروط ہو اور اگر اس کا عمل مشروط نہ ہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہے اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہے برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو م جب یہ ثابت ہو چکا اول کہ عقد مضاربت بہر صورت صحیح ہے اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اس کے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے نہ اجنبی میں چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالک جاز ویکون للمشروط لہ قضاء دینہ ولا یلزم بدفعہ لغرمائہ بحر اور اگر بعض نفع دین مضاربت یا دین مالک کے ادا کرنے کے واسطے شرط ہوا تو جائز ہے اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضارب اور مالک پر لازم نہ کیا جائے گا نفع مذکور کا اس کے دین والوں کو کذا فی البحر وتبطل المضاربۃ بموت احدہما لکونہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہے

مضاربت مالک یا مضارب کی موت سے بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہے موکل یا وکیل کی موت سے و
کذا بقتلہ وجر بلحاظ علی احدہما فجنون احدہما مطبقا قہستانی اور اسی طرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے سے اور ایک کے
منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق ہونے سے م بالغ ممنوع التصرف ہو جاتا ہے جنون سے یا سفاہت
سے یا عبد ماذون کے حجر سے ہر چند جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شارح نے پھر اس کو اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس میں اطباق کی
قید لگاوے وفی البزازیۃ مات المضارب والمال عروض باعہا وصیہ اور بزازیہ میں ہے کہ مضارب مرگیا اور مال عروض اور قماش ہے یعنی اسباب
ہے نقد نہیں تو اس کو مضارب کا وصی بیع کرے م اور قول اصح یہ ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہے
اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہ ہو تو فقط مالک مختار ہے یا حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں داخل
کرے پھر جب مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا راس المال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اس کے دائن لیں کذا فی الطحطاوی
ولو مات رب المال والمال نقد تبطل فی حق التصرف ولو عرضا تبطل فی حق المسافرۃ لا التصرف فلہ بیعہ بعرض و نقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال
نقد ہے تو مضاربت باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہیں کر سکتا اور اگر مال عرض ہے نہ نقد تو
مضاربت باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس اسباب کو سفر میں نہیں لے جا سکتا تو اس کو وطن میں اس کا بیچنا عرض اور نقد سے
جائز ہے م اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لے کر اور وہاں خرید کی پھر صاحب مال مرگیا اور اس کو خبر نہیں موت کی
پھر وہ دوسرے شہر میں مال لے گیا تو مضارب کا خرچ اس کے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہوگا راہ
میں تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وبالحکم بلحوق المالک مرتدا اور مضاربت باطل ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہو جانے
سے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اس کے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہو گی اس واسطے کہ لحوق دار الحرب موت
کے مانند ہے و لہذا اس کا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اس کے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد
بعد لحوقہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا حکم بلحاقہ ام لا عنایۃ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت
بحال سابق باقی ہے اس کے لحوق کا حکم ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو کذا فی العنایۃ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے
اس واسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اس کے لحوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے
اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہیں کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہو گیا
تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے م امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں اس کی املاک کے توقف کے سبب
سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت مال میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت
وما تصرف نافذ و عہدتہ علی المالک عند الامام بحر پھر اگر مضارب مرتد ہو گیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو
گیا تو مضاربت باطل ہو گی اور جو اس نے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اس کی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے نزدیک
کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط اور دار الحرب میں نہیں جا
ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے م یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں وردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد

سلہ واضح ہو کہ بعض نسخہ میں بعد عبارت غیر مؤثرۃ کے یہ عبارت زیادہ ہے لانہا لا تقتل فلا ینعقد لسبب التلف فی حقہا اور یہ سیاق عبارت سے صحیح معلوم ہوتا ہے فافہم

ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں مم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دارالحرب میں ملحق ہو جاوے
اور اس کے لحاق کا حکم ہو اس واسطے کہ اس کا ارتداد اس کے املاک میں مؤثر نہیں تو اسی طرح اس کے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی المنح عن الجوہرۃ
وینعزل بالعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخبر رجلین مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے
اس واسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے دو مردوں کی خبر سے مطلقاً خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا
ایک فضولی عادل یا پیامی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب اپنے عزل کو نہ جانے تو معزول نہ ہوگا فان علم بالعزل ولو
حکما لموت المالک ولو حکما والمال عروض ہو ہنا ماکان خلاف جنس راس المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعہا ولو نسیئۃ وان نہاہ عنہا
سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک
مع الحکم باللحاق یا اس کا مجنون ہونا مجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہاں وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس
ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر میں دو جنسیں ہیں تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اگرچہ مالک نے اس کو ادھار بیچنے
سے منع کر دیا ہو مم جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر راس المال دراہم
ہوں اور مضارب نے دنانیر خرید کیے ہوں تو اس کو بیچ کر دراہم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس درر میں ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک
سے مضارب معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اس کو ثابت ہوگا تا نفع
ظاہر ہو جائے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد
میں جو ہم جنس راس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحسانا لوجوب رد جنسہ ولیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال
کی جنس سے از روئے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے اور تا کہ نفع ظاہر ہو مم قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر
سے نہ بدلے وکذا عکسہ اس واسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ صحیح ہے اس واسطے کہ مضارب
پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلے کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو
تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ
نہایۃ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اس واسطے کہ
تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہے کذا فی النہایۃ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ ومالہا امتعۃ مم بخلاف احد الشریکین جب
کہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہے افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب علی
اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہے تو مضارب پر
جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اس واسطے کہ مضارب اس وقت عامل باجرت ہوگا مم دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو
ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ اس واسطے ٹھہرا کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت
کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا
کذا فی الطحطاوی والا ربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہ ہو تو مضارب پر تقاضائے دیون میں جبر نہیں اس واسطے کہ مضارب
اس وقت میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں ویومر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک

کو تقاضائے دیون پر متعین اور مقرر کرے اس واسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبۂ دین پر قادر نہ ہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یومران بالتوکیل اور اس وقت میں جب کہ متبرع پر جبر علی الاقتضا نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضائے دین میں اور اسی طرح دلال پر اس واسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں م سمسار بکسر اول وہ ہے جس کے پاس عروض اور حیوانات لوگوں کے جمع ہوں تا وہ اجرت لے کر بیچ[سلہ] دے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارۂ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹھہرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اس کے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اس کو مزدوری پر لگا دے اور نوکر رکھ لے خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی م عدم قدرت بیع اور شرا پر اس واسطے ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہیں ہو سکتی۔ مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہیں اس کی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اس واسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان قدر مدت سے اور وہ قادر ہے اس کی تسلیم پر اس طرح کہ اپنی ذات کو حاضر کر دے مدت معینہ میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہو گیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اس واسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آوے گا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اس واسطے کہ مضارب امین ہے یعنی امین ضمین نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس مالہ وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جائے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں تا مالک نفع سے راس المال لے اور جس قدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونوں میں مشروط کے موافق قسمت اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہ ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہیں ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقداہا فہلک المال لم ترادا ولبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضاربۃ پھر مصنف ؒ نے اپنے قول ولبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہو گئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیر دیں گے اور مضاربت ثانیہ باقی رہے گی اس واسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضاربت کے واسطے م یعنی اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کر کے مضاربت جدید عقد کر لے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہ ہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں المضاربۃ لا تفسد بدفع کل المال او بعضہ تقیید البدایۃ بالبعض

[سلہ] اہل ہند اس کو آڑتیہ کہتے ہیں ۱۲

اتفاقی عنایۃ الی المالک بضاعۃ لا مضاربۃ لما مر مضاربت فاسد نہیں ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے
نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید دفع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایۃ م بضاعت سے یہاں استعانت
مراد ہے اس واسطے کہ ابضاع حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقی میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں اور
اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربت کے دے گا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولی وجہ بطلان یہ ہے کہ شئے اپنے مانند کو
متضمن نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذہ ای المالک المال بغیر امر المضارب باع واشتری بطلت ان کان راس المال نقدا
لانہ عامل لنفسہ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لے کیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد
ہو اس واسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا م مبسوط میں خلاصہ یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہو اس طرح پر کہ
صاحب مال اس کے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اس تصرف میں مضارب کا معین ٹھہرے گا خواہ مضارب کے امر سے کرے
یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس تصرف میں لنفسہ ہے مگر یہ تصرف باذن مضارب
ہو تو اس وقت میں معین ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی وان صار عرضا لا لان النقض الصریح حینئذ لا یعمل فہذا اولی عنایۃ اور اگر مال مضاربت
عرض ہو گیا تو مضاربت باطل نہ ہوگی تصرف مذکور سے کہ اس وقت میں مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت میں عمل نہیں کرتا تو یہ نقض غیر
صریح بطریق اولی عمل نہ کرے گا کذا فی العنایۃ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا
تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر ولو یوما
فطعامہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء وکل ما یحتاجہ عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فی مالہا اور جب کہ مضارب
نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اس کا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت
ہو تجارت کی عادت میں دستور کے موافق مضارب کے مال میں ہے شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہے اس سے جس پر سواری کی
جائے م سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہیں بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر میں نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا
امور محتاج الیہا جیسے کپڑوں کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اس واسطے کہ آدمی طویل الشعر
میلے کچیلے کپڑے والا مفلسوں میں شمار کیا جاتا ہے تو خرید وفروخت کا معاملہ اس سے کمتر ہوگا دستور کی قید اس واسطے لگائی کہ مسلح تاوان کا (؟) فضول
خرچی کرے گا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آوے گا مصارف مذکورہ مضاربت کے مال سے اس واسطے مقرر ہوئے کہ اس نے اپنی
ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں کے آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اس کا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال
سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتباس کے لو صحیحۃ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ لہ کمستبضع ووکیل وشریک کافی وفی الاخیر خلاف نفقہ
مضارب کا سفر میں مضاربت کے مال میں ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہے تو اس کا نفقہ
نہیں مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہے م کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ
میں وجوب مصرح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اس واسطے کہ اس نے نقل کیا ہے کہ وجوب
نفقہ محمدؒ سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فی المصر سواء ولد فیہ او اتخذہ دارا فنفقتہ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب
نے شہر میں کام کیا خواہ اس شہر میں مضارب پیدا ہوا ہو یا وہاں رہ پڑا ہو گھر بنا کر تو اس کا خرچ اس کے مال میں ہے چنانچہ اس کی دوا علاج

کا خرچ اس کے مال میں سے بنا برظاہر مذہب م علاج کا خرچ مال مضاربت میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں اس واسطے کہ مرض عارضی امر ہے
گاہے ہوتا ہے اور گاہے نہیں مبسوط میں ہے کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج میں داخل ہے م اما اذا نوی الاقامۃ بمصر ولم تیخذہ
داراً فلہ النفقۃ ابن ملک مالم یاخذ مالا لانہ لم یحتبس بالہا اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اس کو وطن نہیں قرار دیا تو
اس کا نفقہ ہے مضاربت کے مال میں کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اس نے مال نہیں لیا اس واسطے کہ وہ مالی مضاربت کے سبب سے محتبس
نہیں ہوا م شہر مذکور میں نفقہ اس وقت تک ہے جب تک اس کو وہاں مال نہ دیا گیا ہو اور اس نے اس شہر سے سفر نہ کیا ہو مبسوط میں ہے
اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کوفے میں ہیں اور کوفہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال مضاربت سے
صرف نہ کرے اس واسطے کہ اس کی اقامت کرنے میں مضاربت کے سبب سے نہیں تو مستوجب نفقہ نہیں جب تک وہاں سے باہر
نہ جاوے سو اگر کوفے سے نکلا اور اپنے وطن میں گیا اور پھر کوفے میں تجارت کے واسطے آیا تو اب کوفہ میں مال مضاربت سے اپنی ذات
پر خرچ کرے اس واسطے کہ اس کا کوفے میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی دور ہو گیا انتہی مختصر اور
یہ جو شارح نے کہا کہ اس کا نفقہ ہے جب تک اس نے مال نہیں لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لے گا اور کوفے میں رہے گا تو اس کو
نفقہ نہ ملے گا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے (فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل[1]
البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی) اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہم نے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو
سافر بمالہ و مالہا او خلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رد ما بقی مجمع ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور
مضاربت کا مال سفر میں لے گیا یا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لے گیا تو اپنی ذات پر
حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہ گیا طعام اور لباس سے اس کو پھیر دے اور جس قدر زیادہ صرف کیا ہو دستور
سے اس کا تاوان دے م خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہو گیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہیں کرتا بقول
راجح اس اعتراض کو میں نے بعض حواشی میں دیکھا ہے کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو ہلک لم یرجع علی المالک
اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ مجرا کر لے مضاربت کے مال میں تو یہ اس کو جائز ہے اور اگر
مال مضارب کا تلف ہو گیا تو اس صرف کو مالک سے نہیں لے سکتا و یاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ
ربح فان استوفاہ وفضل شئی من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع
سے لے جتنا مضارب خرچ کر چکا ہے راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال پورا کر لیا نفع سے لے کر اور
کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لیں اس واسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھہرایا جاتا
ہے اور راس المال ہالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظہر ربح فلا شئی علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر
ہو تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے کم ہو جانے سے اس پر تاوان نہیں وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان
واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہ مما اعتید ضمہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اس کو
حساب کر لے جو اس نے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت کے اور مانند اس کے

[1] پس اگر مال کوفے میں لیا حالانکہ وہ اہل بصرہ سے ہے اور کوفے میں مسافرانہ آگیا تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا ۱۲

مصارف جن کے ملالینے کی سوداگروں میں عادت ہے اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھ کو اتنے میں پڑی ہے یعنی اس قدر کی خرید نہ بتاوے تاکہ دروغ نہ ہو وکذا یضم الی راس المال مایوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ اوحکما اواعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہوالاصل نہایۃ اور اسی طرح ملائی جاوے راس المال کی طرف وہ چیز جو راس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اس کے ملانے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا فی النہایۃ م زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لایضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے راس المال کے ساتھ بیع المرابحہ میں جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے م کتاب المرابحہ میں مذکور ہو چکا کہ ملانے میں عادت تجار کا اعتبار ہے تو اگر مصارف مضارب کے ملانے کی عادت ہو تو ملاوے اور نہیں تو نہیں مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا باعہ بالفین وشری بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدہما لبائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور ان کو دو ہزار درم سے بیچا اور انھیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونوں ہزار مضارب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے م جب کہ مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو مضارب کو اس میں سے پانچ سو پہنچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اس کے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانچ سو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہا اور چوتھائی غلام کا مملوک مضارب کا خارج ہو جائے گا مضاربت کے مال سے اس واسطے کہ چوتھائی کا تاوان اس پر ہے اور مضاربت کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں م خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر وراس المال جمیع مادفع المالک وہوالفان وخمس مائۃ اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے م اس واسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایۃ ولکن رابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اس واسطے کہ اس نے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا م یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اس واسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایۃ ولو بیع العبد بضعفہا باربعۃ الاف فحصتہا ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار ہے اس واسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایک ہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینہما لان راس المال الفان وخمس مائۃ اور من جملہ تین ہزار کے پانچ سو منفعت کے مالک اور مضارب میں مقسوم ہوں گے اس واسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے م یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکل گئے تو پانچ سو باقی رہے وہی نفع ٹھہرا سو دونوں میں بموجب شرط کے نصفا

نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ ومنہ علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانچ سو کو لیا تھا تو مضارب اس کی بیع بطور مرابحہ پانچ سو سے کرے اور اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اس واسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے م اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانچ سو سے اس واسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اس واسطے کہ وہ اس کا وکیل ہے تو ہرچند بیع مذکور جائز ہے لیکن اس کا شبہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر مضاربت کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جس کی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدا کے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اس کی مضارب پر ہے دونوں کے ملک کے بموجب م یہ اس صورت میں ہے جب کہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیائے مقتول کو قبول نہ کریں اور خون بہا دینا قبول کریں مضارب کی ملک چہارم اس واسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانچ سو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء المتفاوت کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن بہ سبب خارج ہوجانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہے چنانچہ مذکور ہوچکا م وجہ خروج یہ ہے کہ قاضی بانقسام فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہوجاتی ہے قسمت سے کذا فی الصدر الشریعۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا دے ڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اس کو جائز ہے بسبب متوہم منفعت کے اس وقت میں م اس علت کا محل وہ ہے جس میں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو دو ہزار قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی المحتصر او تمامہ فیہا اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک للمضارب الفا اخری ثم وثم ای کل ما ہلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اس کا تلف ہوگیا قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایک ہزار اور دے پھر اور دے یعنی جتنے بار ثمن تلف ہوجاوے اور ہزار دیا جاوے بلا حد معین وراس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے م اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس ہزار راس المال ہے تو مضارب کو نفع نہ ملے گا جب تک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچے گا لیکن بیع مرابحہ نہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا ید استیفاء لا امانۃ بخلاف وکیل کے اس واسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہے نہ قبضہ امانت کا م حاصل مقام یہ ہے کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہوگیا تو رجوع نہیں یعنی مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اس کو ثمن دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو ایک بار موکل سے اور لے سکتا ہے اس واسطے کہ مدفوع قبل شرا امانت ہے اس کے ہاتھ میں تو بعد ہلاک امانت ایک بار رجوع ہے پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اس واسطے کہ

بعد شراء کے دینے میں تو اصلا رجوع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالک دفعت الی الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہیں سو اس نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھ کو ہزار دیے اور میں نے نفع میں ایک ہزار حاصل کیئے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھ کو دو ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اس کے ساتھ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اس واسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اس کے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسی کا قول مقبول ہوگا م مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایہما اقام بینۃ تقبل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لادے گا تو مقبول ہوگا وان اقاماہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنی اس واسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ہو مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہو بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہیں سو اس نے کہا کہ وہ میرے پاس نصفا نصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکر اور اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہے اس واسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے م جب اس نے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہرے گا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اس کا انکار ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر بجائے مضارب واضع یہ کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور واضع یہ دونوں عدم مضاربت پر متفق ہیں واما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کرے گا مقبول ہوں گے م دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اس واسطے کہ بارہا مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی

ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقاما بینۃ فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ ان میں زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو ہم اطلاق کی یہ صورت ہے کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھ کو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعوی کرے اس طرح کہ میں نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں عموم اور اطلاق اس واسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اس کے مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول للمالک والبینۃ للمضارب فیقیمہا علی صحۃ تصرفہ ولیدفع عنہ الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اس کو نفی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اس کا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اس کا تصرف صحیح ہوا تو اس پر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات قضی بالمتاخرۃ والا فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینہ مالک پر ہم بینہ متاخرہ پر اس واسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم تعیین کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہ ہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں فروع مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصی مال الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ تر نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہمسروں کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اس کا وہبانیہ کی شرح میں ہے وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عاد دینا فی ترکتہ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہرے گا اس کے متروکے میں ہم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مر جائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہ ہو تو اس پر دین ثابت ہوگا اس کے متروکے میں اس واسطے کہ وہ تجہیل یعنی بیان نہ کر دینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اس کے وارث ملاکی مال کا دعوی کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اس کا کتاب الودیعۃ میں آوے گا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنہ ضمن لانہ لیس من امور التجارۃ لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانہما یقصدان الاصلاح وسیجیئ آخر الودیعۃ اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنی پرمٹ والے کو تا وہ اس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانے میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسی طرح وصی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا کرتے ہیں اور عنقریب آوے گا کتاب الودیعۃ کے آخر میں وفیہ لو شری بمالہا متاعا فقال انا امسکہ حتی اجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعہ

فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعملہ باجر کما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربۃ کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اس کو رکھ چھوڑوں گا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤں گا اور مالک نے اس کے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہو گی اس کی بیع پر اس واسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور متیقن ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھ کو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دوں گا تو اب مالک پر زبردستی ہو گی اس کے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفہا ہبۃ ونصفہا مضاربۃ فہلکت یضمن حصۃ الہبۃ انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانچ سو بطریق ہبہ کے اور پانچ سو بطریق مضاربت کے پس تلف ہو گئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان لازم آوے گا انتہی کلام البزازیۃ م حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اس واسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصہ ہبہ میں اس واسطے تاوان ہے کہ ہبہ فاسد ہے اس واسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں تو موہوب لہ اس کا مالک نہ ٹھہرا تو اس پر تاوان لازم ہوا۔ قلت والمفتی بہ انہ لاضمان مطلقا لا فی المضاربۃ لانہا امانۃ ولا فی الہبۃ لانہا فاسدۃ وہی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجیٔ فلا ضمان فیہا وبہ یضعف قول الوہبانیۃ ؎ واودعہ عشرا علی ان خمسۃ ٭ لہبۃ فاستہلک الخمس یحذر ٭ میں کہتا ہوں قول مفتی بہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں نہ مضاربت میں اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ ہبہ میں اس واسطے کہ ہبہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہو جاتی ہے قبض کر لینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اس کا بیان آوے گا کتاب الہبہ میں تو ہبہ فاسدہ میں تاوان نہیں اور بموجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہے وہبانیہ کا یہ قول اور ودیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ ان میں سے ہبہ میں سو اس نے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے م شرنبلالی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا ان میں سے پانچ تجھ کو ہبہ میں اور پانچ تیرے پاس ودیعت میں سو قابض نے ان میں سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان دے اس واسطے کہ خمسہ موہوبہ مضمون ہیں قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہے غیر مقسوم محتمل القسمۃ میں اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اس نے تلف کر ڈالے ان میں سے نصف ہبہ میں اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مبنی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ؎

کتاب الایداع

یہ کتاب ہے ودیعت[1] رکھنے کے مسائل میں لاخفاء فی الشتراکہ مع ماقبلہ فی الحکم وھو الامانۃ پوشیدہ نہیں ایداع کے مشترک ہونے میں اس کے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں یعنی امانت ہونے میں ایداع اور مضاربت مشترک ہیں دونوں لہذا مضاربت کے بعد مصنف ؒ ایداع کو لایا ہو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت میں ودع بمعنی ترک کے ہے م ایداع لغت میں عبارت ہے تسلیط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہے مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہے بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال اور منتقی میں ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث میں وارد ہے کہ امانت داری مال داری کو کھینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہے روایت ہے کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں تو ایک روز راہ میں کھڑی ہو کر پکاری کہ اے بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجائے ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجائے مملوک کر دیا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا زلیخا ہے حضرت ؑ نے ازراہ ترحم اس سے نکاح کر لیا کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وشرعاً تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحاً او دلالۃ کان انفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن لانہ بہذا الاخذ التزم حفظہ دلالۃ بحر اور اصطلاح شرع میں ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیط ہو یا دلالۃً چنانچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دوسرے مرد نے اس کے مالک کی غیبت میں اس کو لے لیا[2] پھر اس کو چھوڑ دیا تو اس پر تاوان آوے گا اس واسطے کہ اس لینے سے اس نے اس کی حفاظت پکڑ لی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر م اس صورت میں تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہے کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اس کی حفاظت پر مددگاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اس کو نگہبانی کا امر کر دیا منح الغفار میں ہے محیط سے اور اگر وہ مرد مشک نہ لے گا اور اس کے قریب نہ جائے گا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہو گا تو بھی دونوں صورتوں میں تاوان نہیں یعنی اخذ اور عدم اخذ میں والودیعۃ ماترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہے جو امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اس واسطے کہ عاریت میں حفاظت اور انتفاع دونوں ہیں کذا فی البرجندی وہی اخص من الامانۃ کما حققہ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہے امانت سے چنانچہ مصنف ؒ وغیرہ نے اس کی تحقیق بیان کی ہے م وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہے کہ امانت اس کا نام ہے جو غیر

[1] جس کو امانت بھی بولتے ہیں یعنی اپنے مال غیر کے پاس رکھ دینا ۱۲ [2] صواب یہ تھا کہ مترجم اول یوں کہتا کہ اس کو بند کر لیا ۱۲۔

مضمون ہو یعنی اس کا تاوان لازم نہ ہو تو یہ شامل ہے ان سب صورتوں کو جن میں ضمان نہیں ہے چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو وغیر ذلک اور ودیعت وہ ہے جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو دونوں میں تغائر ہوا عموم امانت اور خصوص کی وجہ یہی ہے کہ ودیعت وہ شئی ہے جو امانت ہو اس کے مالک کی استحفاظ سے غیر کے پاس قصداً اور امانت گاہے بلا قصد بھی ہوتی ہے اور ودیعت[1] عقد سے ہوتی ہے اور امانت عام ہے تو امانت منفرد ہے اس صورت میں کہ ہوا نے کپڑا اڑا کر ایک آدمی کی گود میں ڈال[2] دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ اعادہ[3] الی الوفاق سے ضمان لازم نہیں ہوتا برخلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی ورکنہا الایجاب صریحا کاودعتک او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم و اعطنی ہذا الثوب مثلاً فقال اعطیتک کان ودیعۃ بحر لان الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وہو متیقن فصار کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحا ایجاب ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجھ کو ہزار درم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجھ کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے تجھ کو دیے تو یہ ودیعت ہے کذا فی البحر اس واسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کم تر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کنایہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا م کنایہ سے یہاں یہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کی طرف بلکہ یہاں کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شئی اور غیر شئی دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا (ذہن کا جانا) فی الطحطاوی او فعلا کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل شیئا فہو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے م خلاصہ میں ہے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھ دی پھر وہ لوگ اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آوے گا درصورت تلف ہو جانے کے اور ایک آدمی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑے گا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا انتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونوں فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحا کقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام بمرئی من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطہا فقال ہناک کان ایداعا خانیۃ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اس کے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام میں کپڑوں کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک او یہتمم سے کہ کہاں اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھوں سو اس نے کہا وہاں تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ م اس صورت میں ایجاب اور قبول دونوں دلالت ہیں وہذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانۃ فتتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بریٔ عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تمامی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ میں نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اس کو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار م حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور رد دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی و شرطہا کون المال قابلا لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق او الطیر فی الہواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے

[1] یعنی یہاں امانت پائی جاتی ہے ودیعت نہیں ۱۲ [2] رجوع کرنا موافقت پر یعنی مثلاً مالک نے کہا کہ میرا مال اس کوٹھری میں رکھنا اور اس نے دوسری میں رکھا تو اب اگر جاتا رہے گا تو ضمان دینا پڑے گا اور اگر اسی کوٹھری میں پھر رکھ دیا جہاں مالک نے بتایا تھا تو ضمان نہ ہوگا ۱۲ [3] کہ اس میں بعض اوقات وفاق مقصود ہوتا ہے ۱۲

ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرندے کو ہوا میں ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ یہ ایداع صحیح نہیں اور اسی طرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفا شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیا فاستہلکہا لم یضمن ولو عبدًا محجورا ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ شرط ہے اس پر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اس نے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر غلام محجور التصرف[ممنوع] کے پاس ودیعت رکھی تو اس پر تاوان آوے گا اس کے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اس کے بالغ ہونے کے وہی امانۃ ہذا حکمہا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولہا اور ودیعت امانت ہے یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب[۱] ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادائے ودیعت کے مالک کے مانگنے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے م ادائے ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اس وقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ درر المنتقی میں ہے فلا تضمن بالہلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیا للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اس کے تلف ہو جانے سے تاوان نہیں مگر جب کہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ میں ہے زیلعی سے منقول م زیلعی نے ضمان اجیر میں وجہ اس کی یوں بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ہلک معہا شیئ اولا لحدیث الدار قطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہ ہو بدلیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر تاوان نہیں واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصۃ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر چنانچہ حمامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظہا بنفسہ وعیالہ کمالہ اور ودیعت قبول کرنے والے کو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وہم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لامن یمونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃ یا حکماً نہ وہ لوگ اس کے عیال ہیں جن کو وہ نفقہ دیتا ہو م یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوں خواہ نان نفقہ میں شریک ہوں یا نہ ہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا خلاصہ میں ہے کہ مستودع کہیں گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دے گیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ کنجی دے جانے سے دوسرے کے ہاتھ میں گھر کو نہیں کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز وزوجتہ و لا یسکن معہا ولا ینفق علیہا لم یضمن خلاصۃ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر[تمیز] ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور ان کو نفقہ نہیں دیتا تو اس پر تاوان نہ ہوگا کذا فی الخلاصۃ م یہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اس واسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن ولد میں یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو۔ کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعتہا الزوجۃ لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یعتبران معًا عینی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اس واسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی وشرط کونہ ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصۃ اور اس کے

---

[۱] یعنی وجوب حفظ اور وجوب ادا طلب بر وقت اور مستحب ہونا قبول ودیعت کا بھی اس کے احکام میں ہے ۱۲

عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع وصیت میں تو اگر ان میں سے کسی کی خیانت اور دو نمایازی معلوم ہوا و پھر اس کو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی درصورت ملاکی کذا فی الخلاصۃ م دو صورتوں میں تاوان نہیں جب کہ امانت داری معلوم ہوا ور جب کہ مطلق اس کا حال معلوم نہ ہو وجاز للمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں ہے اس کو جائز ہے دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض من فی عیالہ فدفع ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اس کے بعض عیال کے دینے سے منع کردیا پھر اس نے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اس کو اس کے دینے کی ضرورت نہ ہو اس طرح پر کہ اس کی عیال میں سوائے اس شخص کے اور شخص بھی ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو اس پر تاوان آوے گا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اس کے سوا دوسرا شخص اس کی عیال میں نہ ہو تو اس کے دینے سے تاوان نہ آوے گا وان حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوائے اپنے عیال کے تو اس پر تاوان آوے گا اور محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگوں سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے چنانچہ اس کا وکیل اور غلام ماذون اور اس کا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اس پر ابن کمال نے ایضاح واصلاح میں اور اس کے سوا اور علماء نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور مصنفؒ نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے م نہایہ میں یہ فتوی تمرتاشی کی طرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اس کی نسبت حلوانی کی طرف کی ہے ولہذا تحفہ میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے میں تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کردینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہوں سو اس حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں تو اگر حرق اور غرق محیط نہ ہو تو غیر کے دینے سے تاوان اس پر آوے گا م حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن زیلعی خوف حرق یا غرق میں تاوان نہیں مگر جب کہ مستودع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اس نے ناؤ پر سے پھینک دیا ہو سو وہ پہلے سے دریا میں گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اس پر تاوان آوے گا کذا فی الزیلعی یعنی اس واسطے کہ اس کے فعل سے اتلاف حاصل ہو فان ادعاہ ای الدفع بجارہ او فلک آخر صدق ان علم وقوعہ ای الحرق ببیتہ ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی میں رکھ دینے کا دعوی کیا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اس کے گھر کا آگ لگنا معلوم ہوا اور اسی طرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینۃ فحصل بین کلامی الخلاصۃ والبدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اسی کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم نہ ہو تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہوں سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنی اختلاف زائل ہوگیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے خیر کی م خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اس کے گھر میں معلوم ہو تو اس کا قول مقبول ہے ورنہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق

نہ ہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ میں منقول ہے منتقی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلماً بعد طلبہ برد ودیعتہ فلو حملہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو حکما کوکیلہ بخلاف رسولہ ولو بعلامۃ منہ علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت نہ دی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اس کے وکیل کی طلب گاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھالے جانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دے گا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رساں یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اس کے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزا او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفونا معہا ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہ ہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دے گا جیسے طلب گاری مالک جفاکار کے نہ دینے میں تاوان نہیں م محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ وفساد میں ودیعت مانگی اور اس نے کہا کہ میں اس وقت میں اس پر قادر نہیں ہوں اس واسطے کہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اس کی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنی اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسی طرح اگر مولی اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولی کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلا ظلما فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرائے الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اس کا چاہتا ہو کہ اس کو لے کر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اس کو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی قتل ناحق کو ترک کیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو اودعت امرأۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لئلا یذہب حق الزوج خانیۃ چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جس میں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیۃ ومنہ ای من المنع ظلما موتہ ای موت المودع مجہلا فانہ یضمن فتصیر دینا فی ترکتہ اور من جملہ منع ناحق سے ہے مر جانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اس پر تاوان آوے گا تو ودیعت مذکور دین ہو جائے گی اس کے متروکہ میں م جب اس نے بیان نہ کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ مستہلک ٹھہرا اس تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اس پر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جب کہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اس کا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے اور میں اس کو جانتا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو وارث کی تصدیق ہو گی یعنی مورث پر تاوان نہ آوے گا ہذا ولو کانت عندہ سواء الاتی مسئلۃ وہی ان الوارث اذا دل السارق علی الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصۃ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں در صورت عدم تعدی مگر ایک مسئلے میں برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتا دے تو اس پر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول

کرنے والا جب سارق کو بتا دے گا تو تاوان دے گا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اس نے ودیعت سارق کو بتا دی پھر سارق جب لینے آیا تو اس نے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لے گیا تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمانی ہو جاتی ہیں یعنی ان کا تاوان لازم ہو جاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند ہم عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر الا فی عشر علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا یضمن من جملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مر گیا تو اس پر تاوان نہیں قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ اشباہ ای لثمن الارض المستبدلۃ قلت فلیعن الوقف بالاولی کالدراہم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقید موتہ بحثا بالفجأۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان مانعا لہا ظلما فیضمن ورد ما بحثہ فی انفع الوسائل فتنبہ مصنفؒ نے حاصلات وقف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر ناظر مر جائے بلا بیان بدل وقف کے تو اس پر اس کا تاوان آوے گا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن میں کہتا ہوں تو عین وقت کی تجہیل سے بطریق اولی اس پر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا ہی کہا ہے مصنفؒ نے اپنی شرح میں اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنفؒ کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اس پر آوے گا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور اور صاحب زواہر نے اس کو رد کیا ہے جس کی انفع الوسائل میں طرسوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہیو مصنفؒ کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تجہیل میں تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین میں من حیث البحث یہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اس نے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مر گیا ہو تو اس پر تاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مر گیا تو ظالم تقصیر دار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس پر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جس پر مشائخ اعلام ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من اودعہا لا بدمنہ لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور از آں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مر گیا اشباہ میں اس قدر زیادہ ہے کہ قاضی اس کے بلا بیان مر گیا کہ یتیم کا مال کس کے پاس اس نے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اس واسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مر جائے تو اس پر تاوان ہوگا اس واسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اس نے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اس واسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے برقول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور از آں جملہ یہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مر گیا تو سلطان پر ضمان نہیں م اور از آں جملہ وصی ہے جب کہ بلا بیان مر جائے اور از آں جملہ باپ ہے جب کہ بلا بیان مال صغیر مر جائے اور از آں جملہ وارث ہے جب کہ بلا بیان مر جائے کہ اس نے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور از آں جملہ اس شخص کی موت بلا بیان ہے جس کے گھر میں آندھی سے اڑ کر کوئی چیز گر پڑی اور از آں جملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اس کے مولی نے اس کے گھر میں کوئی چیز

بدون اس کے امر کے رکھی اور از انجملہ موت صغیر ہے بلا بیان ودیعت غیر کے سوان میں تاوان نہیں امین پر کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ولیس منہا مسئلة احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ اور من جملہ مسائل مذکورہ کے نہیں ہے مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اس واسطے کہ مصنفؒ نے اپنی شرح میں یہاں یعنی کتاب الودیعۃ میں اور کتاب الشرکۃ میں خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک مفاوض تاوان دے گا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اس کا مخالف قول غلط ہے میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے تو مستثنی نو مسئلے باقی رہ گئے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنی کیے تھے جن میں امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا اور من جملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو فقط نو مسئلے مستثنی باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ ووصی القاضی وستۃ من المحجورین لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں مسائل عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں یعنی دادا اور اس کا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اس واسطے کہ حجر یعنی منع تصرف سات شخصوں کو شامل ہے کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے م چونکہ صغیر اشباہ میں ذکور ہے تو محجورین سے محجر شخص باقی رہ گئے والمعتوہ کالصبی وان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہے اور صغیر بالغ ہو پھر بلا بیان مر جائے تو اس پر ضمان نہیں مگر جب کہ گواہ یہ گواہی دیں کہ ودیعت اس کے ہاتھ میں تھی بعد اس کے بالغ ہو جانے کے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ثم ماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہوں یعنی ماذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہوں قبول ودیعت میں کما فی الوجیز پھر دونوں مر جائیں قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو ان پر تاوان آوے گا کذا فی شرح الجامع الوجیز م جامع سے جامع کبیر مراد ہے اور وجیز نام ہے اس کی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنی مسئلے اٹھارہ کو پہنچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کیں وہبانیہ کی دو بیتوں پر عطف کر کے وہی ہذہ ~~سے~~ وکل امین مات والعین یحصر ؛ وما وجدت عینا فدینا تصیر ؛ سوی متولی الوقف ثم مفاوض ؛ ومودع مال الغنم وہو المؤمر ؛ اور وہ چاروں بیتین یہ ہیں کہ جو امین مر گیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اس کے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اس کے متروکہ میں سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے م مذکور ہو چکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہے ؛ وصاحب دار القت الریح مثل ما ؛ لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر ؛ کذا والد جد وقاضی وصیہم ؛ جمیعا ومحجور فوارث یسطر ؛ اور وہ صاحب خانہ جس کے گھر میں ہوا نے کچھ ڈال دیا مانند اس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں اسی طرح والد اور دادا اور قاضی اور ان سب تینوں کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر بعد اس کے وارث مرقوم ہے م محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہ سب اٹھارہ امین ہوئے جن کی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسی طرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہم جنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا یا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح پر کہ ودیعت جدا نہیں ہو سکتی مگر مشقت سے چنانچہ گیہوں کا ملانا جو کے

ساتھ اور کھرے درموں کو ملانا کھوٹے درموں کے ساتھ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کر دینے مودع کے ملا دینے سے
امام کے نزدیک خلط استہلاک ہے لہذا اس پر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہوں کا خلط گیہوں کے ساتھ خواہ خلط
بطور ممازجت کے ہو چنانچہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لایباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوط
کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنی اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے
اور اس کا حق عین اور دین سے ساقط ہوگا ابراء سے کذا فی البحر ولو خلط ردی بجید ضمنہ لانہ عیبہ وبعکسہ شریک لعدمہ مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو
ملایا تو جید کا تاوان دے اس واسطے کہ اس نے اس کو عیب دار کر دیا اور اس کے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ
جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہ ہونے عیب کے کذا فی المجتبی وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان
انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہوں گے شرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت
مل جائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درموں کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے درموں کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہریں
گے اور مودع پر ضمان لازم نہ ہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیرا ولا یضمن ابوہ خلاصۃ اور اگر
ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آوے گا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آوے گا کذا
فی الخلاصۃ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا یتمیز معہ ضمن الکل لخلطہ مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر
اس کے پھیر دے پھر اس کو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہو سکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اس پر
لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے کے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ م ضمان کل اس واسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے
اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہوا انفاق سے اور جو اس نے پھیر دیا وہ اس کی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو تاتی التمیز او انفق ولم یرد
او اودع ودیعتین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اس نے بعض ودیعت خرچ کی اور
پھر اس میں داخل نہیں کی یا اس کے پاس دو ودیعتیں رکھی ہیں سو اس نے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی، تو فقط اتنا تاوان دے جتنا اس نے خرچ کر
ڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضرہ التبعیض اور یہ یعنی ضمان بقدر انفاق اس وقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو مضر نہ کرتا ہو م یہ مرتبط ہے
انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں ہے رد مثل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر رد نہ کرے گا تو فقط اسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اس نے صرف کیا
اس واسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اس میں کچھ عیب نہیں لگ گیا اس واسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جس کو تبعیض مضر نہیں اس واسطے
کہ گفتگو اس میں ہے جب کہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو انتہی اور میں نے یہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جس کو تبعیض
مضر ہے کہ اس میں تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان مابقی کا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او
رکب دابتہا او اخذ بعضہا ثم ردعینہ الی یدہ حتی زال التعدی زال مایؤدی الی الضمان اور جب کہ اس نے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا
کپڑا پہن لیا یا اس کے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی اپنے قبض اور حفظ کی طرف یہاں تک کہ تعدی زائل ہو
گئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کی طرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی اذا لم یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ
من شروط النیۃ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اس کی نیت میں اس کی طرف عود کرنے کا ارادہ نہ ہو چنانچہ اشباہ میں ہے
شروط نیت کے بیان میں م تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتارا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ اس کو دن میں پھر پہنوں گا پھر وہ رات میں چوری ہوگیا

تو وہ تاوان سے بری نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالاہ لم یبرا لعلمہا لانفسہما بخلاف مودع ووکیل بیع اوحفظ اواجارۃ اواستیجار ومضارب ومستبضع وشریک عنان اومفاوضۃ ومستعیر رہن اشباہ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل کردیں تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہ ہوں گے اس واسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوض کے اور اس شخص کے جس نے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ م تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس کپڑے کی بیع کا وہ وکیل ہوا اس کو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہوگیا تو اس پر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ ایک گھر اس کو کرایہ لے دے سو وکیل نے مکان کے کرایہ میں دراہم دیے پھر پھیر لیے بعینہا سو وہ تلف ہوگئے تو وہ تاوان نہیں اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہے کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اس کو گرو رکھے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اس کو اتنے مال پر جو اس کی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہیں اور اس مسئلے میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھے گا اور وہ ضائع ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے میں جو متن میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنی ہے مسئلہ مستعیر سے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنفؒ نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لا یزول الضمان الا فی ہذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت دار جب کہ تعدی کرے پھر اس کو زائل کرے تو اس پر سے تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہوجاتا ہے لان یدہ کید المالک مودع پر بعد ازالۂ تعدی تاوان اس واسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے م طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مسئلۂ ودیعت کی جو متن میں مذکور ہے انتہی اور ایک نسخے میں یوں ہے (لان یدہم کید المالک) یعنی اس واسطے تاوان نہیں کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہے اور یہی مصلحت مناسب مقام ہے واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ وقیل للمودع عمادیۃ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالۂ تعدی میں تو اسی کا قول یعنی مالک ہی کا مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیۃ وبخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد م یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جن کو مصنفؒ آگے بیان کرے گا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کرے گا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اس پر تاوان نہ آوے گا ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقید بقولہ بعد طلب ربہا ردہا فلو سالہ عن حالہا فجحدہا فہلکت لم یضمن بحر مصنفؒ نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اس نے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو اس پر تاوان نہیں کذا فی البحر وقید بقولہ ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصۃ اور مصنفؒ نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اس کے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اس واسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھا لے جائے گا پھر وہ تلف ہوگی تو اس پر تاوان نہ ہوگا کذا فی الخلاصۃ م عدم نقل حالت انکار اس پر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہ ہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار

شاید مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اس نے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اس واسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے وقید بقولہ وکانت الودیعۃ منقولا لان العقار لایضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف؟ نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اس واسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی م طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہ ہو جس کا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا من جملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقولہ ولم یحضرہا بعد جحودہا لانہ لو جحدہا ثم احضرہا فقال لہ ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اس کے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اس واسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اس کو حاضر کرے سو اس کا مالک اس سے کہے کہ اس کو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اس پر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہ ہوا کذا فی الاختیار وقید بقولہ لمالکہا لانہ لو جحدہا لغیرہ لم یضمن لانہ من الحفظ اور قید لگائی مصنف؟ نے کہ مالک سے انکار ودیعت کر کے اقرار کرے اس واسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کرے گا تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ غیر سے انکار کرنا من جملہ حفظ ودیعت ہے م حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطوں سے تاوان لازم آتا ہے ا۔ شرط یہ ہے مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲۔ یہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳۔ یہ کہنا نہ انکار میں نقل ہوا ہو ۴۔ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۵۔ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہ ہو جس کے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶۔ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۷۔ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فاذا تمت ہذہ الشروط لم یبرأ باقرارہ الا بعقد جدید ولم یوجد پھر جب کہ یہ شروط سبعہ پوری ہوں تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک وبرہن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر دعوی کیا کہ اس نے ودیعت کو پھیر دیا بعد اس کے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اس نے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ میں نے انکار از راہ غلط کیا یا میں بھول گیا تھا یا مجھ کو یہ گمان تھا کہ میں ودیعت کو دے چکا ہوں تو برہان اس کی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہا حلف المالک ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لی جائے کہ وہ اس کو یعنی ہلاک ودیعت کو نہیں جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج م قاضی مالک سے اس وقت قسم لے گا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہو جانے پر گواہ نہ لا سکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لے گا کذا فی الطحطاوی و یضمن قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیۃ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اس کا تاوان لیا جاوے گا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائے گا کذا فی العمادیۃ بخلاف مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیۃ بخلاف اس

مضارب کے جس نے انکار کیا پھر خرید کیا تو اس پر تاوان نہ آوے گا کذا فی الخانیۃ م منح الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جب کہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجھ کو کچھ نہیں دیا پھر بولا کہ ہاں دیا ہے مجھ کو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اس کے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ضامن ہو اور استحسان میں جب کہ اس نے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کرے گا پھر خرید کرے گا پھر اقرار کرے گا تو وہ ضامن ہے اور متاع اس کی ہوگی انتہی تو اگر شارح یوں کہتا (بخلاف[۱] مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل درر عند عدم نہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر میں لے جانا ودیعت کا درصورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لے جانے میں باربرداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر م جوہرہ میں حمل کی تفسیر یوں کی ہے کہ جس کے اٹھانے میں جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فلو نہاہ اوخاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر میں لے جانے سے منع کر دیا ہو یا راہ میں خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہ ہو اور باوجود اس کے سفر میں لے جائے تو تاوان دے گا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر میں لے گیا تو تاوان دے گا اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر میں لے گیا تو تاوان نہ دے گا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسا کچھ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسا کچھ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہیں یہ کہ ان میں سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے م قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی میں صاحبین کا خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک اس کا حصہ دینا جائز ہے ولو دفع ہل یضمن فی الدرر نعم وفی البحر لا استحسان لا فکان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دے گا تو اس پر تاوان آوے گا یا نہیں دُرر میں ہے کہ ہاں تاوان آوے گا اور بحر الرائق میں ہے کہ استحسان میں اس پر تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا م طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ کمرتہنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رہن ووکیلی شراء سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو[۲] مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں مرد اس کو بانٹ لیں اور ہر مرد اس کے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنوں[۳] اور دو مستبضعون اور دو وصیوں اور رہن کے دو عادل شخصوں اور خرید کے دو وکیلوں کے م قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار نہ ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو وکیلوں کی یہ صورت ہے کہ ان کو مثلاً ہزار درم دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونوں ہزار کو قسمت کر لیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دے گا تو اس پر تاوان لازم آوے گا یعنی درصورت ہلاکی اور اس پر اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی جس کو دیا ہو ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دے گا بخلاف ما لا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اس میں دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے م غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جائے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی ما لابد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ او احرز

[۱] بخلاف مضارب کے کہ انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان نہ دے گا ۱۲ [۲] یعنی اگر شی قابل قسمت دو مرتہنوں کو دے تو وہ بھی اس کو تقسیم کر لیں اسی طرح اگر بضاعت پر دو شخصوں کو دے یا دو وصیوں کو ایسی چیز ملے یا رہن کی چیز دو عادل شخصوں کے پاس رکھوا دے تو آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں ۱۲

لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری میں سو مودع نے ودیعت اس شخص کی اپنے عیال میں سے دی جس سے اس کو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں برابر ہوں یا دوسری کوٹھری محفوظ پر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اس پر تاوان نہ آوے گا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اس واسطے کہ شرط مذکورہ مفید نہیں لہذا معتبر نہیں م عیال لابدکی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہے اس کو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا نہیں تو تاوان آویگا اس واسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے م یعنی اگر مودع غیر لابدکی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جس کے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری میں حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اس کی پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آوے گا اس واسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بہوت متفاوت ہوتے ہیں بدائع میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اس میں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آوے گا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں م یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک ہلکت عند الثانی وقال بل ردہا وہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اس نے مجھ کو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اس کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ م یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھ کو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی القصار اذا غلط فدفع ثوب رجل لغیرہ فقطعہ فکلاہما ضامن اور مجتبیٰ میں ہے کہ جب دھوبی چوک جائے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اس کو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنی دھوبی اور قاطع ضامن ہیں م یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے بھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الطحطاوی یعنی بہ تفصیل بحث ہے نوادر میں بروایت ہشام عن محمد اصاب الودیعۃ شیئ فامر المودع رجلا لیعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اس کا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اس کا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے بھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نہ کرے گا انتہی ما فی المجتبیٰ بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اس کے مودع سے م غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہے اور مودع سے اس واسطے کہ اس نے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اس کے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع

علی الغاصب وان علم علی الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جب کہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے بھر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اس قول کے جس کو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ در صورت علم کے رجوع نہیں تو خبردار رہیو اس اختلاف سے معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف آخر بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اس پر دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اس کے ہیں اس نے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اس نے دونوں کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے مملوک ٹھہریں گے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور واجب الادا ہوں گے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوں ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونوں دعوؤں کا لہذا ایک ہزار اس پر لازم آئے ولو حلف لاحدہما ونکل للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہریں گے جس کے واسطے اس نے قسم نہ کھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اس نے اس کو نہیں پہنچائے یہاں تک وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ فعل اس پر کرنا لازم نہیں کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھا لا ودیعت کو سو کہا اس نے کہ میں یہ فعل کروں گا پھر وہ نہ اٹھا لایا یہاں تک کہ وہ دن گزر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اس پر تاوان نہ آوے گا اس واسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العمادیۃ یعنی فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھا لانا اس پر واجب نہیں ہے جس کے نہ کرنے سے تاوان اس پر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اس پر واجب ہے قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے سو اس نے کہا کہ میں نے اس کو دی اور فلانے شخص نے دینے میں اس کے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہو گی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع نے بتفرع سے کہا نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اس پر تاوان نہیں بر قول صحیح ترچنانچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہو گا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھ دی یا دفن کر دی اپنے گھر میں یا کسی اور جگہ میں تو اس پر تاوان آوے گا امام طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری میں عمادیہ سے اس کے برخلاف منقول ہے اس طرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اس پر تاوان نہیں ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان نہ کیا لیکن اس نے کہا کہ وہ چوری ہو گئی اس مکان سے جس میں دفن تھی تو اس پر تاوان نہیں اور اس کا پورا بیان عمادیہ میں ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہیں المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اس نے بعض مال دیا تو اس پر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالے

ڈرا اور اس نے مال دے دیا تو اس پر تاوان ہوگا وان خشی اخذ ماله کله فهو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جانے سے ڈرا تو وہ عذر ہے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اس کے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اس پر تاوان آوے گا۔ اگر اس کے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اس پر تاوان نہیں کما لو کان الجابر ہو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی بذاتِ خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ م طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اس میں نہیں خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم لیبیعه ولو لم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اس کو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اس پر تاوان نہیں م حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہ ہو تو خود مودع اس کو بیچ ڈالے اور اس کا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیها بلا امر فهو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فهلک حالۃ القراءۃ لا ضمان لان له ولایۃ بهذا التصرف صیرفیہ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہو گیا پڑھنے کی حالت میں تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ مودع کو اس تصرف کی یعنی پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیہ م کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق (ورق گردانی ۱۲) میں ضرر نہ ہو اور یہ اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سائے میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نہ کرے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو اس نے خم یعنی مٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہو گیا اور اگر رکھنا بر وجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں اور اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال وکذا لو وضع السراج علی المنارۃ صیرفیہ کے مصنف نے کہا اور اسی طرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہیں درصورت تلف ہو جانے کے م منارے سے مراد محل نور ہے (یعنی چراغ دان ۱۲) وفیها اودع صکا وعرف اداء بعض الحق ومات الطالب وانکر الورثۃ الاداء حبس المودع الصک ابدا اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادائے بعض حق معلوم ہے اور طالب مر گیا اور طالب کا وارث منکر ادائے بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہیں سو محمود نے زید کو سو درم کا تمسک لکھ دیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اس کے زید مر گیا اور اس کا وارث پچیس درم کے دینے کو نہیں مانتا ہے تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اس واسطے کہ اس میں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھ کر ورنہ مجرد مثبت حق نہیں انتہی وفی الاشباہ لا یبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہ ہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ سب پر دین ہے اور لوگوں کا م ظاہرا عدم برائت اس صورت میں ہے جب کہ دین مستغرق ہو اور وارث موتمن نہ ہو چنانچہ ودیعت میں یہی شرط ہے جب کہ مودع وارث کو ودیعت دے وکذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للسیر اخذ ودیعۃ العبد میاں کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اس واسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو جب کہ مولیٰ گواہ لاوے کہ یہ میرا مال ہے العامل لغیرہ امانۃ لا اجر له الا الوصی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اس کے واسطے اُجرت نہیں مگر وصی اور ناظر وقف کے واسطے اجرت مثل ہے جب کہ دونوں عمل کریں م وصی سے وہ وصی مراد ہے

جس کو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کر کے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المسقف اذا احیل علیہ المستحقون فلیحفظ میں کہتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کے واسطے اجرت نہیں بیٹھے ہوئے مکان میں جب کہ مستحقین وقف کو اس کے پلٹنے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے م طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی ط وفی الوہبانیۃ ۵ ودافع الف مقرضا ومعارضا ٭ وربح القراض الشرط جاز ویحذر ٭ اور وہبانیہ میں ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت میں دے کر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے م یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض میں اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کو نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہرے گا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اس واسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کے واسطے تو مضاربت منقلب بہ بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کے واسطے ہے اور ٹوٹا بھی دونوں پر ہے اس واسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحطاوی ۵ وان یدعی ذو المال قرضا وخصمہ ٭ قراضا فرب المال قد قیل اجدر ٭ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اس کا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہے م اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضارب قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے ۵ وفی العکس بعد الربح فالقول قولہ ٭ کذالک فی الابضاع ما یتغیر ٭ اور اس کے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسی طرح بضاعت دینے کے اختلاف میں حکم متغیر نہیں ہے م بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضارب نے نفع حاصل کرنے کے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہے اور البضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں نے اس کو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وان قال قد ضاعت من البیت وحدہا ٭ یصح ویستحلف فقد یتصور ٭ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کوٹھری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے م یعنی سوائے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہ ہونا متصور ہے اس طرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا نہ سکا یا کہ وہی چیز اس کو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی ۵ وتارک فی قوم لامر صحیفۃ ٭ فراحوا وراحت نضمن المتاخر ٭ اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوڑنے والا بواسطہ امر مکتوب[۱] کے پھر قوم کے لوگ وہاں سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دے م شخص متاخر پر اس واسطے ضمان آیا کہ اس پر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اسی پر مخصوص ہوگیا، تو اگر سب لوگ ساتھی اُٹھ گئے تو سب پر تاوان آوے گا کذا فی الطحطاوی ۵ وتارک نشر الصوف صیفا فدث لم ٭ یضمن وقرض الفار بالعکس یوثر ٭ اذا لم یسد الثقب من بعد علمہ ٭ ولم یعلم المالک بہ تنقر ا ٭ اور گرمی کے موسم میں صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان نہ لیا جائے گا اس واسطے کہ اس نے ودیعت کی حفاظت کی جس طرح کہ اس کو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مردی ہے جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ بند کر دے بعد اسکے دریافت ہونے کے یا کہ مالک یعنی ودیعت کو خبر نہ کر دیگا مکان

[۱] یہ مترجم اول کا سہو ہے ترجمہ یوں چاہیئے کہ چھوڑنے والا صحیفے کا ایک قوم میں کسی غرض کیلیے گیا پھر لوگ وہاں سے چلے گئے اور صحیفہ جاتا رہا صحیفہ بطور مثال ہے مفعول تارک کا ۱۲ [۲] یہ حاصل مطلب ہے اور لفظی ترجمہ یوں ہے کہ جو کچھ چوہا کھودتا ہے ۱۲

ودیعت کا سوراخ دار ہے ھم یعنی جب کہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اس مکان میں رکھی جس میں سوراخ نہیں پھر اس کو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس مکان میں سوراخ ہے اور مودع اس کو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر دی سوراخ کی تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نہ کیا تو اس پر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کو سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع سوراخ کو بند نہ کرے اس واسطے کہ مالک راضی ہو گیا۔ اس مکان میں رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ ولم یعلم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحطاوی قلت لبقی لوسدہ مرۃ ففتحہ الفار وافسدہ لم یذکرہ وینبغی تفصیلہ کما مر فتدبر میں کہتا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایک بار سوراخ بند کر دیا سو چوہے نے اس کو کھول دیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اس کا حکم مذکور نہیں اور اس کی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اس کو غور کر م تفصیل مذکور یہ ہے بقول طرطوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتا دے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کر دے تو تاوان اسی سے دفع ہو اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنی علامہ عبد البر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ میں ہے کہ ودیعت پھیر دینے کی مؤنت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں م عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ویمنعون الماعون یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اُس چیز سے عبارت ہے جس کی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہؓ کا گھوڑا جس کا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علما اس پر ہیں کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود اخرہا عن الودیعۃ لان فیہا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودلیعت سے اس واسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونوں امانت ہونے میں مشترک ہیں م یعنی عاریت میں تملیک ہے اور ایداع بھی ہے تو عاریت ودلیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب سے اور مرکب موخر ہے مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالیٰ فی اجابۃ المضطر لانہا لاتکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیوں سے حق تعالیٰ کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اس واسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجتمند کے واسطے قرض کے مانند م یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا فریاد رسی میں تو عاریت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریاد رسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اے مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر سو اسی واسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایک درم دس درم کے برابر ہے ثواب میں اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے م یعنی قرض نہیں لیتا غالباً مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونوں کو پہنچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اُس کو محتاج جان کر دیتا ہے صدقے کا ثواب دہ چند اس واسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اس واسطے ہوا کہ قرض کا ایک درم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ میں صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہے تو مقابل اُسکے دو درم ساقط ہو گئے تو اٹھارہ باقی رہ گئے ولہذا اگر مقرض مستقرض کو معاف کر دے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشیٔ قاموس عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یائے تحتانیہ مشددہ ہے اور اس کی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس م اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعاً تملیک المنافع مجاناً اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کر دینے سے مفت بلاعوض م یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلاً گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اس واسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکل جائے اس واسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعوض ہے افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی م چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کی جانب سے اور مستعیر کی طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہیں بحر الرائق

ف۱ آیا کوئی سنتا ہے مضطر کی جب وہ اس کو پکارے ۱۲ ف۲ یعنی نیکی کا بدلہ دس گنا ہے ۱۲ ف۳ ایک لفظ مترجم اول نے چھوڑ دیا یعنی مستعار کر عاریت کی چیز کو کہتے ہیں ۱۲۔

میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اُس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہیں تو اس کا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہ ہوگی انتہیٰ تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ہاں قبول گاہے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اُس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ ولو فعلا فقط قبول کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وحکمھا کونھا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت پر یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجائے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطھا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوھا عن شرط العوض لانھا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اس واسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہوجاتی ہے م قابلیت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق میں نکل گیا اور یہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تجمل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اُس کو سوائے وجہ مذکور کے اُس کا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان وصرح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لاتفضی للمنازعۃ لعدم لزومھا اور تصریح کی ہے عمادیہ میں مشاع کی عاریت دینے اور اُس کے ودلیعت رکھنے اور اُس کے بیچنے کے جواز کی اس واسطے کہ جہالت عین کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر وکذا النفقۃ العبد اما کسوتہ فعلی المعیر اور فقہا نے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسی طرح نفقہ غلام مستعار کا اور اس کا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وہذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودلیعۃ اور یہ یعنی غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اُس وقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لے کر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اس کا کھانا پینا بھی مولی پر ہے اس واسطے کہ یہ ودلیعت ہے نہ عاریت م ظاہرا یہ اباحت انتفاع ہے اس واسطے کہ اگر ودلیعت ہوتی تو اُس کو نفع لینا جائز نہ ہوتا یا یوں کہیے کہ یہ دلیسی ودلیعت ہے جس کے انتفاع کو مالک نے مباح کردیا وتصح باعرتک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنی میں نے تجھ کو عاریت دی اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے واطعمتک ارضی ای غلتھا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجھ کو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اس واسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر م غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہے اور زمین اس کا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجازا متعارف ہے بقرینہ اطعام اس واسطے کہ جب اطعام غیر مطعوم مثلا زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ومنحتک بمعنی اعطیتک ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ اذا لم یرد بہ منحتک وحملتک الہبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ بلانیۃ والہبۃ بہا ای مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی میں نے تجھ کو کپڑا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی میں نے تجھ کو چڑھایا اپنے اس جانور پر جب کہ متکلم منحتک حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نہ کرے اس واسطے کہ وہ ہبہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے م یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا واخدمتک عبدی واجرتک داری شہر مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ بھر تجھ کو مفت اجارہ دیا م اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نہ کرے گا تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وداری لک سکنی تمیز ای بطریق السکنی او اس قول سے

عاریت صحیح کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمیز ہے م سکنی مصدر ہے بمعنی اقامت یا اسم ہے بمعنی اسکان صاحب درر نے کہا سکنی محکم ہے ارادہ نفع میں لہٰذا لام بمعنی ملک مراد نہ ہوا و داری لک عمری مفعول مطلق ای اعمرتہا لک عمری سکنی تمیزہ یعنی جعلت سکنٰہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی میں نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمیز ہے م اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کی طرف شارح نے تفسیر ثانی میں اشارہ کیا لیکن اُس نے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا زیلعی نے کہا داری لک اس کا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک[1] ہو اور اس کا محتمل ہے کہ اُس کی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت میں محکم ہے بلا احتمال لہٰذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہ ہوا و لعدم لزومہا رجع المعیر متی شاء اور بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع کا میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو م دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اُس سے فائدہ لینا جائز ہے جس طرح چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ ہے کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اس کا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہیں مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید در حق مدت ہو اور انتفاع میں مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہ ہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل ویبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لا یاخذ الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہو گی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہے گی یعنی اس صورت میں عاریت منقلب باجارہ ہو جائے گی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ کسی کی چھاتی منہ میں نہیں لیتا سوائے اُس لونڈی کے تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہو گی دودھ چھوڑانے تک اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے وفیہا معزیا للقنیۃ تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری دفعہا وقیل نعم الا اذا شرطہ وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہما واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف فکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اُس صورت میں جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کے واسطے پھر دھنیاں اس پر نصب کیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفعہ شرط کر لے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اُس کو پسند کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کے عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اُس کا لازم نہیں آتا یعنی اس واسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی بالاجماع تاوان ہے م تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر مسجد میں گیا اور اُس کو کوچہ میں چھوڑ گیا یا سواری کے واسطے عاریت رکھا سو اُس کو بند کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اس کو غیر جہت معینہ سے لے گیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُس کو اور بیل کے ساتھ ملایا اُس کے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اُس پر تاوان ہے اور اگر کو چراگاہ میں چرانے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اس طرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہ ہو یا عادت مشترک نہ ہو

[1] یعنی اس لیے کہ لام مفید ملک ہے ۱۲

تاوان ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چورایا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں
اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقاً نہیں جب کہ مستعار چیز اُس کے سرتلے ہو یا آگے رکھی ہو یا اُس پاس ہو اس طرح
پر کہ عادت میں اُس کی نگہبانی سے خارج نہ ہو کذا فی البحر و شرط الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافاً للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل
ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ م جوہرہ میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے
ولا تؤجر ولا ترہن لان الشیٔ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ شے متضمن نہیں ہوتی اپنے مافوق کی م اس واسطے
کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار مانند ودیعت کے اس
واسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دی جاتی ہے بخلاف عاریت کے
بقول مختار م یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جب کہ استعمال
مختلف نہ ہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی واما المستاجر فیؤجر و یودع و یعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ کیا
تو اُس کا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اُس کا جائز نہیں واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند
ہے یعنی اس کا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا تملیکا لغیرہ بدون اذن سواء قبض اولا اور
وہبانیہ میں نو مسائل نظم کیے ہیں جن میں اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اُس نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو فقال ۵
و مالک امر لا یملکہ بدرد ؛ ن امر وکیل مستعیر و موجر ؛ رکوبا ولبسا فیہما و مضارب ؛ و مرتہن ایضاً وقاض یومر ؛ سو صاحب وہبانیہ نے کہا او روہ
مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص مثلاً
پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی ماموری مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لا یملکہ اس کی صفت ہے اور
وکیل وغیرہ اُس کی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسی طرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں
جب کہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہ ہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری
کے واسطے جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُس پر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اس طرح مضارب دوسرے
کے ساتھ مضاربت کرنے کا اور مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحطاوی م ۵
و مستودع مستبضع و مزارع ؛ اذا لم یکن من عندہ البذر یبذر ؛ اور مستودع بفتح دال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جس نے زمین بعقد
مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہ ہو کہ کھیت میں بیج ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن م اور اگر مزارع
کا بیج ہے تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشر ۵ و مالمساقی ان یساقی غیرہ ؛ وان اذن المولی
لہ لیس ینکر ؛ میں کہتا ہوں اور دسواں مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات والے کو کہ غیر کو زمین
بطور مساقات دے اور اگر مولیٰ یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا لہ جائز نہیں فان اجر المستعیر او رہن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر
عاریت کو اجارے میں دے یا اُس کو رہن رکھے پھر وہ تلف ہو جائے تو معیر اُس سے تاوان لے بسبب اُس کی تعدی کے ولا رجوع لہ المستعیر علی احد
لانہ بالضمان ظہر انہ اجر ملک نفسہ و یتصدق بالاجرۃ خلافاً للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہیں اس واسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا

لہ نفظی ترجمہ یوں ہے کہ غیر کو دینے کا کوئی منکر نہیں ۱۲ ؛

کہ اُس نے اپنی ذات ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف رح کے م اجرت اس واسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن المرتہن وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتہن ان یرہن فیضمن وللمالک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہیں مرہون کے رکھنے کا تو اس پر رہن رکھنے سے تاوان آوے گا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے بھر لے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا للغرر اور جب مستعیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال بھر لے جب کہ مستاجر یہ نہ جانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اس کے ہاتھ میں فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اگر عاریت جان کر اجارہ لے گا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اُس کا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو م اس واسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جس کا استعمال مختلف نہ ہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ ولیعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت خواہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جس کا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر میں اختیار کی طرف نسبت کیا ہے ومثلہ ای کالمعار الموجر ہذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا خلاصۃ اور عاریت کی چیز کے مانند ہے اجارے کی چیز یعنی مستاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اُس کا استعمال مختلف ہو یا نہ ہو اور درصورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور درصورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اُس پر آوے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقا بلا تقیید یحمل ماشاء ولیعیر لہ للحمل ویرکب عملا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو بطور کرایہ کے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اُس پر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُس پر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کرے گا وہی متعین ہو جائے گا مراد ہونے میں م اس واسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار رہے تو اگر اول سواری کی تو اب اُس پر بوجھ لاد نہیں سکتا اس واسطے کہ مطلق جب کہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اس کے مطلق باقی نہ رہا کذا فی الطحطاوی وضمن لغیرہ ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو الصحیح کافی اور تاوان دے اُس کے غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جائے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اس کے آپ سوار نہ ہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر او الموجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ماشاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے برخلاف کرنے میں نہ مانند یا بہتر خلاف میں م خلاف شر کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلا دو من گیہوں لادنے کے واسطے پھر اُس پر اسی قدر جو لادے تو تاوان آوے گا اس واسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گیہوں سے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہے کہ معین گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لادے یا اتنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں اس کے لادے اور بہتر خلاف کی یہ صورت ہے کہ

جو کے واسطے عاریت لے اور اس پر گیہوں لادے وکذا التقیید الاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اجارے میں نوع انتفاع یا
قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت اطلاق کے مانند عاریۃ الثمنین والمکیل والموزون والعدد المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استہلاک
عینہا روپے اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ م یعنی عاریت عبارت
ہے اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت بمعنی قرض ٹھہری معدود متقارب چنانچہ
اخروٹ اور انڈا اور اسی طرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر مہلاکہا قبل الانتفاع
لانہ قرض حتی لو استعارہا لیعیر المیزان او یزین الدکان کان عاریۃ تو تاوان دے عاریت دینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہو جانے سے قبل انتفاع کے اس واسطے
کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی کو عاریت لیا تا کہ اُن سے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا اُن کو رکھ کے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ حقیقت
عاریت ہے نہ قرض یعنی اس واسطے کہ اس میں استہلاک عین نہیں ولو اعارہ قصعۃ ثرید فقرض ولو بینہما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض
ہے اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہے تو یہ اباحت ہے م ثرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی تر کرنے سے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو روٹی
یا اُس کی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت میں تاوان نہیں وتصح عاریۃ السہم ولا یضمن لان الرمی یجری مجری الہلاک صیرفیۃ اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف
ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاکی کے ہے کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اس
میں تاوان نہیں ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم
ہونے سے ولہ ان یرجع متی شاء لما تقرر انہا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد
لازم نہیں ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درخت
کو کھدوا ڈالے مگر جب کہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دے کر دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تا کہ اس کی زمین
ضائع نہ ہو یعنی صاحب زمین قیمت دے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کلفہ قلعہما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما
الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے
اور معیر مستعیر کو اتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اس طرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کر کے قیمت اُن کی
مقرر کی جائے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر م مثلا درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا
تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپے کا نقصان ہوا اسی قدر تاوان دے واذا استعارہا لیزرعہا لم توخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقتہا او لا فترک باجر المثل
مراعاۃ للحقین اور جب کہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اُس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لی جائے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو
زمین مستعیر کے پاس بعوض اجر مثل چھوڑی جائے گی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک ان کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع
قبل نباتہ فیہ کلام اشار الی الجواز فی المغنی نہایۃ پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجھ کو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اس واسطے کہ
کھیت کی بیع قبل اُس کے جمنے کے باطل ہے اور بعد اُس کے جمنے کے اس میں گفتگو ہے مغنی میں اس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ م قول مغنی ہی مختار
ہے کذا فی الطحطاوی عن العنایۃ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اس واسطے کہ اُس نے اپنے نفع کے واسطے اس پر قبضہ کیا تھا اور پھیر
دینا اس پر واجب ہے فلو کانت موقتۃ فامسکہا بعدہ فہلکت ضمنہا لان مؤنۃ الرد علیہ نہایۃ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو تو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد
اُس وقت کے پھر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اس واسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایۃ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا م اس

مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خاں کا مختار ہے اور عدم ضمان کافی اور مجتبیٰ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارہا لیرہنہا فتکون کالاجارۃ رہن الخانیۃ
عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے رہن رکھنے کے واسطے عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیۃ یعنی تو اب خرچ
معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ اور اسی طرح جس کے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے
کا خرچ اس پر ہے وکذا الموجر والغاصب والمرتہن مؤنۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسی طرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر پھیر دینے کا خرچ ہے بسبب
حاصل ہونے منفعت کے انھیں کے واسطے ہذا لو الاخراج باذن رب المال والا فمؤنۃ رد مستاجر ومستعار علی الذی اخرج اجارۃ البزازیۃ یہ یعنی موجر پر خرچ لازم ہونا اس وقت
ہے جب کہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اُس پر ہے جس نے اُس کو
اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ ومضاربۃ وہبۃ فعلی الراجع مجتبیٰ بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی
المجتبیٰ یعنی شرکت میں رد راس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ
مشاہرۃ لا میاومۃ او مع عبد ربہا مطلقا یقوم علیہا اولا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر
مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اُس کا
غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا قبض
ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اس واسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا اور یومیہ دار کو اس واسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف
نفیس کجوہرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ
بری الذمہ نہ ہوگا وبخلاف الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ
اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اُس کی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اس کو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو
بری الذمہ نہ ہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی
فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں انقضائے مدت کی قید نہ لگایئے بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہو جایئے تو صحیح نہیں اس
واسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جس میں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول
پر متعین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جب کہ انقضاء مدت رد ہو نہ مطلقاً وبخلاف رد ودیعۃ ومغصوب الی دار المالک
فانہ لیس تسلیم اور برخلاف پہنچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہیں یعنی جب خود مالک کو پہنچا دے گا تو تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار
ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخص لئلا یعم البناء ونحوہ اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کے واسطے عاریت
لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھ دے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین میرے کھانے کو دی تا اُس میں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اس واسطے کی تا
عمارت وغیرہ کو شامل نہ رہے مم عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا بتطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نہ کرے العبد
الماذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہے یعنی اس واسطے کہ عاریت دینا سوداگروں کا دستور ہے کذا فی المنح والمحجور اذا استعار
واستہلکہا یضمن بعد العتق غلام محجور جب کہ عاریت لے اور اُس کو تلف کر ڈالے تو تاوان دے آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہا
ضمن الثانی للحال اور اگر غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دے سو وہ اُس کو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال تاوان دے ولو استعار
ذہبا فقلدہ صبیا فسرق الذہب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن لانہ اعارہ والمستعیر یملکہا

اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اُس کی جو اس کے بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اس واسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نہ کر سکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہے یعنی اس واسطے کہ اُس نے مال پرایا ضائع کیا تاوان کو دے کر وضعها ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لہا عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اُس پر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اس واسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا وضمن لو نام مضطجعا لترک الحفظ اور تاوان دے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں اپنے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بہ سبب نہ ہونے عوض کے اور اسی طرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں م یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اس واسطے کہ اُس میں بیوع طحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذہب الطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ خانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اُس نے کہا میں کل تجھ کو دوں گا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اُس کے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مر گیا تو اس پر تاوان نہیں کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ میں یہ ہے کہ وہ تاوان دے گا م تو اس میں دو قول ثابت ہوئے جہز ابنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمرا بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا اعارۃ لا یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کے طور پر اگر لوگوں میں رواج دائمی ہو کہ باپ اُس جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُس نے عاریت دیا تھا مقبول نہ ہو گا اس واسطے کہ ظاہر حال اُس کی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا رواج نہ ہو گا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے تو ویسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور میں م یعنی اگر ماں یا ولی صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دے کر پھر دعوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہو گا اور یہ حکم ماں اور ولی میں ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جس میں اجنبی دعوی کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ میں نے اس کو فلانی چیز عاریت دی تو اُس کا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی الشرح الوہبانیۃ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء واشباہہا اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کے پہنچا دینے کا اُس کے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اُس کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جب کہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند اُن کے یعنی علما اور اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمنا فی الوقف عن المولی ابی السعود وکذا فی المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ میں نے روزی لینے والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اُس کا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دے گا جس کے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر اُن کو دوبارہ وقف کے

مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں مشرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو السعودؒ سے اور مصنفؒ نے اُس کو پسند کیا ہے اور اُس کے فرزند نے اس کو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاتہ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل لقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادائے ایصال مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اُس کی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل میں جب کہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُس نے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُس کی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہ ہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل لقبض العین کودیعۃ قال قبضتہا فی حیاتہ وہلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اُس کا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اُس کے قول کی تصدیق ہو گی اس واسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُس کا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل لقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیۃ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُس کا قول مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُس کی تصدیق نہ ہو گی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ م ایصال دین کے دعوی میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضائے دیون امثال دیون سے ہوتا ہے تو ادعائے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت وظاہرہ انہ لا یصدق لا فی حق نفسہ ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لا فی حق الموکل وحمل علیہ کلام الولوالجیۃ فلیتامل عند الفتوی میں کہتا ہوں اور ظاہر کلام ولوالجیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہ ہو نہ اپنی ذات کے حق میں نہ موکل کے حق میں اور البتہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اُس کی ذات کے حق میں ہو گی نہ موکل کے حق میں اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت م ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اُس کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق نہ ہو گی بقرینہ ایجاب ضمان علی المیت تو افتائے بعض فقہا متعین ہو گیا اور تامل کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہیں پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے م یہ اُس صورت میں ہے جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہ ہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہو جاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اُس پر دین ہے اور اُس کے پاس ودیعت ہے غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون میں مقسوم ہو گا بقدر اُن کے حصوں کے م ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مرگیا اور یہ بیان نہ کر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہے تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکے میں برابر ہیں بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادائے کل دیون میں کفایت نہ کرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب وفی العاریۃ علی الذہاب والمجیء لان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت میں جانے اور آنے دونوں پر ہے اس واسطے کہ عاریت کا پہنچانا مستعیر پر ہے یعنی اور پہنچانا بدون آنے کے نہیں ہو سکتا بخلاف اجارہ کے کہ اُس کے آنے کا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعار دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانے کے واسطے پھر اُس کو باندھ رکھا اپنے گھر میں سو وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے اس واسطے کہ اُس نے اُس کو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کے واسطے استقرض ثورا فاغار علیہ الاتراک لم یضمن لانہ عاریۃ مثلاً بیل قرض لیا سو اُس پر ترکوں نے مثلاً غارتگری کی تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ عاریت ہے رواج میں یعنی اور

بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہو گیا استعار ارضا لیبنی ویسکن واذا خرج فالبناء للمالک فللمالک اجر مثلہا مقدار السکنیٰ والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی وفسدت بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان سے نکل جائے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملے گا ویسی زمین کا بقدر اُس کی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اس واسطے کہ اعارہ عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے تو بیاں اعارہ درحقیقت اجارہ ہو گیا یعنی تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے م عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارۂ فاسد ٹھہری تو اجر مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اس واسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجہالۃ البدل اور اسی طرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرے گی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے م خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہے اجارے کی اس واسطے کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلۃ ان یوجرہ الارض سنین معلومۃ ببدل معلوم ثم یامر باداء الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادا ے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعار کتابا فوجد فیہ خطأ اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت ولا یاثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی سو اُس میں غلطی پائی تو اُس کی اصلاح کر دے اگر مالک کی رضامندی جانے میں کہتا ہوں اور گنہگار نہ ہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید میں ترک اصلاح سے البتہ گناہ گار ہوگا اس واسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بخط مناسب قرآن م اصلاح میں رضائے مالک اس واسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اُس کو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہ ہو تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھ کر وہاں رکھ دے اور محل خطا پر نشان کر دے تا مالک اُس کا مطلع ہو کر درست کر لے اس واسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحاوی وفی الوہبانیۃ سہ وسفر رأی اصلاحہ مستعیرہ یجوز اذ امولاہ لا یتاثر؛ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اُس کے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جب کہ اُس کا مالک آزردہ نہ ہو وفی معایاتہا اور وہبانیہ کی معایات میں اگلی بیت ہے م معایات وہ کلام ہے جس کے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستاں اور پہیلی سہ واے معیر لیس یملک اخذما؛ اعارہ وفی غیر الرہان التصور؛ اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہیں اور رہن کے سوائے میں یہ مسئلہ متصور ہے م صورت اُس کی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اُس کا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں ؛ وہل واہب لابن یجوز رجوعہ؛ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اُس کو پھیر لینا جائز ہو م صورت اُس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اُس کو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اس واسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اُس کے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا + وہل مودع ماضیع المال یخسر؛ اور ایسا کوئی مودع ہے جس نے مال ضائع نہیں کیا اُس پر تاوان پڑتا ہے م صورت اُس کی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اُس کی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اُس سے تاوان لیں گے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم۔

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے م اس واسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلاعوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلاعوض سے ہی لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضیل بغیر مال کے ہو وشرعاً تملیک العین مجاناً اے بلاعوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کر دینے سے مفت میں بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں م تملیک عین سے اباحت اور عاریت ہبہ سے خارج ہوگئی اور بلاعوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہٰذا ابن کمال نے فی تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنفؒ نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اُس میں تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اُس کو دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف م یہ جواب ہے اُس سوال مقدار کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیں اُس کا جواب شارحؒ نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اُس کو قبض دین کا امر کیا اور اُس نے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہوگئی وسببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیک نامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المومن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھا دے جس طرح اُس پر یہ واجب ہے کہ اُس کو توحید اور ایمان بتا دے اس واسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چوٹی ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جائے اور وہ نہایت مذموم ہے اس واسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاوے گا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ م اور کاہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نہ کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کرے گا وشرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح نہیں اگرچہ مملوک مکاتب ہو وشرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطیں موہوب یعنی بخششی چیز میں ہونا اس کا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہو گا۔ م زیلعی میں ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے اس واسطے کہ جواز ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہیٰ تو اس سے معلوم ہوا

کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنفؒ کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شرط موہوب کی فتاوی عالمگیری میں یوں مذکور ہے کہ موہوب موجود ہبہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کا پھل ہبہ کرے جو امسال پھلیں گے تو جائز نہیں اس واسطے کہ فی الحال معدوم ہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور مردار اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی **وركنها هو الايجاب والقبول** كما سيجئ اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آوے گا **وحكمها ثبوت الملك للموهوب له غير لازم** فله الرجوع والفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کے واسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوائے سات صورتوں کے جو مذکور ہوں گی **وعدم صحة خيار الشرط فيها** فلو شرط صحت ان اختارها قبل تفرقهما اور حکم ہبہ صحیح نہ ہونا شرط خیار کا ہے ہبہ میں تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کرے گا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے م بہتر یہ تھا کہ مصنفؒ یوں کہتا (وعدم صحتها بخيار الشرط) بقرینہ تفریع کے والا حاصل اس کا یہ ہے کہ ہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے وكذا الابراء صح الابراء وبطل الشرط خلاصة اور اسی طرح اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے كذا فی الخلاصة م حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار میں واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے **وحكمها انها لا تبطل بالشروط الفاسدة** فهبة عبد على ان يعتقه يصح وتبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اس کو موہوب لہ آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہے **وتصح بايجاب كوهبت ونحلت** اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی میں نے ہبہ کیا ونحلت یعنی میں نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتك هذا الطعام ولو ذلك **على وجه المزاح** اور میں نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو م خلاصہ میں یہ ہے کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ واہب خوش طبعی کرنے والا نہ تھا اور موہوب لہ نے اس کو قبول کر لیا بقبول صحیح انتہی اور اسی طرح خلاصہ کے مانند خزانے کی عبارت ہے جس کو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہیں بخلاف اطعمتك ارضى فانه عارية لرقبتها واطعام لغلتها بحر بخلاف اس قول کے کہ میں نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اس واسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبۂ زمین کی اور اطعام ہے اس کے غلے کا كذا فی البحر یعنی وہ غلہ جس کو مستعیر بو دے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا **والاضافة الى ما يعبر به عن الكل كوهبت لك فرجها وجعلته لك** لان اللام للتمليك یا ایجاب میں اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے تجھ کو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اس کو میں نے تیرے لئے مقرر کر دیا ٹھہرا دیا اس واسطے کہ لام لک کے لفظ میں تملیک کے واسطے ہے م طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا ولو بالاضافة یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلته باسمك فانه ليس بهبة برخلاف اس قول کے کہ اس کو میں نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اس واسطے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے م یہ قول غیر اظہر ہے اس واسطے کہ فتاوی عالمگیری میں غیاثیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلته باسم ابنی یعنی میں نے اس کو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں کذا فی الطحطاوی وكذا هي لك حلال الا ان يكون قبله كلام يفيد الهبة خلاصة اور اسی طرح یہ قول ہبہ نہیں کہ وہ لونڈی تجھ کو حلال ہے مگر اس وقت ہبہ ہے جب کہ اس کے پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصة م قول مذکور اس واسطے ہبہ نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو

اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھ کو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا دل راغب ہے اس کے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھ کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھ پر حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہرے گا **واعمرتک ہذا الشئ** اور میں نے یہ چیز تجھ کو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی م عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت موہوب لہ کے پھیر لینے کی سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اس واسطے یہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرط ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ کی مملوک ہے اور اس کے وارثوں کی ہے بعد اس کے کذا فی الزیلعی **وحملتک علی ہذہ الدابۃ** ناویا بالحمل الہبۃ کما مر اور میں نے تجھ کو اس جانور پر محمول کر دیا حمل سے ہبہ کی نیت کر کے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا م حمل گاہے بمعنی ہبہ اور گاہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی **وکسوتک ہذا الثوب** اور میں نے تجھ کو کپڑا پہنایا م پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہے بولتے ہیں کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اس کو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت میں اس طرح نہیں بولتے **وداری لک** ہبۃ اور میرا گھر تیرا ہے موہوب ہو کر م لفظ ہبہ منصوب ہے حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہے کذا فی الدرر او عمری تسکنہا لان قولہ تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیرا للاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یوں بولا کہ میرا گھر تیرا ہے بطور عمری کے تو اس میں سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اس واسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہے واہب کا نہ تفسیر اس واسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ٹھہرنے کی لیاقت نہیں رکھتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اس کی ملک میں اس طرح کہ اس میں سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اس کے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے **لا لو قال ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ** بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہ ہوگا اگر یوں واہب کہے گا کہ میرا گھر تیرا ہے موہوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لے کر م لفظ ہبہ تحال ہے اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنی محکم ہے تملیک منفعت میں تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر کر دے یعنے دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونوں کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل وفی البحر اغرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس درخت کو جماتا ہوں اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہے م صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں فتاوی قاضی خاں سے بصیغہ جزم مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی **وتصح** **بقبول** اے فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ تبرع حتی لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل بر ولو بعکسہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنے موہوب لہ کے حق میں اور واہب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کرے گا سو اس نے اس کو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نہ کیا تو حانث نہ ہوا اور اس کے بالعکس میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ میں فلانے شخص کا ہبہ لوں گا سو اس نے ہبہ کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا برخلاف بیع کے م یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کرے گا سو اس نے بیع کا ایجاب کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جب تک قبول نہ پایا جائے گا بیع ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی **وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس** فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ کے قبض

سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد میں اس واسطے کہ قبض یہاں یعنی ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہے لہذا مخصوص بہ مجلس عقد ہوا مگر قبض بجائے قبول کے اس واسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبض پر باعتبار دلالت کے اس واسطے کہ ملک متصور نہیں مگر قبض سے تو قبض مقید بمجلس ایجاب قبول ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلۂ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہ ہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی **و بعدہ** یہ اے بعد المجلس **بالاذن** اور بعد انقضائے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط میں ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بہ مجلس نہ ہوگا اور جائز ہوگا بعد اس کے بھی **والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا** لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کئے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اس کی طرف بلند[۱] کیا یعنے سامنے کیا تو یہ قبض نہ ہوگا بسبب اس کے نہ قادر ہونے کے قبض پر **وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ** فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبض ثابت ہوگا سامنے کرنے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ قبض سے اس واسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں وفی الدرر والمختار صحتہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ لا فاسدہا اور درر میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح میں نہ ہبہ فاسد میں یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ میں تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہ ہو وفی النتف ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں بدون قبض کے **م** عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمدؒ واوزاعی وابن شبرمہ وحسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ معنی عطا جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جب کہ بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درموں کا عوض مقبوض نہ ہو تو بقدر اس کے حصے کے سلم باطل ہو گی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو چنانچہ گیہوں کی بیع جو سے تو اس میں تفاضل[۲] جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اس میں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن المنح **ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا** ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اس کا قبضہ کرنا مطلقا صحیح نہ ہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے **م** خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کے اس واسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہوا اور موہوب لہ نے وہاں جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں **وتتم الہبۃ بالقبض** الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے **م** قبض کامل منقول میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ میں قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ میں قبض کامل بہ تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر **ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب لا مشغولا بہ** ہبہ کامل قبض

---

[۱] مترجم اول نے جس نسخے سے ترجمہ کیا ہے اس میں شاید رفع رائے مہملہ سے ہوگا مگر میرے پاس کے نسخہ موجودہ میں دفع دال مہملہ سے ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے یعنے مقفل صندوق اس کے حوالہ کیا ۱۲ [۲] یعنے کم زیادہ ہونا جنسین کا درست ہے اور ادھار درست نہیں کہ گیہوں مثلاً اس وقت دے اور جو بعد کو لیوے ۲

سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل[1] بملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب والاصل ان الموہوب ان مشغولا بملک الواہب منع تمامہا وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہ ہوگا یعنے درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہ ہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہ ہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ اودابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذالک لاتصح تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جس میں واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جس میں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جس پر واہب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسی طرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہ ہوگا م اس واسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل لملک الواہب لامشغول بہ اور اس کے بالعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اس واسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلٰثہ سے ملک واہب سے شاغل ہے نہ مشغول م خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظروف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لایمنع تمامہا عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اس واسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں م منجملہ اس کی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر میں اس واسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃً تو اس کی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہوگیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہا وتمام فی العاریۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند اس واسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقے کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اس کا عاریہ میں ہے م یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لاتجوز الا اذا وہب الاب لطفلہ اور اشباہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جب کہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وکذا الدار المعارۃ میں کہتا ہوں اور اسی طرح عاریت کا گھر ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسی کا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر مستعیر نے معیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی والتی وہبتہا لزوجہا علی المذہب لان المرأۃ ومتاعہا فی ید الزوج فیصح التسلیم اور ہبہ مشغول اس گھر میں جائز ہے جس کو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اس واسطے کہ عورت اور اس کا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہوگئی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اس میں رہتی ہے اور اس کا اسباب اس میں ہے اور زوج بھی اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب ایک کے زوج کے ہاتھ میں ہے اور مقابل مذہب ابویوسف رح کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت ۞ ومن وہبت للزوج دارا لہا بہا + متاع وہم فیہا تصح المحرر + اور مقرریں نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس

[1] یعنے بھر دینے والا ہو نہ بھرا ہوا یعنے مظروف ہو نہ ظرف ۱۲

زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اس میں رہتے ہیں تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر معتمد علیہ ہے
م وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی ومن وہبت للزوج دارالہا بہا ٭ متاع وہم فیہا فقولان یزبر ٭ یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر
ہبہ کیا جس میں زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اس میں رہتے ہیں تو دو قول اس میں مرقوم ہیں یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ
عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت میں تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم
یسلمہ الدار مثلاً فتصح لشغلہا بالمتاع فی یدہ اور جوہرہ میں ہے کہ ہبۂ مشغول کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر
موہوب لہ مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بہ سبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ میں یعنی جب شاغل بطریق
ودیعت موہوب لہ کے قبض میں آیا پھر مشغول بہ تسلیم واہب اس کے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق تتم
محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے موہوب مفرغ میں م یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پھل کے
ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین میں مقسوم وہ موہوب مفرغ جس کی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی نہ رہا ومشاع
لایبقی منتفعا بہ بعد ان تقسم کبیت وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنے غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا
قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر م مشاع لاتقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا با یںمعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہیں رہتا
چنانچہ عبد واحد اور دابۂ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر
کذا فی الدرر لانہا لاتتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اس واسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت
پذیر ہے م قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اس کے کذا فی الدرر قستانی نے کہا جس کی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور
محتمل القسمۃ نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں
مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ محتمل القسمۃ
ہے چنانچہ گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہیں چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ اولاجنبی
لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اس کو اپنے شریک
کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ میں ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب ٹھہرا م درر سے
مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ میں عتابی سے
منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے م فقہا کی ظاہر عبارت سے عدم جواز معتمد ہے یہاں تک کہ
شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلے کی طرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی فان قسمہ وسلمہ صح لزوال
المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بہ سبب دور ہو جانے مانع یعنے مانع قبض کامل اشاعت تھی سو قسمت
اور تسلیم سے زائل ہو گئی ولو سلمہ شائعا لایملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح
پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اس کا مالک نہ ہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا تو موہوب لہ اس کا تاوان دے گا
درصورت تصرف اور واہب کا تصرف اس میں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصول الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ
علی خلاف ما صحح فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لیکن درر میں ہے فصول سے کہ ہبہ فاسد

ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتویٰ ہے اور مانند اس کے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جس کو صحیح کہا ہے عمادیہ میں لیکن فتویٰ کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اس کو مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ م ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ سلبی میں اتقانی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائز ہے قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اس کا جائز ہے شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اس کا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ مستانفہ ہے والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے مقسوم اور غیر مقسوم میں اور شریک اور غیر شریک برابر ہیں اور وقف مشاع کا ابویوسف رح کے نزدیک جائز ہے نہ محمد رح کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذافی الطحطاوی وہل للقریب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ قال فی الدرر نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے قرابت دار کو رجوع کرنا ہبۂ فاسدہ میں درر میں کہا کہ ہاں جائز ہے اور شرنبلالیہ میں ہے اس پر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسدہا اتفاقاً اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق م شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل کر دے والاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد الکل حتی لو وہب ارضا و زرعا وسلمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فیما یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہے کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں م زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب درر نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شئے واحد کے مانند ہے پھر جب احدہما مستحق ٹھہرا تو یوں ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ میں تو ہبہ باطل ہوگا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنے لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستنداً الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارناً لہا لا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جب کہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیا ہے اس قول میں سو آگاہ رہو م استحقاق زرع کو ظہیریہ میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایۃ اور کرمانی میں اس کو شیوع طاری قرار دیا ہے قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دو نوں روائتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول میں متفرد نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل فی ارض وتمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں اس واسطے کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہے ولو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنے مثلاً دودھ کو تھن سے علحدہ کر کے ہبہ اور

ف مشاع کا ہبہ و رہن وغیرہ

تسلیم کردے تو جائز ہے بسبب مدور ہوجانے مانع قبض کامل کے وہل یکفی فصل الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے اذن سے درر کا ظاہر یہ ہے کہ ہاں کفایت کرتا ہے **بخلاف دقیق فی بر ودہن فی سمسم وسمن فی لبن** حیث لایصح اصلا لانہ معدوم فلایملک الابعقد جدید برخلاف اس آٹے کے جو گیہوں میں بالقوۃ ہے اور اس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو مملوک نہ ہوگا مگر عقد جدید سے م عدم جواز کا بعید یہ ہے کہ گیہوں مستحیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتے ہیں کذا فی الدرر **وملک بالقبول بلاقبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ** ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مملوک ہوجاتا ہے قبول کر لینے سے بلاقبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ میں ہو ہبہ کے وقت اگر اس کا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب کہ موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہے یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے جب کہ دو قبض ہم جنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہوجاتا ہے م چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اس واسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا یا قبض میں ۱۲ وافق واذا تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لاعکسہ اور جب کہ دونوں قبض ہم جنس نہ ہوں متغائر ہوں تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب نہیں ہوتا م نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچ ڈالی **وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ** وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اس شخص کا جس کی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہ ہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر ان کے عیال میں ہو م ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نہ کر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہ ہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی **تتم بالعقد** لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے عقد سے یعنی فقط ایجاب بلاقبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اس کے مودع کے ہاتھ میں اس واسطے ہبہ مذکور پورا ہے کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اس میں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول **وان وہب لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ** وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اس کے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اس کا وصی پھر دادا پھر اس کا وصی اگرچہ صغیر ان کی گود یعنے ان کی پرورش اور حمایت میں نہ ہو اور ان کے نہ ہونے کے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جس کے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا **وامہ واجنبی** ولو ملتقطا **لو فی حجرہما** والا لا لفوات الولایۃ اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہے اس کی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو[1] بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہ ہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح **وبقبضہ لو ممیزا** یعقل التحصیل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے

[1] لقطہ پانے والا یعنے لڑکے کو پڑا پایا ہو ۱۲

قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیزدار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبیٰ لانہ فی المنافع المحض کالبالغ حتی لو وہب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اس کا موجود ہو کذا فی المجتبیٰ اس واسطے کہ نابالغ منافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اس پر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ۔ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ہو الجواز انتہی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی م یہ استدراک ہے عند عدمہم کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اس کو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اس قول کے جس پر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنفؒ نے اس کو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے م قہستانی نے جواز قبض مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغریٰ سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی لکن متنہ یحتملہ بوصل ولو بامہ والاجنبی ایضاً فتامل لیکن مصنفؒ کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بہ سبب وصل کرنے ولو مع وجود ابیہ کے امہ والاجنبی کے ساتھ بھی سو اس میں تامل کرم یعنی جس طرح مصنف رح کا قول ولو مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے وبقبضہ ولو ممیزا اسی طرح اگر اس کو امہ والاجنبی سے وصل کیجیے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا کقبولہ سراجیۃ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اس کا صحیح ہے کذا فی السراجیۃ وفیہا حسنات الصبی لہ ولابویہ اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ میں ہے صغیر کی نیکیاں اس کے واسطے ہیں یعنی اسی کو ثواب ہے ان کا اور اس کے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے م بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب اس کے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اس کا کفارہ ہوں لہذا اس کے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اس مال کا کھانا مباح ہے جو اس کو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی ما فی السراجیۃ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت چنانچہ اقلاس والدین وضعوا ہدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح للصبی کثیاب الصبیان فالہدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فللاب او من معارف الام فللام قال ہذا للصبی اولا لوگوں نے ختنے کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لڑکوں کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہے اور اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اس کے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہے تو تحفہ اس کی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال اہدیت للاب او الام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اس کو جائز نہیں جب تک کپڑے بنانے کے وقت یوں بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں م ولد صغیر کے حق میں اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس

کے حق میں اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے بزازیہ میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کے وقت بیان کر دے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اس واسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی ثیاب البدن یملکھا بلبسھا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ اور ملتقی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے ان کے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے م تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہوں گے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ تملیک میراث نہ ہوں گے اور یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہے جب کہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لاباس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانھا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینھم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اس واسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنے اس میں اختیار نہیں اور اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جب کہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہ ہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو ان میں برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے م عطایا میں کمی یا زیادتی مکروہ ہے جب کہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو نہ کسب میں تو اگر اس کو زیادہ دلیوے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اس کو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہ بہتر ہے اس کے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور محمدؒ کا قول غیر مختار یہ ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہو گا م یعنے ایک ولد کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنے ہبہ بعد موت کے منقوض نہ ہو گا جاری رہے گا لیکن اس طرح کا ہبہ گناہ ہے تو نہ کرنا چاہیے اور بعضے مذاہب میں ہبہ مذکور منقوض ہو گا اس کی موت کے بعد اور سب وارث اس میں میراث پاویں گے کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث تا مورث قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیھا لایجوز ان یہب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانھا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لے کر ہبہ ہو اس واسطے کہ ہبہ ابتدا میں احسان ہے یعنے اگرچہ آخرکار معاوضہ ہے وفیھا یبیع القاضی ما وہب للصغیر حتی لایرجع الواہب فی ہبتہ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تا کہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیر لے **ولو قبض زوج الصغیرۃ** اما البالغۃ فالقبض لھا **بعد الزفاف ما وہب لھا صح** قبضہ ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ فصح قبض الاب کقبضھا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اس کا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بہ سبب نائب ہونے زوج کے اس کے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہو گا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض یعنا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا م زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد **وقبلہ** اے الزفاف لایصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہیں بسبب نہ ہونے ولایت کے **وہب اثنان دارا لواحد صح** لعدم الشیوع دو شخصوں یعنے دو شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع م اس واسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہ ہوا کذا فی الدرر والمنح **وبعکسہ** لکبیرین

ف اولاد کو عطا دینے میں کمی زیادتی مکروہ ہے

اولاد کو عطا دینے میں کمی زیادتی مکروہ ہے

(بقیہ)

لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور بالعکس اس کے یعنے ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ
میں م اس واسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ میں اور وہ ہبہ کا مانع
ہے اما مالا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقاً اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہ ہو چنانچہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے
صحیح ہے قیدنا بکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال کبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقاً ہم نے دو بالغوں کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر واہب
ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق م بحر الرائق اور
منح الغفار کی عبارت یوں ہے او وہب[1] لکبیر وصغیر والصغیر فی عیالہ اور دونوں کتابوں میں محیط سے تعلیل مسئلہ یوں منقول ہے کہ واہب ہبہ کے
وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی نہ رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کی طرف راجع ہے برخلاف عبارت
شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالہبۃ لجواز الرہن والاجارۃ من اثنین اتفاقاً اور عدم جواز میں ہم نے قید لگائی
ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے
تو جائز ہے **واذا تصدق بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح** لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالیٰ وہو واحد فلا شیوع اور
جب کہ دس درم دو فقیروں کو خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اس واسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضائے
ذات اقدس الٰہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہ ہوا م زیلعی میں ہے اور فقیر نائب ہے خدائے تعالیٰ کا **لا لغنیین** لان الصدقۃ
علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمہا وسلمہا صح صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اس واسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ
ہے تو ہبہ صحیح نہ ہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہ ہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی م نفی صحت
سے نفی ملک مراد ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے وہب لرجلین درہما ان صحیحا صح ایک شخص نے دو مردوں کو ایک درہم ہبہ کیا اگر درم صحیح
یعنے جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانہ مما تقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر
درم مذکور مغشوش یعنے کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اس واسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اس واسطے کہ وہ در حکم اسباب کے ہے معدنیات
فقال لرجل وہبت لک احدہما او نصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم ہیں سو اس نے دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے ان دو درموں
سے ایک درم تجھ کو ہبہ کیا یا ان کا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں م اس واسطے کہ جب وزن اور
جودت میں برابر ہوئے تو ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمۃ میں کیوں کہ اس میں جبر علی القسمۃ جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم
ولذا لو وہب ثلثہما جاز مطلقاً" اور اگر دونوں درم مختلف ہوں اس طرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز
ہے اس واسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسی واسطے کہ دونوں درموں کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقاً" خواہ دونوں مستوی ہوں
یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ وہبۃ البیت من الدار فہذا یدل علی کون سقف الواحد علی الحائط واختلاط
البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے
اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیواروں
سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی م طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اس کی صراحت

[1] اگر ہبہ کیا ایک بالغ اور ایک صغیر کو حالانکہ صغیر اس کے یعنی واہب کی عیال میں ہے ۱۲

ضمن کلام میں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہے اسی طرح ہے ہبہ بیت کا مع جمیع حدود حقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ ممر مشترک رہے اس میں اور دوسرے میں جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ میں یعنی دے کر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اس واسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان میں ہوتا ہے نہ اقوال میں کذا فی الطحطاوی **صح الرجوع فیہا بعد القبض** اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کر کے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا ہے یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو نہ دیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہ ہوا تو اس کو رجوع فی الہبۃ نہیں کہتے **مع انتفاء مانعہ** الآتی **وان کرہ الرجوع تحریما** وقیل تنزیہا نہایۃ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ نہ ہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایۃ م حدیث میں وارد ہے اس کے مثل جو دیکر پھیر لیتا ہے اس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اس کا زیادہ تر حقدار ہے جب تک اس کا عوض نہ لے انتہی تو رجوع فی الہبہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہوگیا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی **ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع** فلا یسقط باسقاطہ خانیۃ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیۃ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر میں ہے کہ صحیح نہیں ابراء کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آوے گا مشروط ہونا عوض کا عقد میں یعنی مجتبی سے منقول ہوگا **ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ** یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہبۃ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آئندہ مراد ہے م موانع سبع کو تسہیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اس کو زخمی کر ڈالا خزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی **فالدال الزیادۃ** فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ **المتصلۃ** تو حروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین موہوب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہے م زیادت کی قید اس واسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے چنانچہ غلام اور لونڈی میں طول فاحش **وان زالت** قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہوگیا لیکن خانیہ میں اس کے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اس پر قہستانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور فیہ ہے اس واسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود نہیں کرتی م زیادت زائلہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور اس کی قیمت گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسی طرح جمیع حیوانات میں اور اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو مسلم نہیں بلکہ یہ از

قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی **کبناء وغرس** ان عد از یادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ میں بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت میں معدود نہ ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عد فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع میں کذا فی الزیلعی م فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہ ہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت صغیر بنا دے تو یہ اصلا زیادت نہ ٹھہرے گی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہوگی بلکہ اس کے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی وسمن وجمال وخیاطۃ وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم والصار اعمی واسلام عبد ومداواتہ وعفو جنایۃ وتعلیم قرآن وکتابۃ او قراءۃ ونقط مصحف باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اس کے معالجے کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کی طرف مثلاً اور مانند امثلہ مذکورہ کے م معالجہ کرنا غلام کا اس وقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جب کہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اس نے کسی کا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اس کو معاف کر دیا ہو جب کہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اس کو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں م عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو درصورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ ککبر القول للواہب وفی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ للموہوب لہ خانیۃ وحاوی ومثلہ وفی المحیط لکنہ استثنٰی ما لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیۃ والحاوی اور مانند اس کے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنٰی کیا ہے جو بن نہیں سکتی اس قدر مدت میں م توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھ کو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں میں نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں درصورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ **المنفصلۃ** کولد وارش وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں م مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اس کا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اس کا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لے گا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف

جائز ہے ولو وہب العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اس کا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذافی البحر م وجہ اس کی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ بھی رجوع پر قادر ہوگا اس واسطے کہ بنا تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبۃ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بحر اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سود عوض نصرانی کے ہبہ سے اس واسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سود کی تملیک صحیح نہیں کذافی البحر یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اس کے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ولیشترط ان لا یکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ البعض عن الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب لہ نہ ہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخر ان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اس واسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی الہبۃ والرجوع مجتبی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذافی المجتبی م تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا بجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسی وقت تک جائز ہوگا جب تک دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہوں گے اور اگر موہوب لہ نے ان کو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذافی الطحاوی و دقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے م تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اس کی صحیح نہ ہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب او لت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیۃ اور اسی طرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اس کو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذافی الخانیۃ م ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کئے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کر کے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موہوب سیر بھر ستوؤں میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نہ رہا گویا دوسری چیز ہو گئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہو گیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جب کہ واہب اس پر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کی طرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جب کہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے بایں شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب سے ہے بخلاف ادائے دین م یعنے وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اس واسطے

کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے توجب اس نے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین اس نے قرض لیا **والاصل ان کل ما یطالب به الانسان بالحبس والملازمة یکون الامر بادائه مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ** اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے حبس اور ملازمت سے تو اس کے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اس کا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اس کے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اس وقت جب کہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اس کا شرط کرے کذافی الظہیریۃ م حبس اور ملازمت کی قید سے ادا رنذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر ان کا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذافی الطحطاوی وحینئذ **فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینه رجع علیه وان لم یضمن لوجوبه علیه** اور اس وقت میں یعنی جب کہ قاعدۂ مذکور معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھر لے گا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہ ہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر **لکن تخرج عن الاصل مالو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانه یرجع فیهما بلا شرط رجوع کفالة خانیة مع انه لا یطالب بهما لا بحبس ولا بملازمة فتامل** لیکن قاعدہ مذکور سے یہ صورت خارج ہو جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کر لے یعنی مال دے کر مجھ کو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذافی کفالۃ الخانیۃ باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بناء دار اور استخلاص کا حبس سے نہ ملازمت سے سو اس میں تامل کر م شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اس کا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذافی الطحطاوی **وان استحق نصف الهبة رجع بنصف العوض** اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے م جوہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اس وقت ہے جب کہ موہوب محتمل القسمۃ نہ ہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہو گا تو تمام عوض پھیر لے کذافی الطحطاوی **وعکسه لا ما لم یرد ما بقی لانه یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنه یتخیر لعدم سلامة العوض** اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جب تک کہ ما بقی عوض کو نہ پھیر دے اس واسطے کہ ما بقی صلاحیت عوض ہونے کے رکھتا ہے ابتداء تعویض میں سو اسی طرح اس کی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار رہے گا تا عوض سلامت رہے م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنه یتخیر لعدم سلامة العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب نہ سلامت رہنے عوض کے **ومراده العوض الغیر المشروط فان المشروط مبادلة کما یجیء فیوزع البدل علی المبدل نهایة** اور مصنف رحکی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنے درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہو گی مبدل پر کذافی النہایۃ **کما لو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلها اذا کانت قائمة لا ان کانت هالکة** چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اس واسطے کہ ہالک ہبہ مانع رجوع ہے **کما لو استحق العوض وقد ازدادت الهبة لم یرجع خلاصة** چنانچہ اگر عوض مستحق ہوا در حالانکہ ہبہ میں زیادت ہو گئی تو رجوع نہ کرے کذافی الخلاصۃ یعنی اس واسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے **وان استحق جمیع الهبة کان له ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما و بمثله ان العوض هالکا و هو مثلی و بقیمته ان قیمیا غایة** اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذافی الغایۃ **ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع لانه طاری** اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض

میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضرت نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے **تنبیہ** یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطاً فی عقد الھبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا ولم ار من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ کما مر فتدبر مجتبی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہوا اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہے انتہی اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کیے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کر لے م منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گیہوں کے اور سوا ازاں جملہ دو موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی المنح **والخاء خروج الھبۃ عن ملک الموھوب لہ** اور خائے معجمہ سے مراد ہبہ کا خروج ہے موہوب لہ کی ملک سے یعنے خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو بھبۃ الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء کان بقضاء او رضی لما یجیٔ ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی او باعہا معہ لم یرجع الاول خروج عن الملک مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اس واسطے کہ آگے آوے گا کہ رجوع عبارت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اس طرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اس کو اس کے ہاتھ بیع کرے تو واہب اول رجوع نہ کرے گا ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف مبیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقید الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یکون خروجا عن ملکہ من کل وجہ ثم فرع علیہ بقولہ اور مصنف رح نے خروج میں بالکلیہ کی قید لگائی بایں معنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع کی بقول آئندہ **فلو ضحی الموھوب لہ بالشاۃ الموھوبۃ او نذر التصدق بہا وصارت لحما لا یمنع الرجوع** تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا اس کے خیرات کرنے کی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں م اس واسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو خروج عن الملک ثابت نہ ہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکورہ اور متعدا ہو جاتا ہے محمد رح کے نزدیک اور ابویوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہے ومثلہ المتعۃ والقران والنذر مجتبی اور قربانی کے مانند متعہ[1] اور قران اور نذر ہے کذا فی المجتبی م طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہ ہوئی وفی المنہاج وان وہب لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ للہ تعالی فلہ الرجوع خلافا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اس کو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اس کو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابویوسف رح م جب تک فقیر نے خیرات نہیں پائی تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون قربانی کے تو واہب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابویوسف رح کے **فرع** مسئلہ ملحقہ مشارع کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطاء فوہبہ مولاہ لغریمہ او لولی الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد ورو ایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وہبہا لزوجہا ثم رجع خانیۃ ایک غلام ہے جس پر دین یا جنایت خطا ہے پھر اس کے مالک نے اس کے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط

[1] یعنے تمتع کہ اول عمرہ حج کے مہینوں میں کر کے حلال ہو جاوے پھر آٹھویں ذی حجہ یا اس سے پیشتر احرام حج کا باندھے اور قران یہ کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ کرے اور بیچ میں حلال نہ ہو ۱۲

ہو گئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور بجانب محمدؒ کے نزدیک عود نہ کرے گی اور امامؒ کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اس کے شوہر کو پھر اس نے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیۃ والزار **الزوجیۃ وقت الہبۃ** اور زائے معجمہ سے زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہے **فلو وہب لامرأۃ ثم نکحہا رجع** تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اس واسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہ تھی **ولو وہب لامرأتہ** لا **لعکسہ** انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نہ کرے جیسے بالعکس اس کے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لا تصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ اذ لا ید للمجور املاو اوصی لہا بعد موتہ تصح لعتقہا بموتہ فیسلم لہا کافی صحیح نہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اس کی مرض الموت میں ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ مجور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کر جائے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہے کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اس کے آزاد ہو جانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض کرا دیا جاوے گا کذا فی الکافی م ام ولد کو ہبہ کرنا اس واسطے صحیح نہ ہوا کہ شرائط ہبہ سے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجور التصرف ہونے کے **والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع** شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نہ کرے گا کذا فی الشمنی م محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضائی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت **ولو وہب لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لاجنبی اولعبد اخیہ رجع** اور اگر واہب نے ہبہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اس کے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوش دامن اور ربائب[1] اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کرے گا م ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ابن عم قرابت دار ہے تو اس کو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبینؒ کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی **ولو کانا** اے العبد ومولاہ **ذا رحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہا اتفاقا علی الاصح** لان الہبۃ لایہما وقعت تمنع الرجوع بحر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اس کا مالک واہب کے محرم قرابت دار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے بنا بر قول صحیح تر اس واسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہبۃ کا کذا فی البحر م غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اس کے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب لاخیہ واجنبی مالا یقسم فقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع ورد اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں نے اس پر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کے کذا فی الدرر **والہاء ہلاک العین الموہوبۃ** اور ہائے ہوز سے عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے م ہلاک سے تلف ہو جانا عین کا یا اس کے عام منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقائے ملک تو یہ گمان کرنا چاہیے کہ خروج عن الملک معنی ہے ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اس کی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو

---

[1] یعنے مال وصیت ام ولد کو حوالہ کیا جائے گا [2] یعنے وہ اولاد جو دوسرے شوہر سے ہمراہ عورت کے آوے ہندی میں اس کو اڑھ بیوڑا کہتے ہیں ۱۲

رجوع جائز نہ ہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی الطحطاوی عن الملتقی ولو ادعاہ اے الہلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ
موہوب کے تلف ہو جانے کا دعوے کرے تو اس کی تصدیق ہوگی بدوں قسم کے اس واسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیر دینے کا فان قال
الواہب ہی ہذہ العین حلف المنکر انہا لیست ہذہ خلاصۃ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنے ہبہ یہی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے
کہ ہبہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواہب ان الموہوب لہ لیس باخیہ اذا ادعی الاخ ذلک لانہ یدعی مسبب النسب
لا النسب خانیۃ جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اس کا بھائی نہیں جب کہ بھائی دعوے کرے بھائی ہونے کا اس واسطے کہ موہوب لہ
مدعی ہے مسبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیۃ م یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب
پر نفی اخوت کی قسم آوے گی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنے مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب
کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اس میں قسم جاری نہ ہوتی امامؒ کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او
بحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع میں
م بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبۃ جائز نہیں پھر جب اس میں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہ ہوگا مگر رضائے طرفین سے یا حاکم
کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کر کے پھیر لے گا بلا رضائے موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو
واہب اس کی قیمت کا تاوان دے گا موہوب لہ کو فیضمن لمنعہ بعد القضاء لا قبلہ تو موہوب لہ بعد حکم حاکم موہوب کو نہ دینے سے تاوان دے گا
نہ قبل از حکم حاکم م جب تک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ تراضی نہ ہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب میں ثابت ہے تو اس کا تصرف اس
کی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسی طرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اس کے پاس تلف ہو جائے
تو اس پر تاوان نہیں کیونکہ اس کی ملک ہنوز قائم ہے اور اسی طرح اگر بعد حاکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو
تاوان لازم ہوگا بسبب اس کی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع احدہما بقضاء او رضی کان فسخا لعقد الہبۃ من الاصل واعادۃ لملکہ
القدیم لا ہبۃ للواہب اور جب کہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے
اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے م اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول
کرے تو مالک نہ ہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض کرے گا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اس میں رجوع
کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلہذا لا یشترط فیہ قبض الواہب وصح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ اور
چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا اسی واسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے
بعض شائع میں اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہ ہوتا یعنے اس واسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم وللواہب ردہ علی بائعہ
مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اس کے بائع کو ہر طرح رجوع بقضا ہو خواہ برضا م یعنی واہب نے ایک
چیز خریدی پھر وہی چیز دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیم پر اطلاع واقع
ہوئی تو بسبب عیب کے اس کا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض
بدون قضا کے م یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اس کی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اس کو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر
پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے

رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اس کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا ورد بالعیب فقط رضا بلا قضاء سے اس واسطے جائز نہ ہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہو گیا م چونکہ حق مشتری سلامت مبیع میں ہے لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہو جائے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اس کا حق اس کو مل گیا اور درصورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لے گا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃ لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اس میں فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو درصورت رجوع عین ملک واہب اس کی طرف عائد ہو گی نہ ہبہ جداگانہ تو افتراق بیع اور ہبہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا البطلان اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک الواہب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ : من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین م زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں **اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح** رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ **کالہبۃ لقرابۃ جاز ہذا** الاتفاق منہما جوہرۃ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرۃ وفی المجتبی لا تجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اس واسطے کہ اقالہ یہاں ہبہ ہے ثم قال وکل شئ یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لے جاویں تو اس کا یہی حکم ہے م یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اس میں اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی تصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ دین غیر مقبوض ہے وفی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہو گیا تو رجوع عود کرے گا م زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملک میں ہو سکتا ہے جب کہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی **تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن** لانہا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہو گئی اور اس کا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ بھر لے گا اس واسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اس میں سلامت موہوب مستحق نہیں ہے م ہبہ کی قید اس واسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنے فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بعقد ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارے میں جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جائے پھر ایک مرد اس کا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھر لیں گے کذا فی الطحطاوی **والاعارۃ کالہبۃ** ہہنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اس واسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اس کا عمادیہ

میں ہے م عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصۂ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور اس کا کوئی اور مالک نکلے سوائے معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھرلے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا **واذا وقعت الھبۃ بشرط العوض المعین فھی ھبۃ ابتداءً فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل** العوض **بالشیوع فیما یقسم بیع انتھاءً فترد بالعیب وخیار الرویۃ ویوخذ بالشفعۃ** ہذا اذا قال وھبتک علی ان تعوضنی کذا امالو قال وھبتک بکذا فھو بیع ابتداءً وانتھاءً اور جب کہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرویۃ سے پھیر دیا جائے گا اور شفعہ سے لیا جائے گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھ کو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہے گا کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا بمقابلہ اس کے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی م رد بالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح خیار الرویۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جب کہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہ ہوگا اور قبض شرط نہ رہے گا اور شیوع مضر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجھولا بطل اشتراطہ فیکون ھبۃ ابتداءً وانتھاءً اور عوض میں مصنف رح نے معین ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو درصورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونوں اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وھب الواقف ارضا بشرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی واقف نے اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جس کا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اس کا مشروط[1] تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اس کو ذکر کیا ہے وفی المجمع واجاز محمد ھبۃ مال طفلہ بشرط عوض مساو ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولھما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن رح نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہے موہوب کے اور شیخین رح نے اس کو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو شیخین رح کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی م یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رح کے نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرط میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اس واسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقاً **فصل فی مسائل متفرقۃ** یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ میں **وھب امۃ الا حملھا او علی ان یردھا علیہ او یعتقھا او یستولدھا او وھب داراً علی ان یرد علیہ شیئا منھا** ولو معینا کثلث الدار او ربعھا **علی ان یعوض فی الھبۃ والصدقۃ شیئا منھا صحت** الھبۃ **وبطل الاستثناء** فی الصورۃ الاولی **وبطل الشرط** فی الصور الباقیۃ لانہ بعض او مجھول والھبۃ لاتبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوائے اس کے حمل کے ہبہ کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اس کو آزاد کرے یا اس کو اپنی حرم بنادے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو چنانچہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقے میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثناء حمل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اس واسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ

[1] مترجم اول سے بیان تسامح ہوا ترجمہ یوں چاہیے اگر ہبہ کرنے میں عوض شرط کرلیا تو یہ ہبہ بیع کے مانند ہوگا ۱۲

باطل نہیں ہوتا شرطوں سے ثم مجہول ہونا پچھلی دو صورتوں میں ظاہر ہے نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہ
شروط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے ولا تنس مامر من اشتراط معلومیۃ العوض اور
نہ بھولیو اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ثم یعنے جہالت عوض کی مفسد ہے سراج ہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط
قبض ہے تو شرط اس کی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی **اعتق حمل امتہ ثم وہبہا صح ولو دبرہ ثم وہبہا لم یصح لبقاء**
الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں
بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنے اور شرط ہبہ یہ ہے کہ موہوب مشغول نہ ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول
کے یعنی درصورت عتق حمل واہب کی ملک پر جنین باقی نہ رہا تو موہوب مشغول بملک واہب نہ رہا **کما لا یصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط**
محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غدا وان مت بفتح التاء فانت بری من الدین او ان مت من مرضک ہذا او ان مت من مرضی ہذا فانت فی حل من
مہری فہو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق جیسے صحیح نہیں تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن
آوے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جاوے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں
اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے ثم مجئ غد میں مخاطرہ نہیں مگر جب
مجئ غد کو بقاء دین کے ساتھ ملاحظہ کیجیے کذا فی الطحطاوی **الا بشرط کائن لیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابرأتک عنہ**
صح تعلیق ابراء کی بشرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تا کہ تعلیق تنجیز ہو جائے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین
تجھ پر ہو تو میں نے تجھ کو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے **وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیۃ** اور اسی طرح یہ تعلیق
کہ اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیۃ ثم مرض مخصوص
مشار الیہ سے مرنا یقینی نہیں لہذا شارح نے اس کو وہاں مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اس کو یہاں وصیت کہا **جاز العمری**
للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط ہبہ بطریق عمری جائز ہے اور موہوب اس کا مملوک ہے جس کو مدت العمر کے واسطے اور بعد اس کے اس
کے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ثم عمری بالضم اول یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اس
میں رہے پھر جب موہوب لہ مر جائے تو واہب یا اس کا وارث اس کو پھیر لے سو اس طرح کے دینے سے موہوب لہ اور اس کے ورثہ
مالک ہو جاتے ہیں اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے **لا تجوز الرقبی لانہا تعلیق بالخطر** رقبی جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ثم رقبی بالضم یہ کہ میرا گھر تیرا
ہے بطریق رقبے یعنے اگر میں مر جاؤں تجھ سے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھ سے پہلے تو وہ میرا ہے امامؒ اور محمدؒ کا یہ قول ہے
کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالخطر کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے
اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن المضمرات **واذا لم تصح تکون عاریۃ شمنی لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی للمعمرہ فی حیاتہ وموتہ**
لا ترقبوا فمن ارقب شیئا فہو سبیل المیراث اور جب کہ رقبی صحیح نہ ہوا تو اس طرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن
حنبلؒ وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اس کا مالک زندگی اور موت میں وہی شخص ہے جس کو عمر بھر کے
واسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والے کی میراث ہے
بعث الی امرأتہ متاعا ہدایا الیہا وبعثت ہی لہ ایضا ہدایا عوضا للہبۃ صرحت بالعوض اولا ثم افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج

انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف واراد الاسترداد وارادت ہی الاسترداد ایضاً یسترد کل منہما ما اعطی اذ لا ہبۃ فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اس نے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونوں میں جدائی ہو گئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعویٰ کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اس پر اس نے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونوں میں سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اس واسطے کہ ہبہ نہیں سو بدلہ بھی نہیں یعنی اس نے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہو گیا ولو استہلک احدہما ما بعثہ الآخر ضمنہ لان من استہلک العاریۃ ضمنہا خانیۃ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اس کا تاوان دے گا اس واسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اس کا ضمان دے کذا فی الخانیۃ م استہلاک کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہو جائے گی تو تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراؤہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جس پر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہو جانے کا موجب نہ ہو م قبول کی اس واسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہے اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین میں سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لکنہ یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کر دینے سے اس واسطے کہ اس میں معنی اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہے کذا فی العنایۃ م معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہے یعنے رد غیر مجلس اس واسطے صحیح ہوا کہ اس میں معنی اسقاط ہے اس واسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہے لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نہ کرے اور نہ رد کرے یہاں تک کہ دائن اور مدیون جدا ہوں پھر بعد چند روز کے مدیون رد کر دے تو قول صحیح میں رد نہ ہوگا م صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے اس پر یہ استدراک ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہے لیکن دوسرا قول اصح ہے تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط لیکن مجتبی میں ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے م یہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہو گی م جب اس نے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور لا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ومنہ ما لو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اس کے باپ پر ہے تو معتمد صحت ہبہ ہے

بسبب مسلط کرنے کے م یعنے تسلیط بنابر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جب کہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہو گی اور اسی طرح اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فضولین اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اس کا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جب کہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اس کا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اس کا اقرار صحیح ہے بہ سبب اس کے اخبار ہونے کے نہ تملیک ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے م تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دے گا تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اسی طرح مقر کو دے گا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ باطل فتامل اور اسی طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیۃ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہو گی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اس کو تامل کر لے م جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام معزیا للصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدے میں بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول ہے کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اس پر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی شخص کے واسطے ہو گی جس کا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ م مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اس کو دیا جائے جس کے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اس واسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضائے غیر کو اس میں دخل نہیں کذا فی الطحطاوی **والصدقۃ کالہبۃ** بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطائے غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں وحینئذ **لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم** اور اس وقت میں یعنی جب کہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ صحیح ہے **ولا رجوع فیہا ولو علی غنی** لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دے کر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اس واسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اس میں رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال الآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا ہبہ ہے یعنی جو میں نے تجھ کو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھ کو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہے یعنے پھیر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہو گا کذا فی الخانیۃ **فائدہ جلیلہ** سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک بمعنی ہبہ ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہے

اور جب تک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اس میں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں لقیاس
علے الہبۃ اور اکثر علما اس پر ہیں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اس واسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شئے ہیں باعتبار
نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغائرت اس واسطے ہے کہ اگر درختوں پر لگے پھلوں کو ہبہ کرے
تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر
فتویٰ ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے انتہی کذا فی الطحطاوی ۱۲

فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب الکاتب جعلتہا ملکا لہ یحتاج الی
القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السوال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک
ارض محدودہ کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھ دینے کا حکم کیا سو اس کے منشی نے لکھ دیا کہ اس زمین کا میں نے اس کو مالک کر دیا تو اس
تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن ہر گاہ کہ پہونچنا
ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا م وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس
کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت
وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لانہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اس کے
سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرض خواہ پا گیا اگر زوجہ نے اس کو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اس
کو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرض خواہ سے پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اس نے دیا ہو تاکہ زوج اس میں تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر
تو عورت کو زوج کے قرض خواہ سے پھیر لینا جائز ہے نہ زوج کو دفع لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ
فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اس میں تصرف کرے سو اس نے تصرف بطریق
تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اس کو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنے وہ
مال سب وارثوں میں قسمت ہوگا اور پورا بیان اس کا جواہر الفتاوی میں ہے بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ
مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن میں کیا
اس کا کھانا لینا برتن میں مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی شوربے میں بھیگی ہو یا مانند اس کے اس قسم کا کھانا
کہ اگر اس کو دوسرے برتن میں کیجیے تو لذت اس کی جاتی رہے تو اس میں کھا لینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت
نہ جاتی ہو تو اگر دونوں شخصوں میں بے تکلفی ہو تو بھی اس میں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب
تحفہ بھیجا برتن میں اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اس کا مالک نہ ہوگا اور اگر عادت
ظرف پھیر دینے کی نہ ہو جیسے ڈالیاں پھولوں کی تو ظرف بھی تحفہ ہے اور اس کا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ ٹھہرے گا تو امانت ہوگا
دعا قوما الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب ولو لرب
البیت الا ان یناولہ الخبز المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگوں کو جدا جدا

ف تملیک اور ہبہ دو چیزیں ہیں

خوانوں پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہے اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اس کو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اس کا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اس کا جوہرہ میں ہے م فقیہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہو اس کا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرۃ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اس کو دینا درست نہ ہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہ ہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ اس کی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اس کو اس میں تصرف کرنا درست نہ ہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لاجبر علی الصلات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلوں پر م صلات جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادائے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الافی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بہا ومال وقف صلوں پر زبردستی نہیں مگر چار صلوں پر زبردستی ہے شفعہ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اس چیز میں جس کی وصیت کی گئی اور وقف کے مال میں م تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفیع مر جائے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال واقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر مقابلہ عمل کے نہ ہو اور پانچویں صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت ادائے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت ؎ وواہب دین لیس یرجع مطلقاً ٭ وابراء فری نصف یصح المحرر ٭ اور البتہ میں نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو میں نے یوں کہا اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر اور محقق ہے م ابرا نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کر دے تو اگر دائن یوں کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یوں کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اس کا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ نصف النصف یعنے چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی ؎ علی حجہا او ترک ظلمہ لہا ٭ اذا وہبت مہرا ولم یوف تخیر ٭ جب کہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اس کو حج لے گیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہے گا اس واسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہو گئی یہی قول مفتی بہ ہے ہاں اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ مہر معاف ہو جائے گا اس واسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر ؎ معلق تطلیق بابراء مہرہا ٭ وانکاح اخری لو یرد فیظفر ٭ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفر یاب ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہو گی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کروں اور تو اپنا مہر مجھ کو معاف کر دے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع ہو گی یہ مسئلہ وہبانیہ میں نہیں بلکہ شرنبلالی نے اس کو نظم کیا ہے ؎ وان قبض الانسان مال لبیعہ ٭

فابرأہ عنہ منہ کالدین اظہر ؛ اور اگر آدمی نے اپنے مبیع کا مال یعنے ثمن اس کا لیا پھر ثمن اس کا معاف کر دیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے م ابراء ثمن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اس کا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا بعد قبض کے تو ابراء صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اس کو بائع سے پھیر لے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کر دے تو مدیون اس سے دین پھیر لیگا ٥ دین و دون ارض فی البناء صحیحۃ × وعندی فیہ وقفۃ فحرر ؛ اور زمین کے سوا فقط عمارت ہی ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اس میں توقف اور تامل ہے تو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتاملہ میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ میں تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن میں اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اس میں تامل کرم اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہے اور دلیل مسئلے کی تتمہ میں یوں مذکور ہے کہ مشتری جب کہے کہ میں نے زمین مول لی ہے اور بائع نے مجھ کو عمارت اس کی ہبہ کی ہے اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونوں مول لیں ہیں تو مشتری کا قول مقبول ہو گا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال میں نظر ہے اس واسطے کہ یہاں کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہے اور لائق یہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہ ہو اس واسطے کہ قبض شرط ہے ہبہ میں اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہے بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہیں کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہے انتہی اور کافی میں ہے کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین میں اور پھل درخت پر اور زیور تلوار میں اور عمارت گھر میں اور من بھر اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تولینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہے استحسان کی وجہ سے گویا اس نے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن نہ دے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان اس پر لازم ہو گا انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصل توقف میں کافی ہو گا یعنی صحت ہبہ عمارت بلا ارض اس صورت میں ہے جب کہ واہب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اس پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہر زادہ انہ لا یرجع واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا میں نے بلفظ اظہر چوتھی بیت میں اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ میں ہے خواہر زادہ سے کہ بعض قبض ثمن مشتری بائع سے یمین نہ پھیر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہے وبظیفر الی بنکاح ضرتہا لانہ برد للابراء التعلیق فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ بظیفر اشارہ کیا تیسری بیت میں یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفر یاب ہوا اس واسطے کہ ابراء کے رد کرنے سے اس نے تعلیق طلاق کو باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اس کو یاد رکھنا چاہیے

خاتمہ تاتارخانیہ میں ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہ ہو جیسا کپڑا یا اس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہ ہو جیسا گوشت اور مانند اس کے تو اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کو اس میں سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والوں کو اس میں سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج میں ہے ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کے واسطے تو اس کپڑے کا مالک فرزند ہو گا کہ اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اس کے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہیں جواب یہ ہے کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جس کی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اس کے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اس کا مالک نہیں اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اس پر واجب ہو گا اور اگر ایسا نہیں تو فرزند کو جائز ہے کہ کپڑے کو جہاں چاہے صرف کرے کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علی سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ط

تمت بالخیر